

المصطفى

صلى الله
عليه وآله

رسولنا

الأخوة
محمد

سرفراز محمد مصطفی

مصطفى

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حَنِئًا لِلْعَالَمِينَ

المصطفى
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

5349



سرفراز محمد شمس الدین

۲۵۶- سٹیج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

81387

المصطفیٰ ﷺ

نام کتاب

سرفراز محمد بھٹی

مؤلف

احمد فراز بھٹی

ناشر

ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور

مطبع

محمد انور

کمپوزنگ

سبحان گرافکس اینڈ کمپوزنگ سینٹر

نومبر ۲۰۰۳ء

اشاعت اول

200 00

030400

قیمت

ملنے کا پتہ:

الفیصل ناشران و تاجران کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور



انتساب

محسنِ اعظم، سرورِ کائنات،

شفیع المذنبین، خاتم النبیین

سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ

کی خدمتِ اقدس میں ناچیز کا

نذرانہ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون
48	26	دوسرا سفر شام	10	1	تقدیم
50	27	سیدہ خدیجہؓ سے نکاح	13	2	نعتیہ پیش لفظ
52	28	تجدید تعمیر کعبہ و تنصیب حجر اسود	14	3	حرف اول
54	29	خلوت نشینی	19	4	پس منظر
55	30	نزول وحی	19	5	عرب
61	31	تبلیغ اسلام پہلا دور اتنا ۳ نبوت	20	6	اہل عرب
66	32	تبلیغ اسلام دوسرا دور ۴ نبوت	22	7	سیاسی نظام
67	33	کوہ صفا پر	23	8	تجارت
68	34	علانیہ دعوت	23	9	مذہب
69	35	دشمن رسول ابو جہل	25	10	کعبۃ اللہ
71	36	قریش کی پہلی سفارت	26	11	شجرہ مبارک
72	37	دوسری سفارت	26	12	خاندان رسالت
77	38	مظالم	31	13	عبدالمطلب
85	39	علمائے یہود سے مشورہ	32	14	چشمہ زمزم
86	40	واقعہ اصحاب کہف	34	15	جناب عبداللہ
88	41	قصہ ذوالقرنین	37	16	جناب عبداللہ کی وفات
89	42	مسئلہ روح	37	17	ابراہیم کا مکہ پر حملہ
90	43	خاندان کا بٹوارہ	40	18	ظہور قدسی
94	44	ہجرت حبشہ اولیٰ	40	19	رضاعت
95	45	ہجرت حبشہ ثانی	43	20	سفر مدینہ اور انتقال والدہ
101	46	حضرت ابو بکرؓ ہجرت / واپسی	44	21	جناب عبدالمطلب کا انتقال
102	47	الزامات اور قرآن کے جوابات	45	22	سفر شام
104	48	حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام	46	23	حرب الفجار
105	49	مہمل سوالات	46	24	تجارت
107	50	حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	47	25	حلف الفضول

177	دوسرا مرحلہ	.79	112	تیسری سفارت	.51
179	ام معبد	.80	114	معاشرتی مقاطعہ شعبہ ابی طالب	.52
179	بریدہ اسلمی	.81	118	اختتام مقاطعہ	.53
181	قباء میں تشریف آوری	.82	121	قریش کی آخری سفارت	.54
184	مدینہ میں آمد	.83	123	وفات جناب ابوطالب	.55
187	مدینہ میں ابتدائی مصائب	.84	125	وفات سیدہ خدیجہ الکبریٰ	.56
188	مسجد نبوی کی تعمیر	.85	126	قریش کی زیادتیاں	.57
189	اہل بیت کی مدینہ آمد	.86	127	نکاح سیدہ سوڈہ	.58
189	اذان و اقامت	.87	128	نکاح سیدہ عائشہ صدیقہ	.59
189	مواخات مہاجرین و انصار	.88	131	معجزہ شق القمر	.60
192	یہود مدینہ سے معاہدہ	.89	132	سفر طائف	.61
194	مشرک قبائل سے دفاعی معاہدے	.90	136	جنات کا ایمان لانا	.62
194	منافقت کی ابتدا	.91	137	طفیل بن عمرو دوسری	.63
195	قریش کی دھمکیاں	.92	138	سیدنا ابوذر غفاری	.64
197	غزوات و سرایا	.93	139	قبائل کا دورہ	.65
198	سریہ سیف البحر	.94	141	اسراء و معراج	.66
198	سریہ رابغ	.95	147	کفار کی تکذیب	.67
199	سریہ خرار	.96	148	احکام برائے مسلم معاشرہ	.68
199	متفرق واقعات اھ	.97	152	یثرب کی چھ سعید روہیں	.69
201	غزوہ ابواء ۲ھ	.98	153	بیعت عقبہ اول	.70
201	غزوہ بواط	.99	156	مدینہ میں جمعہ کا قیام	.71
202	غزوہ سفوان	.100	157	بیعت عقبہ ثانی	.72
202	غزوہ ذی العشیرہ	.101	160	مدینہ میں دعوت اسلام	.73
202	سریہ نخلہ	.102	162	ابتدائے ہجرت	.74
205	فرضیت جہاد	.103	163	مشکلات ہجرت	.75
206	تحويل قبلہ	.104	166	دارالندوہ میں قریش کا اجلاس	.76
208	غزوہ بدر	.105	169	ہجرت مدینہ	.77
216	جہیم بن صلت کا خواب	.106	173	ہجرت کی پہلی منزل	.78

287	غزوہ دومۃ الجندل ۵ ہجری	135	224	107	شہدائے بدر
287	عقد سیدہ زینب بن جحش	136	228	108	اسیران بدر
288	غزوہ بنی المصطلق	137	230	109	حضرت ابوالعاص
291	عقد سیدہ جویریہ	138	230	110	جنگ بدر کے نتائج
291	واقعہ انک	139	231	111	سریہ عمیر
300	غزوہ احزاب	140	232	112	سریہ سالم بن عمیر
306	کفار میں پھوٹ	141	232	113	غزوہ بنی سلیم
310	غزوہ بنو قریظ	142	233	114	غزوہ بنی قینقاع
315	نکاح سیدہ ریحانہ	143	235	115	غزوہ سویق
315	حضرت سعد بن معاذ کی شہادت	144	236	116	۲ ہجری کے دیگر واقعات
316	دیگر واقعات ۵ ہجری	145	239	117	غزوہ غطفان ۳ ہجری
320	سریہ محمد بن مسلمہ ۶ ہجری	146	240	118	کعب بن اشرف کا قتل
321	غزوہ بنی لحيان	147	243	119	سریہ زید بن حارثہ
322	غزوہ غابہ	148	246	120	غزوہ احد
323	سریہ غمر	149	264	121	مدینہ واپسی
323	سریہ ذوالقصبہ	150	264	122	دعاۃ خطبہ
323	سریہ جوم	151	265	123	سیدہ کمیرا
323	سریہ عیص	152	269	124	خواتین کی شمولیت
324	مہم طرف	153	270	125	غزوہ حمراء الاسد
324	سریہ وادی القرئی	154	271	126	دیگر واقعات ۳ ہجری
324	سریہ حسمی	155	273	127	سریہ ابوسلمہ
325	سریہ دومۃ الجندل	156	273	128	مہم وادی عرفہ
325	سریہ فدک	157	274	129	رجوع کا حادثہ
326	سریہ وادی القرئی	158	277	130	الیہ بیڑ معونہ
326	سریہ عبداللہ بن رواحہ	159	278	131	غزوہ بنو نضیر
327	سریہ کرز بن جابر	160	282	132	غزوہ نجد
328	سریہ عمرو بن امیہ	161	283	133	غزوہ بدر الموحد
329	صلح حدیبیہ	162	285	134	دیگر واقعات ۴ ہجری

361	حضرت عمرو بن عاص کا قبول اسلام	191	332	بیعت رضوان	163
362	دیگر واقعات ۷ ہجری	192	334	معاہدہ حدیبیہ	164
364	سریہ غالب بن عبداللہ ۸ ہجری	193	338	حضرت ابوبصیرؓ کا کارنامہ	165
364	سریہ ذات ارح ^ط	194	339	بادشاہاں عالم و روسا کو دعوت اسلام	166
364	جنگ موتہ	195	341	شاہ مصر کے نام	167
366	سریہ ذات السلاسل	196	342	قیصر روم کے نام	168
366	سریہ سیف البحر	197	344	کسریٰ کے نام	169
367	سریہ خضرہ	198	345	الحارث کے نام	170
367	سریہ ابوقنادہ	199	345	شاہ یمامہ کے نام	171
368	فتح مکہ	200	346	حاکم بحرین کے نام	172
377	مکہ میں داخلہ	201	346	شاہان عمان کے نام	173
384	ناقابل معافی مجرمین	202	347	شاہ حبش کے نام	174
388	بتوں کا خاتمہ	203	347	دیگر واقعات ۶ ہجری	175
388	مہم عزیٰ	204	349	جنگ خیبر ۷ ہجری	176
389	مہم سواع	205	352	کنانہ ابی الحقیق کی بدعہدی	177
389	مہم مناۃ	206	353	عقد حضرت صفیہؓ	178
389	بنی جذیمہ	207	354	یہودیہ کا زہر دینا	179
390	غزوہ حنین و طائف	208	354	مہاجرین کی حبشہ کی واپسی	180
392	طائف	209	354	سیدہ ام حبیبہؓ	181
394	وفد ہوازن	210	357	سریہ بنی کلاب	182
396	ادائیگی عمرہ اور مدینہ واپسی	211	357	سریہ تریبہ	183
396	دیگر واقعات ۸ ہجری	212	357	سریہ اطراف فذک	184
398	عمال کا تقرر	213	358	سریہ میفہ	185
399	سریہ عینیہ بن حصن فزاری	214	358	سریہ الجباب	186
399	سریہ قطیفہ	215	358	عمرۃ القضا	187
400	سریہ ضحاک	216	360	عقد سیدہ میمونہؓ	188
400	سریہ علقمہ	217	361	سریہ ابوالعوجاء	189
400	سریہ علیؓ	218	361	حضرت خالد بن ولید کا قبول اسلام	190

431	غسل و تجہیز	.247	401	غزوہ تبوک	.219
432	نماز جنازہ	.248	402	خطبہ تبوک	.220
432	تدفین	.249	404	مسجد ضرار	.221
434	نقشہ ازواج مطہرات	.250	405	وفد ثقیف	.222
435	اولاد النبی	.251	406	حضرت ابوبکر صدیقؓ امیر الحج	.223
437	تعلیمات	.252	407	واقعہ ایلا	.224
450	فرمان الہی	.253	409	دیگر واقعات ۹ ہجری	.225
452	نقشہ واقعات	.254	411	سریہ خالد بن ولیدؓ	.226
457	شمال نبوی	.255	412	وفد	.227
458	خلق و خصائص	.256	412	وفد عبدالقیس	.228
460	ماخذ	.257	412	وفد بنی حنیفہ	.229
463	حرف آخر	.258	412	وفد بنو سعد بن بکر	.230
	نقشہ جات		413	وفد بہراء	.231
17	جزیرہ نمائے عرب		413	وفد بنو عامر	.232
18	عہد نبوی میں قبائل عرب		413	وفد بنو کنذہ	.233
172	سفر ہجرت		413	وفد حضرت موت	.234
210	غزوہ بدر		413	وفد بنی خولان	.235
244	احد جغرافیائی پوزیشن		413	وفد حمس	.236
245	میدان احد		413	وفد بنی بھیلہ	.237
299	جگہ خندق		414	وفد بنی لیث	.238
376	فتح مکہ		414	وفد طے	.239
433	عہد نبوی میں اسلام		414	وفد عذرہ	.240
			414	وفد بنو فزارہ	.241
			414	سریہ حضرت علیؓ	.242
			415	حجۃ الوداع	.243
			421	دیگر واقعات ۱۰ ہجری	.244
			423	جیش امامہ ۱۱ ہجری	.245
			424	علالت اور وفات	.246

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقدیم

(از طالب الہاشمی)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

سرور کائنات فخر موجودات رحمتِ دو عالم امام الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا
محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی تمام کمالات و صفات کی جامع ہے۔ حضور ﷺ کی سیرتِ
طیبہ کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں اس کی رفعت، پاکیزگی، رخشندگی اور تابانی سے آنکھیں
خیرہ ہو جاتی ہیں۔ آپ ﷺ رحمتِ دارین ہیں، بشیر و نذیر ہیں، سراج منیر ہیں، شافعِ روزِ
محشر ہیں، صاحبِ قابِ قوسین ہیں، ساقیِ کوثر ہیں، صاحبِ خیر کثیر ہیں۔ جس دل میں رسولِ
پاک ﷺ کی محبت نہیں اس کو اللہ کا اقرار بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا
کسیکے خاکِ درش نیست خاک بر سر او

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فرما
کر ہمیں بتا دیا ہے کہ اگر ہمارے لئے کوئی دائمی اور عالمگیر نمونہ عمل ہے تو وہ خاتم الانبیا
و المرسلین ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ہم حضور ﷺ کی
سیرتِ طیبہ ہی سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ظاہر ہے کہ کوئی زندگی خواہ وہ کتنی ہی تاریخی ہو

اس وقت تک نمونہ نہیں بن سکتی جب تک وہ کامل نہ ہو اور کسی زندگی کا کامل ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک وہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے نہ ہو۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے تمام مراحل (جزئیات سمیت) ولادت سے لے کر وفات تک تمام عالم کے سامنے ہیں ان کو دیکھ کر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کی ذاتِ گرامی کو کیوں ہمارے لئے نمونہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ پاک کو کیوں رحمۃ للعالمین کہہ کر پکارا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر دنیا کی ہر زبان میں اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ موضوع ہی اتنا پاکیزہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان رکھنے والے جتنے بھی لوگ اس پر لکھیں گے اور جس قدر بھی لکھیں گے، کبھی مضمون کی خشکی کی شکایت پیدا نہیں ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ سید الانام ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے کسی بھی گوشے کی رفعت اور پاکیزگی کے اتنے تقاضے ہیں کہ کبھی کوئی سیرت نگار یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے اس موضوع کا حق ادا کر دیا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ سیرتِ اطہر کا ہر پہلو ایسا نور علی نور ہے کہ بڑے بڑے جادو بیان خطباء اور شعراء بھی اس کا کامل نقشہ کھینچنے سے اپنے عجز کا اظہار کر چکے ہیں۔ کتابِ سیرت کا ایک ایک ورق زبانِ حال سے پکارتا ہے کہ:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا این جاست

یہ وہ کیفیت ہے جسے لَا يُمَكِّنُ الشَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ کہا گیا ہے تاہم ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ سیرتِ طیبہ کے پاکیزہ موضوع پر بحیثیتِ مجموعی یا اس کے کسی بھی پہلو کو احاطہ تحریر میں لانے کی سعادت حق تعالیٰ کے کرم اور اس کی توفیق کے بغیر نصیب نہیں ہوتی اور جس کو نصیب ہوتی ہے اس کی خوش بختی اور سعادت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا واقعاتِ سیرت تو ہر کتاب میں قریب قریب ایک جیسے ہی ہوتے ہیں لیکن اسلوبِ نگارش اور تحقیق و

تقصص کا معیار ہر سیرت نگار کا الگ الگ ہوتا ہے گویا

ہر گلے رارنگ و بوئے دیگر است

مجھے یہ لکھتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میرے عزیز بھائی سرفراز محمد بھٹی صاحب بھی ان خوش بخت اصحاب میں شامل ہو گئے ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے سیرت طیبہ پر لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ نے بھٹی صاحب کو عشق رسول ﷺ کی نعمت سے بہرہ ور فرمایا ہے اور ان کا جذبہ عشق رسول ﷺ ہی یہ کتاب ”المصطفیٰ“ لکھنے کا محرک ہوا ہے۔ انہوں نے جس عقیدت، محبت اور محنت کے ساتھ یہ کتاب سیرت تالیف کی ہے وہ لائق ستائش ہے۔ ان کا طرز نگارش عام فہم اور سلیجھا ہوا ہے اور انہوں نے امکان بھر کوشش کی ہے کہ یہ کتاب تھوڑے یا زیادہ پڑھے لکھے ہر عمر کے لوگوں (ذکور و اناث) کے لئے اس زاویہ نگاہ سے مفید ثابت ہو کہ ان کے دل میں عشق رسول پاک ﷺ کی شمع فروزاں ہو جائے اور اس میں ہادی اعظم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی تڑپ پیدا ہو جائے۔

میری دعا ہے کہ اس کتاب کی صورت میں بارگاہ رسالت میں مؤلف کا ہدیہ عقیدت شرف قبولیت حاصل کرے اور حق تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اجر جزیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین

دعا گو

طالب الباشمی

اعوان ٹاؤن لاہور

۲۷ جون ۲۰۰۳ء

المصطفیٰ ﷺ

(سیرت خیر الانام کا نعتیہ پیش لفظ)

از محمد اشرف قدسی

سیرت سرور عالم ہے ادب سے پڑھیے
 خلق قرآن مجسم ہے ادب سے پڑھیے
 اس میں باتیں ہیں رسولِ عربی کی باتیں
 فکرِ ہادیٰ مکرم ہے ادب سے پڑھیے
 اس کے ہر باب میں تحقیق و تجسس کی جھلک
 ذکرِ پیغمبرِ اعظم ہے ادب سے پڑھیے
 سارے غزوات و سرایا کا بیاں ہے اس میں
 بیش ہے کچھ نہ ہی کم کم ہے ادب سے پڑھیے
 ہر ورقِ اُسوۃِ احمد کی ضیا سے روشن
 ہر ضیا مخزنِ اکرم ہے ادب سے پڑھیے
 ہر زمانے کے لئے بادِ صبا کا جھونکا
 جانفزائے بنی آدم ہے ادب سے پڑھیے
 لذتِ ذہن و زباںِ راحتِ دل بھی اس میں
 عشق کا سایہ پیہم ہے ادب سے پڑھیے
 ہے بھٹکتی ہوئی روحوں کا علاجِ شافی
 زخمِ دل کے لئے مرہم ہے ادب سے پڑھیے
 سارے موسمِ مرے آقا کے ہیں موسمِ اشرف
 کھولے لب کوئی موسم ہے ادب سے پڑھیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ ۝

اما بعد۔ رب العالمین کا بنی نوع انسانی پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں ایک ایسی ہستی کو پیدا فرمایا کہ وہ ہر طرح سے اکمل و اعلیٰ اور بے مثل ٹھہری اور ان پر اپنی آخری کتاب ہدایت نازل فرما کر انہیں قیامت تک کے لئے تمام اہل ارض کے لئے نور ہدایت اور خاتم النبیین بنایا اور دین کو مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ اب تا اب نہ کسی دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی اور نبی کی۔

پچھلی کتابوں میں تحریفات کر کے ان قوموں نے تعلیماتِ الہی کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ لیکن آخری کتاب کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی اور ہم نے دیکھا کہ چوہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود کوئی طاقت بھی اس کے کسی ایک نقطے میں بھی رد و بدل نہ کر سکی۔

پروردگار عالم نے فلاح انسانی کو محبت و پیروی رسول اللہ ﷺ سے مشروط کر دیا اور ان کی ذات گرامی کو عالم انسانیت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا اور اپنی اس محبوب ذات کے ذکر کو بلند کرنے کا ذمہ بھی خود لے لیا اور فرمایا! کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا ہے۔ (آل عمران: ۳۸) جو کوئی رسول کی اطاعت کرے گا اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)۔

محبوبِ خدا رحمت للعالمین، فخر موجودات، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عاشقانِ رسول نے قلم بند کر لیا اور یہ احادیث و سیر کی شکل میں موجود ہے۔ پھر مفسرین، محدثین، محققین کی ایک بڑی تعداد نے دنیا کی ہر زبان میں بے حد و حساب کام کیا اور یہ کام انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ لاکھوں کروڑوں صفحات

لکھے جانے کے باوجود آج تک کوئی اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکا کہ وہ سرور کائنات ﷺ کی زندگی کے تمام گوشوں پر روشنی ڈال سکا ہے۔

یہ ۱۹۹۸ء کی بات ہے کہ اس گنہگار کو اللہ جل شانہ کے خاص کرم و فضل سے تحریک پیدا ہوئی کہ آسان زبان میں مختصر سیرت لکھی جائے لیکن حضور ﷺ کی زندگی کی تمام اہم باتیں اس میں شامل رہیں۔ چنانچہ کام اللہ کے نام سے شروع کیا گیا۔ میں کوئی عالم، فاضل، محقق یا مصنف تو نہ تھا لیکن محبت و عقیدت کا یہ سفر جاری رہا اور حق تعالیٰ کی توفیق سے اس کتاب کی شکل میں مکمل ہوا۔ میں اپنے مخلص دوست محترم محمد اشرف قدسی کا انتہائی ممنون ہوں کہ ان کی شفقت و رہنمائی ہمیشہ میرے شامل حال رہی ہے۔ یہ بھی ان کا انتہائی کرم ہے کہ نعتیہ پیش لفظ سرورِ دو عالم کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ عقیدت کے طور پر پیش کیا۔ اللہ کریم انہیں اجرِ جزیل سے نوازے۔ محترم محمد رفیق ڈوگر صاحب ”الامین“ کی ذات سے میری تحریک کو قوت ملی۔ محترم محمد فیصل اور پروفیسر محمد عارف ملک صاحب کے تعاون کے لئے بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ کریم ان سب احباب کو جزائے خیر سے نوازے۔

میں جناب مکرم طالب الہاشمی صاحب کا صمیم قلب سے مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی عدیم الفرستی کے باوجود المصطفیٰ ﷺ کے پیش لفظ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم انہیں اجرِ کثیر عطا فرمائے۔ آمین

مندرجات کتاب کی صحت کے سلسلے میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اور احتیاط برتی گئی ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی سہویا کوتاہی سرزد ہوگئی ہے تو اس کے لئے میں صمیم قلب سے توبہ کرتا ہوں اور رب تعالیٰ سے جو رحمن و رحیم ہے، معافی اور بخشش کا طالب ہوں۔ قارئین کرام سے بھی التماس ہے کہ اگر کوئی فرد گزاشت نظر آئے تو مطلع کر کے احسان فرمائیں۔

میری دعا ہے کہ الہی! ہمارے دلوں کو نورِ یقین سے منور کر دے، ہم پر لطف و کرم فرما، ہمارے دلوں کو شکستگی سے دور فرما، ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور ہمیں توجہ کی توفیق بخش۔ امتِ مسلمہ میں اتحاد و اتفاق پیدا فرما۔ ہمیں اسوۂ حسنہ ﷺ کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یومِ جزاء ہماری، ہمارے والدین، عزیز و اقارب، اہل و عیال، احباب اور تمام مسلمانوں کی اپنے خاص فضل و کرم سے مغفرت فرمادے (آمین)۔

اے اللہ! اپنے بے پایاں کرم و احسان سے میری اس حقیر سی کاوش کو قبولیت بخش دے
اور مجھے دنیا و آخرت میں سرخرو فرما۔ آمین ثم آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم O و تب علینا انک

انت التواب الرحيم O

یکیم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

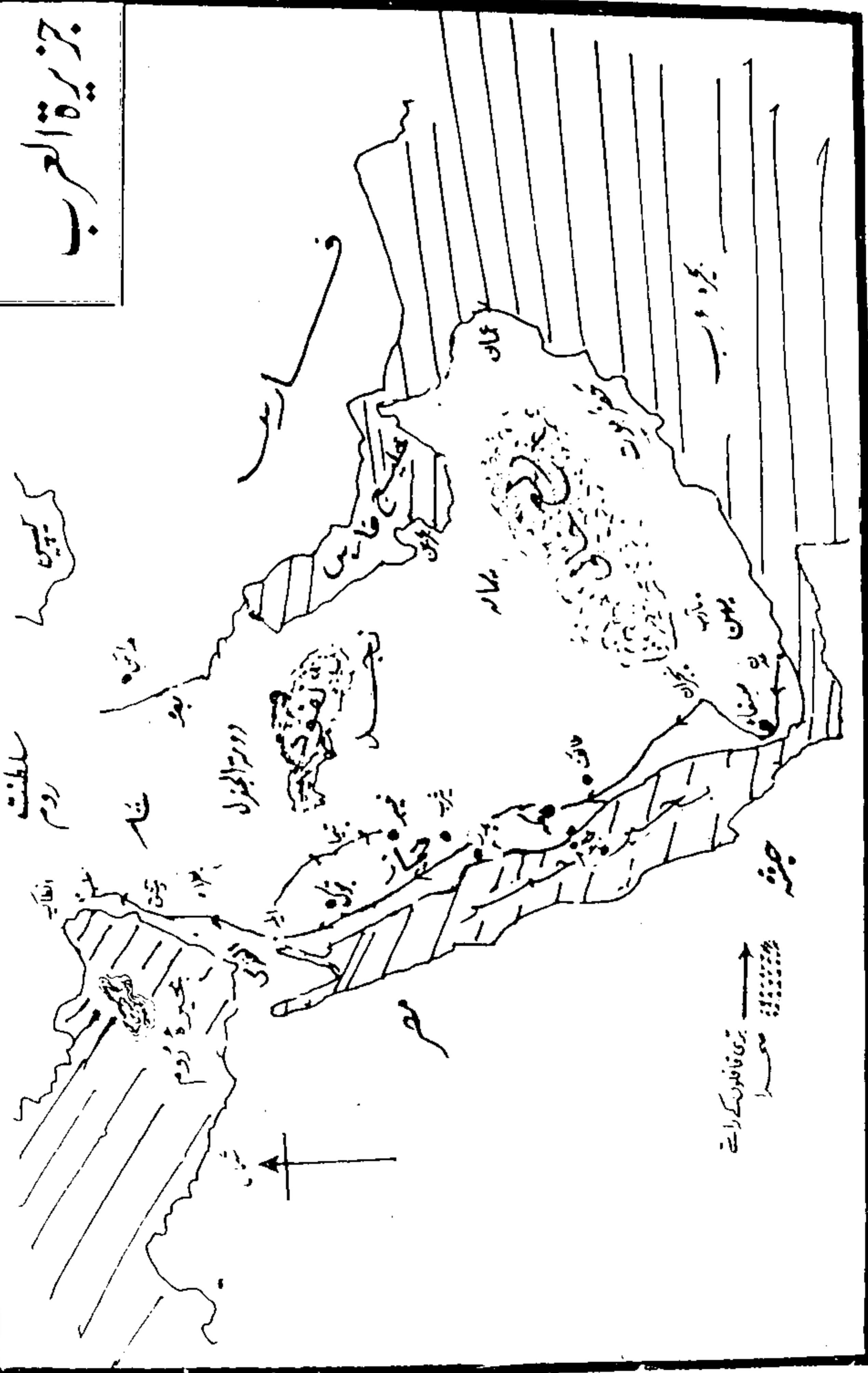
۵ مارچ ۲۰۰۳ء

بندہ راجی شفاعت و غفران

سرفراز محمد بھٹی

۲۵۶ ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

جزیرۃ العرب



پس منظر

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور تین اطراف سے سمندروں میں گھرا ہوا ہے۔ اسی باعث اسے جزیرہ نمائے عرب یا جزیرۃ العرب کہا جاتا ہے۔ وسعت رقبہ کے لحاظ سے یہ دنیا کے تمام جزیرہ نماؤں میں سب سے بڑا ہے۔

اس کے مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان ہے۔ مغرب میں بحر احمر جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ جنوب میں بحر عرب اور خلیج عدن ہے اور شمال میں فلسطین اور صحرائے شام و عراق ہیں۔ اس کا رقبہ دس سے تیرہ لاکھ مربع میل بیان کیا گیا ہے۔ طبعی لحاظ سے جزیرۃ العرب کے پانچ حصے ہیں۔

تہامہ: یہ وہ حصہ ہے جو بحر قلزم کے سواحل سے کوہ سراۃ تک واقع ہے۔
حجاز: حجاز سراۃ کے کوہستانی سلسلے کو کہتے ہیں جو یمن سے شروع ہو کر شام تک چلا گیا ہے اور جس کا عرض تقریباً سو میل ہے۔

نجد: اسی کوہستان کے مشرقی حصے کو کہتے ہیں جو یمن سے شروع ہو کر سماوہ اور عراق تک پہنچتا ہے۔

یمن: وہ قطعہ ہے جو نجد کے جنوب سے بحر عرب کے ساحل تک اور مشرق میں حضرموت اور عمان تک پھیلا ہوا ہے۔

عروض: بلاد یمامہ اور بحرین وغیرہ کو کہتے ہیں۔

عرب:

عربہ کے معنی وادی یا بیابان کے ہیں۔ ملک عرب کا زیادہ حصہ بیابانوں پر مشتمل ہے جب کہ باقی حصہ میں پہاڑ وادیاں اور پتھر لیلے میدان ہیں۔ یہاں پر کوئی دریا یا جنگل نہیں البتہ ندی نالے ہیں جو برسات کے علاوہ خشک رہتے ہیں۔ ساحلی علاقوں کے علاوہ بارش سارا سال بہت کم ہوتی ہے جس کے باعث آب و ہوا انتہائی گرم اور خشک ہے۔ یمن کا علاقہ جو بحر احمر کے کنارے حجاز سے خلیج عدن تک پھیلا ہوا ہے سب سے سرسبز و شاداب ہے اور یہاں کاشتکاری ہوتی

ہے جس کے باعث یہاں نسبتاً زیادہ شہر آباد ہیں۔ نجد میں عرب کا سب سے بڑا چشمہ ”دھنا“ گزرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی صحراؤں میں کہیں کہیں سرسبز وادیاں ہیں جن میں چشمے بہتے ہیں اور وہاں پر کھجور اور انجیر وغیرہ کے باغ ہیں جنہیں نخلستان کہا جاتا ہے۔ ان حالات کے باعث صحرا نشین عرب اکثر ایک جگہ نہیں رہ سکتے اور ان جگہوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں جہاں انہیں چارہ اور پانی میسر آسکے اور وہ ایک نخلستان سے دوسرے نخلستان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان بدو خانہ بدوشوں کو اعرابی کہا جاتا ہے۔ ان اعرابیوں کی معیشت کا زیادہ تر دار و مدار اونٹوں پر ہے۔ اسی کے دودھ اور گوشت سے ان کا گزارہ ہوتا ہے اور انہی کی اون سے وہ خیمے اور لباس بنتے ہیں۔ یہی خیمے ان کے گھر ہوتے ہیں جو اس اون اور جانوروں کی کھالوں سے بنائے جاتے ہیں۔ جو افراد شہروں میں رہتے ہیں وہ عربی کہلاتے ہیں۔ اونٹ، گھوڑے، بھیڑ، بکریاں یہاں کے خاص جانور ہیں اور انہیں جانوروں کی پرورش پر عربوں کی بسراوقات ہوتی ہے اور انہی جانوروں کے دودھ اور گوشت سے انہیں خوراک حاصل ہوتی ہے۔

اہل عرب

عرب ایسی قوم کا نام ہے جس کی زبان عربی ہو۔ وہ عربوں کی اولاد سے ہو اور اس کا مسکن سرزمین عرب ہو۔ عرب باشندے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد ہیں۔ مورخین نے نسلی طور پر اقوام عرب کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

عرب بائدہ

یہ وہ قدیم اقوام ہیں جو پہلے عرب میں آباد تھیں پھر مٹ گئیں اور ان کے متعلق ضروری تفصیلات جدید تاریخ میں نہیں ملتیں اور نہ ہی روئے زمین پر ان کی کوئی نسل موجود ہے۔ ان میں مشہور اقوام عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالقہ، جرہم وغیرہ ہیں۔ یہ سب اقوام ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔

ان میں عاد سب سے مشہور قوم تھی جو خلیج عمان سے لے کر حضرموت اور یمن میں بحر احمر کے جنوبی حصہ پر آباد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ قوم عاد نے اپنے زمانے میں محل اور بڑی مضبوط عمارات بنائیں۔ ان کا عہد غالباً تیسری صدی قبل مسیح

ہے۔

شمود شام میں مقام حجر میں بے ہوئے تھے۔ یہ لوگ پہاڑوں کی غاروں میں اور پہاڑوں ہی کو کھود کر گھر بنا کر ان میں رہتے تھے۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد ان کو قوت حاصل ہوئی۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم بھی نافرمانیوں کے باعث ہلاک کر دی گئی۔

جدیس اور طسم مکہ اور یثرب کے درمیان آباد تھے اور پھر تقریباً تمام حجاز میں پھیل گئے۔ تاریخ ان کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔

عرب عاربہ

یہ وہ عرب قبائل ہیں جو یثرب بن یثرب بن قحطان کی نسل سے تھے اور جزیرۃ العرب کے قدیمی باشندے تھے۔ ان کا اصل گہوارہ ملک یمن تھا اور ان کے مشہور قبیلے حمیر، کہلان اور ازد ہیں۔ انہوں نے ملک کی آبادی کے لئے چشموں میں جا بہ جا بند باندھ کر ان کا پانی محفوظ کیا۔ جب بھی ضرورت ہوتی اس پانی سے اپنے کھیت اور باغ سیراب کر لیتے۔ ایک مدت کے بعد پانی کے زور سے بند کمزور ہو کر ٹوٹ گیا۔ جس سے یمن میں ایک بڑا سیلاب آ گیا جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے۔ اس تباہی کی وجہ سے وہاں کے اکثر خاندان نکل کر عرب کے دوسرے مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

ازد میں سے ثعلبہ اپنے قبیلے کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا۔ یہاں جو چند خاندان بنی اسرائیل کے رہتے تھے ان کو مغلوب کر لیا۔ قلعے بنائے اور نخلستان لگائے۔ اسی کی اولاد میں سے اوس اور خزرج مدینہ کے دونوں قبیلے تھے۔ عرب عاربہ کو قحطانی عرب بھی کہتے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت قحطانی قبائل خوب طاقتور اور تمام ملک عرب پر غالب تھے۔

عرب مستعربہ

یہ وہ قبائل ہیں جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں ان کو عدنانی عرب بھی کہا جاتا ہے۔ عدنانی قبائل میں ایاذ ربیعہ اور مضر بہت مشہور ہوئے۔ مضر کے مشہور قبیلہ میں فہر بن مالک تھے جن کا لقب قریش تھا۔ قریش کی اولاد میں متعدد قبائل ہوئے جن میں سے بنی جمح، بنی سہم،

بنی مخزوم، بنی تمیم، بنی عدی، بنی زہرہ، بنی عبدالدار اور بنی عبدمناف مشہور ہوئے۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے۔ عبدشمس، نوفل، مطلب اور ہاشم۔ ہاشم کی اولاد میں رسول اللہ ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہوئے۔

سیاسی نظام

عربوں کی نہ تو کوئی مرکزی حکومت تھی اور نہ ہی پورا عرب کبھی ایک پرچم تلے جمع ہوا تھا۔ سوائے چند سرحدی علاقوں کے جہاں کبھی کسی بیرونی طاقت کا غلبہ ہو جاتا عرب ہمیشہ آزاد رہا اور ان پر دوسروں کا کبھی کوئی اثر نہ ہوا۔

قبیلے والے ایسے شخص کو اپنا سردار منتخب کرتے جو عمر رسیدہ ہو، مالدار ہو، صاحب کرم و حلم اور شجاعت ہو۔ سب سے زیادہ مقتدر خاندان سے ہو اور ایسی شخصیت کا مالک ہو جس کی سب عزت کر سکیں۔ اہل قبیلہ اس کے اشاروں پر چلتے تھے اور جہاں جہاں وہ جاتا اس کے ساتھ سفر کرتے۔ اسی کے حکم سے لڑائی اور اسی کی رائے سے صلح ہوتی تھی۔ مال غنیمت میں سے وہ اپنی سرداری کا حق لیتا اور اس سے قبیلے کی مشترک ضروریات کا سامان کرتا تھا۔ اگر کسی قبیلے کی تعداد بڑھ جاتی تو وہ کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتا اور یہ تمام حصے الگ الگ آزادی سے زندگی بسر کرتے لیکن مخالفین سے لڑائی کی صورت میں سب متحد ہو جاتے۔ قبیلوں کے سردار اپنے علاقوں کے مالک تھے۔ قبائل میں رقابتیں اور اختلافات خانہ جنگی کا باعث بنے رہتے۔ قوی قبیلے کم زور قبیلوں کو کبھی کبھی مغلوب کر کے ان سے سالانہ خراج بھی لیا کرتے تھے۔

بعض معاشرتی برائیوں کے باوجود وہ بے شمار صفات کے مالک تھے۔ ان میں شجاعت، بہادری، عزائم کی تکمیل، قادر الکلامی، عطا و بخشش، کرم و سخاوت، وفائے عہد، مہمان نوازی، حمیت و غیرت اور خودداری تھی۔ وطن پرستی اور قوم پرستی ان کے لئے موجب فخر تھی۔ قبیلے کے ہر فرد کی عزت و عظمت اور عصمت کو سارا قبیلہ اپنی عزت سمجھتا اور عزت نفس کی خاطر یہ جان دینے میں بھی فخر محسوس کرتے تھے۔

شہروں میں جتنی قبائلی آبادیاں تھیں یعنی محلے ان کو نادیاں کہتے تھے۔ ہر نادے میں ایک مجلس قائم ہوتی ہر قبیلہ میں چند مناصب پر ذمہ دار اشخاص ہوتے۔ مثلاً

لقیب: ان کا کام دوسروں کو اطلاع دینا ہوتا۔

81387

عریف: یہ محلہ کا منتظم ہوتا۔

رائد: یہ پانی اور گھاس تلاش کر کے قبیلہ کو اطلاع دیتا۔

منصف: یہ مقدمات کا فیصلہ کرتا۔

نساب: یہ نساب دان ہوتا۔

اس کے علاوہ شاعر اور خطیب ہوتے۔

تجارت

عرب میں متعدد مشہور بازار تھے جن میں خرید و فروخت کے لئے لوگ جمع ہوتے، عراقی اور ایرانی تاجر بھی کپڑے اور ضروری اشیاء لاتے۔ ان قافلوں کی حفاظت عربی قبائل کے رؤسا کے ذمہ ہوتی۔ قریش بھی ہر سال دو تجارتی سفر کرتے۔ گرمیوں میں ملک شام اور جاڑوں میں ملک یمن ان کے قافلے جاتے۔ اہل یمن کا ایران اور حبشہ کے علاوہ ہندوستان سے بھی تجارتی تعلق تھا۔ صنعت و حرفت سے عرب کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ صرف عورتیں چرخہ کاتی، تعمیر کا کام رومی اور ایرانی معماروں سے لیا جاتا۔

مذہب

حضرت اسمعیل علیہ السلام کے اثر سے عربوں نے دین ابراہیمی اختیار کر لیا تھا اور وہ اس کو دین حنیف کہتے تھے اور وہ صرف ایک اللہ کی پرستش کرتے تھے۔ خانہ خدا جو دنیا میں سب سے پہلی مسجد ہے اور صرف اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے اس کو مقدس اور محترم جانتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے۔ جب بنی عدنان مکہ چھوڑ کر مختلف مقامات میں پھیلے تو برکت کے لئے کعبے کا ایک پتھر بھی ساتھ لے گئے اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے بعد ان کی اولاد کے دلوں میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ پتھر بھی اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور اس طرح ان میں شرک رائج ہو گیا۔

عمر بن لُحی خزاعی جو کعبہ کا متولی تھا جب ملک شام گیا تو وہاں اہل شام کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا۔ اس نے وہاں سے چند بت لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے۔ عرب ان بتوں کی پرستش کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خود بھی بت بنانے لگے۔ اس طرح بت تمام اطراف میں پھیل گئے

یہاں تک کہ ہر قبیلہ کا ایک بت تھا۔

اگرچہ اکثر یہودی اور عیسائی بھی عرب میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور یمن اور یثرب میں تو یہودیوں کی کئی نوآبادیاں بھی تھیں۔ یہ لوگ مدت سے کسی قومی مصیبت کے سبب سے اور قیصر ہدریان کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑ کر یثرب میں آ آباد ہوئے تھے۔ اس طرح کچھ عرب بھی یہودی اور عیسائی ہو گئے تھے مگر بالعموم عرب میں بت پرستی ہی رائج تھی۔ لکڑی اور پتھروں کے بتوں کے علاوہ معروف لوگوں کی تصویریں بھی پتھروں پر منقوش کر کے ان کے آگے سجدہ ریزی کی جاتی۔ ان کے گرد طواف کیا جاتا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کو بوسہ دیا جاتا۔ ان کے سامنے قربانی کی جاتی اور موشیوں کا پہلا بچہ نذر کے طور پر ان پر چڑھایا جاتا۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور موشیوں کے انتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے لئے مقرر رکھتے تھے۔

ان کا اعتقاد تھا کہ ان بزرگوں کی روحوں کو مرنے کے بعد بھی اس عالم میں تصرف کا اختیار عطا کیا جاتا ہے اور یہ اپنے ماننے والوں کی ہر طرح مدد کرتے ہیں اور اللہ کے پاس ان کی سفارش کرتے ہیں اور اسی لئے یہ ان کی نذر نیاز کرتے ان کے نام کی قربانی کرتے اور ان سے مدد مانگتے۔ مصائب و مشکلات میں ان ہی کو پکارتے اور کہتے کہ ہم ان کی پرستش نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعے اللہ سے اپنے گناہوں کو معاف کراتے ہیں۔ ہر قبیلے کے اپنے اپنے بت تھے۔ قریش کے گروہ تین چار دیویوں لات منات اور عزی کو پوجتے تھے اور انہیں اللہ کی لڑکیاں تصور کرتے تھے۔ مکہ اس وقت دور دور تک پھیلی ہوئی بت پرستی کا مرکز تھا جس کی شاخیں جزیرۃ العرب کے ہر قبیلے میں پائی جاتی تھی۔

جنوں، غولوں اور بتوں کے ذریعے غیب کی اطلاعات حاصل کرنے کا عقیدہ بھی عام تھا۔ جانوروں کے بولنے اڑنے کو نیک و بد شگون سمجھا جاتا۔ خانہ کعبہ میں سات تیر رکھے ہوئے تھے اور ہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی۔ ہر شخص کام شروع کرنے سے پہلے ان تیروں سے استخارہ کرتا۔ بت خانوں کے پر وہتوں کو بیش بہا دیئے دئے جاتے۔

کعبہ سب قبیلوں کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت رکھتا تھا اور یہودی اور صابی بھی اس پر نذریں چڑھاتے تھے۔ خانہ کعبہ بتوں سے بھرا پڑا تھا۔ سب سے بڑا بت ہبل کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ بتوں کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی

تصویریں بنا کر آویزاں کی ہوئی تھیں اور ان کے آگے رکوع و سجود کئے جاتے۔ اساف و ناملہ صفا اور مروہ کے درمیان نصب تھے۔

دین ابراہیمی جو خالص تو حید پر مبنی تھا اگرچہ شرک آلودہ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی ابھی باقی تھا۔ گو قریش نے دین حنیف میں بے شمار بدعات ایجاد کر کے شامل کر لی تھیں لیکن یہ دین ابھی چند خواص تک محدود تھا۔ یہ لوگ بت پرستی سے متنفر تھے ان موحدین کا خیال تھا کہ قرب الہی کا حقیقی ذریعہ صرف دین ابراہیمی ہے۔ یہ بت یا پتھر جن میں نفع یا نقصان پہنچانے کی مطلق قدرت نہیں ہے کیونکہ ہم کو اللہ تک پہنچا سکتے ہیں۔ ان موحدین میں سے زید بن عمرو بن نفیل بہت مشہور ہیں۔ وہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر قریش سے کہا کرتے تھے کہ سوائے میرے تم میں سے کوئی شخص دین ابراہیمی پر نہیں۔ انہیں اسلام تو نصیب نہ ہوا لیکن حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ قیامت کے دن وہ اکیلے ایک امت کی بجائے اٹھائے جائیں گے۔ اسی طرح ورقہ بن نوفل بھی بت پرستی سے بیزار تھے۔ انہوں نے دین حق کی تلاش میں آسمانی کتابیں پڑھیں اور عیسائی ہو گئے۔

کعبۃ اللہ

کعبہ جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور اس ویران جگہ پر اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کو آباد کیا سب قبیلوں کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت رکھتا تھا۔ کعبہ کی تعمیر کے بعد لوگ آہستہ آہستہ یہاں آباد ہوتے گئے۔ سب سے پہلے جو قبیلہ یہاں آباد ہوا جرہم تھا۔ اس قبیلہ کی ایک ممتاز شخصیت مضاض بن عروہ جرہمی کی لڑکی سے حضرت اسمعیل علیہ السلام نے شادی کی اور آپ کی اولاد سے یہ سلسلہ عدنان تک پہنچا۔ عدنان کا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ صرف اختلاف پشتوں کی تعداد سے ہے کچھ چالیس بتاتے ہیں اور بعض تیس بیان کرتے ہیں۔ (ابن حجر)

حضور ﷺ انہیں عدنان کے خاندان سے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد شرافت خاندانی کے امتیاز کے ساتھ جو دو سخا، شجاعت و شہامت عدل و انصاف، عفت و پاکدامنی حمیت و غیرت وغیرہ اور اخلاقِ فاضلہ سے بھی آراستہ تھے اور ذاتی طور پر بھی قابل احترام اور نامور ہستیاں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے اسمعیل علیہ السلام

کا انتخاب فرمایا پھر اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی)

شجرہ مبارک

محمد الرسول اللہ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

خاندان رسالت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے اسمعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام تھے۔ حضرت اسحاق کی اولاد بنی اسحاق یا بنی اسرائیل کہلائی اور شام و فلسطین میں آباد ہوئی۔ حضرت اسمعیل اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ ملک عرب میں کوہستان فاران میں آباد ہوئے۔ یہیں اللہ جل شانہ نے ان کے پانی پینے کے لئے چشمہ زمزم نمودار کیا۔ یہاں پر ایک شہر آباد ہوا جس کا نام بکہ یا مکہ ہوا۔ حضرت اسمعیل کی شادی بنو جرہم کے سردار مضماض کی بیٹی سے ہوئی۔ ان کے بارہ بیٹے ہوئے۔ نابت، قیدار، ادنیل، مسام، مسماع، دوامہ، منشا، حدرتیمہ، اطوار، نفیس، قدمہ ان بھائیوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا اور بہت جلد مغرب کی طرف مصر تک۔ جنوب میں یمن اور شام کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں۔ قیدار اور اس کی اولاد مکہ میں آباد رہی۔ قیدار کی اولاد سے سینتیسویں پشت کے بعد عدنان نہایت نامور شخص گذرا ہے۔ عدنان کے دو بیٹے تھے معد اور عک۔ عک نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی۔

عدنان

عرب بے دینی، بد عملی، کفر و شرک اور قتل انبیاء جیسے سنگین جرموں میں ڈوبے ہوئے تھے اللہ جل شانہ نے عربوں کو ان کے جرموں کے باعث بخت نصر شاہ بابل کے حملے سے تباہ کرنا چاہا تو اس وقت بنی اسرائیل کے انبیاء حضرت برخیا اور حضرت یرمیا کو حکم دیا کہ وہ عدنان کے بیٹے معذ کو الگ کر لیں جن کی نسل سے حضور ﷺ کا ظہور ہونا تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں ان انبیاء نے جناب معذ کو عرب سے حران جو حضرت ابراہیم کا آبائی وطن تھا لے جا کر اپنے پاس رکھا۔ بخت نصر نے

حملہ کیا۔ عدنان نے فوج جمع کر کے مقابلہ کیا لیکن اس جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی اور عرب کثیر تعداد میں تہ تیغ ہوئے اور بعض قیدیوں کو پابجولاں بابل لے جایا گیا کچھ جنگلوں میں جا چھپے انہیں میں عدنان بھی تھے۔

بخت نصر کی موت کے بعد جناب مبعثہ اسرائیل کے ہمراہ حج کے لئے مکہ آئے اور پھر یہیں رہے۔ ان کی شادی جرہم بن جہمہ کی دختر معانہ سے ہو گئی وہ میدانی اور چھاپہ مار جنگلوں کے بہرہ تھے۔

نزار

ان سے نزار پیدا ہوئے۔ نزار اپنے دور میں حسن و جمال اور عقل و دانش میں ہم معصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نزار کے چار بیٹے تھے۔ وفات سے پیشتر نزار نے اپنے بیٹے مضر کو تمام سرخ رنگ کی چیزیں مثلاً سرخ خیمہ دینار وغیرہ اور اونٹ دیئے۔ جس کی وجہ سے مضر بنوعا ان میں سے حجاز میں سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت ہوئے۔ مضر ہی نے سب سے پہلے اونٹوں کے لئے حدی خوانی کا آغاز کیا۔ وہ خود بھی بہت خوش الحان تھے۔ مضر سے ایاس ایاس سے مدرکہ مدرکہ سے خزیمہ خزیمہ سے کنانہ کنانہ سے نضر نضر سے مالک اور مالک سے فہر پیدا ہوئے۔

فہر

فہر بہت کریم النفس تھے۔ ضرورت مندوں کی دست گیری کرتے اور اپنے مال سے ان کی حاجت روائی کرتے۔ ان کے وقت میں حسان حاکم یمن نے مکہ پر حملہ کیا تا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جا کر وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی اور حسان کو گرفتار کر کے تین سال قید میں رکھا۔ آزاد ہونے پر حسان یمن جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا۔ فہر کا لقب قریش تھا۔

فہر سے غالب غالب سے لوی لوی سے کعب کعب سے مرہ مرہ سے کلاب اور کلاب سے قصی پیدا ہوئے۔

قصی

قصی کا نام زید تھا یہ تقریباً ۴۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ قبائل قریش کے باہمی اختلافات ختم

کروائے اور انہیں متحد کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں مجمع بھی کہا جاتا ہے یعنی جمع کرنے والا۔ قصی کی شادی بنو خزاعہ کے آخری سردار حلیل کی دختر حبیبی سے ہوئی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق حبیبی کو ملا اور ابو غبثان حبیبی کا وکیل مقرر ہوا۔ مکہ پر ان دنوں بنو خزاعہ کی حکومت تھی اور دو صدیوں سے زیادہ عرصہ سے تولیت کعبہ بنو خزاعہ کے پاس تھی۔ حلیل کے مرنے کے بعد تقریباً ۴۴۰ء میں ابو غبثان نے حق وکالت شراب کے ایک مشکیزے کے عوض قصی کے پاس فروخت کر دیا اور اس طرح بیت اللہ پر قصی کا قبضہ ہو گیا۔ بعد میں اسے بنو خزاعہ نے تسلیم نہ کیا اور قصی سے جنگ چھڑ گئی۔ جس میں قصی کو کامیابی ہوئی اور بنو خزاعہ کو مکہ سے نکال دیا گیا اور یوں شہر کے سارے دینی اور دنیوی اقتدار پر قابض ہو کر قصی حقیقی طور پر حجاز کے حکمران بن گئے۔ قصی نے شہر کے نظم و نسق میں باقاعدگی لانے کی طرف توجہ دی۔ اس وقت قریش کے مختلف خاندان شہر کے مختلف حصوں میں متفرق طور پر رہا کرتے تھے اور ان کی آبادیاں کعبہ سے کافی فاصلہ پر تھیں۔ وہ اپنے دلوں میں احترام کعبہ کی وجہ سے کعبہ کے نزدیک مکان بنانے سے احتراز کرتے تھے۔ قصی نے قریش کو کعبہ کے تحفظ کی خاطر کعبہ کے نزدیک مقیم ہونے پر آمادہ کیا اور کعبہ کے گرد طواف کے لئے کافی جگہ چھوڑ کر مستحکم قلعہ بندیاں تعمیر کر لیں اور ان میں آباد ہو گئے۔

دارالندوہ

قصی نے خود اپنے لئے ایک محل بنوایا جس کا نام دارالندوہ رکھا۔ مجلس مشاورت قائم کی۔ وہ تمام اجلاس دارالندوہ میں ہی منعقد کرتے اور تمام احکامات وہیں سے جاری ہوتے اور تمام نیک و بد خیر و شر غرض سب معاملات وہیں طے ہوتے۔

جب قصی کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اس نے قریش کو جمع کر کے کعبہ اللہ کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی اور قریش سے اس غرض کے لئے معقول رقم اکٹھی کر لی گئی اور بوسیدہ عمارت کو منہدم کر کے کعبہ شریف کی تعمیر نو کر دی گئی۔ اس سے پیشتر کعبہ شریف کی چھت نہ تھی۔ اب پہلی بار کھجوروں کے تنوں اور شاخوں سے چھت بنا دی گئی۔ قصی نے طویل عمر پائی۔ قصی سب سے بڑے مناصب کے خود ذمہ دار تھے لیکن ان کی وفات کے بعد یہ منصب اور عہدے مختلف قبائل میں تقسیم کر دیئے گئے۔

حجابت

بیت اللہ کی درباری اور مسجد حرام کی خدمت بنی عبدالدار کے سپرد ہوئی۔

سقايت

حجاج کو پانی پلانے کا کام بنو ہاشم کے سپرد ہوا۔

رفادت

فقراء اور مساکین، حجاج اور مسافروں کی اعانت و امداد کا کام بنی نوفل کو ملا۔

عمارت

بیت اللہ اور مسجد حرام کی تعمیر و مرمت بنو ہاشم کے ذمہ ہوئی۔

سفارت

سفارت بنو عدی کے سپرد ہوئی۔

ندوہ

مشاوت کا کام بنی اسد کو ملا جو مجلس شوری کے امیر ہوئے۔

قبہ

دوران جنگ فوج کے لئے خیموں کا انتظام کرنے کی خدمت بنی مخزوم کو ملی۔

لواء

علم برداری بنی امیہ کے سپرد ہوئی۔

اشناق

دیت اور تاوان کا نظام بنی تیم کے سپرد ہوئی۔

اعنہ

زمانہ جنگ اور امن میں گھوڑوں اور سواروں کا انتظام اور گھوڑ دوڑ منعقد کرنے کا اہتمام بنی مخزوم سرانجام دیتے۔

اموال مجرہ

اموال موقوفہ جو بتوں کی نذر و نیاز کے لئے وقف کئے گئے تھے۔ بنی سہم ان اوقاف کے متولی تھے۔

ایسار و ازلام

محکمہ فال کے مہتمم بنی خزرج ہوئے یہ محکمہ تیروں سے فال نکال کر اس وقت سفر کا مبارک یا منحوس ہونا جاننا تھا۔

قصی کی اولاد سے عبدمناف جن کا اصل نام مغیرہ تھا بہت نامور ہوئے۔

ہاشم

عبدمناف کے بعد ہاشم ان کے جانشین ہوئے۔ ہاشم کا اصل نام عمرو تھا۔ ایک سال میں جب قحط تھا جس سے لوگ لاغر و ناتواں ہو گئے۔ ہاشم فلسطین گئے اور بڑی مقدار میں آٹے کی بوریاں اونٹوں پر لاد کر مکہ لائے اونٹوں کو ذبح کر کے شوربا بنوایا اور آٹے کی روٹیاں توڑ توڑ کر شوربے میں بھگو بھگو کر تمام اہل شہر میں تقسیم کیں اور آٹا ختم ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہاشم کے معنی چورہ کرنے کے ہیں اس طرح اس واقع سے ان کا نام ہاشم مشہور ہو گیا۔ ہاشم بہت سخی تھے اور ان کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ غریب مسافروں کو سفر کرنے کے لئے اونٹ عطا کرتے۔

ہاشم نے قصی کے عائد کردہ قانون کے مطابق قریش سے حاجیوں کی اعانت کے لئے ٹیکس وصول کرنا شروع کیا اور اس آمدنی میں اپنے مال و جنس کو شامل کر کے ہر سال حج کے موسم میں غریب الدیار لوگوں کے خورد و نوش کا انتظام کرتا۔

ہاشم نے اپنی قوم کے لئے سال میں دو تجارتی سفروں کا طریقہ جاری کیا۔ ان میں ایک سفر موسم سرما اور دوسرا موسم گرما میں اختیار کیا جاتا۔ عرب میں راستے محفوظ نہ تھے۔ اکثر قافلے

لوٹ لئے جاتے تھے۔ ہاشم نے ان تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے راستے میں آباد قبائل سے معاہدے کئے اور روم اور یمن کی حکومتوں سے بھی تجارتی قافلوں کی حفاظت کا حکم حاصل کیا۔ اس طرح تمام راستے مامون ہو گئے۔

ہاشم نہایت حسین و جمیل تھے۔ قبائل عرب اور علماء بنی اسرائیل نوح کے لئے اپنی لڑکیاں ہاشم کو پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہرقل شاہ روم نے بھی ہاشم کو خط لکھا کہ مجھے آپ کے جو دو کرم کی اطلاع پہنچی ہے اور میں اپنی حسین و جمیل شہزادی کا نکاح آپ سے کرنے کا خواہش مند ہوں۔ لیکن ہاشم نے سب کو انکار کر دیا۔ ہاشم خود بھی تجارت سے وابستہ تھے۔ ایک بار تجارت کی غرض سے شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں یثرب ٹھہرے وہاں بازار میں ایک حسین و جمیل عورت پر نظر پڑی جس کے چہرے سے شرافت و نجابت اور فہم و فراست نمایاں تھی۔ ہاشم نے معلوم کیا کہ یہ عورت شادی شدہ ہے یا کنواری معلوم ہوا کہ وہ اصیحہ بن جراح کی منکوحہ تھی جس سے اس کے دو لڑکے عمر اور معبد یہ پیدا ہوئے۔ بعد میں اصیحہ سے اسے طلاق ہو گئی۔ اس خاتون کا نام سلمیٰ بنت عمرو تھا یہ قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو نجار سے تھیں۔ ہاشم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا جو قبول کر لیا گیا اور نکاح ہو گیا۔ ہاشم نے کچھ دن یثرب میں قیام کیا اور اس دوران سلمیٰ امید سے ہو گئیں۔ ہاشم اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اور اسی سفر میں ۵۰۶ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہ غزہ کے مقام پر دفن ہوئے۔ سلمیٰ سے شوہر کے انتقال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ مکہ میں ہاشم کی وفات کی خبر پہنچی تو ان کے چھوٹے بھائی مطلب ان کے جانشین ہوئے۔

عبدالمطلب

شیبہ بڑے ہی نیک اور خوبصورت تھے۔ ایک دفعہ یثرب کے ایک شخص نے مطلب کے سامنے ان کے بھتیجے شیبہ کی بہت تعریف کی۔ مطلب بے تاب ہو گئے اور یثرب گئے اور شیبہ کو ان کی والدہ محترمہ کی اجازت سے اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ میں داخل ہوئے تو شیبہ کا لباس گرد آلودہ تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ مطلب ایک نیا غلام خرید لائے ہیں اور اسے عبدالمطلب کے نام سے پکارنے لگے۔ مطلب نے سنا تو کہا نہیں یہ میرے بھائی ہاشم کا بیٹا اور میرا بھتیجا شیبہ ہے لیکن یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ لوگ اصل نام بھول گئے۔ شیبہ نے اپنے چچا مطلب کے پاس پرورش پائی اور جوان ہوئے۔ ایک مرتبہ مطلب تجارت کے سلسلے میں یمن گئے

اور دوران سفر رومان کے مقام پر وفات پائی مطلب کی وفات کے بعد عبدالمطلب ان کے جانشین ہوئے۔

وراثت میں عبدالمطلب کو کچھ اراضی بھی ملی جس پر ان کے چچا نوفل نے قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے قریش کے کچھ لوگوں کو کہا وہ اراضی کے حصول میں اس کی مدد کریں لیکن سب نے معذرت کر لی کہ وہ چچا بھتیجے کے معاملے میں نہیں آتے۔ اب عبدالمطلب نے یثرب میں اپنے ماموں کو نہایت فصیح و بلیغ منظوم خط لکھا جو قادر الکلامی کا ایک نادر نمونہ ہے۔ خط ملنے پر ان کے ماموں ابوسعید بن عدی اسی بہادروں کو ساتھ لے کر مکہ آئے اور اپنے یتیم بھانجے کا حق غاصب چچا سے بزور شمشیر دلوا کر واپس یثرب چلے گئے۔

عبدالمطلب قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل سب سے زیادہ قوی و جسیم بردبار و حلیم اور اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے قبیلہ میں معزز ترین شخص سمجھے جاتے تھے۔ وہ انتہائی مہمان نواز تھے اور نہ صرف آبادیوں میں غربا و مساکین کو کھانا کھلاتے بلکہ صحراؤں میں جانوروں کی بھوک مٹانے کا بھی سامان کرتے۔ باوجود اس کے کہ ان کے پاس مال و دولت زیادہ نہ تھی لیکن انہی اوصاف حمیدہ کی وجہ سے قریش کے سردار بنا دیئے گئے۔ وہ سب سے زیادہ شراور فتنہ سے دور بھاگتے تھے۔ شراب کو انہوں نے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ غار حرا میں سب سے پہلے خلوت و عزلت آپ ہی نے کی۔ کعبہ میں عبدالمطلب سب سے زیادہ معزز جگہ پر بیٹھتے۔ قریش ان کے پاس اپنے مسائل اور مقدمات لاتے اور وہ نہایت انصاف سے ان کے فیصلے کرتے۔ آخری عمر میں شرک و بت پرستی چھوڑ کر ملت ابراہیم پر قائم ہو کر موحد ہو گئے تھے۔

چشمہ زمزم

حج کے دنوں میں عبدالمطلب ہی حاجیوں کے لئے پانی کا بندوبست کرتے۔ مکہ میں اکثر پانی کی قلت رہتی اور آپ ہمیشہ سوچتے رہتے کہ اگر حضرت اسمعیل علیہ السلام کے کنویں کا کسی طرح سراغ مل جائے تو تمام اہل مکہ اور حجاج کو آب رسانی آسان ہو جائے۔ بنو جرہم مکہ سے نکلتے ہوئے زمزم کو پاٹ کر اس کا نشان مٹا گئے تھے۔

ایک دن جناب عبدالمطلب کعبہ کے سائے میں سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ اٹھو، زمزم کھودو۔ تم اسے کھود کر کبھی پشیمان نہ ہو گے۔

یہ تمہارے اجداد کی میراث ہے۔ یہ چشمہ نہ کبھی کم ہو گا نہ کبھی خشک۔ یہ حجاج کی انبوا کثیر کو سیراب کرتا رہے گا جو مختلف اطراف سے دیوانہ وار گروہوں کی شکل میں پے در پے آتے رہیں گے۔ یہ دوسرے چشموں کی طرح نہیں جنہیں تو جانتا ہے بلکہ یہ خالص دودھ کی طرح پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہوگا۔ عبدالمطلب خواب سے بیدار ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا وہ خواب کو واہمہ سمجھنے لگے۔

دوسرے دن انہوں نے پھر وہی خواب دیکھا اس میں وہی کچھ کہا گیا جو پہلے خواب میں تھا۔ اب انہوں نے سوچا کہ وہی غیبی طاقت جو کنواں کھودنے کا حکم دے رہی ہے۔ اس کے مقام کی نشان دہی بھی ضرور کرے گی۔ تیسرے دن خواب میں پھر وہی واقعہ پیش آیا لیکن اس مرتبہ آپ کو بتایا گیا کہ اس کا مقام اس جگہ ہے جہاں چیونٹیوں کے بل ہیں اور جہاں کل ایک کوئے کو زمین پر چونچ مارتے دیکھو گے۔

عبدالمطلب نے اب کنواں کھودنے کی تیاری شروع کی اپنے اکلوتے بیٹے حارث کو گھر سے کھدائی کا سامان لینے کے لئے بھجوا دیا اور خود کعبہ کے سائے میں بیٹھ کر نشانی کے ظاہر ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک کالا کوا اڑتا ہوا آیا اور ایک جگہ بیٹھ کر چونچ مارنے لگا۔ یہ دیکھ کر عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور کدال سے اس جگہ کھدائی شروع کر دی۔

قریب بیٹھے قریش انتہائی حیران ہوئے اور آپ سے زمین کی کھدائی کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ وہ کسی غیبی طاقت کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ میں یہاں زمین کھود کر وہ کنواں (چشمہ) جو حضرت اسمعیلؑ کے اڑیاں رگڑنے سے جاری ہوا تھا اسے برآمد کروں اور اس جگہ کی نشان دہی بھی اسی طاقت نے کی ہے۔ قریش نے مخالفت کی لیکن انہوں نے اس مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور دونوں باپ بیٹے کھدائی کے کام میں لگے رہے۔ عبدالمطلب کھدائی کرتے جاتے اور حارث اس کھودی ہوئی مٹی کو دور پھینکتے جاتے۔ کھدائی کے دوران عبدالمطلب کو اپنے معاونین کی قلت کا احساس ہوا اور آپ نے دعا کی اللہ اگر مجھے دس بیٹے عطا کر دے جو مجھے سہارا دینے والے ہوں اور میں اپنے سامنے انہیں جو ان دیکھ لوں تو میں ان میں سے ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا۔

کھدائی کرتے ہوئے جب وہ کنویں کی تہہ کے قریب پہنچے تو وہاں سے سونے کے بنے ہوئے دو ہرن کچھ تلواریں اور ڈھالیں برآمد ہوئیں جو بنو جرہم یمن کو جلا وطنی پر مکہ چھوڑتے وقت

اور چاہہ زمزم کو بند کرتے ہوئے وہاں ڈال گئے تھے۔

اب قریش نے کہا کہ ان اشیاء پر ان کا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے جھگڑا بنانے کے لئے معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا۔ چنانچہ سونے کے ہرنوں کا قرعہ کعبہ کے نام پر نکلا اس لئے ان کو کعبہ شریف کی تزئین و آسائش کے لئے مختص کر دیا گیا۔ تلواروں اور ڈھالوں کا قرعہ عبدالمطلب کے نام نکلا جو ان کے پاس رہیں۔ قریش کو کچھ حاصل نہ ہوا کچھ مزید کھدائی کے بعد شیریں اور صاف و شفاف پانی کا چشمہ پھوٹنے لگا۔ آپ نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور خانہ کعبہ میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اعلان کیا کہ جو چاہے یہاں سے پانی استعمال کرے کسی پر کوئی پابندی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی آرزو پوری کی اور انہیں دس بیٹے عطا فرمائے۔

حارث، زبیر، حنظل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابوطالب، عبد اللہ۔

جناب عبد اللہ

عبدالمطلب کی تمام اولاد انتہائی بہادر تھی اور ان کا شمار معززین قریش میں ہوتا تھا۔ عبد اللہ سب سے زیادہ خوبصورت، پاکدامن اور چہیتے تھے۔ وقت گذرتا گیا اور وہ سب بڑے ہو گئے۔ ایک رات جب عبدالمطلب خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب! اب اس نذر کو پورا کرو جو تم نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی۔ آپ بیدار ہوئے اور سب لڑکوں کو جمع کیا اور انہیں اپنی نذر اور خواب کے بارے میں بتایا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں سو کریں۔ آپ نے اعلان کیا کہ میں ایک بیٹے کی قربانی دے کر نذر پوری کرنے جا رہا ہوں۔ پھر آپ اپنے بیٹوں اور چھری لے کر حرم کعبہ میں آئے۔ قریش بھی وہاں پہنچ گئے۔ قسمت کے تیروں پر سب بیٹوں کے نام لکھے اور قرعہ اندازی کے لئے سارے تیر ہبل کے قیم کے حوالے کئے۔ قیم نے تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو وہ عبد اللہ کے نام نکلا۔ تین بار قرعہ اندازی کی گئی اور ہر بار عبد اللہ کا نام نکلا۔ اب وہ اپنے محبوب ترین بیٹے کو لے کر قربانی کی جگہ کی طرف چلے تو قریش نے روکا کہ خدا کے لئے اس کام میں جلد بازی نہ کریں۔ ہو سکتا ہے اللہ کوئی متبادل صورت پیدا کر دے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ کسی خاتون عرفہ کے پاس جا کر حل دریافت کیا جائے۔

یثرب کی ایک عرفہ ان دنوں خیبر میں تھی چنانچہ عبدالمطلب چند لوگوں کے ساتھ عرفہ

کے پاس خیر گئے اور اپنا مسئلہ پیش کیا۔ عرافہ نے ان سے دریافت کیا کہ ان کے ہاں کسی شخص کے قتل پر اس کا خون بہا کیا ہوتا ہے۔ قریش نے بتلایا کہ قتل پر خون بہا دس اونٹ دیا جاتا ہے۔ عرافہ نے کہا کہ عبد اللہ اور دس اونٹوں کا قرعہ ڈالو اور اگر پھر بھی عبد اللہ کا نام نکلے تو دس اونٹوں کا اضافہ کر کے فال نکالتے جائیں جب تک اونٹوں کا قرعہ نہ نکلے۔ پھر اس تعداد میں اونٹوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت غریبوں میں بانٹ دو۔

اس تجویز پر سبھی خوش ہوئے اور مکہ لوٹ آئے۔ قرعہ اندازی شروع کی تو پھر عبد اللہ کا نام نکلا۔ پھر ہر قرعہ میں دس اونٹوں کا اضافہ کیا جاتا رہا۔ جب اونٹوں کی تعداد سو ہوئی تو اونٹوں کا قرعہ نکلا۔ عبد المطلب مطمئن نہ ہوئے اور تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار سو اونٹوں کا قرعہ نکلا۔ اب عبد المطلب کا چہرہ روشنی سے کھل گیا اور وہ پکارا ٹھے کہ واقعی خدا نے عبد اللہ کو بچا لیا ہے۔ جس طرح اس نے میرے دادا حضرت اسمعیلؑ کے بدلے دینے کی قربانی کو ان کی قربانی قبول کی تھی۔ عبد اللہ کے بچ جانے کی خبر سے مکہ کے ہر گھر میں خوشی منائی گئی۔ عبد المطلب نے سو اونٹ قربان کر دیئے اور ان کا گوشت مکہ میں تقسیم کرنے کے علاوہ صحرا کے رہنے والے غرباء کو بھی بھجوا دیا اور کچھ گوشت پہاڑوں پر درندوں کو بھی ڈلوا دیا۔

جناب عبد اللہ کی شادی

جناب عبد المطلب جب عبد اللہ کے فدیہ کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو آپ کو ان کی شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ جناب عبد اللہ حسن و جمال میں یکتا صالح ترین اور صاحب کردار نوجوان تھے۔ جناب عبد المطلب کی خواہش تھی کہ ان کی شادی ایسی خاتون سے ہو جو نیک سیرتی میں جناب عبد اللہ کی ہم پلہ ہو اور شرف و حسب و نسب میں بھی ممتاز ہو۔

کافی سوچ بچار کے بعد ایک دن وہ جناب عبد اللہ کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کے ہاں لے گئے جو بنی زہرہ کے سردار اور نسب و شرف میں بڑے بزرگ مانے جاتے تھے۔ وہب کی دختر آمنہ نسب اور مرتبے میں قریش کی افضل ترین لڑکی تھیں اور اپنے قبیلے میں ”سیرۃ النساء“ کے نام سے مشہور تھیں۔

جناب عبد المطلب نے وہب کو عبد اللہ کی شادی کا پیغام دیا اور وہب نے اپنی دختر کا رشتہ جناب عبد اللہ سے بخوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ جناب عبد اللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے کر دیا گیا اور

جناب عبدالمطلب نے اہل مکہ کے لئے ایک بڑی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ بعض مورخین کے مطابق وہب پہلے ہی وفات پا چکے تھے اور جناب آمنہ اپنے چچا کے زیر تربیت تھیں اور جناب عبدالمطلب نے ان کے چچا وہیب بن عبدمناف سے اس رشتہ کی بات کی اور خود ان سے ان کی صاحبزادی جن کا نام ہالہ تھا سے اپنے نکاح کا پیغام دیا اور ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح پڑھے گئے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب انہی کے لطن سے ہیں جو رشتہ میں حضور ﷺ کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی۔

جناب عبداللہ اور سیدہ آمنہ نے پرمسرت زندگی کا آغاز کیا۔ شادی کے وقت جناب عبداللہ کی عمر چوبیس برس تھی۔

سیدہ آمنہ کا شجرہ نسب

والدہ کی طرف سے	والد کی طرف سے
سیدہ آمنہ	سیدہ آمنہ
دختر	بنت
برہ (والدہ)	وہب (والد)
بنت	بن
عبدالغزی	عبدمناف
بن	بن
عثمان	زہرہ
بن	بن
عبدالدار	کلاب
بن	بن
قُصَیْ	مُرَّہ

جناب عبداللہ کی وفات

شادی کے کچھ عرصہ بعد جناب عبداللہ کو جناب عبدالمطلب نے تجارتی قافلے کے ساتھ سفر شام پر روانہ کیا۔ سیدہ آمنہ جو امید سے تھیں جناب عبداللہ کی واپسی کے لئے بے تاب تھیں۔ ایک دن خبر ملی کہ شام کا قافلہ واپس آ رہا ہے۔ قافلہ پہنچا تو جناب عبدالمطلب قافلہ والوں کے پاس گئے۔ عبداللہ کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ واپسی پر یثرب پہنچ کر بیمار ہو گئے تھے اور آرام و علاج کے لئے انہیں ان کے ننھیال بنی نجار کے پاس ٹھہرا دیا گیا تھا۔

عبدالمطلب نے اپنے بڑے فرزند حارث کو یثرب روانہ کیا کہ وہ جناب عبداللہ کو اپنے ساتھ مکہ لے آئیں۔ انہوں نے اس صورت حال سے سیدہ آمنہ کو بھی آگاہ کر دیا۔

حارث یثرب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کے یثرب پہنچنے سے پہلے ہی جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا اور ان کو بنی نجار کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔ حارث مکہ واپس آئے اس اندوہ ناک حادثے کی خبر دی تو اس صدمہ سے سب تڑپ اٹھے۔ سیدہ آمنہ کے لئے یہ ایک عظیم صدمہ تھا۔ ان کی دنیا جڑ چکی تھی۔ اس غم میں آنے والے بچے کا خیال ہی ان کے لئے ایک سہارا تھا اور انہوں نے اس بچے کے لئے زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ وراثت میں پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک لونڈی برکت (ام ایمن) تھے۔

ابرہہ کا مکہ پر حملہ

اس سال ۵۷۰ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ساری قوم میں سنسنی پھیلا دی۔ یمن کے نائب السلطنت ابرہہ الاشرم نے صنعا میں ایک بہت بڑا کلیس نامی کلیسا تعمیر کروایا۔ یہ انتہائی عظیم الشان عمارت تھی۔ تعمیر میں سنگ مرمر استعمال کیا گیا اور لکڑی میں سونے سے چمکی کاری کی گئی۔ ابرہہ نے چاہا کہ عرب قبائل بیت اللہ کے حج کی بجائے صنعا آ کر اس کلیسا کا طواف کریں تاکہ اس طرح بیت اللہ کی مذہبی حیثیت ختم کی جاسکے۔ اس منصوبے میں ابرہہ صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ سیاسی اور تجارتی مقاصد بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ابرہہ کی اس تحریک سے ایک کنعانی عرب کو شدید طیش آیا اور اس کے کلیسا میں پہنچ کر غلاظت پھیلائی اور وطن واپس آ گیا۔ ابرہہ اس واقعہ سے سخت برہم ہوا اور قسم کھائی کہ جب تک خانہ کعبہ کو مسمار نہ کر دوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔

ابرہہ ساٹھ ہزار کا ایک لشکر جرار جس میں جنگی ہاتھی بھی تھے لے کر کعبہ کو گرانے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

انحس کے مقام پر پہنچا تو اس نے ایک ایلیچی قریش مکہ کے پاس بھیجا جس نے ان کو بتایا کہ ابرہہ صرف کعبہ کو گرانے آیا ہے اہل مکہ کو کوئی گزند پہنچانے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ صورت حال جان کر اہل مکہ اپنے بال بچوں اور اموال کے ساتھ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ مکہ میں صرف عبدالمطلب اور شیبہ بن عثمان جو کعبہ کے کلید بردار تھے رہ گئے۔ عبدالمطلب خانہ کعبہ گئے اور کعبہ کے دروازوں کو پکڑ کر اللہ کو پکارا کہ ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے اس لئے تو بھی اپنے گھر کی خود حفاظت فرما اور دشمن سے اس کو کسی قسم کے نقصان سے بچا۔

جب یہ لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو ابرہہ کے ہراول دستے قریش کے جانوروں کو جو وہاں چر رہے تھے ہانک کر لے گئے۔ ان میں عبدالمطلب کے دو سواونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب ابرہہ کی لشکر گاہ پہنچے اور ابرہہ سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ عبدالمطلب ایک وجیہ و جمیل شاندار شخصیت کے مالک تھے۔ ابرہہ آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اس کا دل آپ کی عظمت سے بھر گیا اور وہ تخت سے اتر کر ان کے پاس فرش پر آ گیا اور ان کو اپنے ساتھ بٹھا کر آپ سے آنے کا مدعا پوچھا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ تیری فوج کے آدمی میرے دو سواونٹ ہانک لائے ہیں وہ مجھے واپس کئے جائیں۔ ابرہہ نے حیرانی سے کہا کہ میں آپ کے متبرک گھر کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں۔ اس گھر نے آپ کو فضیلت اور بزرگی عطا کر رکھی ہے اور جو آپ کے دین کا مرکز ہے اور آپ کو صرف اپنے دو سواونٹوں کی فکر دامنگیر ہے۔ آپ نے اس عبادت گاہ کے بارے میں کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ عبدالمطلب نے مسکرا کر کہا کہ ان اونٹوں کا مالک میں ہوں اس لئے ان کو چھڑانے تمہارے پاس آیا ہوں رہی خانہ کعبہ کی بات تو اس کا گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے طیش میں آ کر کہا کہ میں دیکھوں گا کعبہ کا مالک کس طرح اس کو میرے ہاتھوں سے بچاتا ہے۔ تم اپنے اونٹ واپس لے جاؤ۔ جناب عبدالمطلب نے اونٹوں کے گلے میں کعبہ کی نذر کے طور پر پٹے باندھے اور انہیں خانہ کعبہ لے آئے اور بیت اللہ کا کنڈا پکڑ کر کہا۔

خداوند! تیرے سوا مجھے کسی کی آس امید نہیں۔ خداوند! ان ظالموں سے

اپنے حرم محترم کو بچالے۔ بے شک اس گھر کا دشمن وہی ہے جو تجھ سے

دشمنی رکھتا ہے۔ تو اپنی مہربانی سے ان کو اپنے گھر کی تخریب سے روک لے۔“

اس دعا کے بعد وہ دیگر لوگوں کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جب ابرہہ کی فوج وادی محسر پہنچی جو منیٰ اور مذدلفہ کے درمیان واقع ہے تو ابرہہ کا بڑا ہاتھی جس پر وہ سوار تھا زمین پر بیٹھ گیا اسے بہت مارا گیا لیکن وہ وہاں سے نہ اٹھا۔ اگر اس کا منہ یمن کی طرف کرتے وہ تو بھاگ اٹھتا اور جب اس کا رخ مکہ کی طرف موڑتے تو وہ بیٹھ جاتا۔ اسی دوران اللہ نے سمندری پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے وہ بچوں میں ایک ایک اور ایک کنکر چونچ میں لے کر آتے اور کنکریاں ابرہہ کی فوج پر گراتے۔ کنکریاں جس پر بھی جہاں گرتیں وہ اعضا کٹ جاتے اور وہ ہلاک ہو جاتا۔ وہ ادھر ادھر بھاگے مگر قہر الہی سے پناہ کہاں۔ پہاڑ سے نفیل بن حبیب حشمعی نے پکارا جب خدا تعالیٰ پیچھے پڑا ہوا ہے تو بھاگنے کی جگہ کہاں مل سکتی ہے اور ابرہہ تک کٹا تو اب غالب نہیں مغلوب ہے۔ ابا بیلوں کی سنگ ریزی سے ابرہہ کا لشکر تباہ ہو گیا اور ابرہہ خود بھی زخمی ہو کر صنعا کی طرف بھاگا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔ اہل مکہ جو حملہ کی خبر سے پہاڑوں اور دروں میں جا چھپے تھے گھروں میں پلٹ آئے۔ ابرہہ کو خداوند کریم نے نشان عبرت بنا دیا۔

اس واقعہ کے پچاس یا پچپن دن بعد حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی۔

اللهم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم O

ظہورِ قدسی

سرور کائنات، فخر موجودات، خیر البشر، خاتم النبیین نبینا و سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۰ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت بمقام سوق الیل مکہ مکرمہ میں قریش کے ممتاز ترین خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی دایہ کا نام شفاء تھا جو عبدالرحمن بن عوفؓ کی والدہ تھیں۔ آپ ﷺ کے والد محترم جناب عبداللہ بن عبدالمطلب آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ پیشتر وفات پا چکے تھے۔

آپ کی والدہ سیدہ آمنہ نے اپنی کنیز برکہ کو آپ کی ولادت کی خبر آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کو پہنچانے کے لئے بھیج دیا۔ وہ اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ خبر سن کر گھر آئے آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور برکت کے لئے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ لے گئے اور وہاں فتنہ و شرک سے خدا کی پناہ اور آپ ﷺ کے حق میں دعائے خیر کی اور خدا کا شکر ادا کر کے آپ ﷺ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے ولادت کی خبر دی تو وہ بھی بہت خوش ہوا۔

جناب عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد ﷺ رکھا یعنی تعریف کیا گیا اور والدہ محترمہ کو آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب میں احمد ﷺ نام رکھنے کو کہا گیا تھا۔ چنانچہ والدہ محترمہ نے آپ ﷺ کا نام احمد رکھا۔ دستور کے مطابق ساتویں دن ختنہ اور عقیقہ کیا گیا۔

رضاعت

حضور ﷺ کو مختلف اقوال کے مطابق سب سے پہلے رضاعت کا شرف آپ کی والدہ محترمہ کو ملا جو تین سے نو دن بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ خوش نصیبی جناب ثویبہ کے حصے میں آئی جنہوں نے چند یوم آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ ثویبہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھیں۔ ثویبہ نے اس کو جب بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری دی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔ اس سے پہلے انہوں نے حضرت حمزہؓ اور بعد میں ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کو بھی دودھ پلایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ثویبہ کے حقیقی بیٹے مسروحؓ بھی شریک تھے۔ اس طرح یہ سب رضاعی بھائی ٹھہرے۔

عرب کے دستور کے مطابق شرفاء اپنے شیرخوار بچے ابتدا ہی سے رضاعت کے لئے بدوی آبادی اور دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ وہاں کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کی نشوونما بہتر ہو اور وہ لسانی فصاحت و شگفتگی اور عرب کی خالص زبان حاصل کریں۔ نواح مکہ سے بدوی عورتیں سال میں دو مرتبہ ربیع اور خریف میں شہروں میں آ کر شیرخوار بچوں کو اپنے ساتھ لے جاتیں۔ اس کے صلے میں انہیں کافی انعام و اکرام دیا جاتا۔

چند دنوں کے بعد بنو سعد کی دس عورتیں بچوں کو حاصل کرنے کے لئے مکہ آئیں۔ انہی عورتوں میں ایک خاتون حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جن کے ساتھ ان کا شیرخوار بچہ عبداللہ اور ان کا شوہر حارث بھی تھا۔ وہ اس سفر کی روئیداد اس طرح بیان کرتی ہیں۔

میں بنی سعد کے خاندان کے ساتھ مکہ میں بچوں کو حاصل کرنے کے لئے آئی۔ حالت یہ تھی کہ اس سال شدید قحط تھا۔ میری سواری نہایت ہی کمزور اور لاغر تھی جس کا چلنا دشوار تھا۔ میرے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جو دودھ کے ساتھ سیر نہ ہو پاتا اور نہ ہی ہمارے پاس سیر ہو کر کھانے کے لئے کوئی چیز تھی ساری رات اس بچے کی روتے اور ہماری جاگتے گذرتی۔

(ابن کثیر)

بدوی عورتیں امیر گھرانوں کے بچے لے کر خوشی خوشی اپنے گھروں کو چلی گئیں ان میں سے کئی عورتیں عبدالمطلب کے گھر بھی آئیں لیکن یتیم بچہ دیکھ کر واپس چلی گئی تھیں۔ سواری کے لاغر ہونے کی وجہ سے حلیمہ سعدیہ دوسری عورتوں کے بعد مکہ پہنچیں۔ انہیں پتہ چلا کہ سوائے ایک یتیم بچے کے کوئی دوسرا بچہ نہیں رہا انہوں نے سوچا کہ اب خالی ہاتھ لوٹنے سے تو یہ چکر ضائع جائے گا تو انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ اللہ کی قسم اب میں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی میں اس یتیم بچے کے ہاں جاتی ہوں اور اسے ساتھ لے جاتی ہوں۔ اس کے خاوند نے جواب دیا ایسا ضرور کر لینا چاہئے شاید اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈال دے۔ حلیمہ سعدیہ جب وہاں پہنچیں تو وہاں انہیں عبدالمطلب ملے اور پوچھا کہ وہ کون ہے تو بتایا کہ میرا تعلق بنی سعد سے ہے آپ نے نام پوچھا تو بتایا حلیمہ۔ عبدالمطلب مسکرائے اور فرمایا بس بس سعادت اور حلم کا اجتماع۔ ان میں خیر اور عزت ہی عزت ہے۔ نام پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ حلیمہ سعدیہ کے مکہ داخل ہونے پر عبدالمطلب کو ہاتھ غیبی

سے آواز آئی تھی۔ ”یہ آمنہ بی بی کا امین بیٹا محمدؐ ہے جو تمام مخلوق اور تمام منتخب لوگوں سے افضل ہے۔ اس بچے کو حلیمہ خاتون کے علاوہ کوئی عورت دودھ نہیں پلائے گی اور وہ بہت نیک اور امانت دار ہے۔ وہ ہر عیب سے محفوظ ہے اور نہایت لطیف اور پاکیزگی والی ہے۔ اس خاتون کے علاوہ کسی کے سپرد نہ کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔“

عبدالطلب نے حلیمہ سعدیہؓ کی درخواست پر حضور ﷺ کو ان کے سپرد کیا اور وہ رضاعت کے لئے آپ ﷺ کو ساتھ لے گئیں۔ جاتے ہوئے وہ اونٹنی جو لاغر تھی دفعتاً تندرست و توانا ہو گئی اور وہ اتنی تیز رفتاری سے چلی کہ دیگر تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ دیگر خواتین بار بار حلیمہ سے سوال کرتیں کہ کہیں اس نے سواری تبدیل تو نہیں کر لی تو وہ فرماتیں سواری تو نہیں البتہ سواری بدلا ہے۔ اب جب اس اونٹنی کا دودھ دوہا گیا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔ خود حلیمہ سعدیہؓ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ حضور ﷺ اور حلیمہؓ کا بیٹا سیر ہو کر دودھ پیتے۔

رضاعت کا معاہدہ دو سال کا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے بنو سعد کے علاقہ میں بے شمار برکتوں کا نزول ہوا جس سے ان کے دلوں میں آپ کی عظمت اور محبت پیدا ہو گئی۔ آپ ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ امام زرقانی اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

”آپ تین ماہ کی عمر میں قدموں پر کھڑے ہونے لگے۔ چار ماہ کی عمر میں دیوار کے سہارے چلنے لگے۔ پانچ ماہ کی عمر میں بغیر سہارے کے چلنے لگے۔ جب عمر چھ ماہ ہوئی تو آپ تیز چلنے لگے۔ سات ماہ کی عمر میں ہر طرف بھاگ دوڑ فرمانے لگے۔ آٹھ ماہ کی عمر میں فصیح و بلیغ گفتگو فرمانے لگے۔ دس ماہ کی عمر میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی شروع فرمائی۔“

آپ نے نہ کبھی ضد کی نہ کبھی روئے کھینے سے بھی اجتناب فرماتے جب ذرا بڑے ہوئے تو کبھی کبھی رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے۔ دو سال کی مدت پوری ہونے پر حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو لے کر مکہ روانہ ہوئیں۔ مکہ کے قریب وہ آپ ﷺ کو ایک مقام پر بٹھا کر کچھ فاصلے پر کسی کام سے گئیں۔ واپس آئیں تو آپ ﷺ کو اس مقام پر نہ

پایا۔ بہت تلاش کیا اور ناکام ہو کر آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ میں حضور ﷺ کو لے کر آئی تھی مگر مکہ کے قریب آپ گم ہو گئے ہیں اور تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے۔ عبدالمطلب بیت اللہ گئے اور دعا کی کہ الہی میرا بیٹا مجھے مل جائے۔ آخر میں ورقہ بن نوفل اور ایک قریشی آپ ﷺ کو جناب عبدالمطلب کے پاس لے آئے۔ جناب عبدالمطلب نے اس خوشی میں بہت سا سونا اور اونٹ صدقے میں دیئے اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو بھی انعام و اکرام سے نوازا۔

حلیمہؓ آپ کی برکات کے باعث ابھی آپ ﷺ کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں اور ادھر مکہ ان دنوں بیماری کی ایک وبا کی لپیٹ میں تھا۔ لہذا آپ ﷺ کی والدہ اور دادا نے حلیمہؓ سے کہا کہ ابھی وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ بنو سعد میں حضور ﷺ کا قیام چار سے پانچ سال بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ مدت گزرنے کے بعد آپ ﷺ آغوشِ مادر میں واپس تشریف لے آئے۔ دورانِ رضاعت جناب حلیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کی برکت کے کئی مناظر دیکھے۔

حلیمہ سعدیہؓ بنت ابی ذویب زوجہ حارث بن عبدالغزی کے تین بچے تھے جو آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی بنے۔ عبداللہ اہیمہؓ حذیقہ یا خذاقہ یا جذامہ لقب شیما۔ یہ قبیلہ بنی سعد بن بکر سے تھیں اور ان کی کنیت ام کبشہ تھی۔ بیشتر سیرت نگاروں نے عبداللہ اور شیما کے اسلام قبول کرنے کا بیان کیا ہے۔

سفر مدینہ اور والدہ ماجدہ کا انتقال

آپ ﷺ کی عمر چھ برس ہو چکی تو جناب آمنہ آپ ﷺ کو اپنی لونڈی برکہ اُم ایمن کے ہمراہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے یثرب لے گئیں اور جناب عبدالمطلب کے ننھیال بنو نجار میں ایک ماہ قیام کیا۔ امام ابو نعیم نقل کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا مجھے ایک دن ایک یہودی ملا اس نے مجھے خوب اچھی طرح دیکھا پھر چلا گیا ایک دن تنہائی میں مجھے اس نے پوچھا اے بچے تیرا نام کیا ہے میں نے بتایا ”احمد“ پھر اس نے میری پشت دیکھی۔ میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا ”یہ بچہ اس امت کا نبی ہے۔“ پھر اس نے میرے ننھیال کو خبر کر دی تو جب میری والدہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے مدینہ منورہ سے فی الفور واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مدینہ قیام کے بعد سیدہ آمنہ

مکہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

ابھی وہ ابتداء راہ میں ہی تھیں کہ بیماری نے آلیا۔ بیماری شدت اختیار کر گئی اور ابواء کے مقام پر (مستورہ کے قریب) ان کا وصال ہو گیا اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ اُمّ ایمن آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ لے آئیں اور آپ ﷺ کو دادا جناب عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ دادا نے آپ کی پرورش انتہائی شفقت و محبت سے کی۔ وہ انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ جناب عبدالمطلب کے لئے دیوار کعبہ کے سائے میں جب مسند بچھائی جاتی تو ان کے سب بیٹے اس مسند کے گرد بیٹھتے لیکن حضور ﷺ کو دادا محترم مسند پر اپنے ساتھ بٹھاتے۔ اگر کوئی چچا آپ ﷺ کو مسند سے اٹھانا چاہتا تو عبدالمطلب فرماتے ”میرے بیٹے کو چھوڑ دو خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔“

جناب عبدالمطلب کا انتقال

دو سال آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی تربیت میں رہے۔ ابھی آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال ہی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب انتقال فرما گئے اور ان کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جنازہ اٹھا تو آپ ﷺ جنازے کے پیچھے روتے جاتے تھے۔

جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پرورش کے متعلق اپنے فرزند ابوطالب کو وصیت کر دی تھی حضرت عبد اللہ اور ابوطالب ایک ہی والدہ سے تھے جن کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائد تھا۔ ابوطالب کم آمدنی اور زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے غریب چچا پر اپنا بار ڈالنا پسند نہ کیا اور چچا سے بہ اصرار اجازت لے کر رؤساء قریش کی بکریاں اجرت پر چرانا شروع کیں۔ اس طرح آپ ﷺ اس عمر سے ہی اپنے چچا کے مالی بوجھ کو ہلکا کرنے میں شریک ہو گئے۔ آپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسد ایک صالحہ اور فیاض خاتون تھیں انہوں نے بھی آپ ﷺ کو بہت شفقت و محبت دی۔

آپ کے بڑے چچا زبیر کو بھی آپ ﷺ سے بے پناہ محبت اور انس تھا۔ زبیر کے بڑے بیٹے عبد اللہ جو عہد رسالت میں جوان تھے جب کبھی آپ ﷺ کی خدمت میں آتے تو آپ ﷺ ان کو اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ نہایت محبت سے پیش آتے اور فرماتے یہ میرا بھائی ہے اور میری ماں کا بیٹا ہے۔ اس کا باپ مجھ سے بڑا نیک سلوک کرتا تھا۔ (الاصابہ)

سفر شام

۲۸ قبل نبوت ۵۸۲ء میں جب آپ ۱۲ سال کے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے ایک تجارتی سفر پر ملک شام جانے کی تیاری شروع کی تو آپ ﷺ کے شوق اور اصرار پر آپ ﷺ کو بھی اس سفر پر اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہ قافلہ جب ضلع حوران کے ایک قصبہ بصری کے مقام پر اترتا تو تمام مال آپ ﷺ کی برکت سے کثیر نفع پر فروخت ہو گیا۔ جامع ترمذی ابواب المناقب میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ مکہ کا یہ قافلہ سفر شام میں جب راہب کے پاس پہنچا تو لوگوں نے کجاوے کھول دیئے۔ راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ پہلے وہ کسی قافلے کی طرف نہ گیا تھا۔ راہب چلتا ہوا حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ تمام جہانوں کا سردار اور رب العالمین کا رسول ہے اس نے انہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رؤسائے قریش نے اس سے پوچھا کہ یہ بات تمہیں کس نے بتائی ہے۔ اس نے کہا جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو کوئی پتھر اور درخت سجدہ کئے بغیر نہ رہا اور وہ صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں۔ نیز میں ان کو مہر نبوت جو ان کے کاندھے کی ہڈی کے نیچے سب کی مثل ہے پہچانتا ہوں۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور کھانا بنا کے لایا تو اس نے بتایا کہ درخت کے سائے کو دیکھو وہ آپ ﷺ پر جھک گیا ہے پھر کہا کہ انہیں روم کی طرف نہ لے جاؤ کیونکہ رومیوں نے دیکھ لیا تو وہ انہیں ان کی نشانیوں سے پہچان کر قتل کر دیں گے۔ اتنے میں روم سے سات آدمی وہاں پہنچے اور کہا کہ معلوم ہوا ہے کہ یہ نبی اس مہینے میں گھر سے نکلنے والے ہیں اور ہمیں اس راستے پر بھجوایا گیا ہے۔ راہب نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ فرمائے تو کوئی اسے روک سکتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں چنانچہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کے ساتھ مقیم رہے۔ راہب کے اصرار پر ابوطالب نے آپ ﷺ کو سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا بلالؓ کے ہمراہ مکہ واپس بھجوادیا۔ اس حدیث کو حسن غریب بیان کیا گیا ہے۔ میں خود کو اس اہل نہیں سمجھتا کہ اس پر کوئی بات کروں صرف ایک بات آپ کی توجہ کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی حدیث قرآن حکیم سے متصادم ہو سکتی ہے۔

سورۃ الحج کی آیت نمبر ۱۸ میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

”اے نبی کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جتنی چیزیں

ہیں اور سورج اور چاند ستارے اور درخت اور چوپائے اس ذات الہی کو
سجدہ کرتے ہیں۔“

پھر حاکم کی روایت کے مطابق یہ وہ دور ہے جب بلالؓ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور
سیدنا ابوبکرؓ تو ابھی بچے تھے اور حضور ﷺ سے عمر میں سوا دو سال چھوٹے تھے۔ حافظ ذہبی
مستدرک کی تلخیص میں لکھتے ہیں کہ میں اس روایت کو بنایا ہوا خیال کرتا ہوں کیونکہ اس میں بعض
واقعات غلط ہیں۔ واللہ اعلم۔

حرب الفجار

عرب میں ایک عرصہ سے جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اب قریش اور قبیلہ قیس کے
درمیان جنگ ہوئی۔ جنگ کے شروع میں قبیلہ قیس کا پلہ بھاری رہا لیکن دوپہر ہوتے ہوتے
قریش کو برتری ہو گئی۔ بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اسے حرب الفجار اس لئے کہتے ہیں کہ اس
میں حرم اور حرام مہینوں محرم رجب ذوالقعدہ اور ذوالحجہ دونوں کی حرمت پامال ہوئی۔ آپ ﷺ
کے چچا آپ ﷺ کو بھی جنگ پر اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ ﷺ نے جنگ میں نہ کسی پر ہاتھ
اٹھایا نہ قتال میں حصہ لیا اور صرف وہ تیر جو دشمنوں سے آتے وہ تیر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔
آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پندرہ سال تھی۔ قیس جاتے وقت پھر اگلے سال مقام عکاظ پر
دوبارہ جنگ کا اعلان کر گئے۔ اگلے سال حسب وعدہ قیس میدان میں آئے۔ عقبہ بن ربیعہ اونٹ
پر سوار ہو کر میدان میں آئے صلح کی آواز دی اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

تجارت

پندرہ برس کی عمر تک آپ ﷺ نے بکریاں چرائیں جو اس زمانے کے معزز
خاندانوں کے لڑکوں کے لئے غیر معمولی کام نہ تھا بلکہ یہ کام تو سنت انبیاء تھا۔ تجارت ہی آپ کا
آبائی پیشہ تھا۔ جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ نے بھی تجارت میں حصہ لینا شروع
کر دیا۔ آپ نہایت صدق و متانت اور دیانت سے تجارت کرتے۔ پہلا سفر بغرض تجارت اپنے
چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ہمراہ یمن کی طرف کیا جس میں سب قافلہ والوں نے خوب نفع کمایا۔
اس کے بعد بھی پچیس برس کی عمر تک متعدد تجارتی سفر کئے۔

قیس بن سائب مخزومی فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت رسول اللہ ﷺ میرے شریک تجارت تھے آپ ﷺ بہترین شریک تجارت تھے نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے۔

حلف الفضول

زمانہ قدیم میں قتل و غارت گری کے انسداد کے لئے فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے امن کے لئے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا جو ان اشخاص کے ناموں کی مناسبت سے حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔

ماہ ذیقعدہ میں قبیلہ زبید سے ایک یمنی شخص نے مکہ کے عاصی بن وائل سہمی کے ہاتھ کچھ مال بیچا۔ عاصی نے مال کی قیمت ادا نہ کی اور اس شخص کو نالتا رہا۔ کسی نے اس کی مدد نہ کی تو اس نے تنگ آ کر جبل ابو قیس پر چڑھ کر اونچی آواز میں دہائی دی کہ اے فہر بن مالک (قریش) کی اولاد اپنے وطن اور اپنے آدمیوں سے دور افتادہ کی فریاد کو پہنچو جس پر حرم مکہ کے اندر اس کے مال کے متعلق ظلم ہوا ہے۔ شرفاء قریش نے جو اس وقت کعبہ اللہ کے گرد بیٹھے تھے یہ پکار سن لی۔ آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب اٹھے اور کہا کہ یہ فریاد ضائع نہیں جانی چاہئے۔ سب کو دارلندوہ میں جمع کیا اور وہاں اتفاق ہوا کہ حد حرم میں کہیں بھی کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے وہاں عبد اللہ بن جدعان تمیمی نے شرفاء قریش کو اپنے گھر ضیافت پر بلایا تاکہ بات مکمل ہو پائے۔ چنانچہ خاندان ہاشم زہرہ تمیم عبد اللہ بن جدعان تمیمی کے مکان پر جمع ہوئے اور ایک معاہدہ پر اتفاق ہوا کہ ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ ملک سے بد امنی دور کی جائے گی۔ مسافروں کی حفاظت اور غریبوں کی امداد کی جائے گی اور کسی ظالم کو مکہ میں رہنے نہ دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے بھی اس معاہدہ میں شرکت فرمائی یہ معاہدہ بھی حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ معاہدہ طے ہونے کے بعد انہوں نے پھر عاصی بن وائل سے اس زبیدی کا حق دلایا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد زبیر بن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات پر صفیہ بنت عبدالمطلب نے بڑا زور وار مرثیہ کہا:

۱۔ تو روئے نیک ذات زبیر پر ان پر رونے سے یہ بات جاتی رہی کہ کسی کریم پر روتی ہے۔

۲۔ یازمین کسی کریم و شریف کو پھینک دیتی تو میں ملامت نہ کرتی یازمین کسی کے مرنے پر

بد حالی اور ننگی ہو جاتی تب بھی پروا نہ کرتی۔

۳۔ اور میرے جی میں تو یہ بات تھی کہ میں مرنے والوں کو چھوڑ دوں اور ان کے پیچھے کوئی مرثیہ نہ کہوں۔

۴۔ مگر زبیر کے مرنے کو میں کیسے بھول جاؤں اس کے مرنے پر صبر نہ کر سکی کیونکہ میں نے اپنے سب بھائیوں میں زبیر کو کریم تر پایا۔

۵۔ اگر میں اپنی زبان سے اس کا مرثیہ نہ کہتی تو آنسو بہہ بہہ کر میری پسلیوں کو چور چور کر دیتے۔

تاریخ میں سوائے زبیر کے کسی اور بھائی کی وفات پر حضرت صفیہؓ نے کوئی مرثیہ نہیں لکھا۔

دوسرا سفر شام

چچاؤں کی صحبت میں آپ کو تجارت کا کافی تجربہ ہو چکا تھا۔ آپ کی جوانی عفت و طہارت کے دامن میں گذر رہی تھی اور اس وقت تک آپ کی راست بازی دیانت داری، حسن تدبیر، خوش اخلاقی اور امانت داری کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔ آپ ﷺ اب الصادق الامین کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

مکہ میں قریش کی ایک تاجر خاتون جو آپ کی ہمجدی تھیں اور ان کا سلسلہ نسب قصی پر جا کر آپ ﷺ سے جا ملتا تھا۔ ان کا نام خدیجہ بنت خولہ تھا اور ان کو عفت و پاکیزہ سیرت کی بنا پر سیدۃ النساء قریش اور طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پورے قبیلے میں ان کی دانائی، فہم و فراست، بلند اخلاق و اوصاف کی بنا پر ان کا بے حد احترام کیا جاتا۔ قریش میں کوئی عورت ان سے زیادہ مالدار نہ تھی۔ وہ اپنا مال تجارت کارندوں کے ہاتھ دوسرے ملکوں میں بھجوا کر تھیں۔ آپ ﷺ کی دیانت و امانت کا شہرہ سن کر انہوں نے آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ معقول معاوضہ پر ان کا مال تجارت ملک شام لے جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ خدیجہ طاہرہ کے مہتمم مال تجارت ہو کر قافلے کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ اس سفر میں تمام قافلے کو مال کی خرید و فروخت میں اندازے سے زیادہ منافع ہوا۔ سیدہ خدیجہ کا غلام مسیرہ سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس نے واپسی پر

آپ ﷺ کے بلند پایہ کردار اور دوران سفر دیگر مشاہدات اپنی مالکہ سے بیان کئے اور آپ ﷺ نے جس حسنِ اخلاق، قابلیت اور دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیئے سیدہ خدیجہؓ اس سے بے حد متاثر ہوئیں۔

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی

سیدہ خدیجہؓ کے والد خویلد قریش کی نامور اور معزز شخصیت اور عرب کے ایک مشہور تاجر تھے اور ان کا انتقال حرب الفجار سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ سیدہ خدیجہؓ کا پہلا عقد عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا اور ان کی وفات کے بعد دوسرا نکاح ابو ہالہ ہند بن نیش تمیمی سے ہوا۔ سید سلیمان منصور پوری کے مطابق ابو ہالہ سے تین بیٹے ہالہ طاہر اور ہند پیدا ہوئے اور یہ تینوں صحابی تھے۔ زیادہ مورخین نے ہند اور ہالہ دو بیٹے ابو ہالہ سے اور ایک بیٹی ہند عتیق سے بیان کی ہے۔ واللہ عالم۔ ابو ہالہ کی وفات کے بعد بڑے بڑے سرداروں اور رئیسوں نے ان کو شادی کا پیغام بھجوایا لیکن انہوں نے کسی کا پیغام منظور نہ کیا۔ اب ان کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی۔

نکاح

سیدہ خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کو دیکھ کر اپنی سہیلی نفیہ بنت معبہ کے ذریعے آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھجوایا۔ آپ ﷺ نے اس کا تذکرہ اپنے چچاؤں سے کیا اور اسے آپ ﷺ نے منظور فرمایا اور دونوں خاندانوں کے بزرگوں نے حسب دستور آپ ﷺ اور سیدہ خدیجہؓ کو عقد زوجیت میں منسلک کر دیا۔ آپ ﷺ کا خطبہ نکاح جناب ابو طالب نے پڑھایا۔

خطبہ نکاح

”تمام حمد و ثنا اسی خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ابراہیمؑ کے فرزند اور اسمعیلؑ کی ذریات میں بنایا۔ ہمیں معد کی نسل اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا۔ اپنے گھر کا متولی اور اپنے حرم کا نگہبان مقرر فرمایا۔ اپنا گھر ہمیں عطا فرمایا کہ اطراف و جوانب کے لوگ اس کی زیارت کے مقصد سے

آتے ہیں۔ ایسا حرم ہمیں عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہو جاتا ہے اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اما بعد یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد ﷺ بن عبد اللہ ہے۔ اگر اس کا شرافت طبعی، نجابت خاندانی، فضیلت نفس اور عقل و دانش کے اعتبار سے کسی سے موازنہ کیا جائے تو یہ سب پر فائق و برتر رہے گا۔ اگرچہ وہ مال کے اعتبار سے کمتر ہے لیکن مال فنا ہو جانے والا سایہ اور ایک مٹ جانے والی چیز ہے۔ محمد ﷺ وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قرابت و یگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔“

جب جناب ابوطالب اپنا خطبہ ختم کر چکے تو سیدہ خدیجہ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے خطبہ دیا۔

”تمام تر حمد و ثنا صرف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ویسا بنایا جیسا آپ نے ابھی بیان کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ پس ہم بھی عرب کے سردار اور قائد ہیں اور آپ بھی ان سب عظمتوں کے حامل ہیں اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف سے انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہم نے آپ کے رشتہ قرابت اور آپ کے اعزاز سے منسلک اور وابستہ ہونا پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمد ﷺ بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا چار سو مثقال کے بدلے۔“

سیدہ خدیجہ کے والد خویلد پہلے ہی وفات پا چکے تھے چنانچہ جناب ابوطالب نے فرمایا اے ورقہ عمرو بن اسد (حضرت خدیجہ کے چچا) موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمرو بن اسد نے کہا:

”میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد ﷺ بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا۔“

پس آپ ﷺ نے یہ عقد قبول فرمایا اور اکابر قریش اس کے گواہ بنے۔ آپ ﷺ نے

اس موقع پر دعوت ولیمہ فرمائی جس میں ایک اور بقول بعض دو اونٹنیاں ذبح کرائیں اور سارے قریش مکہ کو کھانا کھلایا اور سیدہ خدیجہؓ نے اپنی کنیزوں کو رقص کرنے اور دف بجانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوطالب اس عقد پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

”خدا ہی کی سب تعریفیں ہیں جس نے ہماری پریشانیوں کو دور فرما دیا اور ہمارے رنج و غم مٹا ڈالے۔“

شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی اور سیدہ خدیجہؓ چالیس برس کی تھیں۔ یہ آپ ﷺ کی پہلی شادی تھی اور سیدہ خدیجہؓ کی زندگی میں آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ آپ ﷺ کی بقیہ تمام اولاد انہیں کے لطن سے تھی۔ بچوں میں سب سے بڑے قاسمؓ تھے اور انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم پڑی۔ جناب قاسمؓ کے بعد زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ الزہراءؓ اور عبد اللہؓ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے دونوں صاحبزادوں کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا۔ بیٹیوں نے البتہ اسلام کا زمانہ پایا۔ جناب فاطمہؓ کے علاوہ تین بیٹیوں نے آپ ﷺ کی حیات میں وفات پائی۔

سیدہ خدیجہؓ سے عقد کے بعد آپ ﷺ کبھی کسی تجارتی سفر پر باہر نہیں تشریف لے گئے اور ہجرت تک مکہ ہی میں اقامت گزیر رہے۔

اس زمانے میں مکے میں ایک بار قحط پڑا۔ ابوطالب کا بڑا کنبہ خاص کردشواری محسوس کرنے لگا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے چچا عباسؓ کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس قحط سالی میں ابو طالب کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو آپ ﷺ اور حضرت جعفرؓ کو حضرت عباسؓ نے لے کر اپنے گھروں میں رکھ لیا۔ چنانچہ نیکی کرنے کے ساتھ نیکی پر آمادہ کرنے میں بھی آپ ﷺ پیش پیش تھے۔

تجدید تعمیر کعبہ و تنصیب حجر اسود

آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی تھی کعبہ کی عمارت جو نشیب میں واقع تھی اور بارش اور سیلابوں کے پانی سے بہت بوسیدہ ہو گئی تھی اس کی دیواریں پھٹ چکی تھیں۔ قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا لیکن کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ موجودہ تعمیر کو گرائے۔ اسی دوران چند ایسے واقعات رونما ہوئے جس سے تعمیر نو کے اس فیصلے کو تقویت نصیب ہوئی۔ انہی دنوں رومی تاجر کا

ایک بحری جہاز جدہ کے قریب سے گذرتے ہوئے سمندر میں شدید طغیانی کے باعث بندر شعبیہ کے پاس خشکی پر چڑھ کر ٹوٹ گیا۔ قریش کو خبر ملی۔ ابو وہب بن عمرو بن عائد مخزومی قریش کے چند افراد کے ہمراہ جدہ گیا اور چھت کے استعمال کے لئے جہاز کی لکڑی خرید لی۔ مکہ میں ہی مقیم ایک قبیلی نجار نے جہاز کی لکڑی کو چھت بنانے کے قابل بنا دیا۔ ایک دوسری نیک فال یہ پیش آئی کہ کعبہ کے تمام چڑھاوے اور نذریں حفاظت کے لئے کعبہ کے جس کنویں میں ڈال دیئے جاتے تھے اس میں ایک بہت بڑا سانپ پیدا ہو گیا تھا۔ جب بھی کوئی اس کے قریب جاتا تو وہ بلند ہو جاتا اور منہ کھول کر آوازیں نکالنے لگ جاتا۔ سبھی لوگ اس سے بہت دہشت زدہ تھے۔ ایک دن وہ سانپ کعبہ کی دیوار پر دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پرندہ فضا سے آیا اور اسے اٹھا کر لے گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر قریش پکار اٹھے ”ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام سے راضی ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے ہمارے پاس ایک عمدہ کاریگر ہے، لکڑی بھی مہیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سانپ سے بھی بچا لیا ہے۔“ اس طرح سب قریش کعبہ کے انہدام اور تعمیر نو پر متفق ہو گئے۔

ابو وہب بن عمرو بن عائد مخزومی نے اعلان کیا کہ

”اے سرداران قریش! تعمیر کعبہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ کسب

حلال سے ہو۔ سوڈنا یعنی کسبوں کی کمائی اور ظلم کا ایک پیسہ بھی اس میں

شامل نہ ہو۔“

حصول سعادت کی خاطر تعمیر کا کام مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا گیا۔ دروازے کی جانب کی تعمیر بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کو ملی۔ رکن حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنی مخزوم اور چند دیگر قبائل کو کعبہ کی پشت بنی تمیم اور بنی سہم کو اور حجر کی طرف بنی عبدالدار بن قصی اور بنی اسد بن عزیٰ بن قصی اور بن عدی اور بن کعب بن لوی کے حصہ میں آئی۔ کعبہ کی عمارت کو گرانے سے اب بھی لوگ ڈرے ہوئے تھے بالآخر ولید بن مغیرہ کو اللہ نے جرأت و ہمت دی اور انہوں نے کدال سے دیوار کعبہ کو گرانا شروع کیا۔ ولید کدال چلاتا اور دعا کرتا کہ ”اے اللہ! ہمیں خوف زدہ نہ کر ہم اچھا کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ ولید حجر اسود اور رکن یمانی کی درمیانی دیوار کو گرانا شروع کیا۔ دیگر لوگوں نے رات کا انتظار کرنا مناسب سمجھا اور اس دن ولید کے کام میں شریک نہ ہوئے یہ دیکھنے کے لئے کہ ولید پر کوئی آفت تو نازل نہیں ہوتی۔ دوسرے دن ولید صحیح سلامت کدال پکڑے بیت

اللہ میں داخل ہو۔ نہ تو سب لوگ اس کارِ خیر میں شریک ہو گئے اور کھدائی کا کام جاری رکھا گیا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادیں نمودار ہو گئیں جو سبز رنگ کے پتھروں پر مشتمل تھیں اور وہ پتھر ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔

قریش کے قبیلوں نے اپنے اپنے حصہ میں تعمیر کے لئے علیحدہ علیحدہ پتھر اکٹھے کئے اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو سب سرداروں میں جھگڑا پیدا ہو گیا کیونکہ ہر شخص حجرِ اسود کو نصب کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں۔ چار دن یہ جھگڑا جاری رہا اور سخت خون خرابے کا اندیشہ ہو گیا۔ بنو عبد الدار اور بنو عدی بن کعب نے تو خون کے بھرے پیالے میں ہاتھ ڈبو کر مر جانے کی قسم کھائی۔ تعمیر کا کام رکا پڑا تھا، آخر کار سبھی مسجد حرام میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے تاکہ کسی فیصلہ تک پہنچا جاسکے۔

ابو امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی نے جو قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے، تجویز پیش کی کہ کل صبح جو شخص بابِ شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوگا وہ ثالث قرار پائے گا اور اس نزاع کا فیصلہ کرے گا چنانچہ فجر میں جب سب سے پہلے حضور ﷺ اس دروازے سے داخل ہوئے تو سبھی بیک زبان پکاراٹھے۔ یہ ہمارے نزدیک امین و دیانت دار ہیں ہم ان کو حکم بنانے پر راضی ہیں، معاملہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو قبائل دعویٰ دار ہیں سب کا ایک ایک سردار منتخب کر لو۔ پھر آپ ﷺ نے چادر زمین پر بچھائی اور اپنے دست مبارک سے حجرِ اسود کو اس کے درمیان رکھا اور منتخب سرداروں سے کہا کہ وہ چادر کو چاروں کونوں سے اٹھائیں۔ جب چادر موقع کے برابر آگئی تو آپ ﷺ نے حجرِ اسود اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا اور یوں حجرِ اسود آپ ﷺ کے ہاتھوں نصب ہو جانے سے سب فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور ہر کوئی مطمئن ہو گیا۔

خلوت نشینی

آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو منفرد تھا۔ خلقِ عظیم، امانت و صداقت، حق پرستی، پاکیزگی، کردار، حسن فراست، پختگی فکر، معاملہ نہیں آپ ﷺ میں انتہا کو تھی۔ دور جاہلیت کی رسوم خرافات سے ہمیشہ دامن کش رہے نہ کبھی شراب کو منہ لگایا نہ آستانوں کا ذبیحہ کھایا اور نہ بتوں کے منائے جانے والے تہواروں اور میلوں میں شرکت فرمائی۔ بتوں سے آپ کو انتہائی نفرت تھی اور لات و

عزیمی کی قسم سننا بھی آپ ﷺ کو کبھی گوارا نہ تھا۔

ادھر سارا معاشرہ شرک و گمراہی میں مبتلا تھا۔ قریش نے کعبۃ اللہ کو بتوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ بتوں پر چڑھاوے چڑھائے جا رہے تھے۔ دین ابراہیمی، عیسائیت، یہودیت کو بگاڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیا گیا تھا۔ اب آپ ﷺ کی توجہ اپنے ماحول کی اخلاقی اور دینی پستی پر غور کرنے پر پڑنے لگی اور آپ ﷺ صبح و شام فکر و تدبر اور غور و خوض میں ڈوب کر تلاش حق کی جستجو میں لگے رہتے۔

غارِ حرا مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ جبل نور کی چوڑی پر واقع تھی۔ یہ پہاڑ ایک ریتلے میدان کے درمیان تھی جس کے ارد گرد میلوں تک ریت کا سمندر تھا اور ہر وقت خاموشی اور سکون کا ماحول تھا۔ غارِ حرا کا رقبہ بہت مختصر تھا۔ آپ ﷺ اکثر اس غار میں تشریف لے جاتے اور تنہائی میں روزے ریاضت، عبادت و مراقبہ میں مشغول رہتے اور رمضان تو پورا اسی غار میں گزارتے چند راتوں کا توشہ ساتھ لے کر جاتے وہ ختم ہوتا تو گھر تشریف لا کر اسی قدر اور توشہ لے کر حراء میں جا معتکف ہوتے۔

پانچ سال کا یہ زمانہ اسی شوقِ الہی اور توجہِ الی اللہ میں گذرا اور آخری چھ ماہ میں رویائے صادقہ کا سلسلہ بلا انقطاع جاری رہا جو کچھ آپ ﷺ خواب میں دیکھتے دن کو ویسا ہی واقع پیش آتا۔ پھر رفتہ رفتہ بعض وقت آپ ﷺ کو محسوس ہونے لگا کہ کوئی درخت یا پتھر آپ ﷺ سے مخاطب ہے اور آواز دے رہا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ آوازیں بامعنی الفاظ کی صورت اختیار کرتی گئیں۔ شروع شروع میں ان چیزوں سے آپ ﷺ کو ڈر لگا لیکن رفتہ رفتہ ان غیبی دوستوں سے انسیت ہو گئی۔ یہ سب واقعات آفتابِ نبوت و رسالت کے طلوع کا دیباچہ تھے۔

نزولِ وحی

اب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہو گئی تھی کہ ماہ رمضان میں شب قدر کی صبح صادق کے قریب جب آپ ﷺ حسب معمول مراقبہ میں مصروف تھے، دفعۃً ایک فرشتہ آیا آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اقراء یعنی پڑھیے، یہ نزول قرآن کی ابتدا تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”رمضان کا وہ (مبارک) مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہدایت کرنے والا لوگوں کے واسطے اور ظاہر آیتیں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی۔“ (۱۸۵:۲)

”بے شک ہم نے نازل کیا ہے قرآن کو شب قدر میں۔“ (۱:۹۷)

فرشتے کے اقراء کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں پڑھ نہیں سکتا اس پر فرشتہ نے پکڑ کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا اقراء آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ فرشتے نے تین بار وہی عمل دہرایا اور کہا پڑھیے۔

اقرا باسم ربك الذي خلق
خلق الانسان من علق
وربك الاكرم
الذي علم بالقلم
علم الانسان ما لم يعلم
(سورہ العلق ۱:۵)

”(اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ چیزیں بتائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔“

آپ ﷺ نے ان آیتوں کو دہرایا۔ آیات آپ کے قلب منور پر منقش ہو گئیں۔ فرشتہ رخصت ہو گیا۔ آپ ﷺ کے لئے یہ ایک نیا تجربہ اور مشاہدہ تھا۔ آیات الہی کے جلال و عظمت کے باعث آپ ﷺ کے بدن مبارک پر لرزہ اور کپکپی طاری تھی۔ آپ ﷺ گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں آسمان سے آپ کو آواز آئی کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل

ہوں، آپ ﷺ رک گئے اور آسمان کی طرف دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ایک انسان کی صورت میں آسمان وزمین کے درمیان معلق کھڑے ہیں اور آپ ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔ آپ ﷺ جس طرف بھی نگاہ کرتے جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے ہوتے اور وہی بات دہراتے۔

آپ ﷺ گھر پہنچ کر لیٹ گئے اور فرمایا: زملونی، زملونی مجھے کچھ اڑھاؤ۔ گھر والوں نے آپ ﷺ کو کپڑا اوڑھا دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا خوف دور ہو گیا۔ جب طبیعت میں سکون ہوا تو آپ نے سیدہ خدیجہؓ کو اس ماجرا کا حال بیان کیا جو آپ کو غارِ حرا میں پیش آیا تھا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

سیدہ خدیجہؓ نے بڑے احترام سے سارا واقعہ سنا تو ان کے چہرے پر یقین و اطمینان کی مسکراہٹ ابھر آئی اور آپ سے عرض کیا ہرگز نہیں یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ آپ ﷺ کو یہ نوید مبارک ہو، خدا کی قسم اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ہمیشہ آپ سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، آپ مہمان نواز ہیں، حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ امین اور مددگار رہتے ہیں اور آپ میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔

بعد ازاں سیدہ خدیجہؓ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس گئیں جو یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ عبرانی زبان میں انجیل کی کتابت کیا کرتے تھے اور سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانی بن گئے تھے اور اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے آپ کے سننے اور دیکھنے کا سارا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ تمام تفصیل سن کر پکاراٹھے۔

”قدوس“ ”قدوس“ یہ فرشتہ جس کو محمد نے دیکھا ہے ناموس اکبر ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ یقیناً اس امت کے نبی ہوں گے۔ ان سے کہہ دو کہ ثابت قدم رہیں۔ ان کی قوم ان کو جھٹلائے گی اذیت دے گی یہاں سے نکالے گی۔ میں اگر اس دن تک زندہ رہا تو

ضروران کی مدد کروں گا۔“

سیدہ خدیجہؓ نے پوچھا کیا تورات اور انجیل میں کوئی بشارت درج ہے کہ اس زمانے میں کوئی رسول آئے گا ورقہ بن نوفل نے جواب دیا ہاں لکھا ہے۔ اگر آئندہ محمدؐ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور اس کی موجودگی میں تم اپنے سر سے دوپٹہ ہٹا دو گی اور تمہارے سر کے ننگے ہونے کے باوجود وہ فرشتہ وہاں موجود رہے تو وہ شیطان ہوگا لیکن اگر وہ تمہارے سر کو ننگا دیکھ کر غائب ہو جائے تو وہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہی ہوگا۔ کچھ ہی دن گزرنے نہ پائے کہ ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا۔

ایک بار جناب خدیجہؓ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر ممکن ہو تو جس وقت وہ ناموس آپ کے پاس آئے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں۔ چنانچہ جبرئیلؑ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے حسب وعدہ سیدہ خدیجہؓ کو اطلاع دی۔ سیدہ خدیجہؓ نے عرض کیا کہ آپ میرے پہلو میں آ جائیں۔ آپ ان کے پہلو میں آ گئے تو سیدہؓ نے اپنا سر کھول دیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس وقت بھی جبرئیلؑ کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔ اگر شیطان ہوتا تو نہ شرماتا۔

بیشتر مورخین نے نزول وحی کو ۲ رمضان ۱۳ ق ھ بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء کا واقع بیان کیا ہے۔

اب وحی کچھ عرصہ کے لئے آنا بند ہو گئی۔ اس وقفہ کا کتنا عرصہ ہے اس بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق یہ بندش چند دنوں کے لئے تھی۔ اس وقفہ میں آپ ﷺ حزین و غمگین رہے جیسا کہ صحیح بخاری میں درج ہے۔

”وحی بند ہو گئی جس سے رسول اللہ ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کو لڑھکالیں تو حضرت جبرئیلؑ علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے: اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا نفس کو قرار آ جاتا اور آپ واپس آ جاتے۔ پھر جب آپ ﷺ پر وحی کی بندش طول پکڑ جاتی تو آپ ﷺ پھر اسی جیسے کام کے لئے نکلتے لیکن جب پہاڑ کی

چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نمودار ہوتے اور وہی بات

دہراتے کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وحی کی یہ چند روزہ بندش اس لئے تھی تاکہ آپ ﷺ پر جو

خوف طاری ہو گیا تھا وہ رخصت ہو جائے اور دوبارہ وحی کی آمد کا شوق و انتظار پیدا ہو جائے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ غار حرا میں اعتکاف پورا کر کے نیچے اترے اور جب آپ

ﷺ بطن وادی سے گذر رہے تھے تو آپ ﷺ کو کسی نے پکارا۔ آپ ﷺ نے اوپر نگاہ اٹھائی تو

آپ ﷺ کو وہی فرشتہ نظر آیا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ آپ ﷺ

گھر تشریف لے آئے اور کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے کہ فرشتہ کی آواز کانوں میں سنائی دی۔

”اے چادر میں لیٹے ہوئے! اٹھ اور ان لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرا اور

اپنے رب کی بڑائی اور کبریائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں

سے دور رہو۔“ (سورۃ المدثر: ۷)

ان آیات کے نزول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دعوت اسلام کے منصب پر

معمور فرمایا یعنی آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ دین کی تبلیغ شروع کریں۔ لوگوں کو آخرت کی

خبر دیں اور انہیں انجام بد سے ڈرائیں۔ ان جاہل انسانوں کو ان کے معبودوں کی نفی بیان کریں

اور صرف ایک رب کی بڑائی اور کبریائی بیان فرمائیں۔

نماز

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ جب پہلے پہل رسول اللہ

ﷺ پر نماز فرض ہوئی ہے تو اس طرح ہوا کہ آنحضرت ﷺ اس وقت مکہ کی بلند جانب میں

تھے۔ وہاں آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور ایک پتھر پر اپنی ایڑی ماری۔ اس وقت اس

میں سے ایک چشمہ ظاہر ہوا جبرئیل اور حضور ﷺ نے اس چشمہ سے وضو کیا۔ پہلے جبرئیل نے

وضو کر کے حضور ﷺ کو دکھایا۔ پھر حضور ﷺ نے وضو کیا۔ پھر جبرئیل نے کھڑے ہو کر نماز

پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے پھر نماز پڑھ کر جبرئیل چلے گئے اور حضور

ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان کو وضو کر کے بتایا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی طرح وضو

کیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو اس طرح نماز پڑھائی جس طرح جبرئیل نے آپ ﷺ کو پڑھائی

تھی اور انہوں نے اسی طرح حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو جبریلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے اور زوالِ آفتاب کے بعد آپ ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا تو عصر کی نماز پڑھائی اور زوالِ آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی پھر شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد ہی صبح کی نماز پڑھائی پھر دوسرے روز ظہر کی نماز آپ ﷺ کو اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اور عصر کی نماز آپ ﷺ کو اس وقت پڑھائی جب دو مثل ہو اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جس وقت روز گذشتہ پڑھائی تھی اور عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب رات کی ایک تہائی گذر چکی تھی اور صبح کی نماز اس وقت پڑھائی جب خوب روشنی ظاہر ہو گئی تھی اور کہا اے محمد ﷺ! نماز کا وقت ان اوقات کے درمیان میں ہے جن میں آپ ﷺ نے آج اور کل نماز پڑھی ہے۔ (سیرت النبیؐ ابن ہشام)

تبلیغِ اسلام کا پہلا دور اتنا ۳ نبوی

تبلیغِ توحید کا کام آپ ﷺ نے اپنے گھر سے شروع فرمایا اور ان افراد کو منتخب فرمایا جو آپ ﷺ کے انتہائی قریب تھے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے یہ پیغام جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کو سنایا چنانچہ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں۔ حضرت علیؓ بن ابوطالب آپ ﷺ ہی کے زیر کفالت تھے اور ان کی عمر اس وقت دس سال تھی وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔

پھر زید بن حارثہ بن شریل بن کعب کو جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ ﷺ ہی کی خدمت میں رہ رہے تھے دعوتِ اسلام ملی اور زیدؓ اسلام لے آئے۔

سیدنا ابوبکر بن ابی قحافہؓ آپ ﷺ کے دلی دوست تھے اور وہ شروع سے ہی آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے مداح تھے اور آپ ﷺ کو بھی ان کے خلوص و یگانگت پر بھروسہ تھا۔ گھر سے باہر اب آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکرؓ کو دعوتِ اسلام کا اظہار فرمایا تو انہوں نے کسی شک و تردد کا اظہار کئے بغیر آپ ﷺ کی دعوت پر دینِ اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے جب کبھی کسی شخص کو دینِ اسلام کی طرف بلایا تو اس نے تردد کیا، تذبذب اور پریشانی کا اظہار کیا سوائے ابوبکرؓ کے جب میں نے ان کو اسلام کی بابت بتایا تو انہوں نے نہ توقف کیا اور نہ ہی کسی پریشانی کا اظہار کیا۔“

حضرت ابوبکرؓ ایک مال دار تاجر تھے اور شہر کے لوگ ان کی دیانت داری، ذہانت اور لیاقت کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا اکثر حصہ مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے اور فروغِ اسلام کے دیگر امور پر صرف کیا۔

اس طرح یہ فضیلت ان چار افراد کو حاصل ہوئی کہ وہ اسلام قبول کرنے میں اولین ٹھہرے۔ اب مومنین میں ایک اور فضیلت اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکرؓ کو عطا فرمائی کہ مومنین میں سب سے پہلے انہوں نے تبلیغِ اسلام کی، جس سے متعدد افراد نے اسلام قبول کیا، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ

سیدنا عثمانؓ بنو امیہ کے خاندان کے ایک سردار تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اور صاحبِ کردار شخصیت تھے۔ دور جاہلیت میں بھی برائیوں سے دور رہے۔ بڑے فیاض، سخی تھے۔ باپ کی طرف سے ان کا شجرہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ عام الفیل کے چھٹے برس پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچ کر پڑھنا لکھنا سیکھا۔ آپ سیدنا ابو بکرؓ کی ترغیب پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔

قبول اسلام کے بعد ان کے چچا ”حکم“ ان کی مشکلیں باندھ کر کہتا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہوئے ہو۔ خدا کی قسم جب تک تم اس دین کو ترک نہ کرو گے میں تجھے نہیں کھولوں گا۔ آپ جواب دیتے خدا کی قسم میں اس دین کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ ”حکم“ نے ان کی استقامت کو دیکھ کر انہیں چھوڑ دیا۔ ۲ نبوت میں آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے ہوا۔

۲۔ حضرت زبیر بن عوامؓ

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ کے فرزند اور سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ کے داماد یعنی ان کی بڑی صاحبزادی سیدہ اسماءؓ کے شوہر تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔ اس پر ان کے چچا نے ان پر سخت مظالم کئے وہ ان کو رسیوں سے باندھ کر ان کی ناک میں دھواں دیتا اور اسلام ترک کرنے اور بت پرستی قبول کرنے کو کہتا لیکن وہ اللہ کے فضل سے ثابت قدم رہے۔ سیدنا زبیرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور ان کا تعلق بنی اسد سے تھا۔

۳۔ عبدالرحمن بن عوفؓ

مشرکین نے ”رحمان“ کے ماننے کا انکار کیا تو سب سے پہلے آپ ہی کا نام عبدالعزیٰ کی جگہ عبدالرحمن رکھا گیا۔ آپ بنو زہرہ سے تھے۔ فطرۃ نیک اور مدبر تھے۔ جاہلیت میں بھی شراب کو ہاتھ نہ لگایا۔ مال دار سوداگر تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ کی دعوت پر حضور ﷺ سے بیعت اسلام کی۔

۴۔ طلحہ بن عبید اللہؓ

سیدنا ابو بکرؓ کے قریبی رشتہ دار تھے انہوں نے راہوں سے پیغمبر آخرا الزماں کے آنے

کے متعلق پیشین گوئی سنی تھی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے دعوتِ اسلام دی تو اسی دم مسلمان ہو گئے۔ آپ کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔

۵۔ سعد بن ابی وقاصؓ

قبیلہ زہری سے تھے۔ جب سیدنا ابوبکرؓ کی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہوئے تو ان کی والدہ ”حننہ“ نے سعدؓ سے پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم میں دھوپ اور سردی میں چھت کے سائے میں نہ بیٹھوں گی اور کھانا پینا مجھ پر حرام ہے حتیٰ کہ تو نئے دین کو چھوڑ نہ دے۔ اس نے اس طرح تین دن گزار دیئے کہ حضرت سعدؓ نے اس بات کا ذکر آپ ﷺ سے کیا۔ اس پر سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۸ نازل ہوئی۔

”اور ہم نے انسان کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی اور اگر وہ تجھ پر اس بات پر زور لگائیں کہ تو میرے ساتھ اس شے کو شریک بنائے جس کا تیرے پاس علم و دلیل نہیں ہے تو ان کی فرمانبرداری نہ کر۔ میری ہی طرف تم سب کا رجوع ہو گا پس میں تم سب کو تمہارے اعمال سے خبردار کر دوں گا۔“

سعدؓ آگے چل کر فاتحِ ایران ہوئے۔ سیدنا ابوبکرؓ ان حضرات کو لے کر بارگاہِ نبوی میں پہنچے اور یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۔ عمیر بن ابی وقاصؓ

عمیرؓ سعدؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ سولہ سال کی عمر میں غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔

۲۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراحؓ

آپ بنو فہری سے تھے اور ان کا لقب امین الامہ تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ کی دعوت پر آپ داخلِ اسلام ہوئے۔

۳۔ ابوسلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد

آپ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے۔

۴۔ اُمّ سلمہؓ دختر ابو امیہ بن مغیرہ

آپ ابو سلمہؓ کی زوجیت میں تھیں کہ شوہر کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں ۶ھ میں اپنے نکاح میں لے لیا۔

۵۔ عثمان بن مظعونؓ

۶۔ سائب بن عثمان بن مظعونؓ (بیٹا)

۷۔ قدامہ بن مظعونؓ (بھائی)

۸۔ عبداللہ بن مظعونؓ (بھائی)

۹۔ معمر بن الحارثؓ (عم زاد)

۱۰۔ عامر بن فہیرہ

یہ حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام (مولی) تھے اور ان کی بکریاں چراتے تھے۔

۱۱۔ ابو حذیفہؓ بن عتبہ

عتبہ سخت مخالف اسلام تھا لیکن یہ اسلام کے سخت حامی تھے۔

۱۲۔ ارقم بن ابی الارقمؓ

۱۳۔ ابوالارقمؓ (عبد مناف بن اسد)

یہ تیرہ حضرات بھی شروع میں ہی دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔

عورتوں میں حضور ﷺ کی دعوت پر سیدہ خدیجہؓ کے بعد ہی حضرت ام ایمنؓ، ام الفضلؓ زوجہ عباس بھی مسلمان ہو گئیں۔ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ بنات رسول اللہ ﷺ اسماء بنت عمیس، اسماء بنت ابوبکرؓ، عائشہ بنت ابوبکرؓ جو کسمن تھیں اور حضرت عمرؓ بن خطاب کی ہمشرہ

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ بھی داخل اسلام ہوئیں۔

مردوں میں دیگر حضرات جو مشرف باسلام ہوئے ان میں سعید بن زید (حضرت عمرؓ کے بہنوئی)، عبد اللہ بن مسعود بن حرث، مسعود بن ربیعہ بن عمرو سلیط بن عبد الشمس، عیاش بن ابی ربیعہ بن مخیرہ اور ان کی زوجہ اسماء بنت سلامہ، خنیس بن خذافہ بن قیس، عامر بن ربیعہ بن غز، عبد اللہ بن جحش، ابو احمد بن جحش، جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس، حاطب بن حرث اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت مجمل، خطاب بن حرث، رملہ بنت ابی عوف، زوجہ سائب بن عثمان بن مظعون، بلال حبشی، نعیم بن عبد اللہ بن عدی بن کعب، خالد بن سعید اور ان کی زوجہ امینہ بنت خلف، حاطب بن عمرو، واقد بن عبد اللہ، خالد، عامر، عاقل اور ایاس بن بکیر بن عبد یالیل چاروں بھائی۔ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

آپ ﷺ نہایت رازداری سے تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرتے رہے۔ مشرکین کے خوف سے مسلمان مکہ کے باہر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا کر عبادت کرتے۔ مسلمان چونکہ خود اپنے اسلام کا اعلان نہیں کرتے تھے اور بات ابھی اللہ تعالیٰ کے عظمت کے بیان اور اس کے خالق ہونے کے ذکر تک تھی اور اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے اور اس کی عظمت کا تصور عام لوگوں کے ذہنوں میں بھی تھا اس لئے قریش نے ابتدا میں اس تحریک کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی اور نہ خطرناک سمجھا لیکن مکہ کے ہر گھر میں اور ان کی ہر مجلس میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا رہا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص چند مسلمانوں کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی پر نماز ادا کر رہے تھے کہ چند مشرکین مکہ اچانک اس طرف آنکے اور مسلمانوں کو سختی سے عبادت سے روکا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کا مقابلہ کیا اور ایک مشرک کو اونٹ کے جڑے کی ہڈی ماری جس سے اسے خون بہنے لگا۔ اسلام کی مخالفت کرنے پر کسی مشرک کا بہنے والا یہ پہلا خون تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد تیس سے بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے حضرت ارقمؓ کے ایک وسیع گھر دار ارقم کو مقرر کر دیا، بعد میں اس گھر کا نام دار السلام ہو گیا اور حضرت ارقمؓ نے اسے خدا کے لئے وقف کر دیا۔ یہ گھر کوہ صفا پر خانہ کعبہ کے سامنے ایک نہایت موزوں مقام تھا۔ سب مسلمان اس گھر میں جمع ہو جاتے اور آپ ﷺ ان کو تعلیم دیتے۔ اسی گھر میں حضور ﷺ لوگوں کو دعوت اسلام بھی دیتے تھے اور اس میں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ تین برس تک اسی طرح افراد میں اسلام کی تبلیغ ہوتی رہی۔ اس دوران میں ایک جماعت نے اس دین کو قبول کر لیا جن میں سے اکثر نے بعد میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے۔

تبلیغ اسلام کا دوسرا دور ۴ نبوی

تین سال کے عرصہ میں جو خفیہ کام ہوا محسوس ہوتا ہے کہ تبلیغ ان لوگوں میں کی گئی جو سلیم الطبع تھے اور ان میں انسانیت کی فلاح و نجات کے لئے قربانی کی صلاحیت اور کام کرنے کی استعداد تھی۔

اب قریش کے سامنے علانیہ تبلیغ کا وقت آ گیا تھا کہ حکم نازل ہوا۔
 ”اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈرائیے
 اور جو ایمان لا کر آپ کا اتباع کرے اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا
 معاملہ کیجیے۔“

(سورۃ الشعراء ۲۱۴: ۲۱۵)

”اور آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔“

(سورۃ الحجر ۸۹)

نزول آیت کے بعد آپ ﷺ نے بنو ہاشم کو اکٹھا کیا۔ یہ کل پینتالیس افراد تھے۔
 آپ نے دعوتِ توحید دی۔ ابولہب نے آپ ﷺ کی بات لپک لی اور کہا دیکھو یہ تمہارے چچا اور
 چچیرے بھائی ہیں بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب کا مقابلہ نہیں
 کر سکتا اور نہ قریش ہی اسے پسند کریں گے اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یقیناً قریش اور تمام
 عرب تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تم اپنے باپ کے خانوادے کی تباہی کا باعث بنو گے آپ ﷺ
 خاموش رہے اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے دوبارہ اپنے خاندان کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں بتایا کہ
 اللہ وحدہ لا شریک ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس
 زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے جب اس زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور پھر جنت یا
 جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

ابوطالب نے کہا یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے تم یہ نہ پوچھو کہ انہیں تمہاری معاونت
 کتنی پسند ہے۔ تمہاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے اور ہم تمہاری بات کس قدر سچ مانتے ہیں۔ تم

اپنا کام جاری رکھو میں تمہاری اعانت اور حفاظت کرتا رہوں گا، لیکن میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابولہب نے کہا واللہ یہ برائی ہے۔ دوسروں سے پہلے تم خود ہی اس کا ہاتھ روک لو۔
ابوطالب نے جواب دیا واللہ جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

کوہِ صفا پر

حکم خداوندی کی تعمیل میں ایک روز آپ ﷺ آبادی سے باہر نکلے، کوہ صفا پر چڑھے اور آواز دی۔ یا صباحا یا معشر قریش یا معشر قریش۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ دشمن کے حملے سے آگاہ کرنے کے لئے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہی الفاظ سے پکارا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کون ہے جو پکار رہا ہے۔ جواب ملا کہ محمد (ؐ) ہیں، جو لوگوں کو پکار رہے ہیں۔ اس پر قریش کے سب لوگ جمع ہو گئے پھر آپ نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے کر پکارا، اے بنی ہاشم، اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی فلاں وفلاں۔ آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا! اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک فوج پڑی ہے جو کسی وقت بھی تم پر حملہ کر بیٹھے گی تو کیا تم لوگ میری بات کو سچ مانو گے یا جھٹلاؤ گے؟ لوگوں نے کہا آپ (ﷺ) نے کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولا آپ (ﷺ) الصادق والامین ہیں اس لئے ہم آپ (ﷺ) کی بات سچ جانیں گے۔

قبیلہ کے لوگوں کا یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں تم کو اس انسانی لشکر سے بھی بڑے ایک دوسرے لشکر سے ڈراتا ہوں۔ یہ اللہ کا قہر اور عذاب ہے۔ اگر تم اللہ کو ایک نہ مانو گے اور بتوں کی پرستش نہیں چھوڑو گے تو مرنے کے بعد وہ تمہیں دوزخ میں ڈال دے گا۔

اے کعب بن لوی کی اولاد اپنے تئیں جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! تم بھی خود کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ اے اولاد عبد الشمس تم بھی خود کو آتش دوزخ سے بچالو۔ اے عبد مناف کے خاندان والوں تم بھی اپنے تئیں آگ سے بچالو۔ اے بنو ہاشم تم بھی خود کو آگ سے بچالو۔ اے عبدالمطلب کے اہل خاندان اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ اے میری پکی فاطمہؑ، اے صفیہ بنت عبدالمطلب، اے بنی عبدالمطلب، اے عباس بن عبدالمطلب!

میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مختار نہیں ہوں۔ بجز اس کے کہ تم سے میری قرابت داری ہے تو میں اس کا حق ادا کرتا ہوں گا۔ البتہ میرے مال میں سے جتنا چاہو مانگ لو۔ اے گروہ قریش! اپنی جانیں اللہ سے خرید لو، میں اللہ کی کسی چیز سے تمہیں مستثنیٰ نہیں کر سکتا میں تو ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں اس سے ڈرانے والا ہوں۔ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو اور وہ اپنے اہل خاندان کا دیدبان بن جائے۔ اسے خدشہ محسوس ہو کہ وہ (اہل خاندان) دشمن کی طرف بڑھ جائیں گے۔ چنانچہ وہ پکارنے لگے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ۔

قبل اس کے کہ کوئی بولتا، ابولہب جو اس مجمع میں موجود تھا آپ ﷺ کے ارشادات سن کر بہت سیخ پا ہوا اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تیرا برا ہو تو ہلاک ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا اور بکو اس کرتا چلا گیا۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان میں ابولہب کی گستاخی سخت ناگوار گزری اور سورۃ الہب میں ان الفاظ میں اس کی مذمت کی:

”ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی وہ ضرور ہی شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو (ایندھن کی) لکڑیاں اٹھانے والی ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔“

ابولہب کی بیوی ام جمیل کانٹے اکٹھے کر کے آپ ﷺ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ اس نے جب یہ آیات سنیں تو ہاتھ میں پتھر لے کر آپ ﷺ کی تلاش میں کعبہ شریف پہنچی۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے۔ ام جمیل نے حضرت ابوبکرؓ سے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا اور کہا میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے میری بھوکی ہے۔ اگر وہ مل جائیں تو یہ پتھر میں (معاذ اللہ) ان کے منہ پر دے ماروں یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ام جمیل نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اسے اندھا کر دیا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ پائی۔

علانیہ دعوت

بعثت کے چوتھے سال کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا:

”اور آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمائیے (بر ملا سنائیے) اور مشرکوں کی (مخالفت کی) پرواہ نہ کیجیے۔“

(سورۃ الحج ۹۴)

اس حکم کے نزول کے ساتھ ہی اب آپ ﷺ علانیہ دعوت و تبلیغ فرمانے لگے۔ آپ ﷺ مشرکین کو تلقین فرماتے کہ اللہ واحد ہے صرف اسی کا حکم ماننا چاہئے وہ خالق ہے اور اکرم ہے۔ مرنے کے بعد زندگی یقینی ہے اور یوم الفصل کو نیکو کار جنت میں اور بدکار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ شرک اور بت پرستی سے باز آؤ اور صرف ایک اللہ ہی کو مانو وہی معبود حقیقی ہے۔ یہ بت تمہیں نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

کفار مکہ کی مجالس میں ان باتوں کا چرچا ہوتا تو کفار آپ ﷺ کے دعویٰ رسالت کا مذاق اڑاتے اور آپ ﷺ کو جھٹلاتے وہ کہتے کہ ہم اپنے بہت سے خداؤں (معبودوں) کو نہ چھوڑیں گے۔ مرنے کے بعد نہ پیدا ہوں گے نہ کسی بات کی جواب دہی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی باتوں سے بے نیاز پوری طاقت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ شرک و بت پرستی کی برائی کے بیان ہونے پر کفار مکہ بہت غضب ناک ہو رہے تھے۔

دشمن رسول ابو جہل

ایک روز حضور ﷺ حرم کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے تو عمرو بن ہشام عرف ابو جہل نے جس کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا آپ ﷺ کو درشتی سے منع کیا کہ وہ اس طریقہ عبادت سے باز آ جائیں۔ آپ ﷺ نے اس کو بے اعتنائی سے جھڑک دیا۔ ابو جہل کے تکبر کو چوٹ لگی، کہنے لگا محمد ﷺ! تم مجھے جھڑکتے ہو تمہارے مقابلہ نوجوان سواروں سے جنگل کو بھر دوں گا کیا تم نہیں جانتے کہ مکہ میں مجھ سے بڑا جتھے والا اور کوئی بااثر دوسرا نہیں۔ ابو جہل غصہ میں نہ جانے کیا کیا بکتا ہوا چلا گیا۔ پھر لوگوں سے کہا اگر محمد (ﷺ) کو میں نے نئے طریقے سے عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی گردن توڑ اور کچل ڈالوں گا چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ (معاذ اللہ)

اتفاقاً ایک روز آپ ﷺ پھر حرم کعبہ میں سر بسجود تھے کہ دشمن حق ابو جہل بھی وہاں آ گیا۔ آپ ﷺ کی طرف لپکا اور ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کا سر اقدس کچل دے مگر جب پتھر لے کر آپ ﷺ کے قریب آتا تو ہاتھ کانپ جاتا پتھر ہاتھ سے گر جاتا اور رنگ فق ہو جاتا اب وہ دوڑ کر

اپنی جماعت کے پاس گیا اور کہا کہ میں جب بھی محمد (ﷺ) کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کرتا ایک عجیب وضع کا اونٹ منہ کھولے مجھے چبانے کے لئے میری طرف جھپٹتا اور قریب ہوتا کہ مجھے کھا جائے۔ میں نے بہتری اسی میں سمجھی کہ جان بچا کر تمہارے پاس پلٹ آؤں۔ میں نے ایسا اونٹ کبھی نہیں دیکھا۔ لوگ ابو جہل جیسے متکبر اور مغرور آدمی کی اس بوکھلاہٹ پر خوب ہنسے ابو جہل کی اس واقعہ سے بڑی سبکی ہوئی جس سے اس کے جہالت آلودہ احساس برتری نے آتش مخالفت اور بھڑکادی۔

سورۃ العلق کی آیات ۶ تا ۱۹ میں اس طرح ارشاد فرمایا:

اے پیغمبر آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بندۂ (خاص) کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے بھلا دیکھئے! اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا لوگوں کو پرہیزگاری کی ہدایت کرتا (جیسا کہ وہ سمجھتا ہے تو کیا خوب تھا) بھلا دیکھئے یہ شخص کلام الہی جھٹلاتا اور دین حق سے روگردانی کرتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ (اسے ہر حال میں) دیکھ رہا ہے ہاں ہاں اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی (کے بل) پکڑ کر اسے گھسیٹیں گے اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔ وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولیوں کو ہم بھی دوزخ کے جلا فرشتوں کو (اس کی سزا دہی کے لئے) بلا لیں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ہرگز اس کا کہنا نہ مانیں۔ سجدہ کرتے رہیے اور اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیے۔

ایک ہنگامہ

حرم کعبہ میں آپ ﷺ نے توحید کا اعلان فرمایا تو وہاں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ہر طرف سے لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ کے ربیب حضرت حارث بن ابی ہالہ گھر پر تھے ان کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ کو بچانے کے لئے دوڑے لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑیں اور وہ شہید ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں بہنے والا یہ پہلا خون تھا۔ غرض قریش اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ غیر اللہ کی الوہیت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب ان کی مکمل نفی اور شکست ہوگی اور مکہ والوں کو دینی رنگ میں اہل عرب پر جو بڑائی اور سرداری حاصل تھی وہ ختم ہو جائے گی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مقابل انہیں اپنی مرضی پر عمل پیرا ہونے کا کوئی اختیار نہ رہے گا۔ ان کی طبیعت اس رسوا کن صورت حال کو قبول کرنے پر تیار نہ تھی۔ اب ان کے لئے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ان کے مقابل ایک ایسا شخص تھا جو صادق و امین تھا اور انسانی

اقدار و مکارم اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

جب اعلانِ دعوت اور بت پرستی کی اعلانیہ مذمت جاری رہی تو کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے طے کر لیا کہ بنو ہاشم کا اس تحریک میں ہاتھ ہے اور ان کی ہر طرح مخالفت کرنا چاہئے لیکن مصدقین رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ کرنے سے پہلے انہوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سردار ابوطالب سے مل کر گفتگو کر لی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی سیادت حاصل کرنے کے لئے یہ سازش کر رہے ہوں۔

پہلی سفارت

کفار قریش نے ایک سفارت تیار کی جس میں بیشتر رؤسائے قریش یعنی ابوسفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام اس کا چچا ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اسود بن مطلب، اختیری بن ہشام وغیرہ شامل تھے۔ یہ سفارت ابوطالب کے پاس گئی اور کہا:

”بھائی ابوطالب تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارا بھتیجا ہماری روزی کو ختم کر دینا

چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا کو

پوجیں۔ آخر وہ یہ نہیں سمجھتا کہ ہم نے ایک پرکھل کاموں کا بوجھ نہیں ڈالا۔

ہم نے مجوس کا یہ مسلک اختیار کر لیا ہے کہ ہر دن کا ایک خدا (فرشتہ

ایزوشتا) ہونا چاہئے۔ پھر مسیحی دیوی مریم ہمارا دادا ابراہیم اور بابل کے

دیوتا ببل۔ غرض یہ کہ سب کو ہم نے دیوتا مان لیا ہے جس قوم کا شخص آئے

بلاتامل یہاں پوجا کر سکتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اگر ایک دیوتا سے مراد

پوری نہ ہو تو دوسرے سے مانگ لے۔ اس کے علاوہ ہم اپنی دیویوں کو خدا

تو کہتے نہیں۔ انہیں صرف شفیع یعنی سفارشی مانتے ہیں۔ وہ خدا کی بیٹیاں

ہیں۔ لات طائف میں ہے مناة سمندر کے کنارے ہے۔ عزی نخلہ میں

ہے۔ غرض کہ اس میں محمد (ﷺ) کا کیا نقصان ہے؟ جتنے زیادہ دیوتا

ہوں گے اتنا ہی نفع ہوگا۔ رہا یہ معاملہ کہ مرنے کے بعد زندگی ہوگی اور اگر

ہم غلاموں، عورتوں یا زائروں پر ظلم کریں گے یا قصاص لیں گے تو ہمیں

وہاں سزا ملے گی یہ سب باتیں لغو ہیں۔ کبھی کوئی بھی مر کے جیا ہے اگر جی بھی سکتا تو تم محمد (ﷺ) سے کہو کہ وہ قصی بن کلاب یا ہاشم کو دوبارہ زندہ کرادے۔ یہ لوگ کتنے فیاض اور شریف تھے اور ہم سب کے بزرگ تھے۔ پھر محمد (ﷺ) ہمارے غلاموں اور کمزوروں میں بغاوت کی آگ بھڑکا رہا ہے اگر یہ لوگ ہاتھ سے نکل گئے تو ہمارا آرام ختم اور زندگی وبال ہو جائے گی۔ آپ انہیں ان باتوں سے منع کریں۔“

جناب ابوطالب نے ان کی بات سن کر ان کو نرمی سے سمجھا بچھا کر رخصت کر دیا۔

دوسری سفارت

کفار قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں بدستور اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے پھر ایک مجلس منعقد کی اور خوب سوچ بچار کے بعد ایک وفد لے کر پھر جناب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے ابوطالب آپ شریف ہیں عمر میں ہم سے بزرگ ہیں اور مرتبہ میں بھی تمام قریش میں ممتاز و سر بلند ہیں۔ پہلے بھی ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے بردار زادے کو منع کریں کہ وہ ہماری دشمنی سے باز آئے مگر آپ نے انہیں اس کام سے ابھی تک نہیں روکا۔ خدا کی قسم اب ہم میں ضبط کا یا را نہیں رہا کہ محمد (ﷺ) ہمہ وقت ہمارے بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور علانیہ ہمارے بتوں کی مذمت کرتے ہیں اگر اب بھی آپ نے محمد (ﷺ) کو ان باتوں سے نہ روکا تو ہمیں آپ سے جنگ کرنا پڑے گی تاکہ معاملہ ایک طرف ہو جائے۔

اب معاملہ کو نازک جان کر جناب ابوطالب نے آپ (ﷺ) سے کہا جانِ عم تمہارے قبیلے کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ خدا را مجھ پر رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو اور میرے اوپر ایسا بار نہ ڈالو کہ میں اٹھانہ سکوں۔

چچا کی بات سن کر آپ (ﷺ) نے سوچا کہ شاید جناب ابوطالب اب میرا ساتھ چھوڑ دینے والے ہیں یعنی مجھے اپنی اور اپنے قبیلے کی حمایت یا جوار سے محروم کرنے والے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قریش میرے ساتھ جو سلوک چاہے کریں گے اور کوئی خاندان میری حمایت پر سینہ

سپر نہ ہو گا یا پھر یہ بات ہے کہ چچا میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنے قبیلے سے میری پوری حفاظت و حمایت کر سکیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ خدایا تو اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا۔ یہ کہتے کہتے آپ ﷺ کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور جب چلنے لگے تو جناب ابوطالب جو آپ ﷺ کی پُر اثر آواز سے سخت متاثر ہوئے تھے پکاراٹھے بھتیجے جاؤ اپنا کام جاری رکھو کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ ابوطالب سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوا پھر بھی قریش آپ ﷺ پر حملہ کرنے سے ہچکچا رہے تھے کیونکہ سردار قبیلہ کی حیثیت سے ابوطالب کو حق حاصل تھا کہ وہ کسی کو ناقابل تینسخ تحفظ دے دیں اور یہ بات مکہ کے ہر دوسرے قبیلے کے سردار کے مفاد میں تھی کہ اس بات پر نگاہ رکھی جائے کہ سرداری کے حقوق کا واجبی احترام ملحوظ رہے اس لئے انہوں نے وقتی طور پر اپنی سرگرمی کو اس بات تک محدود رکھا کہ نئے دین کے ان ماننے والوں کو بڑھ چڑھ کر اذیت دی جائے، جنہیں تحفظ دینے والا کوئی نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر دیا تھا۔ آپ عکاظ مجنہ ذوالحجاز جیسے بڑے بڑے میلوں میں جاتے وعظ فرماتے اور لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے۔ جب آپ ﷺ لوگوں سے فرماتے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ! اس میں تمہاری فلاح ہے اور اس کلمے کی بدولت تم سرزمین عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا اور جب تم ایمان لاؤ گے تو جنت میں تم بادشاہ ہو گے۔ میرا ساتھ دو تا کہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا اور کہتا لوگو میرا بھتیجا اپنے دین کو چھوڑ چکا ہے اس کی بات پر کان نہ دھرو۔ جب آپ ﷺ لوگوں سے فرماتے ”اے لوگو تحقیق اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔“ تو ابولہب کہتا ”اے لوگو! یہ شخص تم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ دو۔“ غرض ابولہب ہر وقت آپ ﷺ کے تعاقب میں آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا لیکن سعید روہیں تحریک اسلامی میں برابر شامل ہوتی رہیں۔

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ بھی آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی صف اول میں تھا۔ آپ ﷺ

کی شان میں خود بھی گستاخیاں کرتا اور دوسروں کو بھی اکساتا۔ وہ ایک بد کردار اور بد خوانسان تھا۔ کبھی آپ ﷺ کو مجنون کہتا اور کبھی ساحر۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ القلم کی آیت ۱۱-۱۳ میں اسے بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والے حد سے بڑھ جانے والے گنہگار کا نام دیا۔ اس کی رذیل حرکات بڑھیں تو سورہ القلم کی اگلی آیات میں اس کی اصل بیان فرمائی۔

”بد اعمال ہے درشت خو ہے اور اس پر طرہ یہ کہ بد اصل ہے۔ اس بنا پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو بول اٹھتا ہے کہ اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہم عنقریب اس کی سوئڈ جیسی ناک داغ دیں گے۔“

جب ان آیات کا نزول ہوا اور جب اس نے ان آیات کو سنا تو بہت تلملایا اور سخت غصہ کی حالت میں تلوار تانے اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا: ”محمد ﷺ نے میرے بارے میں کہا ہے کہ میں بد اصل ہوں۔ اس بات کو تو ہی جانتی ہے مجھ کو سچ سچ بتا دو ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔“ بوڑھی ماں نے اس کے تیور دیکھے تو لرز گئی اور بولی ”تیرا باپ نامرد تھا پھر بھی میں اس کے پاس رہی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تیرے باپ کے مرنے کے بعد اس کا تمام مال غیر لے جائیں گے اور میں بے سہارا رہ جاؤں گی۔ لہذا میں نے ایک دن ایک چرواہے کو بلا لیا اور تو اس کی اولاد ہے۔“

موسم حج

اب قریش کے سامنے ایک اور مشکل آن کھڑی ہوئی۔ انہی ایام میں حج کا موسم قریب آ رہا تھا۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب ہر طرف سے عربوں کے وفد آئیں گے۔ آپ ﷺ کا ذکر اور چرچا ہر طرف پھیل چکا ہے۔ یہ وفد آپ ﷺ کے بارے میں پوچھیں گے تو کس طرح آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا مقابلہ کیا جائے تاکہ اہل عرب پر آپ ﷺ کے پیغام کا کوئی اثر نہ ہو۔ وہ جانتے تھے کہ نئے دین کے قبول کرنے میں بڑے نقصانات اور بہت مضرتیں پنہاں ہیں مثلاً یہ کہ زائرین میں سے بہت لوگ دوبارہ مکہ نہ آئیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ محض تجارت ہی متاثر نہ ہوگی بلکہ وہ عزت و احترام بھی خاک میں مل جائے گا جس کے ساتھ حرم کے متولیوں کو اب دیکھا جاتا ہے۔ بدترین صورت حال یہ بھی ظہور پذیر ہو سکتی ہے کہ سارا عرب جتھے بندی کر کے ان کو مکہ سے نکال دے جیسا انہوں نے بنو خزاعہ کے ساتھ کیا تھا اور خود بنو خزاعہ نے بنو جرہم کے ساتھ اس لئے یہ بے

حد ضروری ہے کہ عرب زائرین سے کہا جائے کہ محمد ﷺ قریش کی قطعاً نمائندگی نہیں کرتے۔ اگرچہ ان کی نبوت کا انکار کر دیا جائے مگر اس کا مطلب محض ایک رائے کا اظہار ہوگا۔ اس لئے انکار نبوت کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہئے۔ اس سلسلے میں ولید بن مغیرہ کے پاس یہ لوگ اکٹھے ہوئے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ کا من ہیں تو کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ پر جن کا سایہ ہے کچھ کہتے آپ ﷺ شاعر ہیں تو کچھ جادوگر بتاتے۔ آخر میں ولید بن مغیرہ کی تجویز پر سب متفق ہوئے۔ ولید نے کہا کہ ہمیں لوگوں کو بتانا ہوگا کہ وہ ساحر ہے اور اس نے جو کلام پیش کیا ہے وہ سحر ہے جس سے باپ بیٹے بیوی شوہر بھائی بھائی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ (معاذ اللہ) ولید نے کہا کہ تمام راستے جو مکہ آتے ہیں ان پر آدمی مقرر کر دیے جائیں اور وہ زائرین کو پیشگی خبردار کر دیں کہ وہ محمد ﷺ سے ہوشیار رہیں اس لئے کہ وہ ذاتی تجربے سے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ دل جیتنے کی کیسی قدرت رکھتے ہیں۔ کیا تبلیغ شروع کرنے سے پہلے وہ مکہ میں سب سے بڑھ کر ہر دل عزیز نہ تھے؟ نہ ان کی زبان نے اپنی طاقت و فصاحت کھوئی ہے نہ ان کی موجودگی نے اپنی بے بس کر دینے والی عظمت و شان۔ اس لئے ہمیں بہت ہوشیاری سے اس معاملہ سے نبٹنا چاہئے۔

اب حج کا موسم آیا اور باہر سے لوگ مکہ آنا شروع ہوئے۔ قریش نے طے شدہ منصوبے کے مطابق تمام راستوں اور گزرگاہوں پر اپنے آدمی بٹھلا دیئے جو آپ ﷺ کے بارے میں تجویز کردہ باتیں لوگوں کو بتاتے۔ اس تدبیر سے اسلام کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا بلکہ اطراف سے آنے والے اہل عرب آپ کے دعویٰ نبوت سے بخوبی واقف ہو گئے اور آپ کی شہرت ہر سو پھیل گئی۔

حق تعالیٰ شانہ نے اسی ولید بن مغیرہ کے بارے میں سورہ مدثر کی آیت ۱۱: ۲۶ یوں نازل فرمائیں۔

”اے رسول! آپ مجھے اس شخص کی سزا دہنی کے لئے چھوڑ دیجئے جسے

میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے بہت سامان دیا اور سامنے موجود رہنے

والے بیٹے دیئے اور ہر طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا۔ پھر وہ طمع

رکھتا ہے کہ اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں سے بغض و عناد

رکھتا ہے میں اسے سخت چڑھائی پر چڑھاؤں اس نے سوچا اور پھر ایک

بات تجویز کی سو وہ غارت ہو کیسی بات تجویز کی پھر وہ غارت ہو کیسی (غلط اور ناقبت اندیشی کی) بات تجویز کی۔ پھر ادھر ادھر دیکھا تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ پھر منہ پھیرا اور تکبر کا اظہار کیا اور کہنے لگا ”یہ قرآن کچھ نہیں مگر بس وہی جادو ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے یقیناً یہ تو کسی بشر کا کلام ہے۔“ عنقریب میں اس کو آگ میں جھونکوں گا۔ (تاکہ وہ اپنے عناد و تکبر کا مزہ چکھے)۔“

بہر حال آپ ﷺ دعوتِ حق دینے میں مصروف رہے اور قریش ایذا رسانیوں میں کفار مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے آپ ﷺ کو قتل تو نہ کر سکتے تھے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ ﷺ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے لگے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون (معاذ اللہ) ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زور دار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے پیچھے شریبچوں کے غول لگا دیتے جو آپ ﷺ پر پھبتیاں کتے، گالیاں دیتے، دیوانہ کہہ کر آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے۔ کفار کبھی راستوں میں کانٹے بچھاتے اور کبھی نجاست پھینکتے، کبھی آپ ﷺ کو دھکا دے کر گردن میں چادر ڈال کر گلا گھونٹتے، کبھی دورانِ سجدہ آپ کے کندھوں پر اونٹ کی اوجھڑی رکھی جاتی۔ ابو لہب کی بیوی ام الجحیل آپ کی چچی بھی ہمیشہ ایذا رسانیوں میں پیش پیش رہتی۔ وہ آپ ﷺ کی گذرگاہوں میں کانٹے بکھیرتی۔ ان سب باتوں سے ان کا مقصد تھا کہ مسلمانوں کو بددل کر کے ان کے حوصلے توڑے جائیں۔

مشرکین نے تمام حربے استعمال کئے یہاں تک کہ انہوں نے سودا بازی بھی کرنا چاہی۔ چنانچہ ایک مرتبہ دورانِ طوافِ اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے محمد ﷺ! جسے تم پوجتے ہو اسے ہم بھی پوجیں اور جسے ہم پوجتے ہیں اسے تم بھی پوجو۔ اس طرح ہم سب اس کام میں مشترک ہو جائیں۔ اس پر سورۃ الکفر ون نازل ہوئی۔

”آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجتا ہوں نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا نہ

تم اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کر رہا ہوں تمہارے لئے
تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔“

اس دو ٹوک جواب سے اس منافقانہ تجویز کی جڑ کاٹ دی گئی۔

آپ ﷺ جب بھی کسی مجمع عام میں یا کفار کے میلوں میں دعوت ایمان دیتے یا
قرآن کی تلاوت فرماتے تو ابولہب کہتا اے لوگو! میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے۔ (معاذ اللہ) اس کی
بات نہ سنو۔ یہی حال ابو جہل کا تھا۔

مظالم

آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے وہ ظلم ڈھائے کہ مکہ کی
زمین بھی بلبلا تھی۔ کبھی انہیں صحرا کی سخت دھوپ میں آگ کی مانند تپتی ریت پر لٹا کر سینہ پر
بھاری پتھر رکھ دیتے، کبھی گرم سلاخوں سے جسموں کو داغتے، کبھی انہیں لپیٹ کر ناک میں دھواں
پہنچا کر ان کی سانس روکتے، کبھی درختوں پر لٹکاتے اور کبھی نیزہ مار کر شہید کر دیتے۔ اس سب کچھ
کے باوجود یہ سب استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔

حضرت بلال بن رباح

آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ دوپہر کو سخت گرمی کے وقت آپ کو باہر لے جا کر
پشت کے بل گرم ریت پر لٹاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں پھر مذہب
ترک کرنے کا کہتا تو ان کی زبان سے صرف احد احد ہی نکلتا۔ امیہ اپنی ناکامی پر سیدنا بلالؓ کے
گلے میں رسی ڈال کر لونڈوں کے حوالے کرتا جو آپ کو شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک
گھسیٹتے پھرتے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن امیہ بن خلف سے کہا کہ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا جو اس
مسکین پر اتنی سختیاں کرتا ہے۔ امیہ نے کہا تو نے ہی بگاڑا۔ ہے تو ہی اس کو اس سے نکال۔ حضرت
ابوبکرؓ نے کہا کہ میں تجھے اس کے بدلے اس سے زیادہ طاقتور حبشی غلام دیتا ہوں جو تیرے ہی
مذہب پر ہے۔ امیہ نے منظور کیا اور یوں حضرت ابوبکرؓ نے ایک اور غلام دے کر سیدنا بلالؓ کو آزاد
کروایا۔

﴿قدرتِ خدا جنگِ بدر میں اللہ نے اسی ظالم امیہ کو مظلوم حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے قتل

کروایا۔ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی خالدؓ اور ایک بہن عفرہؓ بھی مسلمان ہوئے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ

یاسرؓ یمن سے مکہ آئے تو ابوحنظیفہ مخزومی نے ان کی شادی اپنی کنیز سمیہ سے کر دی اور عمارؓ پیدا ہوئے۔ عمارؓ اسلام قبول کرنے والوں میں تیسویں شخص تھے۔ قریش عمارؓ اور ان کے والدین کو سخت گرم ریت پر لٹا کر اس قدر مارتے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے۔ جناب یاسرؓ تشدد اور مصائب سے شہید ہو گئے۔ ان کی زوجہ حضرت سمیہؓ اسلام قبول کرنے کے جرم میں ابو جہل کے ہاتھوں شہید ہو گئیں۔ یہ اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہونے والی پہلی خاتون تھیں۔

حضرت خبابؓ بن اریث

حضرت خبابؓ کو اسلام قبول کرنے والے چھٹے شخص بیان کیا گیا ہے۔ آپ کو قریش نے سخت ترین عذاب دیئے۔ کبھی برہنہ کر کے پتی ریت پر کھینچا جاتا تو کبھی ان کی پیٹھ پر گرم گرم پتھر رکھے جاتے جس سے ان کی پیٹھ کی ہڈیوں پر سے گوشت جاتا رہا۔ دھکتے کونلوں پر لٹایا گیا یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کونلے بجھ گئے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اللہ رحمت نازل کرے خبابؓ پر۔ محبت کے ساتھ اسلام لائے ارادت کے ساتھ ہجرت کی جہاد کے ساتھ زندگی گذاری۔ اللہ کسی کے نیک اعمال ضائع نہیں کرتا۔

حضرت ابو فکیہہؓ

ابو فکیہہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے جو سیدنا بلالؓ کے ساتھ اسلام لائے۔ آپ کو روزانہ دوپہر کو سخت گرمی میں باہر لایا جاتا۔ ان کے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر برہنہ کر کے گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بڑا سا پتھر رکھ دیا جاتا تا کہ وہ حرکت نہ کر پائیں بعد میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت صہیبؓ بن سنان

صہیبؓ جب اسلام میں داخل ہوئے تو اس وقت کچھ اوپر تیس آدمیوں نے ابھی اسلام

قبول کیا تھا۔ یہ بھی مکہ کے ان لوگوں میں سے تھے جنہیں ایمان لانے کی پاداش میں کڑی سزائیں دی جاتیں اور ان پر بے حساب مظالم ڈھائے جاتے۔ انہوں نے جب ہجرت کرنا چاہی تو قریش مزاحم ہوئے اور ان کا تمام مال چھین لیا۔

سیدہ اُمّ عُبَیْسِؓ

ان کا تعلق بنو تمیم بن مرہ سے تھا اور یہ بنی زہرہ کی کنیز تھیں جو شروع میں اسلام لائیں۔ اسود بن یغوث ان کو سخت اذیتیں دیتا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔

سیدہ لبنیہؓ

یہ بنی موئل کی کنیز تھیں۔ یہ بھی ان ضعیف افراد میں سے تھیں جن کو سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔

حضرت زُنَیْرَہؓ

یہ سیدنا عمرؓ کے گھرانہ کی باندی تھیں۔ اسلام سے قبل حضرت عمرؓ ان کو بہت ستاتے اور پریشان کرتے۔ ابو جہل نے ایک مرتبہ ان کو ایسا مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ آخر سیدنا ابوبکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عامر بن فہیرہؓ

آپ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں تھے۔ ان کو بھی سخت شداوند مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ اسلام پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ جے رہے۔ سیدنا ابوبکرؓ کو ان کے حالات کا علم ہوا تو ان کو خرید کر آزاد کیا۔

جب رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں رکے تو سیدنا عامر بن فہیرہؓ حضرت ابوبکرؓ کی بکریاں چراتے غارِ ثور پر جا کر آپ ﷺ کو دودھ پلاتے۔ حادثہ بر معونہ میں عامر بن طفیل کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ قاتل عامر کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کو نیزہ مارا تو ایک نور چمکا اور ان کی لاش آسمان کی طرف اٹھالی گئی۔ مقتولوں میں ان کی لاش نہ ملی۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو فرشتوں نے دفن کیا فرشتے ان کو اٹھا کر آسمان

پر لے گئے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ کوئی بھی مسلمان ان کے جور و ظلم سے نہ بچا۔ کفار کے سفاقانہ جبر و کراہ اور ظلم و ستم کے باوجود ایک بھی مسلمان کے پائے استقامت میں ذرا بھی تزلزل نہ ہوا بلکہ ان کے جوشِ ایمان کی آگ اور بھی زیادہ روشن ہو جاتی۔

قریش اپنی ناکامی پر متحیر تھے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی یہ سب سختیاں کیوں جھیلتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے جب دیکھا کہ اسلام کی دعوت روز بروز پھیلتی جا رہی ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ ایک روز حرم کعبہ میں سر جوڑ کر بیٹھے اور سوچنے لگے کہ کون سی تدبیر اختیار کی جائے کہ آپ ﷺ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ وہ سنجیدگی سے باہم مشوروں میں مشغول تھے کہ آپ بھی حرم کعبہ میں داخل ہوئے اور کفار کی منڈلی سے کچھ فاصلہ پر نماز میں مشغول ہو گئے۔

عتبہ بن ربیعہ

مشرکین کی اس مجلس میں شامل عتبہ بن ربیعہ نے جو مکہ کے معزز افراد میں سے ایک تھا جب آپ ﷺ کو دیکھا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر سب کی رائے ہو تو میں جا کر اس مسئلہ پر گفتگو کروں اور کچھ تجاویز آپ ﷺ کے سامنے رکھوں۔ ممکن ہے مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے اور آپ ﷺ ہماری مخالفت چھوڑ کر معاملے کو یہیں ختم کر لیں۔

سب نے عتبہ کی رائے کو پسند کیا اور ان میں سے ایک شخص بولا۔ عتبہ! تم ہم میں سے سب سے زیادہ شاعری، نجوم، جادو کے علوم سے واقف ہو اس کام کے لئے واقعی تم سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں۔ تم ہم سب کی طرف سے سفیر بن کر جاؤ اور آپ ﷺ کو آمادہ کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ عتبہ سب کی متفقہ آمادگی دیکھ کر اٹھا اور جہاں آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے وہاں قریب جا کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اس طرف متوجہ ہوئے تو عتبہ نے کہا۔

اے محمد ﷺ! ہم سب کے درمیان جو عزت و منزلت تمہیں حاصل ہے تم اس سے واقف ہو۔ جہاں تک نسب کا معاملہ ہے تو تمہارا تعلق قریش کے سب سے زیادہ شریف اور معزز گھرانے سے ہے۔ لیکن آج تم اپنی قوم پر کیسا وقت لے آئے ہو کہ تم نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا

ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے خداؤں کی مخالفت کرنے لگے ہو کیا تمہارے نزدیک ہمارے آباؤ اجداد جو ان بتوں کی پرستش کرتے تھے سبھی گمراہ تھے۔

ایک لمحہ کے لئے رک کر عتبہ اب دھیمے لہجے میں دوبارہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا۔
اے محمد ﷺ! میری طرف دیکھو اور میری بات توجہ سے سنو۔ میرے پاس تمہارے لئے چند تجاویز ہیں۔ شاید کوئی تجویز تمہیں پسند آجائے اور ہماری قوم جس انتشار میں مبتلا ہو گئی ہے اس سے نکل جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: آپ بات جاری رکھیں میں آپ کی بات پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔ عتبہ نے کہا میری گزارش ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ کے دل میں ہے وہ مجھے صاف صاف بتا دیں تاکہ ہم آپ ﷺ کے مطمع نظر کو جان سکیں اگر آپ ﷺ کو مال و دولت کی خواہش ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم اتنی دولت آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر چیز سے بے نیاز ہو جائیں۔

اگر آپ ﷺ کوئی حسین و جمیل عورت چاہتے ہیں تو قریش اس کے لئے بھی آمادہ ہیں۔ اگر آپ ﷺ مکہ کی حکومت چاہتے ہیں تو ہم سب آپ ﷺ کو بادشاہ مان لیتے ہیں۔
ہماری بس ایک شرط ہے کہ آپ ﷺ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ ان کو ناکارہ پتھر قرار نہ دیں۔ ہم اپنے خداؤں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ عتبہ کو اس درخواست کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔

عتبہ خاموش ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا! کہ کیا وہ اپنی بات ختم کر چکا ہے یا ابھی اسے کچھ اور کہنا ہے۔ عتبہ کے کہنے پر کہ اس نے بات پوری کر لی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اب میری بات غور سے سنو۔ مجھ کو نہ تمہاری مال و دولت درکار ہے نہ تمہاری حکومت و سرداری مطلوب ہیں۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں۔ میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور بطور نصیحت و خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو تو تمہارے لئے سعادت دارین اور فلاح کونین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ

فرمائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حم السجدہ کی تلاوت شروع فرمائی۔

”حم یہ اس اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو نہایت مہربان اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ عربی زبان میں پڑھی جانے والی ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ بشارت دینے والی اور ڈرانے والی۔ پھر بھی ان میں سے اکثر نے روگردانی کی اور وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں۔ تمہاری دعوت کے لئے نہ تو ہمارے دلوں میں کوئی جگہ ہے نہ کانوں میں سماعت۔ ہمارے تمہارے درمیان مخالفت کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی ہے کہ ہم تمہاری بات سننے والے نہیں سو تو اپنا کام کئے جا ہم اپنا کام کئے جاتے ہیں۔

اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ سو تم سیدھے اسی کی طرف چلو اور اس سے معافی چاہو اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔ وہ لوگ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اس کے منکر ہو جس نے زمین دودن میں بنائی اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک اور ہم پایہ بناتے ہو۔ یہی خدا رب العالمین ہے اور رکھے اس (زمین) میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور زمین پر رہنے والوں کے لئے۔ اس میں سب مانگنے والوں کے لئے ٹھیک انداز سے خوراک کے سامان مہیا کر دیئے اور یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں ہو رہا تھا۔ سو اس سے اور زمین سے کہا وجود میں آ جاؤ۔ خوشی سے یا زبردستی سے تو انہوں نے کہا ہم آ گئے فرمانبردار

بن کر تو اس نے دودن میں آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حال حکم وحی کر دیا اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست ہر چیز کو خوب جاننے والی ہستی کا مقرر کردہ نظام ہے اس پر بھی وہ اگر روگردانی اختیار کریں تو آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے میں تم کو اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا کہ عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا۔“

(حم السجدہ: ۱۳ تا ۱۴)

آپ ﷺ تلاوت فرماتے رہے اور عتبہ مبہوت بیٹھا سنتا رہا۔ عتبہ کا ایک رنگ آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ جب آپ ﷺ آیت نمبر ۱۳ پر پہنچے جس میں قوم عاد و ثمود پر عذاب کا ذکر آیا تو عتبہ خوف سے کانپ اٹھا اور اس نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہونٹوں پر رکھ کر قرابت داری کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ ﷺ ایسا نہ کہیں۔ آپ ﷺ نے پھر سجدہ تک آیات کی تلاوت فرمائی۔ سجدہ ادا کر کے عتبہ سے کہا! جو کچھ سننا تھا وہ تم سن چکے اب تم کو اختیار ہے جو راستہ چاہو اختیار کرو۔

عتبہ اٹھا اور اپنے رفقاء کے پاس آیا۔ عتبہ اب وہ عتبہ نہ تھا۔ مشرکین نے دیکھا کہ عتبہ کا رنگ اڑا ہوا ہے۔ چہرہ اتر ا ہوا ہے اور اس کی حالت غیر ہے۔ انہوں نے آتے ہی اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ اس نے قریش سے کہا کہ آپ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں کوئی اور چیز ہے۔ اگر تم میرا کہنا مانو تو محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ عربوں پر غالب آ کر کامیاب ہو گئے تو یہ تمہاری عزت ہے۔ ورنہ عرب انہیں خود ہی فنا کر دیں گے ہر کوئی چیخنے لگا کہ دیکھا عتبہ پر بھی محمد ﷺ کا سحر چل گیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ جو چاہو تم سمجھو لیکن میں نے تمہیں اپنی دیانت دارانہ رائے سے آگاہ کر دیا ہے۔ بہر حال قریش نے اس رائے کو نا منظور کر دیا۔

مشرکین اپنے تمام حربے استعمال کر رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو بد حال کرنے اور ان کے حوصلے توڑنے کے لئے آپ ﷺ کا ہنس، ٹھٹھا اڑاتے، تکذیب و تحقیر کرتے، کبھی آپ ﷺ پر جادو گر اور جھوٹے ہونے کا الزام لگاتے تو کبھی ناروا تہمتوں اور بے ہودہ گالیوں کا نشانہ بناتے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کو مسخ کر کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ گذشتہ

واقعات اور افسانوں سے قرآن کا مقابلہ کر کے لوگوں کو الجھانے اور پھسلانے کی کوشش کرتے۔ ان سب حربوں کے باوجود کوئی مسلمان رتی بھر بھی متزلزل نہ ہوا۔

نضر بن حارث

نضر بن حارث بھی شیاطین قریش میں سے تھا۔ ایک روز اس نے قریش کے ایک گروہ سے کہا کہ تم پر ایک ایسی افتاد آن پڑی ہے جس کا تم اب تک کوئی توڑ نہیں لاسکے۔ اس نے کہا کہ محمد ﷺ جو ان تھے تو تمہارے سب سے پسندیدہ آدمی تھے۔ صادق والا میں تھے اب جب کہ تم نے ان کی کنپٹیوں پر سفیدی دیکھی ہے اور تمہارے پاس ایک چیز لے کر آیا ہے تو تم نے اسے جادو گر بنا دیا ہے۔ بخدا وہ جادو گر نہیں ہم نے جادو گروں کی جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے دیکھے ہیں تم کہتے ہو کاہن ہے۔ واللہ وہ کاہن بھی نہیں ہم نے کاہنوں کی الٹی سیدھی حرکات بھی دیکھی ہیں اور ان کی قافیہ پیمائی بھی سنی ہے۔ تم نے اسے شاعر کہا بخدا وہ شاعر نہیں۔ ہم نے شعر بھی دیکھے ہیں اور ان کی اصناف بھی دیکھی ہیں۔ تم لوگ اسے پاگل کہتے ہو خدا کی قسم وہ پاگل بھی نہیں ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں۔ اس میں نہ کوئی گھٹن ہے نہ پاگل پن کی بے سرو پا گفتگو اور نہ جنونی ہڈیاں۔ اے گروہ قریش! بخدا تم پر بڑی افتاد آن پڑی ہے۔

نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی میں اور عداوت میں ہمیشہ پیش پیش تھا۔ اس نے شہر حیرہ میں جا کر رستم اور اسفندیار اور ایرانی بادشاہوں کے قصے سیکھے تھے۔ حضور ﷺ جب کسی جگہ وعظ فرماتے اور لوگوں کو گذشتہ قوموں اور پہلی امتوں پر نافرمانی کے باعث نزول عذاب کا ذکر فرماتے لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراتے تو آپ ﷺ کے وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد یہ شخص نضر بن حارث ان لوگوں میں بیٹھ جاتا اور کہتا کہ اے قریش میں اب تم کو ان قصوں سے زیادہ عجیب و غریب اور لطف انگیز قصے سناتا ہوں جو محمد ﷺ نے تمہیں سنائے وہ پھر ایرانی بادشاہوں وغیرہ کی کہانیاں نہیں سناتا اور ان سے پوچھتا کہ محمد ﷺ کی گفتگو کس بات میں مجھ سے اچھی ہے؟

یہ نضر بن حارث ہی تھا جس نے کہا کہ میں بھی قریب ہی ویسا ہی کلام اتاروں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔

ابن اسحاق نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کے بارے میں قرآن

کی آٹھ آیتیں جہاں اساطیر کا لفظ ہے نازل ہوئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
 ”اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم
 نے سن لیا اور اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لاویں۔ یہ تو
 کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی
 ہیں۔“

(سورۃ الانفال: ۳۱)

علمائے یہود سے مشورہ

قریش مکہ نے نضر بن حارث کی بات سن کر نضر بن حارث اور عتبہ بن ابی معیط کو مدینہ
 بھجوایا تاکہ وہ وہاں علمائے یہود سے مل کر محمد ﷺ کے متعلق پوچھیں کیونکہ ان کے پاس گذشتہ
 کتابوں سے انبیاء کا ایسا علم ہے جو ہمارے پاس نہیں۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے یہود کے عالموں سے
 ملے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے حالات اور معاملات بیان کئے اور ان سے آپ ﷺ کے متعلق
 دریافت کیا کہ آپ لوگ اہل کتاب ہو، ہمیں بتاؤ کہ یہ شخص سچے ہیں یا نہیں۔

علمائے یہود نے ان کو تین سوال بتائے اور کہا کہ جواب درست ملا تو جان لینا کہ وہ نبی
 مرسل ہیں ورنہ سمجھ لو کہ ایک فریبی شخص ہے جو اپنی باتوں سے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ یہ سوال
 اصحاب کہف ذوالقرنین اور روح کے متعلق تھے۔ نضر اور عتبہ مکہ واپس آئے قریش سے کہا کہ ہم
 ایسے فیصلہ کی بات لے کر آئے ہیں جس سے محمد ﷺ اور تم لوگوں میں کوئی قضیہ نہ رہے گا پھر یہ
 سب آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا:

اے محمد ﷺ! ہم کو ان نوجوانوں کا حال بتاؤ جنہوں نے پہلے زمانے میں سفر کیا تھا اور
 ان کے سفر کا عجیب قصہ ہے۔ دوسرا اس شخص کا حال بتاؤ جس نے مشارق و مغارب زمین کی سیر کی
 اور تیسرے روح کا حال بتاؤ کہ یہ کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں ان سوالوں کا جواب دوں گا۔ آپ ﷺ انشاء اللہ
 فرمانا بھول گئے۔ پھر آپ ﷺ کو پندرہ روز کا عرصہ ہو گیا اور وحی آپ ﷺ کے پاس نہ آئی ادھر
 آپ بہت پریشان اور رنجیدہ تھے اور ادھر اہل مکہ بہت خوش تھے کہ ہم نے محمد ﷺ کو لا جواب کر
 دیا ہے اور یہ ایک دن کے وعدے کے بعد آج اتنے دنوں کے بعد کچھ بھی نہیں بتا پائے۔

آخر پندرہ روز کے بعد جبریلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبریلؑ! آپ اتنے دن میرے پاس آنے سے رکے رہے کہ مجھے بدگمانی ہونے لگی تو جبریلؑ نے عرض کی۔

”ہم بغیر آپ کے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے۔ ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔ آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں۔“

(سورہ مریم: ۶۴)

پھر قریش کے سوالات کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔

واقعہ اصحابِ کہف

”کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار اور پہاڑ والے ہمارے عجائبات قدرت میں سے کوئی عجیب شے ہے۔ (اس وقت کو یاد کرو) جب چند نوجوانوں نے ایک غار کی جانب پناہ لی۔ پھر کہا اے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے سیدھی راہ پر ثابت قدمی مہیا فرما، تو ہم نے اس درے پر چند گنتی کے برسوں تک ان کو غار میں سلائے رکھا۔ پھر ہم نے انہیں اٹھا کر کھڑا کیا تاکہ جانیں کہ دونوں گروہوں میں کون سا ان کے سونے کی مدت کو خوب یاد رکھتا ہے۔“

(اے رسول ﷺ!) ہم ان کا واقعہ آپ سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسے نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں اور بڑھایا تھا اور ہم نے ان کے دلوں کو مستقل کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہوئے پس انہوں نے کہا رب ہمارا وہی ہے جو رب ہے آسمان اور زمین کا اس کے سوا ہم کسی کو معبود نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم نے اس کے سوا کسی کو معبود کہا تو بہت بری بات کی۔

اس ہماری قوم نے اس کے سوا اور معبود بنائے ہیں۔ ان پر یہ کوئی ظاہر حجت کیوں نہیں لاتے۔ پس اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹی افترا پردازی کرے اور جب کہ تم نے ان لوگوں کو اور ان کے معبودوں کو جن کی یہ خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں سب کو بجز خدا کے چھوڑ دیا۔ پس غار میں پناہ گزین ہو جاؤ تمہارے واسطے تمہارا پروردگار اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے فائدہ کے سب کے سب کام مہیا کر دے گا۔

یعنی تم دیکھتے ہو سورج کو کہ جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف کو مائل ہو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کو بائیں طرف کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ اس غار کی کشادگی میں سے آرام سے ہیں۔ (انہیں دھوپ سے تکلیف نہیں پہنچتی)۔

یہ واقعہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے یعنی ان اہل کتاب پر جو اس کو جانتے ہیں اور جنہوں نے اے رسول آپ کے صدق نبوت کے بارے میں اس کے سوال کرنے کا حکم کیا ہے جس کو خدا ہدایت کرتا ہے۔ پس وہی ہدایت والا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کے واسطے آپ کوئی دوست راہ راست بتلانے والا نہ پائیں گے۔

اور (جب تم ان کو دیکھو تو) سمجھو کہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم دائیں بائیں کروٹیں ان کی بدل دیتے ہیں اور ان کا کتا غار کے دہانے پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے۔

اور اسی طرح لوگوں کو ہم نے اصحاب کہف کا حال معلوم کرایا تا کہ لوگ جانیں کہ خدا کا وعدہ (مرنے کے بعد زندہ ہونے کا) سچا ہے اور یقیناً قیامت میں بھی شک نہیں جب کہ لوگ جھگڑا کرتے تھے۔ آپس میں (دین کی بات میں) ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے۔ لوگوں نے کہا یہاں ایک مکان بطور یادگار بناؤ ان لوگوں نے کہا جو اپنی بات پر غالب تھے (یعنی مسلمانوں نے) کہ ہم یہاں مسجد بناتے ہیں۔ عنقریب کہیں گے کہ اصحاب کہف تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے (یہ قول علماء یہود کا ہے جنہوں نے یہ سوال کرایا تھا) اور کہیں گے وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ یہ قول ان کا بغیر جانے بوجھے انکل پچو ہے اور کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا

کتا ہے کہہ دو میرا پروردگار ہی ان کی تعداد کو جانتا ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگ ان کی تعداد سے واقف ہیں۔ پس (اے رسول) اب ان کے متعلق ان لوگوں سے کچھ جھگڑانہ کریں مگر ظاہری گفتگو اور نہ ان میں سے کسی سے ان کا حال دریافت کرو۔

اور کسی بات کو (اے رسول) اس طرح نہ کہا کیجئے کہ کل میں اس کام کو کروں گا مگر انشاء اللہ کے ساتھ اور اگر اس وقت کہنا بھول جائیں تو جس وقت یاد آ جائے اس وقت کہہ لیا کریں اور کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار اس سے زیادہ ہدایت کی بات مجھ کو بتائے گا اور وہ عنقریب کہیں گے کہ اصحاب کہف تین سو نو سال کے بعد جاگے۔ کہہ دیجئے خدا ہی خوب جانتا ہے کہ کس قدر عرصہ تک وہ سوئے اسی کے پاس آسمان و زمین کے غیب کا علم ہے وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے مخلوق کا اس کے سوا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“

(سورہ کہف: ۲۶ تا ۲۹)

قصہ ذوالقرنین

قریش کا دوسرا سوال اس شخص کے متعلق تھا جس نے چار اطراف زمین کا طواف کیا۔ اس بارے میں ارشاد الہی ہوا:

” (اے رسول ﷺ) یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کی نسبت سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ میں ان کا حال تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ہم نے ان کو زمین پر قدرت دی تھی اور ہر طرح کے سامان ان کو عنایت کئے تھے پس وہ ایک سامان کے پیچھے لگے (یعنی مغرب کا سفر اختیار کیا)۔ حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اسے ایک قوم ملی ہم نے کہا اے ذوالقرنین تجھے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے اس نے کہا جو ان میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹا یا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا۔“

اور جوان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔ پھر اس نے تیاری کی یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے۔ یہ حال تھا ان کا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا، اسے ہم جانتے تھے۔

پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یا جوج اور ماجوج اس سر زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے۔ اس نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لادو۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان خلا کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہوگئی تو اس نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔ یا جوج ماجوج اس (بند) پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے مگر میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔“

(سورۃ کہف: ۹۸ تا ۱۰۱)

مسئلہ روح

روح کے سوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کی نسبت پوچھتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور آپ کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے۔ (یعنی آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں قلیل ہے)۔“

(سورۃ بنی اسرائیل: ۸۵)

سردارانِ قریش نے اپنے آپ کو یہودیوں کے مشورے کا پابند نہیں کیا تھا اور نہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کیا۔ اس کے باوجود کہ آپ ﷺ نے ان کے سوالات کا جواب ان کی تمام توقعات سے بڑھ کر دے دیا تھا، لیکن ان جوابات نے لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کر کے دین اسلام قبول کرنے کا کام کیا۔

خاندان کا بٹوارہ

جناب ابو طالب کے بڑے بیٹوں طالب اور عقیل نے اپنے چھوٹے بھائیوں جعفر اور علیؑ کی مثال کی تقلید نہ کی تھی بلکہ اپنے باپ کی مانند مسلمان نہ ہوئے تھے تاہم روادار تھے۔ ان لوگوں کے مقابلے میں ابی لہب کا طرز عمل بہت مختلف تھا۔ سردارانِ قریش کی محاذ آرائی کے بعد وہ کھلم کھلا دشمنی پر اتر آیا تھا۔ اس کی بیوی شمسی سردار ابوسفیان کی بہن ام جمیل حضور ﷺ سے جلنے لگی تھی۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثومؑ ابی لہب کے صاحبزادوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں۔ جب سورۃ تبت کا نزول ہوا تو ابی لہب نے بیٹوں سے کہا کہ اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو (جن کی ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی) طلاق نہ دو گے تو سمجھ لو کہ تمہارے ساتھ میرا سونا اور بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق بھجوا دی، لیکن ام جمیل کی خوشی خاک میں مل گئی جب اسے معلوم ہوا کہ سیدہ رقیہ کے لئے اس کے اموی رشتہ دار سیدنا عثمان بن عفان نے پیغام بھجوایا اور شادی بھی کر لی۔ یہ عورت آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھاتی اور ابی لہب ہمیشہ آپ کا پیچھا کرتا اور آپ ﷺ کے پیغام کی نفی کرتا۔

حضور ﷺ کی پھوپھی ارویؑ کے بیٹے طلیبؑ نے پندرہ سال کی عمر میں دارالارقم میں اسلام قبول کیا۔ جب انہوں نے اپنی والدہ کو اس کی اطلاع دی تو ان کی ماں نے کہا: ”اگر ہم وہ کر سکتے جو لوگ کر سکتے ہیں تو ہم اپنے بھائی کے بیٹے کو تحفظ دے سکیں گے۔“ طلیبؑ نے اس قسم کی مبہم

گفتگو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ کو ان کی پیروی کرنے سے کیا چیز باز رکھتی ہے آخر آپ کے بھائی حمزہؓ نے بھی یہی کیا ہے۔ اب انہوں نے عذر کیا کہ وہ اپنی بہنوں کا انتظار کر رہی ہیں۔ بیٹے نے پھر التجا کی تو آپ نے کلمہ پڑھ لیا اور اسلام میں داخل ہو گئیں۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کا سوتیلا بھائی نوفل اسلام کا بدترین دشمن تھا لیکن وہ اپنے بیٹے اسودؓ کو داخل اسلام ہونے سے نہ روک سکا۔ سیدہ خدیجہؓ کا ایک اور بھتیجا ابو العاص جو چند سال پہلے سے ان کا داماد تھا اپنی شریک حیات سیدہ زینبؓ کی مانند اسلام میں داخل نہ ہوا تھا لیکن وہ قبیلے کے سرداروں کے انتہائی دباؤ کے باوجود سیدہ زینبؓ کو طلاق دینے پر راضی نہ ہوا۔ جناب ابو العاص کے سامنے تجویز رکھی گئی کہ وہ مکے میں کوئی دولت مند ترین قرابت کے بہترین تعلقات رکھنے والی حسین ترین دوشیزہ بتائے تو وہ اس سے شادی طے کرانے کی کوشش کریں گے بشرطیکہ وہ سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دے، لیکن انہوں نے ہر ایسی تجویز رد کر دی۔

سیدہ خدیجہؓ کے بھائی حزام کا بیٹا حکیم ابو العاص کی مانند اپنی پھوپھی اور ان کے گھرانے سے قریش کے دیوتاؤں سے برگشتہ ہوئے بغیر محبت کرتا تھا، لیکن حکیم کے بھائی خالدؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ ﷺ کے چچا حارث کا بیٹا ابوسفیان آپؐ کا رضاعی بھائی اور چچا زاد بھائی اور ایک زمانے میں آپؐ کا دوست تھا لیکن اب اس کا طرز عمل آپ کے لئے رنجیدگی کا باعث تھا اس کی بے گانگی اور سردمہری میں اضافہ شاید اس کے چچا ابی لہب کے اثر کے باعث تھا۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ کی زوجہ ام رومانؓ اور آپ کے بیٹے عبداللہؓ اور بیٹی اسماءؓ جو دوسری بیوی سے تھے اور اس زوجہ کا انتقال ہو چکا تھا، مسلمان ہو گئے۔ ام رومانؓ سے آپ کی بیٹی عائشہؓ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئیں۔ سیدنا ابو بکرؓ کے زیر اثر اور ان کے ذریعے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیکن ان کا بڑا بڑا عبدالکعبہ جو ام رومانؓ سے تھا داخل اسلام نہ ہوا۔

آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کے دو بیٹے عبداللہ اور زبیر تھے۔ عبداللہ نے بھرے مجمع میں ترش روی کے ساتھ آپ ﷺ کی مخالفت کی لیکن زبیر گونبشتا کم معاندانہ جذبات رکھتا تھا لیکن قبول اسلام سے انکاری تھا۔ ان دونوں کے باپ کی جس کا اب انتقال ہو چکا تھا، ایک اور بیوی بھی تھی اس کا نام بھی عاتکہ تھا۔ اس عاتکہ سے ایک بیٹی ہند تھی جو انتہائی حسین تھی۔ ہند کی شادی اپنے

سوتیلے بھائیوں کے رشتہ دار مخزوم کی دوسری شاخ کے ابو سلمہؓ سے ہوئی تو پورا قبیلہ بہت خوش ہوا۔ جب انہیں ابو سلمہؓ کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو ان کو شکست خوردگی کا احساس بھی شدید ہوا اور جب انہیں پتہ چلا کہ ہندیا ام سلمہؓ اپنے شوہر کو چھوڑ دینے کی بجائے اسی کی مانند داخل اسلام ہوگئی ہے تو ان کا غم و غصہ دو چند ہو گیا۔

ابو سلمہؓ کے باپ کے انتقال کے بعد ان کی والدہ برہ نے قریش کے قبیلہ عامر کے ایک شخص سے شادی کر لی یہاں ان کا دوسرا بیٹا ابو صبرہ پیدا ہوا۔ ابو صبرہ کی شادی ام کلثوم سے ہوئی جو قبیلہ عامر کے سردار سہیل کی بیٹی تھیں۔ برہ اپنی بہن ارویٰ کے خلاف ابھی تک داخل اسلام نہ ہوئی تھیں لیکن ابو صبرہ اپنے سوتیلے بھائی ابو سلمہؓ ان کی والدہ اور باپ کی دوسری والدہ میمونہ کے واسطے سے اسلام سے متاثر ہوا۔ میمونہ کا قبیلہ عامر میں عقد دین کی طاقت و موجودگی بن گیا۔

سہیل کی دوسری بیٹی سہیلہ کی شادی ابو حذیفہؓ شمسی سردار عقبہ کے بیٹے سے ہوگئی۔ یہ جوڑا بھی داخل اسلام ہو گیا۔ سہیل کے بھائی حاطبؓ صلت اور سکرانؓ کی بیوی بھی مسلمان ہو گئے لیکن سہیل کے نقطہ نظر سے بدترین بات یہ ہوئی کہ اس کا بیٹا عبداللہؓ بھی دولت ایمان سے مشرف ہو گیا۔ سہیل بہر حال اسلام دشمنی اور مخالفت کا مظاہرہ کرتا رہا۔

جہاں تک عبد شمس کی اموی شاخ کا تعلق ہے۔ سیدنا عثمانؓ کے اسلام اور سیدہ رقیہؓ سے شادی کے علاوہ دوسرے سنگین نقصانات بھی اس کو اٹھانے پڑے۔ بنی اسد ابن خزیمہ کے حلیفوں میں سے چودہ افراد بشمول جحش نے دین اسلام پر ایمان کا اعلان کر دیا۔ اموی سردار ابو سفیان نے خود اپنی بیٹی ام حبیبہؓ بھی کھوئی جن کی شادی اس نے عبداللہ کے چھوٹے بھائی عبید اللہ ابن جحش سے کی تھی۔

قبیلہ جحش کے عثمان بن مظعونؓ شروع ہی سے راہبانہ افتاد مزاج رکھتے تھے اور نزول وحی سے پہلے ہی تو حید کی جانب مائل تھے۔ وہ اور ان کے دو بھائیوں نے پہلے ہی مرحلہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی بہن زینب بنت مظعونؓ سیدنا عمر بن خطابؓ کی زوجہ تھیں۔

زینب اور ان کے بھائی سردار قبیلہ امیہ ابن خلف کے رشتہ دار تھے۔ امیہ بن خلف اپنے خاندان کی طرح اسلام کے کٹر دشمنوں میں سے ایک تھا یہ امیہ کا بھائی ابی تھا جو ایک دن ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور بولا ”تمہارا دعویٰ ہے محمد ﷺ کہ اللہ اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔“ بعد ازاں ایک حقارت آمیز ہنسی کے ساتھ اپنے ہاتھ سے ہڈی کو مسلا اور

اس کے ذرات کو پھونک مار کر آپ ﷺ کے چہرے پر اڑا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں یہی کہتا ہوں کہ وہ اس کو اٹھائے گا اور تجھ کو بھی جب تو ویسا ہی ہو جائے گا جیسی یہ ہڈی ہے پھر وہ تجھ کو داخل جہنم کر دے گا۔ ارشادِ الہی ہے:

”وہ اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ آپ جواب دیجئے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے۔“

(سورہ یسین: ۷۸)

ان آیات میں ابی بن خلف ہی کا ذکر ہے۔
اس ضمن میں یہ صرف چند مثالیں ہی بیان کی گئی ہیں۔

۵ نبوی۔ ہجرت حبشہ اولیٰ

قریش کا ظلم و ستم جو چوتھے سال نبوت میں شروع ہوا تھا اس میں روز بروز سختی آتی گئی۔ اب مظلوم مسلمانوں کو دشمن کی ان ایذا رسانیوں سے بچانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا مکہ میں رہنا سخت دشوار ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ وہاں ایسا بادشاہ ہے۔ جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سر زمین ہے جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو۔

غرض آپ ﷺ کی ہدایت پر پہلے قافلے میں گیارہ مرد اور پانچ عورتوں نے ماہ رجب میں سفر ہجرت اختیار کیا۔ ہجرت کرنے والے ان افراد کے اسماء درج ذیل ہیں:

حضرت عثمانؓ بن عفان اور ان کی زوجہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ۔ حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ اور ان کی زوجہ سیدہ سہلہؓ بنت سہیل۔ حضرت زبیر بن العوامؓ۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف۔ حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ سیدہ ام سلمہؓ بنت ابی امیہ۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون۔ حضرت عامرؓ بن ربیعہ اور ان کی زوجہ سیدہ لیلیٰؓ بنت ابی حشمہ۔ حضرت سہیلؓ بن بیضا۔ حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہم عامری اور ان کی زوجہ سیدہ ام کلثومؓ بنت سہیل۔ حضرت حاطبؓ بن عمرو۔

یہ لوگ مکہ سے چھپتے چھپاتے روانہ ہوئے جب یہ بندرگاہ پر پہنچے تو حسن اتفاق سے وہاں دو تجارتی جہاز حبشہ جانے کے لئے تیار تھے۔ جہاز والوں نے سستے کرایہ پر ان افراد کو جہاز پر سوار کر لیا اور ہر شخص کو پانچ درہم کرایہ دینا پڑا۔ جب قریش کو خبر ہوئی تو وہ تعاقب میں دوڑے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے جہاز روانہ ہو چکے تھے اور موقع ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

مسلمان حبشہ میں سکون و اطمینان سے رہ رہے تھے کہ مشرکین نے یہ خبر مشہور کر دی کہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ ماہ شوال میں یہ خبر حبشہ پہنچی تو مہاجرین خوشی خوشی مکہ روانہ ہو گئے۔ رملہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہ کفار کی شرارت تھی اور یہ خبر غلط ہے۔ تو یہ کشمکش میں پڑے اور کوئی چھپ کر اور کوئی دوسروں کے جوار میں مکہ میں داخل ہو گیا۔

ہجرت حبشہ ثانی

اب قریش کا ظلم و تشدد خصوصاً ان مہاجرین پر اور مسلمانوں پر بہت بڑھ گیا اور ان سب کو پہلے سے زیادہ ستایا جانے لگا۔ ناچار آپ ﷺ نے پھر مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا۔ لہذا جب بڑے حج کا زمانہ ذی الحجہ ۵ نبوت میں آیا تو حبشہ والوں کے ساتھ اور ان کے کئی قافلوں میں محرم ۶ نبوی کے آخر تک ۸۶ مرد اور ۱۷ عورتیں اور بچے حبشہ پہنچ گئے۔ اس مرتبہ اس جماعت کے سردار حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ مہاجرین کے اسماء درج ذیل ہیں۔

اسم مہاجر	زوجہ جو ساتھ گئیں
۱۔ حضرت عثمان بن عفانؓ	سیدہ رقیہ بنت رسول اللہؐ
۲۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ	سیدہ اسماء بنت عمیسؓ (عبداللہ بن جعفر حبشہ میں پیدا ہوئے۔)
۳۔ حضرت عمرو بن سعید بن العاصؓ	فاطمہ بنت صفوانؓ
۴۔ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ	سیدہ امینہ بنت خلفؓ
۵۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ	
۶۔ عبید اللہ بن جحش (حبشہ جا کر یہ نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے۔)	(عبید اللہ بن جحش کی وفات کے بعد سیدہ ام حبیبہؓ رسول اللہ کی زوجیت میں آئیں)
۷۔ حضرت قیس بن عبداللہؓ	سیدہ برکتہ بنت یسارؓ
۸۔ حضرت معقیب بن ابی فاطمہ دوسؓ	
۹۔ حضرت زبیر بن العوامؓ	
۱۰۔ حضرت عتبہ بن غزوٰنؓ	
۱۱۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ	
۱۲۔ حضرت اسود بن نوفلؓ	
۱۳۔ حضرت یزید بن زمعہؓ	
۱۴۔ حضرت عمرو بن امیہؓ	

- ۱۵۔ حضرت طلیب بن عمیرؓ
- ۱۶۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ
- ۱۷۔ حضرت سوہب بن سعدؓ
- ۱۸۔ حضرت جہم بن قیسؓ
سیدہ ام حرمہ بنت عبدالاسودؓ
- ۱۹۔ حضرت عمرو بن جہمؓ
- ۲۰۔ حضرت خزیمہ بن جہمؓ
- ۲۱۔ حضرت ابوالروم بن عمیرؓ
- ۲۲۔ حضرت فراس بن النضرؓ
- ۲۳۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
- ۲۴۔ حضرت عامر بن ابی وقاصؓ
- ۲۵۔ حضرت مطلب بن ازہرؓ
سیدہ رملہ بنت عوفؓ
- ۲۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
- ۲۷۔ حضرت عقبہ بن مسعودؓ
- ۲۸۔ حضرت مقدار بن عمروؓ
- ۲۹۔ حضرت حارث بن خالدؓ
سیدہ ریطہ بنت حارثؓ (جشہ
میں موسیٰ اور عائشہ زینب اور
فاطمہ پیدا ہوئے)
- ۳۰۔ حضرت عمرو بن عثمانؓ
- ۳۱۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ
سیدہ ام سلمہؓ (جشہ میں زینب
پیدا ہوئیں اور ابوسلمہؓ کی وفات
کے بعد آپ حضور کے عقد میں
آئیں)
- ۳۲۔ حضرت شماس بن عبدالشریدؓ
- ۳۳۔ حضرت ہبار بن سفیانؓ
- ۳۴۔ حضرت عبداللہ بن سفیانؓ

- ۳۵- حضرت ہشام بن ابی حذیفہؓ
- ۳۶- حضرت سلمۃ بن ہشامؓ
- ۳۷- حضرت عیاش بن ابی ریبعہؓ
- ۳۸- حضرت معتب بن عوفؓ
- ۳۹- حضرت عثمان بن مظعونؓ
- ۴۰- حضرت سائب بن عثمانؓ
- ۴۱- حضرت قدامتہ بن مظعونؓ
- ۴۲- حضرت عبداللہ بن مظعونؓ
- ۴۳- حضرت حاطب بن الحارثؓ
- ۴۴- سیدہ فاطمہ بنت جلیلؓ
- ۴۵- حضرت محمد بن حاطبؓ
- ۴۶- حضرت حارث بن حاطبؓ
- ۴۷- حضرت خطاب بن الحارثؓ
- ۴۸- سیدہ فکیہہ بنت یسارؓ
- ۴۹- حضرت سفیان بن معمرؓ
- ۵۰- حضرت جابر بن سفیانؓ
- ۵۱- حضرت جنادہ بن سفیانؓ
- ۵۲- حضرت شرجیل بن حسنہؓ
- ۵۳- حضرت عثمان بن ربیعہؓ
- ۵۴- حضرت حمیس بن خذافہ سہمیؓ
- ۵۵- حضرت قیس بن خذافہ سہمیؓ
- ۵۶- حضرت عبداللہ بن خذامہ سہمیؓ
- ۵۷- حضرت عبداللہ بن الحارث سہمیؓ
- ۵۸- حضرت ہشام بن العاص سہمیؓ
- ۵۹- حضرت ابو قیس بن الحارث سہمیؓ
- ۶۰- حضرت حارث بن الحارث بن قیس سہمیؓ

- ۵۹- حضرت معمر بن الحارث سہمیؓ
- ۶۰- حضرت بشیر بن الحارث سہمیؓ
- ۶۱- حضرت سعید بن عمرو سہمیؓ
- ۶۲- حضرت سعید بن الحارث سہمیؓ
- ۶۳- حضرت سائب بن الحارث سہمیؓ
- ۶۴- حضرت عمیر بن رباب سہمیؓ
- ۶۵- حضرت حمیة بن جزءؓ
- ۶۶- حضرت معمر بن عبداللہؓ
- ۶۷- حضرت عروۃ بن عبدالعزیؓ
- ۶۸- حضرت عدی بن نصلہؓ
- ۶۹- حضرت نعمان بن عدیؓ
- ۷۰- حضرت عامر بن ربیعہؓ
- ۷۱- حضرت ابوسبرۃ بن ابی رہمؓ
- ۷۲- حضرت عبداللہ بن مخزومؓ
- ۷۳- حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ
- ۷۴- حضرت سلیط بن عمروؓ
- ۷۵- حضرت سکران بن عمروؓ
- ۷۶- حضرت مالک بن ربیعہؓ
- ۷۷- حضرت حاطب بن عمروؓ
- ۷۸- حضرت سعد بن خولہؓ
- ۷۹- حضرت ابو عبیدۃ عامر بن الجراحؓ
- ۸۰- حضرت سہیل بن بیضاؓ
- ۸۱- حضرت عمرو بن ابی سرخؓ
- ۸۲- حضرت عیاض بن ابی سرخؓ
- سیدہ ام کلثوم بنت سہیلؓ
- سیدہ سودہ بنت زمعہؓ
- سیدہ عمرہ بنت سعدیؓ

۸۳۔ حضرت عمرو بن الحارث بن

زہیرؓ

۸۴۔ حضرت عثمان بن عبد غنمؓ

۸۵۔ حضرت سعد بن عبد قیسؓ

۸۶۔ حضرت حارث بن قیسؓ

یہ لوگ حبشہ پہنچے اور وہاں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش جب یہ خبریں سنتے تو بیچ و تاب کھاتے۔ آخر قریش صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لئے پھر اکٹھے ہوئے اور احمہ نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس سفارت بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ عمرو بن العاص، عبد اللہ بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو حبشہ روانہ کیا۔ یہ لوگ پہلے وہاں درباریوں سے ملے اور ان کی خدمت میں مکہ کا چمرا جو بہترین مال تجارت سمجھا جاتا تھا اور دیگر تحائف اور نذریں پیش کیں اور کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادان آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے۔ ہم کل بادشاہ کے دربار میں ان کی واپسی کے لئے درخواست کر رہے ہیں آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہماری تائید فرمائیں۔

دوسرے دن یہ لوگ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اپنا مدعا بیان کیا اور مسلمانوں کی واپسی کی درخواست کی۔ درباریوں نے حسب وعدہ ان کی تائید کی۔ نجاشی نے سوچا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمانوں کو دربار میں بلا کر ان کی بات بھی سننی چاہئے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب مسلمانوں کے نمائندہ بن کر گفتگو کے لئے آگے بڑھے۔ انہوں نے دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہ کیا بلکہ صرف سلام کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ درباریوں نے اس پر انہیں ٹوکا تو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے رسول ﷺ نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے بادشاہ کو سجدہ نہیں کر سکتے۔

نجاشی نے پوچھا یہ کون سا دین ہے جس کی بنیاد پر تم نے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے لیکن میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ سیدنا جعفرؓ نے کہا اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل قوم تھے شرک و بت پرستی کرتے تھے بدکاریاں کرتے اور اپنوں سے دشمنی کرتے تھے ہمسایوں سے برا سلوک کرتے تھے لوٹ مار چوری، ظلم و ستم اور طرح طرح کی بدکاریوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے نسب اور صدق و امانت اور پرہیزگاری سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ خدا کو ایک جانیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بتوں کی عبادت چھوڑ دیں، سچ بولیں، امانت ادا کریں۔ ہر قسم کے ظلم و ستم، تمام برائیوں اور بدکاریوں کو چھوڑ دیں۔ ہم اس رسول ﷺ پر ایمان لائے۔ شرک، بت پرستی چھوڑ کر تمام بد اعمالیوں سے تائب ہو گئے۔ ہمارا ایک ہی گناہ ہے کہ ہم اپنوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے ملک کو خیر باد کہہ کر آپ کی سلطنت میں پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پھر اس پرانی گمراہی کی طرف لوٹ جائیں۔ ہم نے دوسرے ملکوں پر آپ کے ملک کو ترجیح دی ہے اور پناہ لینے اور رحمان کو پوجنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ہمیں یہ امید بھی تھی کہ یہاں ہم ظلم سے محفوظ رہیں گے۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے دریافت کیا کہ جو کلام الہی تمہارے پیغمبر پر اترا ہے کیا اس میں سے کوئی حصہ تمہارے پاس ہے یعنی کیا تم کو یاد ہے۔ سیدنا جعفرؓ کے کہا کہ ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے کہا تو سناؤ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جسے سن کر نجاشی اور سب پادری رونے لگے یہاں تک کہ نجاشی کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور اس نے کہا بے شک یہ وہی کلام ہے جو عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور یہ دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ اس نے قریش کے سفراء سے واپس جانے کو کہا اور کہا کہ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ کروں گا۔

واپسی پر عمرو بن عاص نے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک ترکیب سوچ لی ہے کل میں نجاشی سے کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک سخت بات کہتے ہیں اور دیکھوں گا کہ وہ کیسے بچیں گے۔ چنانچہ دوسرے روز عمرو وغیرہ پھر دربار میں حاضر ہوئے اور نجاشی سے کہا اے بادشاہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے بارے میں ایک بری بات کہتے ہیں۔ آپ مسلمانوں کو بلوائیں اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا اور وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے سیدنا جعفرؓ بن ابی طالب سے پوچھا کہ جب نجاشی عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں سوال کرے گا تو آپ کیا جواب دیں گے انہوں نے کہا واللہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے کہا ہے اور جو ہمارے نبی ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں۔ پھر چاہے جو بھی ہو۔

چنانچہ نجاشی کے بلانے پر مسلمان پھر دربار میں آئے تو نجاشی نے پوچھا کہ عیسیٰ ابن

مریم علیہ السلام کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو۔ سیدنا جعفرؓ نے کہا کہ ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ جسے اللہ نے کنواری مریم کی طرف بھیجا تھا۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا۔ واللہ یہ قول بالکل سچا ہے اور اس تنکے کے برابر بھی عیسیٰ ابن مریمؑ زیادہ نہیں اس پر نصرانی علماء اور درباری بہت ناراض ہوئے نجاشی نے مسلمانوں نے کہا کہ جاؤ آرام سے رہو جو تمہیں برا کہے گا اس سے بدلہ لیا جائے گا اور اپنے ملازموں سے کہا کہ قریش کے سفراء جو ہدیہ اور تحفہ لائے تھے فوراً ان کو واپس کر دو اور سفراء کو فوراً واپس چلے جانے کا حکم دیا۔

مہاجرین وہاں نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ (کچھ ہی عرصہ بعد وہاں پر بغاوت ہو گئی لیکن نجاشی نے دشمن کو شکست دی اور اس کا اقتدار اور مضبوط ہو گیا۔)

حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت اور واپسی

قریش کی سفارت میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر مظالم بہت بڑھادیئے گئے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ غلاموں اور مقروضوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے اپنے تمام وسائل استعمال کر رہے تھے جس سے متعدد غلام اور مقروض افراد قریش کی غلامی سے آزاد ہوئے اور ایک دن سیدنا ابو بکر صدیقؓ پر بھی حملہ کر دیا گیا۔ آخر وہ بھی مکہ چھوڑ کر نکل گئے جب وہ برک الغماد کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے پانچ راتوں کے فاصلے پر تھا تو بنو قارہ کے سردار ابن الدغنے ان کو مل گیا اور ان کو اپنے جوار میں واپس لے آیا۔ قریش نے ان پر قرآن بلند آواز سے نہ پڑھنے کی شرط عائد کی۔ وہ چند روز میں ہی یہ شرط توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ قریش نے ابن الدغنے سے کہا کہ دیکھو ابو بکرؓ قرآن بلند آواز سے پڑھتے اور روتے ہیں۔ جس سے ہماری عورتوں اور بچوں پر خاص اثر ہوتا ہے تم انہیں روکو۔ ابن الدغنے نے آ کر آپ سے بات کی تو آپ نے اس کا جوار واپس کر دیا اور کہا کہ مجھے اللہ کا بھروسہ ہی کافی ہے۔ قریش نے کافی مرتبہ ان کو مارا پٹا لیکن رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ صبر و تحمل ہی شانِ صدیقیت ہے اس لئے آپ ان سب اذیتوں کو برداشت کرتے رہے۔ بعض اہل سیر نے اسے بنو ہاشم کے شعب ابوطالب میں محصوری کے عرصہ میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

مکہ میں اعلانیہ تبلیغ کے تین سال ختم ہو چکے تھے کہ بڑا حج آیا۔ تجارت و زائرین کی وہی

کساد بازاری رہی جو پہلے تھے۔ شام و عراق کے بازار بند پڑے تھے۔ معاشی تنگی اور عام بد امنی نے قریش کی جھنجھلاہٹ کو اور بڑھا دیا اور بڑھتی ہوئی بیکاری کا یہ غصہ بھی مصدقین پر اتارا جا رہا تھا۔

۶ نبوی۔ الزامات

اس دور میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف اعتراضات و الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور اللہ کریم سے وحی کے ذریعے جوابات بھی آرہے تھے۔

قرآن

کفار مکہ نے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کو کہا کہ یہ تعلیم یعنی قرآن بھی ہمارے کاہنوں اور ساحروں کی سی تعلیم ہے جو وہ جنوں اور شیطانوں سے سیکھ کر ہمیں سناتے ہیں اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ لہذا یہ شیطانی کام ہے اور اس کا لانے والا کاہن یا شاعر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ یہ لوگ آپ کو کاہن، مجنون، شاعر اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، کیا کسی کاہن نے کبھی ایسا کلام پیش کیا ہے، کیا مجنون اور دیوانے کتابیں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیا عرب کے کسی شاعر نے اس جیسا کوئی کلام پیش کیا ہے ”اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اس شان کا ایک کلام بنا لائیں۔“ فرمایا کہ یہ لوگ دن رات سازشوں میں مصروف ہیں اور ان کی ہر چال الٹی ہی پڑے گی۔ یہ لوگ ماننے والے نہیں ان کا برا انجام ہو گا اور یہ جہنم میں مار گرائے جائیں گے اور قیامت آنے سے پہلے بھی ظالموں کے لئے عذاب ہے۔ پھر آپ ﷺ سے ارشاد ہوا کہ آپ ﷺ ان مشکلات پر صبر کریں اور ظلم و ستم سہتے رہیں اور ان کی سازشوں سے نہ گھبرائیں آخر آپ ﷺ ہماری زیر نظر کام کر رہے ہیں۔ اللہ ان کی شکست کا فیصلہ کر چکا ہے۔ (مفہوم سورۃ الطور)

یوم الدین وحی و رسالت

سورۃ الطور میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مشرک سمجھتے ہیں کہ یہ تعلیم رسول اللہ ﷺ نے اپنے دل سے گھڑ لی ہے ایسا نہیں ہے۔ یہ کلام اس خالق کی طرف سے وحی کیا گیا ہے جس نے نہ صرف زمین و آسمان بنایا ہے بلکہ خود انسان کو بنایا اور اسے بیان کی قوت دی۔ مشرک بھی اس بات کو دل میں نبھتے ہیں کہ یہ خدائی کلام ہے شیطانی کلام نہیں۔ لیکن انہیں ضد ہو گئی ہے کہ صحیح بات کا

اقرار نہیں کرتے۔

پھر سورہ ص میں فرمایا کہ غرور اور شقاق کی وجہ سے یہ لوگ یوم الدین کی خبر کو جھٹلاتے ہیں ورنہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کی اور پھر سورہ شوریٰ میں صاف بیان کر دیا کہ وحی خدا کے منشاء کا ایک خفیہ پیام ہوتا ہے جو قلب رسول محسوس کرتا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے کوئی اشارہ قلبی کر رہا ہے۔ پھر بتایا گیا کہ قرآن نہ تو انسانی تصنیف ہے نہ دوسرے لوگوں نے اس میں مدد کر کے اسے بنایا ہے۔ تورات و انجیل وغیرہ اللہ کی دی ہوئی ہدایتیں ہیں اور سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ (النحل و حم السجدہ)

عصمت انبیاء

سورہ ص میں حضرت داؤد حضرت لقمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کی مثالیں دیں کہ اللہ خود انہیں لغزشوں سے بچاتا ہے۔ پھر بتایا کہ شیطان ہمیشہ بہکایا کرتا ہے لیکن غلطی سرزد ہو جانے کے بعد اگر صدق دل سے آئندہ نہ کرنے کا عہد کیا جائے تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

جزائے اعمال سے نہیں کوئی بچ سکتا

فرمایا کہ محمد ﷺ الممذر یعنی ڈرانے والے ہیں اور غیب کی یہ خبر عظیم بتاتے ہیں کہ اللہ الواحد القہار کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا اور نیکیوں کو جنت اور حوریں دے گا اور اشرار کو جہنم اور عذاب الیم۔ (سورہ ص)

حفاظت مخلصین

مخلص بندوں تک شیطان کی رسائی نہیں ہو سکتی نہ شیطان کو علم غیب ہو سکتا ہے اور نہ قرآن میں شیطانی القا کو کسی طرح کا دخل ہو سکتا ہے اور قرآن جو کچھ جزا و سزا کے متعلق کہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ قانون الہی ہے یاد رکھو کہ عمل صالح اور شرک سے اجتناب ہی لقائے الہی کا باعث ہوگا۔

”لہذا آپ ﷺ سے جو کچھ کہا جاتا ہے کھول کر بیان کیجئے اور اپنے رب

کی حمد و عبودیت میں وقت صرف کیجئے اور مشرکین مکہ سے اغراض کیجئے۔“

(سورہ الحج)

نصاریٰ سے خطاب

یہ قرآن تمہارے لئے بھی الکتاب یا قانونِ زندگی مثل تورات ہے۔ (سورۃ الکہف)

اللہ ہر طرح خلق پر قادر ہے

یاد رکھو اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا لیکن وہ جس طرح چاہے خلق کرے۔ مثلاً اصحابِ کہف کو صدیوں تک موت کی سی نیند سلا دیا اور پھر زندہ کر دیا۔ کفار چاہتے ہیں کہ میں قرآن کے دلائل بدل دوں۔ دیکھو میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ خدا زندہ کرنے پر قادر نہیں کلمات (قوانین) الہیہ ہرگز نہیں بدل سکتے۔ (سورۃ الکہف)

شیطان جن تھا

لوگو تم جن اور اس کی لڑکیوں (لاۃ منات، عزیٰ) کو اپنا شفیع مانتے ہو۔ ابلیس بھی جن تھا لہذا جس طرح وہ انسان کا دشمن اور گمراہ کرنے والا تھا۔ اسی طرح یہ دیویاں بھی تمہیں گمراہی میں ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ ہرگز شفاعت نہیں کر سکتیں۔ یاد رکھو کہ یہ دیویاں ہوں یا مسیح و مریم ہوں کسی مخلوق کی پرستش تمہارے کام نہ آئے گی۔ قیامت کے دن یہ سب تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور بتائیں گے کہ ہم مجبور ہیں۔ (سورۃ الکہف)

عمل صالح اور شرک سے اجتناب

لہذا عمل صالح کے ساتھ ساتھ شرک سے بچو دونوں ضروری ہیں دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے ایک ہو اور دوسرا نہ ہو تو بے کار ہے۔ (سورۃ الکہف)

۶ نبوی۔ حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا

سیدنا حمزہؓ بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے چچا ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ آپ نہایت خوددار بہت بڑے پہلوان جنگ جو اور عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کا سامنا ابو جہل سے ہو گیا۔

ابو جہل نے آپ ﷺ کو بے تحاشہ گالیاں دیں۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے گزر گئے۔ ایک کینز قریب کھڑی تمام ماجرا دیکھ رہی تھی۔ شام کو جب سیدنا حمزہؓ شکار سے واپس آ رہے تھے کینز نے تمام واقعہ آپ کو سنا دیا۔ آپ نے اپنے دستور کے مطابق کعبہ کا طواف کیا اور سیدھے ابو جہل کی طرف گئے جو لوگوں کے مجمع میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ نے اس کو ابو جہل کے سر پر مارا کہ ابو جہل کا سر پھٹ گیا اور لہو بہنے لگا۔

آپ نے ابو جہل سے کہا کہ تو انہیں گالیاں دیتا ہے میں بھی ان کے دین پر ہوں اور وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ تجھ میں ہمت ہو تو مجھے گالیاں دے کے دیکھ۔ اس پر بنو مخزوم کے کچھ لوگ اس کی حمایت کے لئے اٹھے تو ابو جہل نے کہا ابو عمارہ کو چھوڑ دو میں نے واقعی آج ان کے بھتیجے کو بری طرح گالیاں دی ہیں۔

سیدنا حمزہؓ وہاں سے آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ خوش ہو جا میں نے ابو جہل سے تیرا بدلہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اس پر سیدنا حمزہؓ نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور اسلام لے آئے۔ اب سیدنا حمزہؓ نے اعلان کر دیا کہ میں بھی اسی دین پر ہو گیا ہوں جو محمد ﷺ کا ہے اور میں بت پرستی اور شرک پر لعنت بھیجتا ہوں۔ دیکھوں میرا کوئی کیا کر لیتا ہے۔ حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی قوت اور امداد حاصل ہوئی۔ حضرت حمزہؓ کے اس انتقام لینے کی وجہ سے قریشیوں کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کوئی معمولی حیثیت کے مالک نہیں بلکہ اپنے خاندان کے نہایت معزز فرد ہیں۔

مہمل سوالات

قریش کا معاملہ یہ تو نہ تھا کہ وہ ایسے سوالات آپ ﷺ سے حقیقت جان کر تسلیم کرنے کی غرض سے کرتے تھے۔ ان کا مقصد تو آپ ﷺ کو تنگ کرنا جھٹلانے کی کوشش کرنا تھا۔ ان سوالات سے پیشتر بھی وہ آپ ﷺ سے مہمل اور بے ہودہ سوالات کر چکے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا جیسا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ آپ کی قوم نہایت تنگ دست ہے اور یہ شہر مکہ بھی بہت تنگ ہے جس کے اطراف میں خشک پہاڑ ہیں اور سبزہ اور شادابی کا کوئی نشان تک بھی نہیں۔ آپ ﷺ اپنے رب کو جس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہیں کہ وہ ان پہاڑوں

کو ہٹا کر شہر کو وسعت دے اور یہاں نہریں جاری کر دے۔ پھر ہمارے اجداد اور خصوصاً قصی بن کلاب کو زندہ کر دے تاکہ ان سے ہم آپ ﷺ کے متعلق تصدیق کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسی باتوں کے لئے نہیں بھجوا یا گیا۔ میرے رب نے جو پیغام مجھے دیا ہے میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اگر تم اسے قبول کر لو تو یہ تمہاری خوش نصیبی ہے اگر انکار کرو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

قریش نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو اپنے رب سے کہیں کہ وہ ایک فرشتہ آسمان سے بھجوادے جو ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور وہ آپ کی تصدیق کرتا رہے اور اپنے رب سے یہ بھی کہیں کہ وہ آپ ﷺ کو باغات، محلات اور سونے چاندی کے خزانے عطا کرے جس سے آپ ﷺ کی شرف و بزرگی ظاہر ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ بھی ہماری طرح طلب معاش کے لئے بازار جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اپنے رب سے اس قسم کے سوال نہ کروں گا مجھے تو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اگر تم میری بات مان لو تو تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بہتری ہے اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ میرا رب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

قریش نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ایسا بھی نہیں کر سکتے تو اپنے رب سے ہم پر عذاب نازل کرنے کی دعا ہی کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے رب کے اختیار میں ہے کہ وہ تم پر عذاب نازل کرے یا تمہیں مہلت دے۔ اس پر عبد اللہ بن ابی امیہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے اتنی باتیں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیں، لیکن آپ نے کسی ایک بات کو بھی منظور نہیں کیا۔ اے محمد ﷺ! خدا کی قسم اگر آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جاؤ اور وہاں سے اپنی رسالت کا پروانہ لکھالادو اور چار فرشتے بھی آپ کے ہمراہ آجائیں جو آپ کی نبوت کی تصدیق کریں تب بھی میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا یہ جواب قریش کی ذہنی کیفیت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے کہ ان کی ہر بات میں منافقت انتہا کو تھی اور حقیقت کو جاننے کی کوئی طلب ان میں نہ تھی۔

ان معاملات کے بارے میں قرآن پاک بیان کرتا ہے۔

”ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں کو نہیں بھیجا مگر وہ بھی کھانا کھاتے اور

بازاروں میں چلا پھرا کرتے تھے اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے

کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا۔ تاکہ دیکھیں کہ آپ صبر کرتے ہیں یا نہیں اور
آپ کا رب دیکھنے والا ہے۔“

(سورۃ الفرقان: ۲۰)

انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لانے والے نہیں تا وقت یہ کہ آپ
ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں یا خود آپ کے لئے ہی
کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان آپ بہت سی
نہریں جاری کر دکھائیں یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا
دیں جیسے کہ آپ کا گمان ہے یا آپ خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے
سامنے لاکھڑا کریں۔ یا آپ کے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا
تو آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے چڑھ جانے کا بھی اس
وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار
لائے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ آپ جواب دیں میرا پروردگار (ہر قسم کی
مجبوری سے) پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہوں جو رسول بنایا گیا
ہوں۔“

(سورۃ بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

۶ نبوی قبول اسلام حضرت عمر بن الخطابؓ

سیدنا عمرؓ کے ایمان لانے کے بارے میں ہمیں دو روایات ملتی ہیں۔ حضرت ابن
عباس سے روایت ہے کہ انتالیس مردوں اور عورتوں کے اسلام کے بعد حضرت عمرؓ اسلام لائے
اور چالیس مردوں کا عدد پورا ہو گیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

”(اے نبی ﷺ!) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے
آپ کے پیروکار (کافی ہیں)۔“

(سورۃ انفال: ۶۳)

آپ ﷺ نے دعا کی تھی ”اے اللہ! ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما“ عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل (روایت عبداللہ بن عمر)

ایک روایت

شرح بن عبید نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیچھا کیا۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کی، مجھے قرآن مجید کی نظم اور ترتیب سے بہت تعجب ہوا میں نے کہا واللہ جیسے قریش کہتے ہیں یہ شاعر ہیں۔ تب حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

”بے شک یہ قرآن رسول اللہ ﷺ کا قول (تلاوت) ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔“

پھر میں نے سوچا یہ کاہن ہیں تب آپ ﷺ نے پڑھا:

”اور نہ یہ (قرآن) کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔“

(سورۃ الحاقہ: ۴۳: ۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے پوری سورۃ الحاقہ ختم کی اور یہ سورۃ سن کر اسلام پوری طرح میرے دل میں گھر کر گیا۔

دوسری روایت

حضرت اسامہ بن زیدؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ہم سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کس طرح اسلام لایا تھا، ہم نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا مخالف تھا۔ ایک دن سخت گرمی پڑ رہی تھی، مجھے مکہ کے ایک راستہ میں قریش کا ایک شخص ملا اس نے کہا اے ابن الخطاب! کہاں جا رہے ہو؟ تم کس خیال میں ہو، یہ دین تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن دین بدل چکی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا میں غضب ناک ہو کر گھر

لوٹا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تو ان کو یکجا کر دیتے تاکہ ان کو قوت حاصل ہو۔ وہ ایک ساتھ رہتے، کھاتے پیتے اور نمازیں پڑھتے۔ میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو مردوں کو لاحق کر دیا گیا تھا۔ میں نے ان کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون ہے، میں نے کہا ابن الخطاب اس وقت وہ لوگ بیٹھے ہوئے ایک صحیفہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے میری آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے اور اس صحیفہ کو چھپانا بھول گئے۔ میری بہن نے دروازہ کھولا میں نے اس سے کہا اے اپنی جان کی دشمن تو دین بدل چکی ہے پھر میں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کا خون بہنے لگا۔ جب میری بہن نے خون دیکھا تو وہ رونے لگی۔

پھر میری بہن نے کہا اے خطاب کے بیٹے! تم جو کر سکتے ہو وہ کرو میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ میں غصہ سے بھرا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا اور چار پائی پر بیٹھ گیا۔ اچانک میری نظر پڑی کہ گھر کے ایک کونے میں ایک کتاب رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا یہ کیسی کتاب ہے؟ مجھے دو۔ میری بہن نے کہا، نہیں تم اس کتاب کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو۔ تم غسل جنابت نہیں کرتے، تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اس سے کتاب کے لئے مسلسل اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا۔ میں نے دیکھا اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ جب میں نے رحمن اور رحیم کو پڑھا تو مجھ پر دہشت چھا گئی اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے پھر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا سبح لله ما فی السموات والارض وهو العزيز الحكيم (آسمانوں اور زمین میں جو ہے سب اللہ ہی کی تسبیح کر رہے ہیں وہ زبردست اور باحکمت ہے۔ سورۃ الحدید: ۱) میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کوئی اسم پڑھتا تو مجھ پر دہشت چھا جاتی اور میں اس پر غور و فکر کرتا، حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا۔

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں پہلے لوگوں کا قائم مقام کر دیا ہے۔“

(الحدید: ۷)

حتیٰ کہ جب میں ”ان کلتم مومنین“ پر پہنچا تو میں نے کہا اشہد ان لا اله الا اللہ

واشهد ان محمد رسول الله پھر لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے نکل آئے اور انہوں نے مجھ سے جو کلمہ شہادت سنا تھا اس پر نوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ عزوجل کی حمد کی اور مجھ سے کہا اے ابن الخطاب مبارک ہو رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرما! عمرو بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے اور ہم کو امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہوگئی۔ جب ان کو میرے اسلام لانے کے صدق کا یقین ہو گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں وہ صفا کے نیچے ایک مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھول دو اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا پھر دروازہ کھلا اور دو شخص مجھے بازو سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو میں نے کہا اشہد ان لا اله الا الله وانك لرسول الله۔ یہ سن کر تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ لگایا کہ مکہ کے درود یوار گونج اٹھے۔ حضرت عمر نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب سے حق اور باطل میں فرق کر دیا ہے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے عمر بن الخطابؓ سے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ قاسم بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا فتح تھی ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی ہم نے وہ وقت دیکھا جب ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ اسلام لے آئے پھر حضرت عمرؓ نے مشرکوں سے جنگ کی حتیٰ کہ انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔ (شرح صحیح مسلم صفحہ ۹۱۳-۹۱۶ جلد ۶ مطبوعہ۔ فرید بک سٹال۔ لاہور)

حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے تاریخ اسلام کا رخ ہی بدل گیا۔ مسلمان اس قابل ہو گئے کہ وہ زیادہ جرأت سے کام لے سکیں۔ مسلمانوں نے کعبہ کے سامنے علانیہ باجماعت نماز کی ادائیگی شروع کی دی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کعبہ اللہ میں داخل ہو کر سب کے سامنے بآواز بلند اپنے اسلام کا اظہار کیا اس وقت حضرت عمرؓ چھبیس برس کے تھے۔ اسی جوش میں آپ اپنے ماموں ابو جہل کے

گھر گئے اور کہا کہ میں تم کو خبر دینے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور کہا تیرا براہو اور جو تو کہتا ہے۔ اس کا براہو۔

پھر آپ نے جمیل بن معمر جمعی کو اپنے اسلام کی خبر دی جو ہر بات کی تشہیر کرنے والا تھا۔ وہ اسی دم بیت اللہ کے دروازے پر آیا اور چلانے لگا 'لوگو خبردار رہو' عمر بن خطاب (معاذ اللہ) بے دین ہو گیا ہے۔ آپ اس کے پیچھے پہنچ چکے تھے آپ پکارے یہ جھوٹ کہتا ہے میں بے دین نہیں مسلمان ہو گیا ہوں۔ لوگ جمع ہو گئے مار پیٹ تک نوبت آئی آخر عاص نے انہیں اپنی حمایت میں لے لیا اب مسلمان کعبہ میں علانیہ قرآن پڑھنے لگے 'جھگڑے کے وقت حضرت عمرؓ سینہ سپر ہو جاتے اور کفار ڈر کے بھاگ جاتے تھے۔

سورۃ طہ

یہ ایک پر آشوب دور تھا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم اپنے انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ مشرکین اسلامی انقلاب کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد ہجرت کر چکی تھی باقی مسلمان یہاں مظالم سہ رہے تھے اس کے علاوہ ایک ایسی تعداد بھی تھی جس نے اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا تھا جن میں سیدنا عمرؓ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور ان کے بہنوئی سعید بن زید بھی تھے۔ اس دور میں سورۃ طہ نازل ہوئی جس میں کفار مکہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسالت کے منصب پر اچانک فائز ہونے کا ذکر کر کے سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حضرت محمد ﷺ کو تمہاری رہنمائی کے لئے منتخب کیا ہے اور ان تمام انبیاء کی تعلیم بھی ایک ہی ہے۔ توحید اقامتِ صلوٰۃ اور حیات بعد الممات۔ پھر انہیں بتایا کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون جیسی عظیم طاقت سے ٹکر لی ہجرت کی مظالم سے۔ لیکن انجام کار انہوں نے اسلامی انقلاب برپا کیا اور اللہ تعالیٰ نے سرکشی کے جرم میں فرعون کو غرق دریا کیا۔

پھر آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ دیکھیں کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر و حوصلے سے کام لیا اور آخر ان کا مخالف خائب و خاسر رہا۔ آپ ﷺ بھی کفار مکہ کی مخالفت و ضد سے کسی فکر و پریشانی میں نہ پڑیں یہ اپنا کیا خود بھگتیں گے۔

پھر مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: کہ دنیا میں عروج صرف ان قوموں کو نصیب ہوا ہے۔ جنہوں نے معرکہ حق و باطل میں جہاد کی راہ اختیار کی اور جنہوں نے حق کا ساتھ چھوڑا وہ تباہ

و بر باد رہیں۔ اللہ اگر چاہتا تو یہ انقلاب معجزانہ طور پر فوراً ہی نمودار کر دیتا، لیکن یہ اللہ کا فیصلہ تھا کہ اسے کارکنوں کے جذبہ جہاد اور نذرانہ شہادت کے نتیجے میں رو بکار لایا جائے، تم دل جمعی اور صبر سے اپنا کام جاری رکھو۔ تمہاری تحریک سچائی پر مبنی ہے۔ اس لئے فتح نزدیک ہے۔ ”ہر ایک انجام کار کے انتظار میں ہے، پس اب تم منتظر رہو۔“

تیسری سفارت

کفار قریش نے جب سیدنا حمزہؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ جیسے شجاع و دلیر افراد کو اسلام قبول کرتے دیکھا، تو وہ پھر جمع ہوئے تاکہ مشورہ کیا جائے کہ اسلام کی اس ترقی کو کس طرح روکا جائے، کیونکہ انہیں ڈرتھا کہ اگر کوئی مضبوط اقدام نہ کئے گئے تو ان کے آباؤ اجداد کے دین کا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔

اب وہ باہمی مشورہ کے بعد قریش کے ایک نونہال عمارہ بن ولید کو جناب ابوطالب کے پاس لے گئے اور ان سے گلہ کیا کہ آپ نے ابھی تک اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو منع نہیں کیا، ہم عمارہ کو ساتھ لائے ہیں جو حسین و جمیل بھی ہے اور شجاعت میں بھی یکتا ہے۔ آپ اس نوجوان کو لے لیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیں جو آپ کے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتا ہے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے تاکہ ہم اسے قتل کر ڈالیں اور یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ جناب ابوطالب نے کہا کہ تم کتنی بری بات کرتے ہو کہ میں اپنے بیٹے کو قتل کرنے کے لئے تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالوں۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر مطعم بن عدی بن نوفل نے کہا کہ اے ابوطالب! قوم نے تم سے انصاف کی بات کہی ہے اور انہوں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس کام میں تم آڑے نہ آؤ۔ جناب ابوطالب نے جواب دیا کہ واللہ تم نے قطعاً انصاف کی بات نہیں کی بلکہ مجھے ذلیل و رسوا کرنے کا سامان کیا ہے۔ جاؤ تم میں ہمت ہے تو جو چاہے کر لو۔ کفار قریش نے کہا اے ابوطالب! ہم تم سے پھر کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لو اور اسے ہمارے حوالے کر دو کیونکہ اس نے ہمارے معبودوں کی مذمت کر کے ہمیں جو تکلیف پہنچائی ہے وہ تمہیں بھی پہنچائی ہے ورنہ پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم بہر حال تمہارے بھتیجے کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک (نعوذ باللہ) اسے قتل نہیں کر دیتے یا یہ کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز نہ آجائے۔

کفار قریش کے جانے کے بعد آپ دیر تک تمام باتوں اور حالات پر غور کرتے رہے اور آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا اور آپ ﷺ کو کفار قریش کی گفتگو کے بارے میں بتایا اور کہا آپ ﷺ اپنی اور میری جان پر رحم کریں اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں جسے مجھے اور آپ کو اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔ لہذا ایسی باتوں سے پرہیز کریں جو ان کی طبیعتوں پر گراں گزرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کچھ بھی کر لیں میں اپنا فرض ہر حال میں ادا کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ عنایت فرمادے گا یا اس فرض کی خاطر اپنی جان قربان کر دوں گا۔ اس جواب سے جناب ابوطالب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ آپ ﷺ اپنا کام جاری رکھیں میں آپ ﷺ کو ہرگز ان کے سپرد نہ کروں گا۔ جناب ابوطالب نے نہ صرف اپنی حمایت جاری رکھی بلکہ اپنے تمام اعزہ و اقارب کو آپ ﷺ کی مدد کی تلقین کی۔

جناب ابوطالب نے اس موقع پر جو شعر کہے ان کا ترجمہ اس طرح ہے۔

۱۔ واللہ! جب تک میں زندہ ہوں اور مر کر مٹی میں دفن نہیں ہو جاتا یہ لوگ اپنے تمام لشکروں اور جماعتوں کے باوجود آپ (ﷺ) تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

۲۔ تمہیں بشارت ہو اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو کہ تم اپنے دین کی کھلم کھلا تبلیغ کر سکتے ہو اور اس میں کوئی سبکی کی بات نہیں۔

۳۔ تم نے مجھے بھی اس دین کے قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ جو مجھے معلوم ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور تم سچ کہتے ہو اور پھر تم امین بھی ہو۔

۴۔ اور تم نے ایسے دین کو پیش کیا ہے کہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ وہ دنیا کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔

۵۔ اگر ملامت یا دشنام طرازیوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی کھلم کھلا تمہارے دین کو تسلیم کر لیتا۔

کتاب ۱۰ انبوی معاشرتی مقاطعہ شعبہ ابی طالب

قریش نے جب دیکھا کہ تشدد و مزاحمت کے باوجود ان کی ہرچال ناکام ہو رہی ہے اور بنو ہاشم خاندانی قرابت داری کی بنا پر آپ ﷺ کی حمایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اسلام بھی قبائل عرب میں مسلسل پھیل رہا ہے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ ایمان لائے ہیں۔ شاہِ حبشہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دے رکھی ہے اور وہ وہاں امن و سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں جب کہ ان کی سفارت کو ناکام لوٹا دیا گیا ہے۔ جناب ابو طالب کسی صورت آپ ﷺ کو کفار قریش کے سپرد کرنے پر تیار نہیں ہیں تو انہوں نے بالاتفاق یہ قرار دیا کہ (خاکم بدہن) آپ ﷺ کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔

جناب ابو طالب کو خبر ہوئی تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے تمام مسلم اور کافر افراد نے ایک ہو کر آپ ﷺ کی حفاظت کا پیمانہ کیا اور ابولہب۔ اس سے مشرکین چکرا گئے اور انہیں سمجھ آ گیا کہ اقدام قتل سے مکہ مکرمہ کی وادی مشرکین کے خون سے بھی لالہ زار ہو سکتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ مشرکین کا صفایا ہی ہو جائے اس سے انہوں نے قتل کا منصوبہ چھوڑ کر ظلم کا راستہ اپنانے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے مطابق انہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے فقر و فاقہ میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ بنایا۔

وادیِ محصب میں مشرکین قریش نے اپنے اجلاس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف عہد و پیمانہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم و عبدالمطلب سے نہ تو قرابت داری رکھے گا نہ ان سے شادی بیاہ کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا نہ ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے یا میل جول رکھے گا اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ جب تک وہ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لئے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم میں مرتب کیا گیا اور منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ معاہدہ پر مکہ کے تمام سرداروں نے دستخط کئے۔

اصل میں یہ مقاطعہ معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ تھا اور خاص طور پر معاشی بائیکاٹ کے باعث زندگی گزارنا ناممکن سا تھا۔ مشرکین نے بائیکاٹ کے اس عہد نامہ میں خاص طور پر یہ بھی

تحریر کیا کہ وہ بنی ہاشم کی طرف سے کبھی بھی کسی صلح کی پیشکش کو قبول نہ کریں گے اور نہ ان کے ساتھ مروت برتیں گے جب تک وہ آپ ﷺ کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کریں۔
 آپ ﷺ نے اس عہد نامہ کے محرر منصور بن عکرمہ کے لئے بددعا کی اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ بقول بعض اس صحیفہ کا کاتب نصر بن حارث تھا۔ مشرکین کے اس عمل پر جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا جو ۹۳ نوں اشعار پر مشتمل ہے۔ چند اشعار میں بنی ہاشم کی مردانگی کا بھی ذکر کیا گیا اور قریش کو آپ ﷺ کی عداوت سے باز رہنے کی ترغیب بھی دی گئی۔

- ۱۔ جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت نہیں رہی اور انہوں نے تمام تعلقوں اور رشتوں کو توڑ دیا ہے۔
- ۲۔ انہوں نے ہم سے کھلی دشمنی اور ایذا رسانی شروع کی انہوں نے ہم سے الگ ہو جانے والے دشمن کی بات مانی۔
- ۳۔ تو میں بذات خود ایک پچھلے نیزے اور شاہانِ سلف کی وراثت میں ملی ہوئی ایک چمکیلی تلوار لے کر مقابلے میں ڈٹ گیا۔
- ۴۔ اور میں نے اپنی جماعت اور اپنے بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس بلوایا اور اس کی سرخ دھاریوں والی چادریں پکڑ لیں۔
- ۵۔ اس عظیم الشان دروازے کے مقابل اس مقام پر جہاں برات ثابت کرنے والا حلف اٹھاتا ہے سب کے ساتھ مل کر اور کھڑے ہو کر۔
- ۶۔ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر ایک شخص سے جو ہم پر برائی کے الزامات لگانے والا اور ناحق پر اصرار کرنے والا ہے۔
- ۷۔ بیت اللہ کی قسم تم نے جھوٹ کہا یعنی یہ خیال غلط ہے کہ ہم نکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے سفر کر جائیں گے یہ صرف تمہارے خیالی وسوسے ہیں۔
- ۸۔ بیت اللہ کی قسم تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمد (ﷺ) کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کے بچاؤ کے لئے نہ نیزہ زنی کی ہے اور نہ تیر اندازی۔

- ۹۔ تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے ہرگز نہیں۔ حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف میں کچھڑ جائیں گے اور اپنے بال بچوں کو بھول جائیں گے۔
- ۱۰۔ تمہارے مقابلے کے لئے ہتھیار بند لوگ ایسے اٹھیں گے جیسے پانی پلانے والی اونٹیناں آواز کرنے والی پکھالوں کے نیچے سے انہیں لے کر اٹھتیں ہیں۔
- ۱۱۔ تیرا باپ مر جائے ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی بدترین بات ہے۔ جو حمایت کے قابل چیزوں کی نگرانی کرتا ہے نہ فساد ہی ہے نہ اپنا کام دوسروں پر چھوڑنے والا ہے۔
- ۱۲۔ ہم اہم معاملوں میں قدیم ہی سے بنی ہاشم اور بنی قصی کے اعلیٰ افراد اور ان کی جان رہے ہیں۔
- ۱۳۔ اپنی عمر کی قسم! جس طرح دائمی محبت کرنے والوں کی حالت ہوتی ہے۔ میں بھی احمد (ﷺ) اور ان کے بھائیوں کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں۔
- ۱۴۔ احمد (ﷺ) کا سالوگوں میں ہے کون؟ فیصلہ کرنے والوں نے جب فصائل کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کا اندازہ کیا تو اس کے لئے ان لوگوں میں جن سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں، عجیب قسم کی برتری پائی۔
- ۱۵۔ وہ بردبار سیدھی راہ پر چلنے والا منصف ہے جلد باز نہیں، ایسے معبود سے تعلق رکھنے والا ہے جو اس سے غافل نہیں۔
- ۱۶۔ واللہ اگر میری وجہ سے ہمارے بزرگوں پر مجموعوں میں (میرے اسلام اختیار کرنے کی وجہ سے) گالیاں پڑنے کا خوف نہ ہوتا۔
- ۱۷۔ تو ہم اس کی پیروی ضرور کرتے، خواہ زمانے کی حالت کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ بات میں نے حقیقت کے لحاظ سے کہی ہے دل لگی یا مذاق کے طور پر نہیں کہی۔
- ۱۸۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے لڑکے پر جھوٹ کا الزام لگانے والا ہم میں کوئی نہیں اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں پر تو کوئی توجہ نہیں کی جاسکتی۔
- ۱۹۔ ہم میں احمد (ﷺ) نے ایسی جڑوں سے ظہور کیا ہے کہ دست درازی کرنے والوں

کی سختیاں اسے ضرر پہنچانے یا اس کا رتبہ اور منزلت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

۲۰۔ اس کی مدافعت کی خاطر میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی اپنی پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینے کے بڑے حصے سے اس کی حفاظت کی۔

۲۱۔ پس بندوں کے پالنے والی ذات نے اس کی امداد کی اور اپنے سچے دین کو جو جھوٹا نہیں، غلبہ دیا۔

۲۲۔ یہ لوگ شریف ہیں بزدل نہیں ان کے آباؤ اجداد نے جن کے مقاصد اعلیٰ تھے انہیں نیکی کی طرف متوجہ رہنے کی تربیت دی۔

اب ابولہب سے سوا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے تمام مسلمان اور کافر افراد سمٹ سٹٹا کر شعب ابی طالب میں محبوس ہو گئے شعب ابی طالب جس کا اصلی نام شعب بنی ہاشم تھا اور اس محلہ میں بنی ہاشم کے مکانات تھے یہ کسی خاص فرد و بشر کی ملکیت نہیں بنو ہاشم کا موروثی علاقہ تھا جو کوہ ابوقیس کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں واقع تھا۔ یہ آپ ﷺ کی بعثت کے ساتویں سال محرم کی چاندرات کا واقعہ ہے۔

قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ پر عمل کیا۔ باہر سے جو غلہ مکہ میں آتا وہ خود ہی خرید لیتے اور مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیتے۔ اگر ان میں سے کوئی صلہ رحمی کے طور پر اپنے کسی مسلمان رشتہ دار کو اناج بھیجنے کی کوشش کرتا تو اس کے بھی سدا راہ ہوتے۔ غرض بنو ہاشم شعب ابی طالب میں طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا رہے ان کی زندگی انتہائی گراں تھی۔ بھوک سے مجبور ہو کر طلح کے پتے حتیٰ کہ چمڑہ تک بھگو کر بھون کر کھایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بیان کیا ہے کہ پتے کھا کھا کر ہمارے ہونٹ ایسے ہو گئے جیسے اونٹوں کے ہونٹ ہوں۔ جب ہم اجابت کرتے تو وہ اونٹ کی ٹینگنیوں کی طرح ہوتی۔ ایک دفعہ سوکھا ہوا چمڑہ میرے ہاتھ آ گیا میں نے اسے پانی سے دھویا آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھایا۔

جیسے بیان کیا گیا ہے یہ مقام ایسی جگہ پر واقع تھا جہاں سے کوئی تجارتی قافلہ بھی نہیں گذرتا تھا کہ مسلمان ان سے کھانے پینے کی کوئی چیز خرید سکتے، شدید بھوک کی بنا پر بچے بلک بلک کر روتے رہتے۔ جب ان کی آواز درے سے باہر جاتی تو قریش سن سن کر خوش ہوتے لیکن بعض

نرم دل انسانوں کو رحم بھی آتا تھا۔ ان دشواریوں، مصیبتوں اور تکلیف کا سب نے انتہائی ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

سال میں صرف چار ماہ جو ”ماہِ حرام“ کہے جاتے تھے۔ محصورین ان مہینوں میں شہر کے اندر آتے اور کسی نہ کسی طرح کھانے پینے کا کچھ سامان حاصل کر لیتے۔ ایام حج میں آپ ﷺ باہر سے آئے ہوئے وفود میں تبلیغ فرماتے۔ ابولہب ہمیشہ آپ ﷺ کا پیچھا کرتا اور آپ ﷺ کی برائی کرتا۔

ایک روز حکیم بن حزام نے جو سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے تھے تھوڑے سے گہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ کے پاس بھجوائے۔ راہ میں ابو جہل نے اسے دیکھ لیا اور گہوں غلام سے چھین لینا چاہے۔ اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آ گیا۔ اگرچہ وہ ابھی کافر ہی تھا لیکن اسے رحم آ گیا اور وہ بولا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ بھیجنا چاہتا ہے تو اسے کیوں روکتا ہے، تو اسے جانے دے۔ ابو جہل نے انکار کیا تو ان میں جھگڑا ہو گیا اور ابوالبختری بن ہشام نے ابو جہل کے اونٹ جس پر وہ سوار تھا گردن پکڑ کر مروڑ ڈالی، اونٹ بیٹھ گیا، تو اس نے ابو جہل کو اونٹ سے کھینچ لیا اور اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ ابو جہل کا سر زخمی ہو گیا اور پھر اس کی خوب پٹائی کی۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب یہ تماشا دیکھ رہے تھے ابو جہل ان کو دیکھ کر اور بھی غمگین ہوا کہ اس واقعہ کو سن کر محمد ﷺ اور صحابہ کرام میری بے عزتی اور ذلت پر خوش ہونگے۔

ان حالات کو تین سال ہونے کو آئے۔ اب چند افراد کو بنی ہاشم کی مصیبتوں پر آخر رحم آیا اور معاہدہ توڑنے کی ایک تحریک ہوئی۔

اختتامِ مقاطعہ

ہشام بن عامری بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا اور چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ پہنچاتا تھا، ایک روز وہ زہیر بن ابی امیہ کے پاس جو عبدالمطلب کا نواسہ تھا گیا اور غیرت دلائی کہ کیا یہ تم کو پسند ہے کہ تم تو مزے سے کھاؤ پیو اور تمہارے ماموں اور ان کے بچوں کو اناج کا ایک دانہ بھی نصیب نہ ہو۔ زہیر نے کہا کیا کروں میں اکیلا ہوں اگر ایک شخص بھی میرا ساتھ دے میں اس ظالمانہ عہد نامے کو پھاڑ کر پھینک دوں۔ ہشام بن عامری نے کہا۔ پھر تیار ہو جاؤ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اس کے بعد یہ دونوں مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود سے ملے

انہوں نے بھی ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

دوسرے روز یہ لوگ حرم میں گئے۔ زہیر نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے اہل مکہ! یہ کیا انصاف ہے کہ ہم لوگ تو آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم دانے دانے کو ترسیں اللہ کی قسم! جب تک یہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤنگا۔ ابو جہل برابر سے بولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا ہم تو اس وقت بھی راضی نہ تھے۔ یہ تکرار جاری تھی کہ ابوطالب اکابر بنو ہاشم کے ہمراہ حرم میں داخل ہوئے۔

تین سال گزرنے پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے اور اللہ کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے یہ خبر جناب ابوطالب کو دی اور انہوں نے خوش ہو کر اس کا ذکر بنو ہاشم کے دوسرے افراد سے کیا۔ وہ سن کر کہنے لگے اب آپ کا کیا خیال ہے۔ ابوطالب نے کہا کہ محمد ﷺ نے آج تک نونی بات جھوٹی نہیں کہی۔ یہ سن کر سب حرم کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حرم میں زہیر اور ابو جہل کی تکرار ہو رہی تھی۔ اب یہ سب جناب ابوطالب اور ان کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے۔

جناب ابوطالب مقام حجر میں پہنچ کر رے کے اور قریش کو مخاطب ہو کر کہا اے قریش! میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ مقاطعہ کی جو دستاویز تم نے کعبے میں آویزاں کر رکھی ہے اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ خدا کی قسم وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اب تم اس معاہدہ کو منگوا کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچی ہے تو اپنے ظلم اور قطع رحمی سے باز آؤ۔ اب اس عہد نامہ میں صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ لہذا اب وہ تمہارا عہد نامہ نہیں رہا اور اگر میرے بھتیجے کی بات سچ نہ نکلے تو میں اسے تمہارے سپرد کردوں گا پھر خواہ تم قتل کرو یا نہ کرو۔ اب جو معاہدہ کو منگوا کر کھول کر دیکھا گیا تو اسے جناب ابوطالب کے بیان کے مطابق پایا گیا۔ یہ دیکھ کر قریش کے سر شرم سے جھک گئے اور پھر غصہ سے دلیلیں دینے لگے کہ معاہدہ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ زہیر اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ اب سچ سامنے آ گیا ہے تم اس کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اتنی دیر میں مطعم بن عدی نے دیمک کھائے عہد نامے کی باقیات کو ہاتھ میں لے کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ اس پر ابو جہل نے بہت ہنگامہ کیا لیکن قریش نے اس کی خوب لعن طعن کی اور کہا کہ تمہاری بدولت بنی ہاشم پر تین سال متواتر ظلم ہوا ہے۔

جناب ابوطالب شکرانے کے طور پر کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر رونے لگے اور انہوں نے

بارگاہ خداوندی میں عرض کی ”اے خدا! جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہم سے قریب کے رشتوں کو قطع کر لیا۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیا ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ اس دعا کے بعد یہ سب شعب ابی طالب میں واپس چلے گئے۔

ادھر قریش بنو ہاشم کے ساتھ اپنے طرز عمل پر ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے۔ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود، ابوالختری بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ نے اپنے بدنوں پر ہتھیار سجائے اور بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب کے پاس شعب ابوطالب پہنچے اور انہیں اپنے اپنے گھروں میں جانے کی اجازت دے دی۔ قریش اس سارے عمل کو دیکھ کر نادم و شرمسار ہوئے۔ وہ جان گئے کہ یہ لوگ محصورین کو ان کے سپرد نہ کریں گے۔ اس طرح یہ مقاطعہ ۱۰ نبوی میں ختم ہوا۔

مسلمانوں کا یہ سخت ترین امتحان تھا جس میں ان کے چہرے ہڈیوں کے ڈھانچے دکھائی دیتے تھے، لیکن وہ اس امتحان میں پوری طرح سرخرو ہوئے۔ قریش نے ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا کہ انہیں ناکامیوں اور نامرادیوں کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام ہر سو پھیل رہا تھا اور مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

عہد نامہ چاک کرنے، مقاطعہ کو ختم کرنے کے سلسلے میں پانچ افراد نے جو کام کیا جناب ابوطالب نے ان کی بہت تعریف کی۔ ان کے قصیدہ سے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱- کیا ہمارے سمندر پار کے مسافروں کو ہمارے پروردگار کی کارسازی کی بھی کچھ خبر پہنچی ہے کہ ان لوگوں کو دور دراز ملکوں میں ڈال دینے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بڑا مہربان ہے؟

۲- کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ان لوگوں کو اس بات کی خبر دے دے کہ نوشتہ معاہدہ چاک چاک کر دیا گیا اور یہ کہ جس چیز میں اللہ کی رضامندی نہیں، وہ برباد ہے۔

۳- اس جماعت کو اللہ جزائے خیر دے جس کے افراد مقام جحون سے ایک کے بعد ایک برسر مجلس پہنچے جو عقل کی بات کی رہنمائی کرتے اور سیدھی راہ بتا رہے تھے۔

۴- وہ عظم الجحون کے پاس ایسے بیٹھے ہوئے تھے گویا وہ رؤسا ہیں، سچ تو یہ ہے کہ وہ رئیسوں سے بھی زیادہ عزت و شان والے ہیں۔

۵۔ اس معاملے میں جنہوں نے مدد دی ان کا ہر فرد گویا ایک شہباز تھا۔ جب وہ اپنی لمبی لمبی زرہوں میں چلتا تو بہت آہستہ چلتا۔

۶۔ انہوں نے جو مناسب سمجھا راتوں رات فیصلہ کر ڈالا اور باطمینان صبح سویرے مقام مطلوب پر پہنچ گئے اس حال میں کہ تمام لوگ سو رہے تھے۔

قریش کی آخری سفارت

جناب ابوطالب کی عمر اب اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی اور محصوری کی سختیوں کے باعث وہ بہت لاغر ہو گئے تھے۔ شعب سے واپسی کے چند ماہ بعد وہ شدید بیمار ہو گئے۔ اسلام اب قریش کے ہر قبیلہ میں پھیل چکا تھا۔ قریش ایک بار پھر اکٹھے ہوئے اور اپنا وفد جناب ابوطالب کے پاس بھجوایا جس میں قریش کے معزز ترین افراد تھے یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دیگر اشراف قریش جن کی کل تعداد پچیس تھی۔ انہوں نے کہا اے ابوطالب! ہمیں اندیشہ ہے کہ علالت میں یہ آپ کے آخری ایام ہیں۔ ہم آپ کے مرتبہ و مقام کو خوب جانتے ہیں۔ آپ ان معاملات کو خوب جانتے ہیں جو ہمارا اور آپ کے بھتیجے کے مابین چل رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلا کر ان سے ہمارے اور ان کے بارے میں کچھ عہد و پیمان لیں۔ وہ ہم کو ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔

جناب ابوطالب نے آپ (ﷺ) کو بلوایا اور کہا کہ یہ تیری قوم کے معزز لوگ ہیں تم سے کچھ عہد و پیمان لینے اور کچھ عہد و پیمان تمہیں دینے کے لئے آئے ہیں اور پھر ان کی پیشکش کا ذکر کیا کہ کوئی فریق دوسرے سے تعرض نہ کرے۔

آپ (ﷺ) نے جواب میں وفد کو فرمایا: آپ لوگ بتائیں کہ اگر میں ایک ایسی پیشکش کروں جس کے اگر آپ قائل ہو جائیں تو عرب کے بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے زیر نگیں آجائے تو آپ کی کیا رائے ہوگی وہ لوگ کچھ توقف میں پڑ گئے اور حیران تھے کہ ایسی مفید بات کو کیسے مسترد کر دیں۔ آخر ابو جہل نے کہا وہ کون سی بات ہے تمہارے باپ کی قسم ایک ایسی دس باتیں بھی ہم ماننے کو تیار ہیں۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ کے سوا جس کو پوجتے ہو اسے چھوڑ دو۔ یہ سن کر انہوں نے ہاتھ مار کر کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہم سارے

خداؤں کی جگہ ایک ہی خدا بنا ڈالیں؟ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔
پھر آپس میں بولے خدا کی قسم یہ شخص تمہاری کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں لہذا
چلو اور اپنے اجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما
دے۔ اس کے بعد وہ منتشر ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد سورہ ص کی پہلی سات آیات نازل ہوئیں:
”ص! قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے لبریز ہے۔ بلکہ کفار غرور و مخالفت
میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے بھی بہت فرقوں کو تباہ کر ڈالا
انہوں نے ہر چند چیخ پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا نہ تھا اور کافروں کو
اس بات پر تعجب ہوا کہ ان میں سے ہی ایک انہیں سمجھانے والا آ گیا اور
کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر اور جھوٹا ہے۔ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں
کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب سی بات ہے۔ ان کے سردار
یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جمع رہو۔ یہ بات تو ضرور کسی
غرض کے لئے کہی جا رہی ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں
سنی۔ کچھ نہیں یہ محض من گھڑی بات ہے۔“

(سورہ ص: ۱: ۷)

۱۰ نبوی عام الحزن

مسلمان شعب ابوطالب سے نکلے تو یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ اس سال میں کچھ اس طرح کے واقعات پیش آئے کہ اسے عام الحزن کا نام دیا گیا یعنی غموں کا سال۔

وفات ابوطالب

جناب ابوطالب نے تمام زندگی سب لوگوں سے بڑھ کر انتہائی شدت و اہتمام کے ساتھ دشمنوں سے آپ کی حفاظت کی۔ وہ آپ ﷺ کی خاطر ضعیفی میں بھی محصور ہوئے، فاقے اٹھائے۔ یہ سب ان کو آپ ﷺ سے انتہائی محبت کا نتیجہ تھا۔ قریش بھی آپ کی زندگی میں بے بس و مجبور تھے۔

جناب ابوطالب کے مرض نے شدت اختیار کر لی تھی۔ قریش کے جانے کے بعد ابوطالب نے آپ ﷺ سے کہا اے جانِ عم! خدا کی قسم! آپ ﷺ نے ان سے کوئی غلط بات تو منوانی نہیں چاہی تھی۔ جب جناب ابوطالب نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ کو عم محترم کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا چچا جان! پھر آپ ہی کلمہ کہہ دیں تو میں قیامت کے روز آپ کی شفاعت کرنے کا حق حاصل کروں گا۔ جب جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کی ایسی خواہش دیکھی تو کہنے لگے اگر مجھے لوگوں کے کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ ابوطالب نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا تو میں آپ ﷺ کو اس کلمہ کے کہنے سے خوش کر دیتا۔ جب جناب ابوطالب کا وقت نزدیک آیا تو حضرت عباسؓ نے جو پاس تھے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ کان لگایا تو کہنے لگے خدا کی قسم! میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جو آپ ﷺ نے اسے فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو نہیں سنا۔ بعض اہل سیر نے اپنی تحقیق میں بیان کیا ہے کہ جناب ابوطالب کے آخری کلمات تھے ”کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔“ واللہ اعلم۔

جناب ابوطالب کے انتقال پر آپ ﷺ نے ان کی نعش کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا آپ کو بخشش دے میں ہمیشہ آپ کی مغفرت کے لئے دعا کرتا رہوں گا تا آنکہ حق تعالیٰ ہی مجھ کو اس سے منع نہ کرے۔ اس پر سورہ توبہ کی آیت نازل ہوئی:

”نبی اور اہل ایمان کے لئے درست نہیں کہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کریں اگرچہ وہ قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ لوگ جہنمی ہیں یعنی کفر پر مرے ہیں۔“

(سورہ توبہ آیت: ۱۱۳)

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کے پاس آپ کے چچا کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ممکن ہے قیامت کے دن میری شفاعت فائدہ پہنچادے اور انہیں جہنم کی ایک کم گہری جگہ میں رکھ دیا جائے کہ آگ صرف ان کے دونوں ٹخنوں تک پہنچ سکے۔

علامہ سہیلی شرح سیرت ابن ہشام میں فرماتے ہیں کہ ہشام بن سائب یا اس کے بیٹے سے مروی ہے کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو انہوں نے قریش کے بڑے بڑے لوگوں کو اپنے پاس بلا کر وصیت کی۔ اے گروہ قریش! تم خدا کی مخلوق میں ممتاز و منتخب اور عرب کا دل ہو۔ میں تم کو اس عمارت یعنی خانہ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں خدا کی رضامندی بھی ہے اور معاش کا قوام بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔

اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور اسے قطع نہ کرنا کیونکہ صلہ رحمی سے عمر بھی بڑھتی ہے اور اسباب روزی میں بھی کشائش ہوتی ہے۔

اور بغاوت اور عقوق (ماں باپ کی نافرمانی) بھی ترک کرنا کیونکہ انہی دونوں سے تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ داعی کی دعوت قبول کرو۔

اور سائل کو کچھ عطا کیا کرو کیونکہ اس میں زندگی اور موت ہر دو میں شرف و بزرگی ہے۔

اور سچ بولنے اور امانت داری کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں خواص میں محبت اور عوام میں عزت حاصل ہوتی ہے۔

اور نیز میں تم کو محمد ﷺ سے نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں امین ہیں اور عرب میں صدیق (بہت سچ بولنے والا) ہیں اور وہ ان سب صفات کے جامع ہیں جن کی بابت میں نے تم کو وصیت کی اور وہ ایسے امر کے ساتھ آئے ہیں۔ جسے دلوں نے قبول کیا اور بعض زبانوں نے مخالفت کی وجہ سے انکار کر دیا اور خدا کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے درویشوں نے

اور دیہاتیوں نے اور ضعیفوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور آپ ﷺ کے کلمہ کی تصدیق کر لی ہے اور آپ ﷺ کے امر کی تعظیم کی ہے۔

پس رؤسائے قریش اور ان کے سردار پیچھے رہ گئے اور ان کے گھرا جڑ گئے اور ان کے ضعیف صاحب ہو گئے اور عظیم القدر لوگ آپ کے سامنے حاجت مند ہو گئے اور جو آپ سے دور تھے وہ آپ کے نزدیک بلند بخت ہو گئے۔ عرب نے آپ کے لئے اپنی دوستی مخصوص کر دی اور اپنے دلوں کو آپ کے لئے صاف کر دیا اور آپ کو اپنا قائد و رہنما تسلیم کر لیا۔ پس اے قریش! اپنے باپ کے بیٹے یعنی بھائی کو پکڑ لو اور اس کے دوست ہو جاؤ۔ اس کی لڑائی میں اس کے حامی بن جاؤ۔ خدا کی قسم! تم میں سے کوئی بھی آپ کے رستہ پر نہیں چلے گا۔ مگر وہ بھلائی پائے گا اور کوئی بھی آپ کا طریق اختیار نہیں کرے گا مگر وہ سعادت پا جائے گا، ضرور آپ کی مدافعت کرنا اس کے بعد ابوطالب فوت ہو گئے۔

آپ ﷺ اپنے چچا کے انتقال پر بہت روئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ وہ انہیں دفن کر آئیں اور تدفین کے بعد وہ واپس آئے تو ان کو غسل کرنے کو کہا۔ وفات کے وقت جناب ابوطالب کے چار بیٹوں طالب، عقیل، جعفر اور علیؑ میں سے طالب اور عقیل باپ کے دین پر تھے لہذا ابوطالب کی میراث فقط طالب اور عقیل کو ہی ملی۔ ”مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا“ اس لئے جعفر اور علیؑ نے جو مسلمان تھے میراث سے کچھ نہ لیا۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی وفات • انبوی

جناب ابوطالب کی وفات کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ رمضان • انبوی میں ہی سیدہ خدیجہ الکبریٰؑ بھی رحلت فرما گئیں۔ اس وقت ان کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی اور آپ ﷺ اپنی پچاسویں منزل میں تھے۔ ابھی نماز جنازہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ ان کی رحلت پر بہت غمگین تھے۔ آپ ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور بمقام حجون جسے جنت معلیٰ کہتے ہیں آپ کو دفن فرمایا۔ یوں یہ پچیس سالہ یمثال رفاقت اختتام کو پہنچی۔

حضرت خدیجہؑ وہ ہستی تھیں جو سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اپنا زرو مال خوشی کے ساتھ راہ حق میں خرچ کر دیا۔ سخت سے سخت حالات میں، خوشی آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور مشکل ترین

حالات میں بھی آپ ﷺ کو قوت پہنچائی۔ دعوت اسلام میں ہمیشہ آپ ﷺ کی مدد فرماتیں۔ تمام عمر آپ کی خیر خواہی اور غم گساری میں بسر کی۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی۔ جس وقت لوگوں نے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے ہی اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی۔“

(مسند احمد)

قریش کی زیادتیاں

آپ ﷺ سے جناب ابوطالب کی بیماری پر قریش کی خواہش پوری نہ ہوئی اور وہ مایوس ہو کر آپ ﷺ سے رخصت ہو گئے۔ جناب ابوطالب کی وفات کے بعد ان کی جسارت بڑھ گئی اور وہ کھل کر آپ ﷺ کو اذیت و تکالیف پہنچانے لگے۔ جس سے آپ ﷺ کے غم و الم میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اب سیدہ خدیجہ کی وفات سے ان کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ کوئی بد بخت آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دیتا تو کوئی آپ ﷺ پر نماز کی حالت میں اوجھڑی ڈال دیتا۔ چنانچہ ایک دن آپ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے کہ قریش کے ایک احمق نے سامنے آ کر آپ ﷺ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ آپ ﷺ گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے سر کو دھو کر مٹی نکالی۔ وہ سر کو دھوتے روتی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ انہیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے جارہے تھے ”بیٹی روؤ نہیں اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرے گا۔ قریش نے میرے ساتھ کوئی بد سلوکی نہ کی جو مجھے ناگوار گذری ہو۔ جب تک ابوطالب زندہ تھے۔“

عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کعبہ کے سامنے نماز میں مشغول تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر اتنا مروڑا کہ آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ سیدنا ابوبکرؓ یہ دیکھ کر دوڑ پڑے اور عقبہ کو بھگایا اور کہا کہ اے ظالمو! کیا صرف اتنی بات پر ایک شخص کی جان لینا چاہتے ہو کہ وہ اپنا آقا اللہ کو مانتا ہے۔ اس پر وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ پر پل پڑے اور انہیں خوب مارا۔

ایک دن ابو جہل نے ایک اونٹ کی اوجھڑی منگوائی اور سجدہ کی حالت میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ مشرکین قہقہے لگانے لگے۔ عبد اللہ بن مسعود موجود تھے مگر ان کی ہمت نہ پڑی کہ آپ ﷺ کی مدد کر سکتے۔ آخر سیدہ فاطمہ الزہراءؑ نے آ کر اوجھڑی ہٹائی۔

اب وہ زمانہ آ گیا کہ مکہ کے شراب خانوں کی آوارہ گانے والیوں نے آپ ﷺ کی ہجو میں علانیہ گانا شروع کر دیا۔ اوباشوں نے گلیوں میں آوازیں کسنی شروع کیں۔ سرداران قریش کے ہنسی مذاق اور تمسخر اڑانے کا مرکز بھی حضور ﷺ قرار پائے۔ ابو جہل کہنے لگا اے عبد مناف وہ دیکھو تمہارا نبی آ رہا ہے۔ عقبہ نے کہا نبی تو کیا اگر وہ فرشتے بھی بننے لگیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ حضور ﷺ ان بزدلوں کی شرارتوں سے درگزر فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن آخر کب تک! ابو جہل سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لئے وہ وقت دور نہیں جب تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ۔ پھر عقبہ سے کہا تم ضدی آدمی ہو تم نے کبھی حق کی حمایت نہیں کی اور دوسروں کی طرف ہو کر فرمایا کہ ”وہ دن دور نہیں جب تم راہ ہدایت پر پڑ جاؤ گے۔“

ان سب حالات میں اللہ جل شانہ نے وحی نازل فرمائی:

”بے شک یہ لوگ اسلام کے مٹانے میں بہت تدبیریں جو ان سے ہو سکتی تھیں، کر چکے ہیں اور ان کی ہر تدبیر اللہ کے علم میں ہے۔ (سوائے محبوب) اگرچہ ان کی تدبیریں ایسی محکم ہوں کہ ان سے پہاڑوں کا ٹل جانا متصور ہو سکتا ہو تو آپ نے پھر بھی ہرگز وہم و گمان بھی نہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو جو وہ اپنے پیغمبروں سے کرے، خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔“

(سورۃ ابراہیم: ۴۷: ۴۶)

ایسے زلزلہ انداز حوادث کے وقت آپ ﷺ کی استقامت، آپ ﷺ کی صداقت کی

دلیل ہے۔

سیدہ سودہؓ سے نکاح

جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد حالات میں جو تبدیلی آئی

تھی یعنی اذیتوں میں اضافہ اس سے تبلیغ کے کام میں رکاوٹ آتی تھی اور پھر بچیوں اور گھر کی دیکھ بھال بھی ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ ایک روز حضرت عثمان بن مظعونؓ کی زوجہ خولہ بنت حکیمؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا! ”ہاں وہ میرے بچوں کی ماں بھی تھی اور (میرے) گھر کی منتظم بھی تھی۔“ تو خولہؓ نے عرض کی کہ کیا وہ حضرت سودہؓ کے لئے آپ ﷺ کا پیغام نکاح دے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تم مستورات ہی اس کام کے لئے زیادہ مناسب ہو۔“

حضرت سودہؓ بنت زمعہ قریش کی شاخ بنی عامر بن لوئی سے تھیں اور آپ ﷺ کی ہمجدی بھی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا تھا جو ان کے چچا زاد تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی آغاز اسلام میں ہی ایمان لا چکے تھے اور ہجرت حبشہ میں بھی ساتھ تھے۔ سکرانؓ کی وفات حبشہ یا مکہ میں ہو چکی تھی اور ان سے آپ کی اولاد بھی تھی جن میں ان کے بیٹے عبدالرحمنؓ تھے جو مکہ میں ہی ایمان لے آئے۔ سیدہ سودہؓ بنی قانع صابرؓ شب بیدار عبادت گزار وفادار اور خدمت گزار خاتون تھیں۔ چنانچہ شوال ۱۰ نبوی میں حضرت سودہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا اور آپ حضور ﷺ کے گھر آ گئیں۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک پچاس سال تھی۔ پانچ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ آپ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی بہت عرصہ زندہ رہیں اور خدمت و اشاعت دین سرانجام دیتی رہیں۔

نکاح سیدہ عائشہؓ

سیدہ عائشہؓ کے نکاح کی تحریک بھی حضرت خولہؓ بنت حکیم ہی کی وساطت سے ہوئی۔ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کا نکاح یکے بعد دیگرے ہوا۔ اس لئے ان کے تقدم و تاخر کی تاریخ میں اختلاف ہے کہ پہلے کون سا ہوا۔ لیکن اس بات پر سب مورخین متفق ہیں کہ پہلے حضرت سودہؓ کی رخصتی ہوئی اور پہلے وہ آپ ﷺ کے گھر آئیں۔

سیدہ عائشہؓ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی دختر ہیں جن کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنی تیم بن مرہ بن کعب سے ہے اور ان کا سلسلہ نسب مرہ بن کعب پر آپ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ حضور ﷺ سے سیدہ عائشہؓ کا نکاح شوال ۱۰ نبوت میں ہوا اور رخصتی بعد از ہجرت مدینہ میں شوال ۱۱ھ میں

ہوئی۔

امہات المؤمنین میں یہی واحد خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ صحیح مسلم شریف اور بخاری شریف کے باب فضائل میں حدیث میں ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا میں تین شب تجھے خواب میں

اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو

میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی زوجہ ہیں۔ ان کا چہرہ

کھولنے میں تصویر سے پردہ اٹھاتا اور دیکھتا کہ وہ تم تھیں۔ میں یہ دیکھ کر

کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے

پورا بھی کر دے گا۔“

معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی شادی کا اہتمام آسمانوں میں ہوا تھا۔ آپ

ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا تھا۔ ام المؤمنین کی زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ قدرت یہ چاہتی تھی کہ یہ بلند پایہ خاتون اپنی صغریٰ میں رسول اللہ ﷺ کی آغوش تربیت میں

رہ کر ہر طرح کے علمی اور عملی کمالات حاصل کر کے آئندہ اپنی جنس نسوانی کے لئے بہتر سے بہتر

معلمہ و پیشوا ثابت ہو کیونکہ آپ تو جس طرح مردوں کے لئے مبعوث ہیں اسی طرح عورتوں کے

بھی ہیں اور عورتوں کے بہت سے مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو وہ مردوں سے بالمشافہ اور

صریح الفاظ میں حاصل نہیں کر سکتیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کی وہ تعلیم ان کی زوجہ محترمہ کے واسطے

سے ان تک پہنچانا نہایت پر حکمت طریقہ ہے۔ سیدہ عائشہ کی علمی قابلیت آپ ﷺ کے وقت

سے جو ان کے علم حاصل کرنے کا زمانہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً نصف صدی تک جو

ان کے نشر علم کا زمانہ ہے۔ ان کے شاگردوں کی فہرست ان کے فتاویٰ کی اشاعت، علمی مشکلات

میں بڑے بڑے مجتہدین صحابہ کے ان کی طرف رجوع کرنے پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔

محض علمی قابلیت ہی پر بس نہیں بلکہ جس طرح وہ علمی مشکلات حل کرنے میں مرجع صحابہ تھیں۔

اسی طرح وہ علمی طور پر بھی نہایت ریاضت کش تھیں۔ تہجد کی نماز ہمیشہ پڑھتی تھیں۔ اشراک بھی

ترک نہیں فرماتی تھیں۔ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتیں۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ

کا بارہ دن کا سفر نہایت مشکل تھا لیکن آپ ہر سال حج ادا فرمایا کرتی تھیں۔ ان سب سے زیادہ

محنت اور جفاکشی بلکہ جانبازی کا کام جہاد ہے۔ آپ جہاد میں بھی شریک ہوتیں وہاں غازیوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی فرماتیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد کی کتب میں یہ سب تفصیل مرقوم ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔
 ”جب بھی صحابہ کرام پر کسی مسئلہ میں کوئی دشواری پیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کرتے اور ان کے پاس اس مسئلہ کا علم موجود ہوتا۔“

حکمت، فہم و فراست، سخا و فیاضی، علم و زہد و تقویٰ میں یکتا، مفسر و مجتہد اور رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد امت کی یہ معلمہ ۷ رمضان ۵۸ھ میں وفات پانگئیں اور قبرستان جنت البقیع مدینہ منورہ میں آسودہ خاک ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عروہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوبکرؓ، بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔

دو ہزار دو سو دس احادیث آپ سے مروی ہیں۔ آپ کی برأت میں سترہ آیات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور اسی طرح غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر بھی آپ ہی کی وجہ سے تیمم کا قرآنی حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ کے انتقال کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک آپ ہی کی گود میں تھا اور انہیں کے حجرہ میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہوئے۔
 اکثر مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے سیدہ عائشہؓ کی کم عمری میں نکاح پر اعتراضات کئے ہیں۔ صاحب سیرت قرآنیہ اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔

”قریش کو شرمندہ کرنے اور آنحضرت کے افکار کو کم کرنے کے خیال سے ان کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی کم سن بیٹی کو آنحضرت ﷺ سے منسوب کر دیا اور یہ دکھا دیا کہ ایسی کسمپرسی کے عالم میں جب کہ ہر وقت صدقوں کی جان خطرے میں تھی اور خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ پر دشمنانِ دین کا زغہ تھا ایک ایسا رفیق بھی موجود ہے جو اپنی جان و مال قربان کرنے کو تیار ہے۔ (ولو کرۃ الکارون خواہ کافروں کو کتنا ہی برا

کیوں نہ معلوم ہو) تین سال بعد اھ میں بی بی عائشہؓ بلوغ کو پہنچیں
(جس کے بعد آپ کی رخصتی عمل میں آئی) یہی صرف ایک کنواری تھیں
جو آنحضرت کے نکاح میں آئیں۔“

معجزہ شق القمر

مشرکین مکہ حضور ﷺ سے آپ کی نبوت کی صداقت کی کوئی نشانی دکھانے کے لئے
اکثر تقاضا کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ چند مشرکین آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر
آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔ جس کا نصف ابوقیس پہاڑ پر ہو اور نصف
جبل قیقعان پر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں نے ایسا کیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے تو انہوں
نے کہا ہاں وہ چودھویں کی رات تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کا
مطالبہ پورے کر دے اور اپنی انکشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی وقت چاند دو
ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا جبل ابوقیس پر تھا اور دوسرا جبل قیقعان پر تھا۔ دیر تک لوگ حیرت سے یہ
منظر دیکھتے رہے۔ حیرت کے عالم میں کبھی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے اور پھر چاند کی طرف
دیکھتے تو وہ صاف دو ٹکڑے نظر آتا۔ رسول اللہ ﷺ ندا فرما رہے تھے۔ اے ابوسلمہ بن عبدالاسد!
اے ارقم بن ارقم گواہ ہو جاؤ جتنا وقت عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے اتنا عرصہ چاند دو ٹکڑے
نظر آتا رہا اور اس کے بعد پھر اصل حالت میں آ گیا۔

مشرکین مکہ نے کہا محمد ﷺ تو نے جادو کر دیا ہے، باہر سے آنے والے مسافروں کا
انتظار کیا جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا اور ہر جانب سے آنے
والے مسافروں نے تصدیق کی کہ انہوں نے شق قمر دیکھا ہے لیکن ان شہادتوں کے باوجود
مشرکین ایمان نہ لائے اور کہا کہ یہ سب سحر کا اثر تھا، جس کا اثر عنقریب زائل ہو جائے گا۔

اللہ جل شانہ نے سورۃ القمر میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے:

”قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ یہ لوگ اگر کوئی بڑی سے بڑی
نشانی بھی دیکھ لیں تو بھی اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں، چلتا ہوا
جادو ہے اور انہوں نے بھی اسے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔“

(سورۃ القمر: ۱:۴)

سفر طائف

جناب ابوطالب اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی وفات کے بعد مشرکین مکہ کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ بہت سے مسلمان کفار کے مظالم سے تنگ آ کر کئی سال پیشتر حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ مکہ میں آپ ﷺ ایک مختصر جماعت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کر رہے تھے۔ کفار مکہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کو اور زیادہ ستانا شروع کر دیا تھا۔ ان حالات میں آپ ﷺ نے طائف کی جانب سفر کا ارادہ کیا تا کہ وہاں جا کر بنی ثقیف کو دعوت اسلام دیں اور ان کی امداد حاصل کریں۔ آپ ﷺ کو امید تھی کہ وہ مشرکین مکہ کے خلاف آپ کی امداد کے لئے آمادہ ہو جائیں گے اور ان کو اپنے ظلم و ستم سے باز رہنے کو کہیں گے۔ چنانچہ ۱۰ نبوت میں آپ ﷺ زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر پایادہ طائف کی جانب روانہ ہوئے۔

طائف مکہ سے ستر میل کے فاصلے پر باغوں سے گھرا ہوا شہر ہے جہاں پانی کی بہتات ہے اور ہر قسم کی ترکاریاں اور انگور، انجیر، انار، تربوز، خربوزہ اور بیر وغیرہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ طائف کے راستے میں عرب عاربہ کے قبیلے یمن سے آ کر یہاں آباد تھے ان میں ایک قبیلہ اللات بھی تھا جو لات، دیوی کے باشندے تھے۔ خصوصیت سے لات دیوی قبیلہ ہوازن کی دیوی تھی۔ جس کا بنو عدنان سے تعلق تھا یہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ لات دیوی کے پر وہت بنی مغیث تھے۔ بنو عدنان ہی کی ایک شاخ بنی سعد میں حضور ﷺ نے بچپن میں پرورش پائی تھی۔ ہوازن ہی کی ایک شاخ بنی ثقیف کا تسلط طائف پر تھا۔ طائف سے ایک رات کے فاصلے پر مقام عکاظ تھا یہاں ہر اتوار کو اطراف کے لوگ اپنا مال بیچنے کے لئے بازار لگاتے اور خصوصیت سے زمانہ جاہلیت میں ہر سال یہاں ایک بڑا میلہ لگتا تھا اور وہاں دکانیں اور بازار میلوں میں پھیلے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ میلہ ایک ماہ رہتا جہاں بڑے بڑے شعراء اور پہلوان اپنے کمال دکھاتے اور شراب کی محفلیں جمتی تھیں۔ چونکہ بچپن میں رسول اللہ ﷺ نے اسی نواح میں پرورش پائی تھی لہذا آپ ﷺ نے نہ صرف عربی شاعری و خطابت سے واقف ہو گئے تھے بلکہ وہ ساحروں، کاہنوں اور پر وہتوں کے کرتوتوں سے بھی پوری طرح واقف تھے۔

غرض کہ آپ ﷺ راستے میں بنی بکر اور قحطان کے بعض قبیلوں کے پاس تشریف لے گئے لیکن کہیں بھی ٹھہرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر آپ ﷺ طائف پہنچے۔ طائف میں آپ ﷺ کے عم محترم حضرت عباس کی بہت کچھ جائیداد تھی اور قریش میں سے دوسروں کی بھی

جائیدادیں تھیں۔ عمرو بن عمیر بن عوف کے تین فرزند عبد یلیل، مسعود اور حبیب یہاں کے رئیس تھے۔ آپ ﷺ ان کی مجلس میں گئے اور انہیں اسلام قبول کرنے اور اشاعتِ اسلام میں معاونت کی دعوت دی۔ لیکن ان بد بختوں نے آپ کی بات سننے سے بھی انکار کر دیا اور اپنے مغرورانہ اور متکبرانہ برتاؤ کے ساتھ دعوت کا بھی مذاق اڑایا۔

ایک نے کہا:

کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

دوسرے نے کہا:

کیا خدا کو تیرے سوا کوئی اور رسول بنانے کو نہ ملا جسے چڑھنے کی سواری بھی

میسر نہیں اور اگر خدا کو رسول بنانا ہی تھا تو کسی حاکم یا سردار کو یہ عظمت بخشی

ہوتی۔

تیسرے نے کہا:

خدا کی قسم! میں تجھ سے کلام بھی نہ کروں گا اگر واقعی اللہ نے تم کو رسول بنا

کر بھیجا ہے تب تو سخت خطرناک ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کر دوں اور

اگر تو اللہ کا رسول نہیں تو پھر تو قابلِ خطاب اور لائق التفات نہیں۔“

آپ ﷺ ان لوگوں سے مایوس ہو کر وہاں سے اٹھے اور ان سے فرمایا کہ یہ گفتگو اگر

اپنے تک محدود رکھے تو بہتر ہوگا۔ رسول اللہ نے اسے بہتر سمجھا کہ یہ خبر قریش تک نہ پہنچے مکہ والے

یہ بات سن کر خوش ہوں گے اور آپ کو پہلے سے زیادہ ستائیں گے لیکن ان منکرین نے اس کے

بالکل برعکس کیا اور انہوں نے اپنے اوباشوں اور غلاموں کو شہ دے کر آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔

یہ آپ ﷺ پر آوازیں کتے، گالیاں دیتے، شور مچاتے اور پتھر پھینکتے جس سے آپ ﷺ اور

حضرت زید بن حارثہ بہت زخمی ہوئے۔ زید نے آپ ﷺ کو بچانے کی بھرپور کوشش کی کہ جو پتھر

بھی آئے وہ آپ ﷺ کی بجائے انہیں لگے۔ اس کوشش میں ان کا تمام سر زخمی ہو گیا۔ آپ ﷺ

کا لہو اتنا بہا کہ جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ آپ ﷺ نے انہی آلام و مصائب میں دس دن

گزارے اور تمام سردارانِ طائف کے پاس آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام سنایا لیکن جواب میں ہر

طرف سے پتھر برستے رہے اور اب طائف میں آپ ﷺ کا ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ آپ ﷺ واپس

ہوئے تو بد معاشوں کا یہ گروہ شہر سے تین میل باہر تک آپ ﷺ کے تعاقب میں رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ طائف کے باہر ایک باغ کے باہر پہنچ کر دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بد معاشوں کا گروہ واپس چلا گیا۔ جب کچھ آرام فرمایا اور اطمینان ہوا تو آپ ﷺ نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور بارگاہ الہی میں دعا فرمائی۔

”الہی میں اپنی قوت کی کمزوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کے سامنے حقیر ہونے کی فریاد تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو سب ضعیفوں کا رب ہے اور میرا بھی رب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے، کیا کسی اجنبی کے سپرد کرتا ہے جو مارے غصے کے مجھ پر چڑھ آوے یا دشمن کے حوالے کرتا ہے جو میرے معاملہ کا مالک ہو جائے۔ الہی! ان سب باتوں کے ساتھ اگر مجھ پر تیرا غضب نہ ہو تو مجھے کچھ بھی پرواہ نہیں لیکن تیری عافیت میرے لئے وسیع ہے میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں۔ جس سے سب تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور دنیا اور آخرت کے سارے کام سنورتے ہیں۔ اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب یا غصہ نازل ہو۔ تیری ہی رضا کی طرف رجوع ہے۔ حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور فائدہ حاصل کرنے کی طاقت اور نقصان سے بچنے کی قوت تیری توفیق کے سوا نہیں۔“

یہ باغ جس کی دیوار کے سایہ میں آپ ﷺ بیٹھے تھے مکہ کے رئیس عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کا تھا جو آپ ﷺ کے ہم جدی تھے اور اس وقت باغ میں موجود تھے۔ یہ کافر ہونے کے باوجود شریف الطبع تھے۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو ان کی عزیزداری کی رگ میں حرکت پیدا ہوئی اور انہوں نے ایک رکابی میں انگور کے خوشے رکھ کر اپنے خادم عداس کے ہاتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوائے۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ بڑھایا اور انگور کھانے شروع کئے۔ عداس نے آپ ﷺ کا عمل دیکھ کر عرض کی کہ یہ جملہ تو یہاں کے لوگ نہیں بولتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ عداس نے عرض کی! میں اہل نینوا سے ہوں اور میں نصرانی ہوں۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: سبحان اللہ! صالح مرد یونس بن متی کی بستی سے۔ اس نے عرض کی! آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہے کہ یونس بن متی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ میرا بھائی ہے وہ نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔

عداس نے جھک کر آپ ﷺ کا سر مبارک اور ہاتھ اور قدم چوم لئے۔ عتبہ اور شیبہ دونوں بھائیوں نے اس کی حرکت کو دیکھ لیا اور آپس میں کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے غلام کو بگاڑ دیا ہے۔ جب عداس واپس آیا تو انہوں نے عداس سے پوچھا کہ تم نے اس شخص کے سر ہاتھ اور پاؤں کیوں چومے۔ عداس نے کہا یا سیدی۔ روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے ایک نبی کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا! تیرا برا ہو وہ تجھے تیرے دین سے نہ پھیر دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد آپ ﷺ وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ غم و الم کی شدت سے آپ ﷺ کی طبیعت سخت نڈھال اور دل پاش پاش تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر کیا احد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن گذرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گذرا جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یاسیل بن عبد کلال کے صاحبزادے پر پیش کیا اور اس نے میری بات قبول نہ کی میں وہاں سے نہایت غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا۔ مقام قزن ثعالب پہنچ کر ہی مجھے افاقہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر سر جو اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ابر مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبرئیل امین موجود ہیں۔ جبرئیل نے وہیں سے مجھے آواز دی کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو جو جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے اور اس وقت اللہ نے آپ ﷺ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) کو بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ اس کو جو چاہیں وہ حکم دیں۔ اتنے میں ملک الجبال نے مجھے آواز دی اور سلام کیا اور کہا اے محمد ﷺ اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں ملک الجبال ہوں۔ تمام پہاڑ میرے تصرف میں ہیں۔ آپ ﷺ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ کہیں تو ان دونوں پہاڑوں کو (جن کے درمیان اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں) ملا دوں جس سے تمام لوگ پس جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک

نہ کریں گے۔ (صحیح البخاری)

اس غیبی مدد سے آپ ﷺ کا دل مطمئن ہو گیا اور رنج و الم کے بادل چھٹ گئے۔

جنات کا ایمان لانا

وہاں سے روانہ ہو کر آپ ﷺ نخلہ پہنچے اور وادی نخلہ میں قیام فرمایا۔ رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھے۔ آپ ﷺ سوز و گداز سے تلاوت قرآن حکیم کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گذر کرایا۔ وہ قرآن حکیم سن کر وہاں ٹھہر گئے اور آپس میں کہنے لگے، خاموش رہو اور سنو۔ پھر وہ قرآن پر ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کی نیابت میں اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کرنے لگے۔

قرآن حکیم نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

”اور (اے پیغمبر) آپ یاد کریں وہ وقت جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، وہ قرآن سن رہے تھے پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے خاموش ہو جاؤ پھر جب ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لئے لوٹ گئے۔“

(سورۃ الاحقاف: ۲۹)

نخلہ کے مقام کے بعد آپ ﷺ نے مکہ جانے کا قصد کیا تو مکہ کا ایک شخص عبداللہ بن اریقظ ادھر سے گذرا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ کیا وہ آپ ﷺ کا پیغام لے جائے گا اس نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھن بن شریق کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ کیا وہ اس بات کا ذمہ اٹھاتا ہے کہ میں مکہ میں آزادی سے خدا کا پیغام سنا سکوں۔ وہ گیا تو انھن نے جواب دیا کہ وہ قریشیوں کے خلاف ذمہ نہیں اٹھا سکتا۔ آپ ﷺ نے ابن اریقظ کو یہی پیغام سہیل بن عمرو کے پاس لے جانے کو کہا۔ سہیل نے اسے جواب دیا کہ وہ بنی عامر بن کعب کے خلاف امان کا ذمہ نہیں اٹھا سکتا۔ اب آپ ﷺ نے وہی پیغام مطعم بن عدی کو بھیجا کہ میں جوار کا طلب گار ہوں، مطعم نے قبول کیا۔ آپ ﷺ رات مطعم کے ہاں آگئے اور رات وہیں قیام کیا۔ صبح کو مطعم اور اس کے بیٹے جن کی تعداد چھ یا سات تھی ہتھیار لگا کر آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ آئے اور مطعم نے حرم کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اے قریش! میں نے محمد ﷺ کو پناہ دی ہے کوئی ان سے تعرض

نہ کرے۔ اس وقت ابوسفیان بھی وہاں آ گیا اور مطعم سے دریافت کیا کہ کیا وہ پیرو ہو کر آیا ہے یا امان دے کر۔ اس نے کہا کہ میں نے امان کا ذمہ لیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا تو جسے تم نے امان دی ہم بھی اسے امان دیتے ہیں۔

اب آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف ادا کرنے کے بعد ایک دو گانہ ادا کیا۔ پھر مطعم اور اس کے بیٹے آپ کے گھر تک ساتھ آئے۔ آپ ﷺ نے مطعم بن عدی کے اس حسن سلوک کو کبھی فراموش نہ فرمایا۔

آپ ﷺ مکہ آئے تو ذی قعدہ انبوت شروع ہو چکا تھا۔ دعوت اسلام کا کام جاری تھا۔ اب حج کا زمانہ بھی قریب تھا اور مکہ میں دور و نزدیک سے لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور دعوت اسلام دیتے۔ ابولہب کو آپ کی مخالفت میں خاص کدھی اور ہر جگہ آپ ﷺ کے پیچھے لگا ہوا پہنچ جاتا اور لوگوں کو آپ ﷺ کی باتیں سننے سے روکتا۔

یمن سے ایک شخص ضما دازی مکہ آیا۔ یہ شخص مشہور حکیم اور افسوں گر تھا۔ اس نے جب آپ ﷺ کے مخالفین سے سنا کہ آپ ﷺ پر جنوں کا اثر ہے تو اس نے کہا کہ میں ان کا علاج کر سکتا ہوں۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آئیے میں آپ ﷺ کو منتر سناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے مجھ سے کچھ سن لو۔ پھر آپ ﷺ نے خطبہ شروع کیا اور ابھی کلمہ شہادت ہی ختم کیا تھا کہ اس نے کہا پھر پڑھیے دوبارہ سہ بارہ سننے کے بعد کہا میں نے بڑے بڑے کاہن اور ساحر دیکھے، لیکن ایسا کلام کسی سے بھی نہ سنا اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔

طفیل بن عمرو دوسیؓ

یمن کے نواح میں قبیلہ دوس آباد تھا۔ اس قبیلہ کے سردار طفیل بن عمرو دوسی کا یمن کے رؤسا میں شمار ہوتا تھا اور وہ علم و دانش اور بڑے شاعر کے طور پر مشہور تھا۔ طفیل ۱۱ نبوی میں مکہ آیا۔ سرداران قریش نے استقبال کیا اور اس سے کہا کہ تم ایک شاعر آدمی ہو۔ اپنی قوم کے سردار ہو لوگ تمہاری بات مانتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تمہاری ملاقات محمد ﷺ سے ہوگی تو اس کی گفتگو تم میں اثر کر جائے گی۔ وہ ایک ساحر ہے اور اس نے سارے شہر کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اور خاندانوں میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ احتیاط رکھنا اور اس سے بچے رہنا اور اس کی زبان سے کوئی کلمہ نہ

سننا ایسا نہ ہو کہ تم پر اور تمہاری قوم پر بھی وہ آفت آجائے جو ہم پر آگئی ہے۔ وہ آدمی اور اس کے بیٹے میں اس کی بیوی میں اور اس کے باپ میں تفریق کروا دیتا ہے۔ غرض کہ قریش نے اسے اتنا خوف دلایا کہ اس نے کانوں میں روئی ڈال لی تاکہ اچانک بھی آپ ﷺ کی آواز اس کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

ایک صبح کانوں میں روئی ٹھونسے وہ کعبہ پہنچا اور دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد میں کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اسے نماز کا طریقہ بھلا لگا اور آپ ﷺ کے قریب آ گیا کہ تلاوت کی آواز کچھ کچھ سنائی دی۔ اب طفیل کے دل میں خیال آیا کہ آخر میں بھی شاعر ہوں عقل مند ہوں میں ان کا کلام ضرور سنوں گا۔ اگر آپ ﷺ کی بات بھلی لگی تو اسے قبول کروں گا۔ اب اس نے کانوں سے روئی نکال دی اور غور سے آپ ﷺ کی قرأت سننے لگا۔ طفیل کا بیان ہے کہ میں نے اس کلام سے بڑھ کر جو آپ ﷺ پڑھتے تھے کوئی عمدہ کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ میں نے اپنے جی میں کہا سبحان اللہ! میں نے آج کی مثل کوئی کلام جو الفاظ میں اس سے زیادہ عمدہ ہو اور معانی میں اس سے زیادہ معنی خیز ہو نہیں سنا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کا منتظر رہا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر گھر کو لوٹے۔ میں بھی ان کے پیچھے ہولیا اور ان کے ساتھ ان کے گھر پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی قوم میرے پاس آئی اور اس نے ایسا ایسا کہا لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ مجھے آپ کا کلام سنائے اور یہ کلام سن کر میرے جی میں آ گیا ہے کہ یہ حق ہے پس آپ ﷺ اپنا دین میرے سامنے بیان فرمائیں کہ آپ ﷺ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں اور کن باتوں سے منع کرتے ہیں۔ پس آپ ﷺ نے میرے سامنے اسلام بیان فرمایا تو میں فوراً مسلمان ہو گیا اور عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ میرے قبیلے والوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق ملے۔ طفیل مکہ سے واپس گھر گئے اور وہاں تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ حضرت طفیل نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ مکہ والے آپ ﷺ کو بہت تنگ کرتے ہیں آپ ﷺ ہجرت فرما کر میرے گھر رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جب اور جس جگہ ہجرت کا حکم دے گا تب اور وہاں ہجرت کروں گا۔

ابوذر غفاریؓ

ابوذر جن کا تعلق قبیلہ غفار سے تھا مدینہ کے نواح میں رہتے تھے۔ مدینے میں آپ ﷺ کی خبر اڑتی ہوئی آپ کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو جو شاعر بھی تھے تحقیق

حال کے لئے مکہ بھجوایا۔ انہیں نے مکہ میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور واپس جا کر حضرت ابوذر کو بتایا کہ میں نے آپ ﷺ کو ایسا شخص پایا ہے جو بدی سے روکتا اور نیکی کی ترغیب دیتا ہے۔ جناب ابوذر کی پھر بھی تسلی نہ ہوئی اور پیدل مدینہ سے چل کر مکہ پہنچے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوذرؓ قبول اسلام کے فوراً بعد بیت اللہ گئے وہاں قریش کا مجمع تھا۔ آپ نے بلند آواز سے کلمہ توحید پڑھا اور قرآن حکیم کی کچھ آیات سنائیں۔ قریش نے کہا اس بے دین کو مارو۔ چاروں طرف سے ہلہ بول دیا گیا اور اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ اتفاق سے حضرت عباسؓ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے آئے اور دیکھ کر کہا کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے جہاں سے تم تجارت کے لئے کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ یہ سن کر ہٹ گئے۔ جب ہوش آیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اگلے دن پھر اسی طرح اعلان کیا۔ قریش نے پھر زد و کوب کیا۔ غرض مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان کر کے واپس وطن آ گئے۔

قبائل میں دورہ

آپ ﷺ کے طائف سے واپس آنے کے بعد قریش کے مظالم نے شدت اختیار کر لی تھی۔ اکثر مسلمان حبشہ میں تھے اور صرف چند ضعیف لوگ باقی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، مکہ کی مخالفت دیکھ کر آپ ﷺ نے اطراف قبائل میں دورہ کر کے اور موسم حج میں لوگوں کے اجتماعات اور ان کے خیموں میں جا کر پیغام حق پہنچانا شروع کیا۔ ربیعہ بن عباد کا بیان ہے کہ میں ابھی نوجوان لڑکا تھا اور اپنے باپ کے ساتھ حج کے موقع پر منیٰ میں تھا کہ آپ ﷺ عربوں کی قیام گاہوں میں جا جا کر فرماتے۔ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا حکم ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور اس کے سوا تم جو بتوں کی عبادت کرتے ہو اسے چھوڑ دو اور مجھ پر ایمان لاؤ اور میری رسالت کی تصدیق کرو اور میری سپر بن جاؤ تاکہ میں اللہ کی طرف سے وہ سب کچھ بیان کر سکوں جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ آپ کے ﷺ پیچھے ایک بھنگی آنکھ والا جس کی دو زبیں لٹکتی تھیں، کھڑا تھا جب آپ ﷺ اپنے وعظ سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ یہ شخص تم کو دعوت دیتا ہے کہ تم لات اور عزی اور جنات میں سے اپنے حلفاء کو جو بنی مالک بن اقیس سے ہیں اپنی گردنوں سے اتار پھینکو اور اس کے نئے دین اور گمراہی کی طرف آ جاؤ جو وہ لے کر آیا ہے پس تم اس کی کوئی بات نہ ماننا اور

نہ سننا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے جو ہر طرف آپ ﷺ کا پیچھا کرتا ہے اور آپ ﷺ کی تردید کرتا جاتا ہے۔ میرے والد نے کہا یہ آپ ﷺ کا چچا عبد العزیز بن عبدالمطلب المعروف ابولہب ہے۔

تبلیغ حق کے لئے آپ ﷺ بنی کندہ کے پاس آئے اور ان کو اللہ کی توحید کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر آپ ﷺ بنو کلب کی ایک شاخ بنو عبد اللہ کے پاس گئے۔ انہیں دعوت حق دی باتوں باتوں میں فرمایا کہ اے بنو عبد اللہ! اللہ نے تمہارے جد اعلیٰ کا نام بہت اچھا رکھا تھا۔ لیکن انہوں نے بھی اللہ کا پیغام قبول نہ کیا۔ پھر آپ ﷺ بنو حنیفہ کے پاس آئے تو انہوں نے ایسا برا جواب دیا جو عربوں میں سے پہلے کسی نے نہ دیا تھا۔ پھر آپ ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے ہاں گئے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر ہم آپ ﷺ کے پیرو ہو جائیں اور خدا آپ ﷺ کو مخالفین پر غالب کر دے تو کیا آپ ﷺ کے بعد ہم آپ کے جانشین بن جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کے اختیار میں ہے جہاں چاہے گا اسے رکھے گا۔ اس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ خود کو بچانے کے لئے تو عربوں کا نشانہ ہمارے سینوں کو بنائیں لیکن غالب آنے کے بعد یہ ولایت دوسروں کو مل جائے ہمیں آپ ﷺ سے کوئی غرض نہیں۔ جب بنی عامر سے واپس گئے اور ایک عمر رسیدہ بزرگ کو جو اپنے بڑھاپے کے باعث سفر حج پر نہ جاسکے تھے آپ ﷺ کی دعوت کی خبر سنائی اور آپ کا نسب بھی بیان کیا تو اس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور کہا! کیا اس کا کوئی تدارک ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی اسمعیلی نے آج تک کبھی جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کا دعویٰ ضرور سچ ہے اس وقت تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی؟

اسراء و معراج

اہل مکہ اور طائف کی اذیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے حزن و ملال کی تلافی اس طرح فرمائی کہ آپ ﷺ کو اسراء اور معراج کی سعادت سے نوازا۔ اسراء کے معنی رات کے وقت سیر کے ہیں اور معراج کا مطلب اوپر کو چڑھانا ہے۔ جمہور علماء کا عقیدہ یہی ہے کہ معراج جسمانی تھا اور بیداری کی حالت میں تھا۔

مستند روایات کے مطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۰ نبوت دوشنبہ کی رات آپ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں محو خواب تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور قلب مبارک کو نکال کر آب زمزم سے دھویا پھر ایک سنہری طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ پھر ایمان اور حکمت کو آپ ﷺ کے سینے میں رکھ کر جوڑ دیا۔ اس کے بعد ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اس کا نام براق ہے اس کا ہر قدم اس کی حدنگاہ تک پڑتا تھا۔ جب آپ ﷺ اس پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پائے اقدس رکھنے لگے تو براق نے شوخی کی۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے براق تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں شوخی کرتا ہے۔ تجھ پر حضور اکرم ﷺ سے زیادہ بزرگ تر سوار نہیں ہوا۔ پھر براق نے شوق کا اظہار کیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس کی پشت پر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہوئے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ جب آپ ﷺ کی سواری زمین نخلستان میں پہنچی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہاں دو گانہ پڑھے یہ زمین یثرب ہے جسے بعد میں مدینہ منورہ کہا جائے گا۔ اس کے بعد وادی سینا میں جہاں شجرہ موسیٰ کے قریب حق تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بمکلام ہوئے تھے دو گانہ ادا فرمایا۔ پھر مدین میں جہاں حضرت شعیت کا مسکن تھا یہی عمل دہرایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ بیت اللحم پہنچے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے دو گانہ ادا فرمایا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ کھڑی ہے۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے۔ عرض کیا حضور بڑھے چلے۔ پھر آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جانب ایک شخص کھڑا ہے اور آپ ﷺ کو بلارہا ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں

دریافت فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا حضور ﷺ بڑھے چلئے۔ اس کے بعد ایک جماعت پر گزر ہوا جو آپ ﷺ کو سلام عرض کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر اس پر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ ﷺ ان کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیے سو آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ بوڑھی عورت دنیا تھی دنیا کی عمر اب اتنی قلیل رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی۔ وہ شخص شیطان تھا دونوں کا مقصد آپ ﷺ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا اور وہ جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ (حضرت انسؓ)

اب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے۔ براق سے اترے اور اسے اس حلقہ سے باندھ دیا کہ جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے اور پھر آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جو ظاہر ہے تحیۃ المسجد تھیں۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام جو آپ ﷺ سے پہلے گزر چکے تھے اور فرشتوں کی جماعت آپ ﷺ کے انتظار میں موجود تھی۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور حضور پر صلوٰۃ و سلام عرض کیا اور سب نے آپ ﷺ کی افضلیت کا اقرار کیا۔ پھر اذان کہی گئی اور نماز کے لئے اقامت ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔ آپ نے امامت فرمائی۔ (حضرت انسؓ)

نماز سے فراغت پر آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے تو تین پیالے جن میں سے ایک میں پانی دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شراب تھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار فرمایا یعنی اسلام اور اس پر استقامت۔

اللہ کریم نے قرآن حکیم میں یہ واقع اس طرح بیان فرمایا ہے:

”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی راتوں رات شب کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے گردا گرد ماحول کو ہم نے مبارک بنایا تاکہ ہم دکھائیں اسے اپنی نشانیوں میں سے عظیم نشانیاں۔ یقیناً سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا تو صرف وہ (تبارک و تعالیٰ) ہے۔“

(سورۃ نبی اسرائیل: ۱)

اس زمینی سفر کی تکمیل کے بعد آپ ﷺ پھر براق پر سوار ہوئے۔ بعض کے نزدیک جنت سے زمرد اور زبرجد کی سیڑھی لائی گئی جس سے زمین سے آسمان کی طرف صعود ہوا۔ واللہ اعلم۔ یہاں تک کہ پہلا آسمان آ گیا۔ پس دروازہ کھلوانا چاہا تو کہا کون ہے۔ جواب دیا جبرئیل ہے۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے جواب دیا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید کیسا اچھا آنے والا آیا پس دروازہ کھول دیا گیا۔ جب آپ ﷺ اوپر تشریف لے گئے تو دیکھا حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر کہا صالح بیٹے اور صالح نبی مرحبا۔ دوسرے آسمان پر بھی وہی سوال جواب ہوئے داخل ہوئے تو وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں خالہ زاد بھائیوں کو پایا۔ سلام کیا تو سلام کے جواب کے ساتھ انہوں نے کہا صالح بھائی صالح نبی مرحبا۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت اور لیس علیہ السلام پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اسی طرح سلام و دعا کا سلسلہ پیش آیا۔ پھر آپ ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ کہا یہ آپ ﷺ کے جدا مجد ہیں انہیں سلام کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا پھر کہا صالح بیٹے اور صالح نبی مرحبا۔ پھر آپ ﷺ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا اور آپ ﷺ نے تمام نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

قرآن حکیم میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

”قسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہوا تمہارا رفیق (محمدؐ) نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے۔ جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوا۔ جب کہ وہ بالائی افق پر تھا پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ

ملایا۔ اب کیا تم اس چیز پر اس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کو دیکھا جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ چوندھیائی نہ حد سے تجاوز ہوئی اور اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

(سورۃ نجم: ۱۸:۱)

ان آیات کریمہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ارشاد ہے کہ ستارے قاعدہ کے مطابق نکلتے اور غائب ہوتے ہیں اور کبھی اپنی راہ سے بے قاعدہ نہیں ہٹتے، اسی طرح یہ تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ نہ بے مقصد بھٹکتے پھرتے ہیں اور نہ مقصد کی طرف جانے والی سیدھی راہ سے الگ ہوتے ہیں۔ یہ اپنی خوشی سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی وحی ہوتی ہے۔ اللہ نے وہ وحی ان کے پاس ایک فرشتے یعنی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت بھیجی جو بڑی قوت والے مضبوط اور توانا ہیں۔ وہ ان کے سامنے اپنی اصل شکل میں آسمان کے اونچے کنارے پر ظاہر ہوئے، پھر قریب اور پھر اور قریب پہنچے یہاں تک کہ درمیان میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر اللہ نے ان کے ذریعے اپنے بندے محمد ﷺ کی طرف جو وحی بھیجنی تھی بھیجی۔

ارشاد ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت آنکھ سے دیکھا اسے ان کے دل نے غلط نہیں بتایا، بلکہ کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھ اس وقت بالکل ٹھیک دیکھ رہی تھی اور یہ واقعی وہی جبرئیل علیہ السلام فرشتے ہیں جو اللہ کی طرف سے وحی لے کر آتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا اور پھر انہوں نے قریب آ کر اور جھک کر آپ ﷺ کو وحی پہنچائی اور رسول اللہ ﷺ کے دل کو پورا پورا اطمینان ہو گیا کہ جو کچھ ہوا اور دیکھا سب سچ تھا اور پھر اب اس کی بابت فضول بحث کیوں کرتے ہو اور جھگڑے کیوں نکالتے ہو اور مان کیوں نہیں لیتے کہ واقعی ایسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ایک دفعہ اور اصلی حالت میں دیکھا اور وہ سدرہ المنتہیٰ کے قریب تھا جو نیچے سے اوپر پہنچنے کی انتہائی حد کے پاس بیری کا ایک درخت ہے اور اسی کے قریب آرام سے رہنے کی جنت ہے۔ اس وقت

رسول اللہ ﷺ کی نگاہ ترچھی ہوئی نہ ٹیڑھی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ بس سیدھی اسی چیز تک پہنچ کر رک گئی جسے دکھانا منظور تھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے اپنے رب کی قدرت اور اس نے جمال کے وہ نمونے دیکھے جو عظمت اور شان میں سب سے بڑے تھے۔ (مفہوم)

جنت کے مشاہدہ کے بعد آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لایا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کو انوارِ الہی ڈھانپے ہوئے تھے اور اس پر رنگ چھائے ہوئے تھے۔ سدرہ کے معنی بیری کے درخت کے ہیں۔ اس کے پھل مقامِ حجر کے منکوں جیسے تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ ہر پتے پر ایک فرشتہ تھا۔ اس مقام پر مخلوق کے اعمال اور ان کے علوم ختم ہو جاتے ہیں اور امرِ الہی نزول فرماتا ہے اور احکام حاصل کئے جاتے ہیں۔ فرشتے اسی کے پاس ٹھہرتے ہیں اور اس سے آگے بڑھنے اور وہاں سے تجاوز کرنے کی کسی میں تاب و تواں نہیں ہے۔ یہیں سب رک جاتے ہیں اور ہر وہ چیز جو عالمِ سفلی سے اوپر جاتی ہے اور عالمِ علوی سے از قسم اوامر و احکام نزول فرماتے ہیں ان سب کی انتہا یہی ہے۔ اس سے آگے کسی نے تجاوز نہیں کیا۔ بجز سید المرسلین ﷺ کے۔ (مدارج نبوت)

آپ ﷺ نے تجلیات ربانیہ کا سدرۃ المنتہیٰ پر براہ راست جو نزول ہو رہا تھا اسے بھرپور انداز میں دیکھا اور ان کا تحمل کیا۔ نگاہ جمی رہی اور نگاہیں چکا چوند نہ ہوئیں۔ آپ ﷺ نے وہاں چار نہریں دیکھیں۔ جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں۔ دو نہریں ڈھکی ہوئی جاری تھیں اور دو ظاہر طور پر بہ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ عرض کی ڈھکی ہوئی نہریں جنت کی نہریں ہیں (کوثر اور سلسبیل) اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔ اب جبرئیل علیہ السلام نے اجازت چاہی کہ وہ اس سے آگے نہیں جاسکتے۔

پھر آپ ﷺ کو بیت المعمور پر اٹھایا گیا۔ بیت المعمور اللہ تعالیٰ کا اصل گھر ہے۔ جس کا ظل اور سایہ اس دنیا میں بیت اللہ ہے اور جو بالکل بیت المعمور کے نیچے واقع ہے۔ اس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک مرتبہ اس میں داخل ہوا ہے اسے پھر دوبارہ داخل ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح سے فرشتے بیت اللہ کا بیت الحرام میں طواف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ عرشِ معلیٰ کے قریب دو ایک کمان یا ان سے بھی کم جسے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”وکان قاب قوسین او دنی“ (سورۃ النجم: 9) فاصلے پر جا پہنچے۔ پھر آپ ﷺ پر وحی پہنچائی گئی جو پہنچانی تھی۔

بارگاہِ رب العزت سے اس موقع پر آپ ﷺ کو عطیاتِ مرحمت کئے گئے۔ ایک سورۃ

بقرہ کی آخری آیات جن میں اسلام کے اصول بیان کئے گئے تھے جو اسلامی معاشرہ کے لئے ضروری ہیں، ساتھ ہی اس میں یہ خوشخبری تھی کہ اب آپ ﷺ کا دور ابتلا ختم ہو گیا اور آپ ﷺ نئے دور اور معاشرہ کی بنیاد رکھیں گے۔ دوسری یہ نعمت عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ امت محمدیہ کے وہ سب لوگ جو شرک نہیں کریں گے، آخر کار بخشے جائیں گے۔ تیسری نعمت نماز، حج گانہ کی فرضیت ہے جو پہلے پچاس فرض کی گئی تھی اور آپ کی درخواست پر پانچ کر دی گئیں اور ثواب پچاس ہی کارکھا گیا۔ (بخاری: مسلم)

ابن کثیر نے تفسیر میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ حق تعالیٰ نے اثناء کلام آپ سے فرمایا:

”آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے پروردگار نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور محبوب بنایا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تیرا سینہ کھولا اور تیرا بوجھ اتارا اور تیری آواز کو بلند کیا۔ میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اور تیری امت کو خیر الامم اور امت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا۔ شرف اور فضیلت کے لحاظ سے اولین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور آپ ﷺ کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انجیل ہوں گے یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں میں اور دلوں پر لکھا ہوگا اور آپ ﷺ کو وجود نورانی اور روحانی کے اعتبار سے اول النبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا اور آپ ﷺ کو سورۃ فاتحہ اور خواتیم سورۃ بقرہ عطا کئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے اور آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا کی اور آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ ﷺ کی امت کو دیں اور مسلمان کا لقب اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور آپ ﷺ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔“

آپ ﷺ تمام منازل طے کرتے ہوئے واپس بیت المقدس اور پھر بیت الحرام پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر حق تعالیٰ نے وقت کی رفتار کو روک دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

کفار کی تکذیب

اگلی صبح مسجد الحرام میں سرداران قریش کے روبرو آپ ﷺ نے معراج کا حال بیان فرمایا تو وہ مذاق اڑانے لگے یہ بات ان کی عقل میں نہیں سما سکتی تھی کہ کوئی رات کے مختصر سے عرصہ میں مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے عرش اعظم تک جا کر پھر راتوں رات واپس آ سکتا ہے۔ کچھ ضعیف الایمان لوگ اس پر مرتد ہو گئے کچھ مشرکین دوڑ کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ ان کے رفیق نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کو گذشتہ رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ واقعی ایسا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں ٹھیک ہی فرماتے ہیں۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ مشرکین نے کہا کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ رات میں آپ ﷺ بیت المقدس تشریف لے گئے اور صبح سے پہلے واپس بھی آ گئے۔ انہوں نے فرمایا بیت المقدس کیا وہ اگر ارشاد فرمائیں کہ میں آسمان پر گیا اور واپس آ گیا تو میں اس کی بھی تصدیق کروں گا۔ چنانچہ اسی دن سے آپ کا لقب ”صدیق“ مشہور ہو گیا۔ پھر آپ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کیا آپ ﷺ ان لوگوں کو بیت المقدس کی نشانیاں بتائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ نے نشانیاں بیان فرمائیں اور مشرکوں کے سوالات کے جواب دیئے۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا بعض باتوں کا تفصیلی جواب مجھے حاضر نہ ہوا تو میں بہت فکر مند ہوا کہ اتنا فکر مند پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس وقت بیت المقدس میرے سامنے لایا گیا اور پھر جو کچھ انہوں نے پوچھا وہ بتا دیا گیا۔ اب جب ان کے پاس پوچھنے کو کچھ باقی نہ رہا تو مشرکین نے کہا کہ آپ ﷺ راستے کا کوئی واقعہ بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں براق پر سوار ملک شام کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں فلاں جگہ مجھ کو ایک تجارتی قافلہ ملا جو شام سے مکہ واپس آ رہا تھا اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا اور وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں نے وہ اونٹ انہیں بتایا انشاء اللہ وہ قافلہ تین دن بعد مکہ پہنچ جائے گا اور ایک خاکستری رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہوگا جس پر دو بورے لدے ہوں گے۔ چنانچہ تیسرے دن اسی شان سے وہ قافلہ مکہ میں داخل ہوا اور اونٹ کے گم ہونے کا واقعہ بھی

بیان کیا۔ ولید بن مغیرہ نے یہ سن کر اور یہ دیکھ کر کہا کہ یہ جادو ہے اور لوگوں نے کہا ولید سچ کہتا ہے۔ سفر معراج میں اللہ جل شانہ کی عظمت اور کبریائی کے مشاہدات نے آپ کو بہت قوت عطا کی اور آپ نے اپنی تمام تکالیف جو قریش، اہل طائف کے مظالم کے باعث آپ ﷺ کو پیش آئی تھیں اور پھر ان صدمات کو جو جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ کی وفات سے آپ ﷺ کو پہنچے سب بھول گئے اور سب غم دور ہو گئے اور مغفرت اور نعمتوں کے وعدہ نے مسلمانوں میں ایک نیا عزم و ہمت پیدا کر دیا اور تمام مصائب ان نعمتوں کے مقابلے میں انہیں ہج نظر آنے لگے۔

احکام برائے مسلم معاشرہ

نماز کے حکم کے ساتھ اللہ جل شانہ نے مسلم معاشرہ کی تربیت کے لئے بھی احکامات عطا فرمائے۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورہ بنی اسرائیل جسے سورہ اسریٰ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیات سفر معراج میں عطا ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

آداب زندگی

”اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ ورنہ تو برا ٹھہرے گا اور بے یار و مددگار رہ جائے گا اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو۔“

ماں باپ سے برتاؤ

”اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہاری زندگی میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (اور ان کی خدمت کا بوجھ تم پر آ پڑے) تو ان کی کسی بات پر افسوس نہ کرو (یعنی کوئی بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے مگر حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ) اور نہ (تیزی میں آ کر) جھڑکنے لگو۔ ان سے بات چیت عزت و احترام کے ساتھ کرو۔ ان کے آگے محبت اور مہربانی کے ساتھ عاجزی کا سر جھکائے رکھو۔ ان کے حق میں (ہمیشہ) دعا کرو کہ پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے صغیر سنی میں پالا پوسا اور بڑا کیا تو اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۔“

تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کے راز سے خوب واقف ہے اگر تم نیک ہو
تو وہ توبہ کرنے والوں پر بخشش کرتا ہے۔“

دولت کا مصرف

”اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو جو مسکین ہیں۔ جو (بے یار و مددگار) مسافر ہیں ان سب کا تم پر حق ہے۔ ان کا حق ادا کرتے رہو اور مال و دولت کو بے محل خرچ نہ کرو جیسا کہ بے محل (فضول) خرچ کرنا ہوتا ہے۔ بے محل خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران (ناشکر گزار) ہے۔
اگر ایسا ہو کہ تم اپنے پروردگار کی مہربانی کی راہ دیکھ رہے ہو۔ (یعنی تنگ دستی کی حالت میں ہو اور رزق کی جستجو کر رہے ہو) اور اس لئے تمہیں اگر ان سے (یعنی حاجت مندرشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں) تمہیں کترانا ہو تو چاہئے کہ نرمی سے انہیں سمجھا دو، سختی سے پیش نہ آؤ۔“

اعتدال کی تعلیم

”نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھو (بخل سے کام لو) اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو (فضول خرچی نہ کرو) کہ لوگ ہر طرف سے تجھ کو ملامت کریں اور تو تہی دست ہو جائے۔ تیرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔“

اولاد کشی

”اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم ہی ہیں کہ انہیں بھی اور تمہیں بھی روزی دیتے ہیں۔ درحقیقت ان کا قتل کرنا بڑے ہی گناہ کی بات ہے۔“

زنا کاری

”اور زنا کاری کے قریب بھی نہ جاؤ یقین کرو وہ بڑی ہی بے حیائی کی بات ہے اور بڑی برائی کا چلن ہے۔“

انسان کا قتل

”اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔ جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قصاص کے مطالبے کا) اختیار دیا ہے۔ تو چاہیے کہ وہ اس خون میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اسی میں (حد کے اندر رہنے میں ہی) فتح مندی ہے۔“

یتیم کا مال

”اور یتیم جب تک کہ وہ اپنی عقل و شعور و جوانی کو نہ پہنچ جائے اس کے مال و جائیداد کے قریب بھی نہ جانا مگر ہاں ایسے طریقہ پر جو بہتر ہو۔ (یعنی جب وہ جوان ہو جائیں تو ان کی امانت ان کے حوالے کر دو) اور (دیکھو) اپنا عہد پورا کرو۔ عہد کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی۔“

ناپ تول

”اور جب کوئی چیز ناپو تو پورا ناپ کرو اور جب تولو تو درست ترازو سے تولو اور یہی طریقہ ہے اور اس کا انجام بھی بہتر ہے۔“

قوتوں کا استعمال

”اور جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ یاد رکھو کان، آنکھ، عقل ان سب کے بارے میں باز پرس ہونے والی ہے۔“

انسانی اکڑ

”اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو یقیناً تم زمین میں شگاف نہیں ڈال سکتے اور نہ پہاڑوں کے برابر اونچا ہو جاؤ گے۔“

دانائی

”یہ تمام بری باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناپسند ہیں۔ (اے پیغمبر) یہ ان دانائی کی

باتوں میں سے ہیں جو تیرے پروردگار کی جانب سے تجھ پر وحی کی گئیں ہیں اور (تمام باتوں کی جڑ یہ ہے) کہ اللہ کے سوا دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ کہ بالآخر ملامت کے مستوجب اور راندہ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈالے جاؤ۔“ (سورہ بنی اسرائیل: ۲۲: ۳۹)

سفر معراج میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسلامی تمدن و معاشرت کے یہ وہ زریں اصول عطا فرمائے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر آپ ﷺ نے امت مسلمہ نے دنیا کا نقشہ بدل ڈالا اور جو آج بھی پوری نوع انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان اصولوں کا اعادہ مختصر اُپیش ہے۔

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل یقین رکھو اور شرک سے ہمیشہ باز رہو۔
- ۲۔ ماں باپ کی عزت و اطاعت کرو۔
- ۳۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرو۔
- ۴۔ مال و دولت خرچ کرنے میں ہمیشہ اعتدال برتو اور بخل بھی نہ کرو۔
- ۵۔ افلاس اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔
- ۶۔ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔
- ۷۔ ناحق کسی کی جان نہ لو۔
- ۸۔ اپنا عہد ہمیشہ پورا کرو۔
- ۹۔ یتیم سے بہتر سلوک کرو اور نابالغ یتیموں کے مال کی حفاظت کرو۔
- ۱۰۔ ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو کو درست رکھو۔
- ۱۱۔ نامعلوم باتوں کی پیروی نہ کرو۔
- ۱۲۔ زمین پر مغرور نہ بنو۔
- ۱۳۔ آخر میں پھر اس بات پر زور کہ دانائی اسی میں ہے کہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

سفر معراج میں نماز پنجگانہ فرض ہو چکی تھی اس کے اوقات کے حکم کا نزول ہوا:
 ”آفتاب کے ڈھلنے کے وقت (ظہر، عصر، مغرب) سے لے کر رات کے اندھیرے (عشا) تک نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز میں حضور قلب

خوب ہوتا ہے اور رات کے ایک حصے میں تہجد پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود میں پہنچا دے۔“

(سورۃ بنی اسرائیل: ۷۸: ۷۹)

اب یوں لگ رہا تھا کہ یہ سارے مشاہدات احکامات تربیت مسلمانوں کے لئے ایک معاشرہ اور ریاست کے قیام کے لئے دی جا رہی تھی۔

یثرب کی چھ سعید روحمیں

انبوت حج کے زمانے میں آپ ﷺ نے شہر مکہ سے چند میل دور رات کی تاریکی میں ایک گھائی عقبہ پر چند لوگوں کی باتوں کی آواز سنی۔ اس آواز پر آپ ﷺ وہاں پہنچے آپ ﷺ نے انہیں پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا قبیلہ خزرج سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہود کے حلیفوں میں سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ نہ جاؤ گے تاکہ میں تم سے بات کروں؟ وہ بولے ضرور پھر یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو قرآن کی آیات جن میں اللہ کی عظمت و جلال، قہر و عتاب اور فضل و احسان کا ذکر تھا سنائیں اور دعوت اسلام دی۔

یہ لوگ یثرب سے آئے تھے اور انہوں نے یہودیوں سے بارہا سن رکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔ ان کو آپ ﷺ کی تعلیم سے یقین آ گیا کہ آپ ﷺ وہی نبی ہیں اور سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور عرض کی کہ ہمارے اہل وطن مدت دراز سے ایک شدید اور ہلاکت آفریں خانہ جنگی میں مصروف ہیں۔ شاید اب خداوند تعالیٰ آپ ﷺ کے طفیل اور آپ ﷺ کی تعلیم کی برکت سے ان کے درمیان اتفاق و اتحاد پیدا کر دے۔ لہذا ہم ان کو اسلام کی دعوت دیں گے اور اس دین سے ان کو آگاہ کریں گے جو ہم نے آپ ﷺ سے سیکھا ہے۔

آپ ﷺ نے تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ بذات خود یثرب تشریف لے جائیں۔ جس پر انہوں نے عرض کی جب تک ان کی اوس کے ساتھ مصالحت نہ ہو جائے آپ ﷺ ابھی ایسا ارادہ نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ ہمیں اس سال اپنی قوم میں واپس جانے دیجئے۔ اگر خدا نے ہم میں امن و امان پیدا کر دیا تو آپ ﷺ کے پاس دوبارہ حاضر ہوں گے۔ آپ ﷺ آئندہ موسم حج کو ملاقات کے لئے مقرر فرمائیے۔

یہ چھ خوش نصیب دولت ایمان سے سرفراز ہونے والے درج ذیل اصحاب تھے۔

ابوالہیثمؓ بن تیہان

اسعدؓ بن زرارہ

عوفؓ بن حارث

رافعؓ بن مالک

قطبہؓ بن عامر

جابرؓ بن عبد اللہ

یہ اصحاب وطن واپس گئے تو دین حق کے سچے نمائندے تھے۔ انہوں نے مدینہ جا کر لوگوں کو خوشخبری سنائی کہ دنیا کو جس نبی کا انتظار تھا وہ آگئے ہیں اور ہمارے کانوں نے ان کی زبان سے کلام الہی سنا ہے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے ان کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے ہمیں ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا سے وابستہ کر دیا ہے اور اب دنیا کی زندگی اور موت ہمارے سامنے ہیچ ہے۔ ان کے اعلانات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر میں آپ ﷺ کا ذکر ہونے لگا اور گھر گھر اس دین کی باتیں ہونے لگیں۔

بیعت عقبہ اول

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب بھی موسم حج آتا آپ ﷺ اطراف و اکناف سے آئے ہوئے لوگوں کی فرودگاہ پر تشریف لے جاتے اور ان کو دعوت حق دیتے اور دین برحق کی نصرت و حمایت کے لئے فرماتے۔

انہوت میں حج کے موقع پر چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر کے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ یشرب واپس جا کر اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ ۱۲ انہوت میں حج کے لئے ان میں سے پانچ آدمی یعنی حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کے علاوہ دیگر افراد سات نئے اشخاص کو لے کر مکہ آئے۔

۱۔ معاذ بن عفرأ

۲۔ ذکوان بن عبد قیس

۳۔ عبادۃ بن الصامت

۴۔ یزید بن ثعلبہ

۵۔ عباس بن عبادہ

۶۔ ابوالہیثم بن التیہان

۷۔ عومیم بن ساعدہ

ان سات نئے اشخاص میں پہلے پانچ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور آخری دو افراد قبیلہ اوس سے تھے۔ پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے ”دعوت اسلام“ میں یثرب کی اس جماعت کی تعداد بیس بیان کی ہے جس میں دس افراد خزرج سے اور دس قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ بارہ افراد منیٰ میں عقبہ کے پاس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے بیعت کی کہ وہ:-

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

۲۔ چوری اور زنا نہ کریں گے۔

۳۔ اپنی لڑکیوں کو قتل نہ کریں گے۔

۴۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گے۔

۵۔ رسول اللہ کی اطاعت کریں گے۔

(صحیح بخاری شریف)

یہ بارہ یا بیس افراد کا عہد و پیمان اپنی نوعیت میں ممتاز اس لئے ہوا کہ اس سے پہلے کسی سے بھی اس طرح کا عہد نہیں لیا گیا تھا۔ اس عہد کو بیعت عقبہ کہا گیا۔

ان لوگوں کی درخواست پر آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کو معلم کے طور پر ان کے ہمراہ یثرب بھجوا دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر کا قیام حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر پر تھا۔ بنو ظفر کا گھر بھی اسی محلہ میں تھا جہاں ظفر اور عبدالاشہل کے خاندان اکٹھے رہتے تھے۔ حضرت مصعب مسلمانوں کو نماز اور تلاوت سکھانے کبھی اسعد اور کبھی بنو ظفر کے گھر اکٹھا کرتے۔

ایک دن مصعب حضرت اسعد کے ساتھ بنو ظفر کے گھر پر نو مسلموں کو تعلیم دے رہے تھے کہ بنی عبدالاشہل کے ایک سردار سعد بن معاذ نے اپنے قبیلے کے ایک سردار اسید بن حضیر کو کہا کہ جاؤ اور ان لوگوں کو یہاں سے نکال دو جو ہمارے نا سمجھ بچوں اور عورتوں کو بہکاتے ہیں اور بے وقوف بنا رہے ہیں۔ اس کام کے لئے میں خود چلا جاتا لیکن اسعد سے میری قرابتداری مانع ہو رہی ہے۔ اسید بن حضیر تلوار لے کر وہاں گئے اور مصعب اور اسعد کے پاس جا کر کہا کہ تم یہاں کیا کر

رہے ہو۔ ہمارے سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔ اگر جان عزیز ہے تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ سیدنا مصعبؓ نے نرمی سے جواب دیا کیا آپ ہمارے پاس بیٹھ کر ہماری بات سننا پسند کرو گے اگر پسند آجائے تو قبول کر لیں اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دیں۔ اسید بن حضیر یہ کہہ کر کہ بے شک تم نے انصاف کی بات کہی بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے دین اسلام کی بنیادی عقائد بیان کئے اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔ یہ سب سن کر اسید کا دل نور اسلام سے منور ہو گیا اور کہا ”کیا ہی عمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔“ پھر دریافت کیا کہ مجھے اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا ہے۔ سیدنا مصعبؓ نے کہا پہلے غسل کر کے خود کو پاک کرو پاک کپڑے پہنو اور کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔ اسیدؓ نے اسی وقت غسل کر کے پاک جسم اور کپڑوں سے کلمہ شہادت پڑھا اور دو گانہ پڑھا اور کہا کہ میرے علاوہ ایک اور شخص بھی ہے جس کو تمہیں راہ ہدایت پر لانا ہوگا یعنی سعد بن معاذ۔ اگر وہ ایمان لے آیا تو تمام قوم اس کی پیروی کرے گی۔ میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور اسیدؓ رخصت ہو کر سعد بن معاذ کی طرف گئے۔ سعد نے اسیدؓ کو آتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ وہ اسید نہیں ہے جس کو میں نے مصعبؓ اور اسعدؓ کی سرزنش کے لئے روانہ کیا تھا۔ قریب آئے تو پوچھا اسیدؓ تم نے کیا کیا؟ اسیدؓ نے جواب دیا کہ میں نے ان کی بات میں حرج نہیں پایا۔ سعد بن معاذ کو بہت غصہ آیا اور وہ اپنی تلوار لے کر وہاں پہنچے اور اسعد بن زرارہؓ سے کہا کہ اگر تم سے میری قرابت داری نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو بھی تلوار سے تیرا کام تمام کر دیتا۔ قوم کو بہکانے کے لئے تم ہی ان کو یہاں لے کر آئے ہو۔

مصعبؓ نے کہا آپ اس تعلیم کو سننے بغیر اس کو برانہ کہیں۔ مصعبؓ نے یہ بات کچھ اس انداز میں کہی کہ سعد انکار نہ کر سکے۔ مصعبؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی جس نے سعدؓ کے دل پر بڑا اثر کیا اور اسلام قبول کر لیا۔

حضرت سعد بن معاذؓ یہاں سے جوش اسلام سے بھرے اپنے قبیلے کے پاس پہنچے اور ان سے کہا! اے بنی عبدالاشہل بتاؤ تمہارے ہاں میرا کیا مرتبہ ہے؟ جواب ملا! تو ہمارا سردار ہے اور ہم میں سب سے زیادہ عقل مند اور عالی نسب ہے۔ سعدؓ نے کہا کہ تمہارے ساتھ گفتگو کرنا میرے لئے حرام ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاؤ گے۔

چنانچہ اسی دن شام ہونے سے پہلے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے تمام مردوزن نے اسلام قبول کر لیا سوائے ایک شخص عمرو بن ثابت جن کا لقب اصیرم تھا جو غزوہ احد کے دن اسلام لائے۔

معرکہ قتال میں شامل ہوئے اور شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ دعوت حق سے اب روزانہ ایک دو افراد اسلام قبول کر رہے تھے اور یوں یثرب سے قبا تک رفتہ رفتہ گھر گھر اسلام پھیلنے لگا۔

اس سال سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ کی ولادت حبشہ میں ہوئی۔ یہ مسلمانوں کا سب سے پہلا بچہ تھا جس کی پیدائش حبشہ میں ہوئی۔ سیدنا ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد الحزومیؓ جنہوں نے پہلے حبشہ ہجرت کی تھی پھر واپس مکہ آ گئے تھے مشرکین کے زیادہ ستائے جانے کے باعث پہلے شخص تھے جو آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مدینہ کی طرف اسلام کے پھیلنے کی خبر سن کر مدینہ ہجرت کر گئے۔

مدینہ میں جمعہ کا قیام

سیدنا مصعبؓ بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی شب و روز کی محنت سے یثرب کے عرب قبائل میں اب کوئی گھرا یا نہ تھا جس میں سے کوئی فرد مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ اسلام کی وجہ سے یثرب کے معاشرے میں ایک خوشکن تبدیلی واقع ہو رہی تھی کہ عرب کے یہ دونوں قبیلے یعنی خزرج اور اوس جن میں دشمنیوں کے باعث صدیوں سے لڑائیاں ہو رہی تھیں اب ان میں مثبت تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں اور ان میں بھائی چارے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

یثرب کے یہود اور نصاریٰ ہفتہ میں ایک دن جمع ہو کر اجتماعی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہود کے لئے شنبہ اور نصاریٰ کے لئے یک شنبہ اس اجتماعی عبادت کا دن تھا۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ ان کے لئے بھی اجتماعی عبادت کا کوئی دن مقرر ہو لیکن وہ یہود و نصاریٰ کے مقرر دنوں کے علاوہ ہو۔ اسعد بن زرارہؓ نے اس مقصد کے لئے جمعہ کا دن تجویز کیا جس پر سب میں اتفاق ہوا۔ پہلے جمعہ کی یہ نماز بھی سیدنا اسعد بن زرارہؓ نے پڑھائی۔ جس میں چالیس مسلمان شریک ہوئے ابھی مکہ میں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ کچھ ہی روز بعد مصعب بن عمیرؓ کے نام حضور ﷺ کا ایک والا نامہ جمعہ قائم کرنے کے لئے پہنچا کہ نصف النہار کے بعد سب مل کر بارگاہ خداوندی میں ایک دو گانہ سے تقرب حاصل کیا کرو۔

”مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خریدو) فروخت ترک کر دو۔ اگر تم

سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ (سورۃ الجمعہ: ۹)

پروردگار عالم نے بھی انصار کا تجویز کردہ لفظ جمعہ پسند فرمایا اور اس طرح جمعہ کا قیام عمل میں آ گیا۔

بیعت عقبہ ثانی

اگلے سال یعنی ۱۳ نبوی میں سیدنا مصعب بن عمیرؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کو ہمراہ لے کر حج کی ادائیگی کے لئے مکہ آئے۔ اس گروہ میں وہ یثربی بھی شامل تھے جنہوں نے پچھلے سال اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے علاوہ اوس اور خزرج کے مشرکین جو ابھی حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے وہ بھی بغرض ادائے حج مکہ آئے۔ ان کی تعداد چار سو سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد پچتر تھی جن میں بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے یہ تعداد اٹھاسی بتائی ہے۔ مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر اسی گھائی میں بیعت کی جس میں پہلے کی تھی اور اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہا گیا۔

مکہ آتے ہوئے مسلمانوں نے راستے میں آپس میں مشورہ کیا کہ آخر کب تک ہم رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں چھوڑے رکھیں کہ آپ مکہ کے پہاڑوں میں پریشان اور خوف زدہ پھرتے رہیں کیونکہ نہ انہیں اپنے شہر آنے کی دعوت دیں۔

مکہ پہنچ کر ان مسلمانوں نے درپردہ آپ ﷺ کے ساتھ رابطہ کیا اور بارہ ذی الحجہ کی رات عقبہ کے پاس گھائی میں ملنا طے کیا۔ وقت مقررہ پر یہ لوگ اپنے مشرکین ساتھیوں کو سوتا چھوڑ کر چھپ چھپا کر عقبہ کی گھائی میں پہنچ گئے۔ آپ بھی جناب عباس بن عبدالمطلب کی معیت میں جو ابھی مسلمان تو نہ ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ کے معاملات اور ترقی میں گہری دلچسپی رکھتے تھے تشریف لے آئے۔ یثریوں نے دعوت دی اور جناب عباس نے انہیں خطرات سے آگاہ کیا اور کہا اگر تم لوگ آپ ﷺ کی حفاظت کر سکو گے اور انہیں مخالفوں سے بچا لو گے تب تو ٹھیک ہے ورنہ اگر آپ ﷺ کو اپنے پاس لے جانے کے بعد ان کا ساتھ چھوڑ کر کنارہ کش ہو جاؤ گے تو پھر آپ ﷺ کو ابھی سے چھوڑ دو کیونکہ آپ ﷺ اسی قوم اور اپنے شہر میں بہر حال عزت و حفاظت سے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک جو یثربی مسلمانوں کی طرف سے گفتگو کر رہے تھے۔ جناب

عباس بن عبدالمطلب کی بات سن کر آپ سے درخواست کی کہ اب آپ فرمائیں کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ہم اس کے لئے حاضر ہیں کہ آپ ﷺ اپنے لئے اور خداوند تعالیٰ کے لئے جو عہد و پیمانہ ہم سے لینا چاہیں لے لیں۔

آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور فرمایا کہ:

”میں اللہ کے لئے تم سے سوال کرتا ہوں کہ اس کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ مجھ سے عہد کرو میری بات کے سننے کا اور خوشی اور غم دونوں حالتوں میں میری فرمانبرداری کا اور اس بات کا کہ حق کی مدد کے لئے تنگی اور فراخی میں ہر حال خرچ کرو گے اور اچھے اور برے کاموں میں میرے حکموں کی پیروی کرو گے اور حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرو گے اور ضرورت کے وقت میری مدد کرو گے جب کہ میں تمہارے پاس آؤں اور میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح اپنی جانوں کی اپنے بال بچوں کی اور اپنی بیویوں کی کرتے ہو۔“

حضرت براء بن معرور نے عرض کی کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں، لیکن ابوالہیثم نے براء کی بات کاٹ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم میں اور یہود میں تعلقات اور عہد و پیمانہ ہیں جو بیعت کے بعد سب ٹوٹ جائیں گے کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ قوت و اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد آپ ہم کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میرا خون تمہارا خون ہوگا اور میرا مدفن تمہارے مدفن کے ساتھ ہوگا۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے چنانچہ سب یثربی مسلمانوں نے ان تمام باتوں کی آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

بیعت کے بعد آپ نے اس جماعت کو بارہ اشخاص پیش کرنے کو کہا جو اپنی اپنی قوم کے نقیب ہوں اور اس عہد پر اپنی قوم کی طرف سے ذمہ دار و مکلف ہوں۔ چنانچہ انصار نے بارہ شخص پیش کئے جن کو آپ نے نقیب مقرر فرمایا۔ ابن سعد نے ان کے نام اس طرح دیئے ہیں۔

- ۱- اسید بن حضیرؓ قبیلہ اوس
- ۲- ابوالہثیم بن تیمانؓ
- ۳- سعد بن خثیمہؓ
- ۴- اسعد بن زرارہؓ قبیلہ خزرج
- ۵- سعد بن الربیعؓ
- ۶- عبداللہ بن رومہؓ
- ۷- رافع بن مالکؓ
- ۸- براء بن معرورؓ قبیلہ خزرج
- ۹- عبداللہ بن عمروؓ
- ۱۰- عبادہ بن صامتؓ
- ۱۱- سعد بن عبادہؓ
- ۱۲- منذر بن عمروؓ

بعض روایات میں ابوالہثیمؓ کے بدلے رفاعہ بن عبدالمزہر بن زبیرؓ کا نام آیا ہے۔

واللہ اعلم۔

نقیبوں کی تقرری کے بعد ان سے سردار اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے آپؐ نے ایک اور عہد لیا اور فرمایا: آپؐ لوگ اپنی قوم کے جملہ معاملات کے کفیل ہیں، جیسے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کفیل ہوئے تھے اور میں اپنی قوم یعنی مسلمانوں کا کفیل ہوں ان سب نے کہا ”جی ہاں“ اب نقیبوں کا کام یہ تھا کہ مدینہ میں جا کر پارٹی کو مضبوط بنائیں اور ترقی دینے کی کوشش کریں۔

یہ سب باتیں ایک جاسوس (ابولہب) سن رہا تھا وہ بلند آواز سے پکارا! اے خیمے والو! تمہیں خبر بھی ہے کہ محمدؐ اور بے دین صابی (یعنی مسلمان) تم سے جنگ کرنے والے ہیں۔ عباس بن نھلہ انصاری نے یہ سنتے ہی آپؐ سے پوچھا کہ اگر حکم ہو تو ابھی ہم تلواروں کی روانی دکھا دیں لیکن آپؐ نے فرمایا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پس آپؐ لوگ اپنے ڈیروں میں چلے جائیں۔ اس کے بعد لوگ واپس جا کر سو گئے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

صبح کو اس بیعت کی اڑتی سی خبر پھیلی تو قریش نے خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی سے شکایت کی کہ آپ کے ہمراہی ہمارے خلاف دشمنوں سے سازش کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن ابی اس واقع سے بے خبر تھا اس نے کہا کہ یہ بات میرے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ قافلے کے مسلمان جو یہ سب دیکھ رہے تھے خاموش رہے کسی نے اپنی زبان نہ کھولی اور قریش کا یہ وفد نامراد واپس ہوا۔ قریش اس ناکامی کے بعد بھی معاملہ کی ٹوہ میں لگے رہے اور جب انہیں واقع کی صداقت کا پتہ چلا تو اس وقت تک یثرب کا قافلہ اپنے وطن روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے ان کا پیچھا کیا لیکن موقع نکل چکا تھا یہ لوگ قافلے کو تلاش نہ کر سکے۔ البتہ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو کسی وجہ سے قافلے سے پیچھے رہ گئے۔ یہ بارہ نقیبوں میں سے تھے۔ قریش نے ان کا تعاقب کیا۔ منذر تو ان کا ارادہ بھانپ کر کسی طرح نکل جانے میں کامیاب ہو گئے لیکن قریش حضرت سعد کو پکڑ کر مکہ لے آئے اور ان کو خوب مارا پیٹا۔ سعد قبیلہ خزرج کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور باعزت شخص تھے۔ یثرب میں مکہ کے تاجروں کو پناہ دیتے تھے۔ سعد نے جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب کی دہائی دی۔ سننے والوں میں سے ایک شخص نے جبیر کو فوراً اطلاع دی وہ موقع پر پہنچ کر سعد کو اپنی پناہ میں لے لیا اور دشمنوں سے چھڑا کر انہیں اپنے گھر لے گیا اور سعد اس طرح اس مصیبت سے چھوٹ کر بمشکل مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت منذر یثرب پہنچے تو انہوں نے وہاں حضرت سعد کی گرفتاری کے بارے میں انصار کو بتایا تو وہ ان کی رہائی کے لئے مکہ پر چڑھائی کی تیاری کرنے لگے لیکن اسی عرصہ میں حضرت سعد بھی یثرب پہنچ گئے۔

مدینہ میں دعوتِ اسلام

انصار کا یہ قافلہ مکہ سے یثرب پہنچا تو اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ یثرب کے اکثر قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ مگر بعض بوڑھے ابھی اسی قدیم بت پرستی پر نہایت سختی سے قائم تھے۔ ان میں عمرو بن الجموح بھی تھے جو قبیلہ بنی سلمہ کے سردار تھے۔ عمرو کے بیٹے معاذ بن عمرو ابھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مکہ سے واپس آئے تھے۔ عمرو بن الجموح نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کی وہ بہت عزت و تکریم کرتے۔ ایک رات ان کے بیٹے معاذ بن عمرو اور معاذ بن جبل نے بنی سلمہ کے چند نوجوانوں سے مل کر لکڑی کے اس بت کو گندے پانی

کے ایک گڑھے میں الٹا کر کے ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو عمرو نے اپنے بت کو غائب پا کر ڈھونڈنا شروع کیا تو وہ اسے ایک گڑھے میں اوندھا پڑا ملا۔ عمرو نے بت کو وہاں سے نکالا اسے دھویا اور خوشبو لگا کر اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا ہر رات معاذ اور ان کے ساتھی بت کو غائب کرتے اور عمرو روز بت کو نکال کر غسل دے کر خوشبو لگاتا رہا۔

جب کئی روز متواتر اسی طرح گذرے تو عمرو بن الجموح ایک روز ایک تلوار لائے اور اس کو بت کے کندھے پر رکھ دیا اور بت سے کہا کہ واللہ مجھ کو معلوم نہیں کہ ہر رات کون تیرے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے۔ اگر تجھ میں کوئی خیر اور بھلائی ہے تو اس تلوار سے خود اپنی حفاظت کر لے۔ جب رات ہوئی تو ان لوگوں نے تلوار بت کے کندھے سے اٹھائی اور ایک مرے ہوئے کتے اور بت کو ایک رسی میں باندھ کر ایک گڑھے میں لٹکا آئے۔ عمرو بن الجموح نے اس بار جو بت کو تلاش کیا تو اسے ایک مردہ کتے کے ساتھ گڑھے میں لٹکا پایا۔ اب تو عمرو کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے بت کو مخاطب کر کے کہا۔ واللہ اگر تو خدا ہوتا تو اس قدر ذلیل نہ ہوتا اور اسلام لے آئے اور خداوند بزرگ و برتر کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے انہیں ہدایت دے کر اس گمراہی سے نجات دی۔

ابتدائے ہجرت

اب جب کہ اہل مکہ کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے۔ اللہ جل شانہ کی نصرت اور امداد آ پہنچی کہ اس نے انصار کو آپ ﷺ کے دین کی نصرت و حمایت کے لئے یثرب سے بھیجا۔ وہ آئے اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر آپ ﷺ کی نصرت و حمایت کی بیعت کر کے واپس چلے گئے اور اپنے وطن میں اشاعت دین کا کام شروع کر دیا لوگوں کو بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تعلیم دی جاتی۔ بتوں کو توڑا جانے لگا۔

سیدنا ابو عبس بن عامر اور سیدنا ابو بردہ نے بنی حارثہ کے تمام بت توڑ دیئے۔
سیدنا عمارہ بن حزم اسعد بن زرارہ عوف بن عفراء سلیط بن قیس اور ابو صرمہ بن قیس نے بنی نجار کے سب بت توڑے۔

حضرت ابو صرمہ کے چند اشعار تبرکاً پیش ذیل ہیں۔

۱۔ ہمارا ایسا گروہ ہے کہ جس میں حق ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور ہم ایسے اخلاق کے مالک ہیں جو فقیر کو سیادت عطا کرتے ہیں۔

۲۔ اور یہ گروہ جہاں بھی ہو معاشرے میں اجالا کر دیتا ہے جب سینے کدورتوں سے لبریز ہو رہے ہوں۔

۳۔ یہ ایسے علم کے مالک ہیں کہ جہالت اس میں سرایت نہیں کر سکتی اور کھانا کھاتے ہیں ایسے حالات میں جب صابر صبر سے اکتا جاتا ہے۔

۴۔ ہم اپنے مال سے تھوری بہت ہر اس شخص کی مدد کرتے ہیں جو اس جماعت میں ہوں جنہوں نے ان کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ حضرت سعد بن عبادہ، حضرت منذر بن عمرو اور حضرت ابو دجانہ نے بنی ساعدہ کے بتوں کا صفایا کیا۔

۶۔ حضرت زیاد بن لبید اور حضرت فروہ بن عمرو نے بنی بیاضہ کے بتوں کو توڑ دیا۔

۷۔ حضرت معاؤ بن جبل، حضرت ثعلبہؓ اور حضرت عبداللہ بن انیس نے نبی سلمہ کے بت زمین بوس کر دیئے۔

الغرض گھر گھر دین اسلام سے منور ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کے سامنے نہ بت ٹھہر سکے اور نہ ہی بت پرست۔

ابتدائے نبوت کی طرح ابتدائے ہجرت میں بھی آپ ﷺ کو سچے خواب آنے لگے اور آپ ﷺ کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھائی گئی کہ آپ ﷺ ایک نخلستان کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ وہ مقام شاید یمامہ یا ہجر ہو۔ آپ ﷺ اسی تامل اور تردد میں تھے کہ وحی الہی نے یثرب کی تعیین کر دی۔

یثرب ویسے بھی اب اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک پناہ گاہ بن چکا تھا۔ بیعت عقبہ ثانی کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو یثرب کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ یہ ہجرت اپنے مفہوم کے مطابق محض نقل مکانی ہی نہ تھی بلکہ یہ آپ ﷺ کی دفاعی جنگ کا ایک اہم حصہ اور باطل کے مد مقابل حق پرستوں کی مورچہ بندی تھی۔ اس مورچہ بندی سے پہلے مسلمانوں کی تربیت ضروری تھی اور جب تک اس ابتدائی نظریاتی تربیت کی ضرورت تھی آپ ﷺ کا قیام مکہ میں رہا۔ یہاں مصائب و مظالم نے مسلمانوں کو کندن بنا دیا تھا اور وہ انتہائی مضبوط مسلمان عقیدت میں سخت عمل میں نڈر جدوجہد میں ثابت قدم اور نظریے میں پختہ ہو گئے تھے۔

ہجرت کی مشکلات

ہجرت کا حکم ملتے ہی پوشیدہ طور پر ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جو غلام تھے، مقروض تھے یا کمزور تھے وہ مجبور ہو گئے۔ بعض کو تو اپنا پورا مال مکہ میں ہی چھوڑنا پڑا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی نے مع زوجہ اور بچے کے ہجرت کا ارادہ کیا اور تیار ہو کر بیوی اور بچہ کو اونٹ پر سوار کیا ہی تھا کہ بیوی کے رشتہ داروں نے روک دیا اور کہا کہ تم کو اپنے نفس کا اختیار ہے لیکن تم ہماری بیٹی کو نہیں لے جا سکتے اور انہوں نے ام سلمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ ادھر ابو سلمہؓ کے قبیلہ کے لوگ آ پہنچے اور یہ کہہ کر کہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے بچے کو ام سلمہؓ کی گود سے چھین لیا۔ ماں اور باپ اور بچہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ابو سلمہؓ تنہا یثرب کو روانہ ہو گئے۔ ایک سال بعد ام سلمہؓ پر رحم کھا کر بنی المغیرہ نے ان کو

یثرب جانے کی اجازت دی اور بنی الاسد نے بچہ ان کو واپس دے دیا چنانچہ وہ بچے کو لے کر اونٹ پر سوار ہو کر تنہا یثرب روانہ ہو گئیں۔ جب مقام تنعیم پر پہنچیں تو عثمان بن طلحہ جو قریش کا ایک سردار اور کعبہ کا کلید بردار تھا انہیں ملا اور ان کو اکیلا دیکھ کر پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ ام سلمہ نے بتایا کہ وہ اپنے شوہر کے پاس یثرب جا رہی ہیں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں کہا ”لا وَاللّٰهِ اِلَّا اللّٰهُ وَبَنِي هَذَا“ یعنی خدا کی قسم کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور میرا بچہ۔ یہ بات سن کر عثمان کا جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے دل بھرا آیا۔ اونٹ کی مہار پکڑ لی اور آگے آگے ہوئے اور منزلیں طے کرتے جب یثرب کے قریب پہنچے تو قبا کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی بستی میں آپ کے شوہر مقیم ہیں۔ پھر ان کو ابو سلمہ کے پاس پہنچا کر مکہ واپس ہو گئے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں: ”خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ کسی کو شریف نہیں پایا۔“

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے جانا چاہا تو آپ ﷺ نے روک لیا اور فرمایا ٹھہرو مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائے گا تم میرے ساتھ ہونا۔

پھر عامر بن ربیعہؓ نے اپنی بی بی لیلہ بنت حنمہ اور ابو احمد بن جحشؓ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ نے مع اہل و عیال کے ہجرت کی اور مکان کو تالہ لگا دیا۔ عتبہ اور ابو جہل کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ لوگ ایک ایک کر کے کوچ کر رہے ہیں۔ مکہ کے مکان خالی اور ویران ہو رہے ہیں۔ عتبہ کا دل بھرا آیا اور سانس بھر کر کہا ہر مکان خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک آباد اور عشرت کدہ بنا رہے لیکن ایک نہ ایک دن وہ غم کدہ اور ماتم کدہ بن جاتا ہے اور پھر کہا کہ یہ سب کچھ ہمارے بھتیجے کا کام ہے جس نے جماعت میں تفریق ڈال دی ہے۔

صہیب رومیؓ مکہ سے نکلنے لگے تو ان کا تمام مال و اسباب مکہ والوں نے چھین لیا۔

ہشام بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا لیکن قوم کے لوگوں نے مزاحمت کی اور ان کو ہجرت کرنے سے روک کر قید کر دیا اور قسم قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔

اب تک ہجرت کرنے والوں میں عکاشہ بن محسن، عقبہ بن وہب، شجاع بن وہب، اربد بن جمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیش، محرز بن نھلہ، یزید بن رقیش، قیس بن جابر، عمرو بن محسن، مالک بن عمرو، صفوان بن عمرو، ثقیف بن عمرو، ربیعہ بن اسلم، زبیر بن عبیدہ، تمام بن عبیدہ، سخرہ بن عبیدہ، محمد بن عبداللہ بن جحش اور خواتین میں زینب بنت جحش، ام حبیبہ بنت جحش، جذامہ بنت جندل، ام قیس بنت محسن، ام حبیب بنت شمامہ، آمنہ بنت رقیش، سخرہ بنت تمیم اور حمنہ بنت

حجس رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھیں۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور عیاش بن ابی ربیعہؓ اور دیگر اصحاب ہجرت کے لئے روانہ ہوئے۔ اکثر صحابہ کرام نے ہجرت پوشیدہ طور پر کی لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے علی الاعلان ہجرت کی۔ آپ گلے میں تلوار ہاتھ میں کمان لے کر اور نیزہ تھام کر بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو گانہ پڑھا اور فرمایا: زمانہ کے وہ لوگ ناخوش رہیں جو پتھروں کے ٹکڑوں کو اپنا معبود اور خدا جانتے ہیں۔ پھر فرمایا جو چاہتا ہے کہ اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کرے وہ میرا تعاقب کرے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ان اصحاب نے ہجرت کی۔ زید بن الخطاب (یہ حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی ہیں) عمرو بن سراقہ، عبد اللہ بن سراقہ، حمیس بن حذافہ سہمی اور سعید بن عمرو بن نفیل اور واقد بن عبد اللہ انصاری، خولی بن خولی، مالک بن ابی خولی، ایاس بن بکیر، عاقل بن بکیر، خالد بن بکیر، عامر بن بکیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جب حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ سیدنا عمرؓ کے ساتھ یثرب پہنچے تو ابو جہل بن ہشام اپنے بھائی حارث بن ہشام کے ساتھ یثرب پہنچا اور عیاشؓ سے مل کر انہیں کہا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں دیکھ نہ لے گی نہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے سائے میں آئے گی۔ یہ بات سن کر حضرت عیاشؓ کا دل بھر آیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عیاشؓ سے کہا کہ یہ لوگ محض تمہارے دین میں فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں ان سے ہوشیار رہو مگر حضرت عیاشؓ نہ مانے اور اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لئے ان دونوں کے ہمراہ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ سیدنا عمرؓ نے جب دیکھا کہ یہ بغیر جائے نہ رہیں گے تو آپ نے حضرت عیاشؓ سے کہا کہ وہ میری اس ناقہ پر سوار ہو کر جائیں کیونکہ یہ اونٹنی بڑی اصیل ہے اور اگر انہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بدی کرنا چاہی تو اسی اونٹنی پر آپ فوراً بھاگ آئیں۔ حضرت عیاشؓ اس ناقہ پر سوار ہو کر ابو جہل اور حارث کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب کچھ فاصلہ طے ہو چکا تو ابو جہل نے عیاشؓ سے کہا کہ اے بھائی میرا اونٹ تھک گیا ہے اگر چاہو تو اپنی اونٹنی پر مجھے بھی بٹھالو۔ یہ بات سیدھے سادھے عیاشؓ کی سمجھ میں نہ آئی اور کہا اچھا اور اونٹنی کو ٹھہرایا۔ ابو جہل اور حارث بھی اپنے اونٹوں سے اترے اور دھوکے سے سیدنا عیاشؓ کو اونٹ سے گرایا اور ان کی مشکیں باندھ دیں اور انہیں اونٹنی پر ڈال کر مکہ لے آئے اور قید میں ڈال کر ان کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ رسول

اللہ ﷺ ہر روز نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے اور ان کی رہائی کی دعا فرماتے۔ سیدنا عیاشؓ کی رہائی ہجرت مدینہ کے بعد عمل میں آئی۔ وہ اس طرح کہ ہشامؓ اور عیاشؓ ابھی کفار مکہ کی قید میں پڑے تھے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ایک روز فرمایا کہ کون ہے جو میرے لئے ہشامؓ اور عیاشؓ کو چھڑالائے۔ ولیدؓ بن ولید جو خالد بن ولید کے بھائی تھے انہوں نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی اور خفیہ طور پر مکہ گئے۔ ایک عورت ان دونوں کو کھانا پہنچاتی تھی، ولیدؓ نے اس کا پیچھا کر کے ٹھکانہ معلوم کیا جو بغیر چھت کے ایک گھر تھا۔ رات ہوئی تو وہ دیوار پھلانگ کر اندر گئے، پتھروں سے ان کی بیڑیاں کاٹ کر اونٹ پر ان دونوں کو ساتھ بٹھا کر مدینہ لے گئے۔

اسی عرصہ میں ہجرت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ، صہیب بن سنان، حمزہ بن عبدالمطلب، زید بن حارث، ابو مرثد کناز بن حصن، انسہ اور ابو کبشہ عبیدہ بن الحارث اور ان کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث، مسطح بن اثاثہ، سوہب بن سعد، طلحہ بن عمیر، خباب بن الارت، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن العوام، ابوسبزوہ بن ابی رہم، مصعب بن عمیر، ابو حذیفہ بن عتبہ، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، عتبہ بن غزوہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ غرض رفتہ رفتہ تمام صحابہ ہجرت کر کے یثرب پہنچ گئے سوائے چند بے کس اور بے پناہ مسلمانوں کے جو کفار کے پنجے میں پھنسے ہوئے تھے۔ البتہ آپ ﷺ کے پاس مکہ میں ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے تھے یا وہ پھنسے ہوئے اصحاب۔ ان دونوں صحابہ کو آپ ﷺ نے روکا ہوا تھا اور آپ ﷺ ہجرت پر روانگی کے لئے حکم الہی کا انتظار فرما رہے تھے۔

دارالندوہ میں قریش کا اجلاس

یثرب میں ایک بڑی تعداد میں افراد کا اسلام قبول کرنا اور مسلمانوں کا مکہ سے ترک وطن کر کے وہاں جانا قریش مکہ کے لئے رنج و قلق اور تشویش کا باعث بن رہا تھا اور وہ اسے اپنے لئے ایک عظیم خطرہ سمجھ رہے تھے۔ انہیں مسلمانوں کی عزیمت و استقامت اور جذبہ فداکاری کا بھی علم تھا اور قریش کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے اندر کمال قیادت و رہنمائی کے ساتھ ساتھ کس قدر انتہائی درجہ کی قوت تاثیر موجود ہے۔ انہیں اپنے اقتدار کے چھن جانے کا بھی خوف تھا جو انہیں عرب کے قبائل کے سردار اور کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے حاصل تھا۔ انہیں یہ بھی احساس تھا کہ ان کے تجارتی قافلوں کی جن کے ذریعے وہ لاکھوں کا کاروبار کرتے ہیں، کامیابی کا انحصار

صرف راستے کے پر امن رہنے پر ہے اور یثرب کے تجارتی شاہرہ پر ہونے کی اہمیت کا بھی انہیں خوب احساس تھا۔ انہیں یہ پتہ تھا کہ آپ ﷺ کے یثرب تشریف لے جانے کے بعد ان کے لئے کچھ بھی نہ بچے گا۔ وہ اب کوئی انتہائی قدم اٹھانا چاہتے تھے۔

مشرکین نے اس صورت حال پر سوچ بچار اور کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لئے دارالندوہ میں ایک بڑی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسلام کی اس بڑھتی ہوئی قوت کو روکا جاسکے۔ کانفرنس کے اس خفیہ اجلاس میں قریش کے چودہ سرداروں نے شرکت کی۔ جن کے نام یہ ہیں۔

ابو جہل بن ہشام	قبیلہ بنی مخزوم
نبیہ بن الحجاج	قبیلہ سہم
مدیہ بن الحجاج	'
جبیر بن مطعم	قبیلہ بنی نوفل بن عبد مناف
طعیمہ بن عدی	'
حارث بن عامر	'
شیبہ بن ربیعہ	بنی عبد الشمس بن عبد مناف
عتبہ بن ربیعہ	'
ابوسفیان بن حرب	'
نصر بن حارث	بنی عبدالدار
ابوالختری بن ہشام	بنی اسد بن عبدالعزیٰ
زمعہ بن الاسود	'
حکیم بن حزام	'
امیہ بن خلف	بنی جمح

بنی ہاشم کے نمائندہ ابولہب کو یا تو عمد ابلا یا نہ گیا یا اس نے خود ہی اس اجلاس میں شرکت نہ کی لیکن وہ ان لوگوں میں شامل کیا گیا تھا، جن کو حضور ﷺ کے قتل کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ الغرض یہ اجلاس جمعرات کے دن ۲۶ صفر ۱۴ نبوی کو شروع ہوا۔ تمام معاملات پر تفصیلی بحث کے بعد ان کی رائے تھی کہ ”محمد ﷺ کو قتل کرنے کا اس سے بہتر موقع کبھی میسر نہ آئے گا۔“ اب بحث اس بات پر تھی کہ اس تجویز پر عمل کس طرح کیا جائے۔

ایک بولا! بہتر ہے کہ انہیں پکڑ کر زنجیر ڈال کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے اور دروازہ بند کر کے دیوار چن دی جائے تاکہ خود ہی تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

دوسرا بولا! نہیں نہیں یہ تدبیر ٹھیک نہیں۔ اس طرح تو اس کی رہائی کا خطرہ موجود رہے گا۔ اس کے ساتھی مسلمان جان کی بازی لگا کر حملہ کر کے اسے نکال لے جائیں گے۔

ایک اور بولا! میری رائے تو یہ ہے کہ اسے ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر اسے شہر سے نکال دیا جائے۔ پھر وہ جئے یا مرے ہمارے ہمارے ہمارے۔

ایک اور نے کہا! یہ رائے بھی ٹھیک نہیں تم اس کی دلاویز باتوں سے واقف نہیں وہ تو جس سے ملتا ہے اس کا دل موہ لیتا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا وہاں کے لوگوں کو ساتھ ملا لے گا اور

آخر کار وہ لوگ تم سے بدلہ لے کر ہی چھوڑیں گے۔

آخر میں ابو جہل بولا! یہ سب بیکار باتیں ہیں اب میں تم کو اصلی تجویز بتاتا ہوں۔ سنو:

ہر قبیلہ سے ایک ایک مضبوط صاحبِ نسب نو جوان منتخب کر لیں۔ یہ نو جوان اکٹھے ایک

ہی بار تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیں، جیسے ایک ہی شخص نے قتل کیا ہے۔ اس کا خون

سب قبیلوں میں پھیل جائے گا اور بنو عبد مناف سارے قبیلوں سے جنگ نہ کر سکیں گے

اور دیت لینے پر مجبور ہو جائیں گے جو ہم ادا کر دیں گے۔

اس شیطانی تدبیر پر سب راضی ہو گئے اور گیارہ افراد اس کارروائی کے لئے منتخب کر

لئے گئے اور طے پایا اسی شب یہ لوگ آپ ﷺ کے گھر کو گھیر لیں اور جب آپ ﷺ فجر کی نماز

کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو اسی وقت یہ ایک ہی وار میں انہیں ختم کر دیں۔ یہ گیارہ بد نصیب افراد

درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو جہل بن ہشام

۲۔ حاکم بن عاص

۳۔ عقبہ بن ابی معیط

۴۔ نضر بن حارث

۵۔ امیہ بن خلف

۶۔ زمعه بن الاسود

۷۔ طعیمہ بن عدی

۸۔ ابولہب

۹۔ ابی بن خلف

۱۰۔ نبیہ بن الحجاج

۱۱۔ مدیہ بن الحجاج

بعض مؤرخین کے نزدیک یہ بارہ افراد تھے اور بارواں شخص حارث بن قیس تھا۔

ہجرت مدینہ

ہجرت صرف ایک واقعہ ہی نہیں یہ ایک اہم ترین موڑ ہے جس نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ اسلامی دعوتوں کے ساتھ ہجرتوں کا ایک مربوط سلسلہ قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا مقام دعوت سے ہجرت کر کے دوسرے علاقے میں جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عراق سے ہجرت کر کے شام، مصر، فلسطین اور پھر حجاز میں آنا اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ذریعے حجاز کو دعوت حق کا مرکز بنانا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر کی طرف ہجرت کرنا حضرت لوط علیہ السلام کا علاقہ سدوم کی جانب ہجرت کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین اور پھر ارض فلسطین کی طرف ہجرت کرنا اور محمد الرسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا۔ سو ہجرت سنت انبیاء ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو مکہ میں دعوت حق دیتے تیرہ سال گزر گئے اور اس عرصہ میں قریش کی مزاحمت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔ اب مزید ان میں رہنا تضييع اوقات تھا۔ قریش نے جو ظلم و ستم مسلمانوں پر روا رکھا اس کا تصور کر کے بھی دہشت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی قربانیاں بے مثال تھیں۔ آپ ﷺ مکہ سے باہر طائف اور دیگر قبیلوں میں بھی گئے لیکن زخمی اور بوجھل دل سے ہی واپس آئے۔ آپ کے مشفق چچا جناب ابوطالب اور عمگسار اہلیہ سیرہ خدمتہ الکبریٰ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بن رہے تھے۔ مدینہ کے افراد نے اسلام قبول کیا تھا اور وہ آپ کو مدینہ منتقل ہونے کی پرزور دعوت دے رہے تھے اور جان نثاری کے عہد و پیمان کر

رہے تھے۔ آپؐ کو اب ہجرت کے لئے اللہ کے حکم کا انتظار تھا۔
سورہ بنی اسرائیل میں اللہ کریم کا ارشاد ہوا۔

”یہ لوگ اس بات پر بھی تلے ہوئے ہیں کہ آپ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ دیں اور آپ کو یہاں سے نکال باہر کریں۔ لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمہارے بعد یہ خود یہاں کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں گے۔“

(آیت: ۷۶)

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جب بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کی جاتی ہے اور مومن عبادت رب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے ہیں تو اس کے نتیجے میں بالآخر حق غالب ہوتا ہے اور کفر مغلوب، مہاجرین فتح یاب ہوتے ہیں اور منکرین و مخالفین مفتوح ہوتے ہیں۔ یہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سے معلوم ہوتی ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے ایک بار ہجرت کرنا چاہی تو آپؐ نے انہیں روک لیا۔ اب جب سیدنا ابو بکرؓ کفار ان مکہ کا آپ سے دل شکاف سلوک دیکھتے تو غم ناک آواز اور نہایت ادب کے ساتھ بارگاہ نبوی سے ”ہجرت“ کی التجا فرماتے اور ارشاد رسول اللہ ہوتا ”میں اللہ جل شانہ کے حکم کا منتظر ہوں۔“ سیدنا ابو بکرؓ نے اس انتظار میں سفر کا ضروری سامان باندھ رکھا تھا اور دو اونٹنیوں کو خرید کر انہیں خوب کھلا پلا کر موٹی تازی کر رکھا تھا۔

ادھر یہ مجرمانہ قرار دق ریش کے سرداروں نے منظور کی تو ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ جل شانہ کی وحی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفار کی سازش سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اللہ کریم نے آپؐ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور ہجرت کا وقت آپؐ کو بتا کر عرض کی کہ:

”آج رات اپنے بستر پر آپؐ استراحت نہ کریں۔“

اور عرض کیا کہ یہ دعا تلقین کی گئی ہے:

”اے پیغمبر! یہ دعا مانگو کہ خداوند مجھے اچھی جگہ پہنچائے اور (مکہ) سے اچھی

طرح نکالے اور دشمنوں پر اپنی طرف سے فتح و نصرت دیجیو۔“

(سورہ بنی اسرائیل: ۸۰)

گھر میں سیدہ سودہؓ، سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ فاطمہؓ، ام ایمنؓ اور حضرت علیؓ تھے۔ دشمنی، مخالفت اور سخت عداوت کے باوجود کفار مکہ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ تمام امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں اور ان سے فرمایا کہ وہ رات کو آپ کی ردائے مبارک اوڑھ کر آپ کے بستر پر سونیں۔ مطمئن رہیں کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ صبح ہوتے ہی یہ امانتیں متعلقہ لوگوں کو لوٹا کر یثرب آجائیں۔ اب آئندہ میری اور تمہاری ملاقات وہاں ہوگی۔

جب رات تاریک ہوئی تو کفار کے منتخب افراد گھات لگا کر آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کئے آپ ﷺ کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ وہ اس وقت یکبارگی آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ وہ اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لئے دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہونا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اہل عرب کسی کے زنان مکان میں گھسنے کو معیوب جانتے تھے۔

ادھر یہ لوگ اپنی سازشوں میں مصروف تھے تو ادھر اللہ جل شانہ کے اپنے فیصلے تھے اور اصل فیصلہ بھی تو اسی ذات باری ہی کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”وہ موقع یاد کرو جس وقت کافر تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال دیں اور طرح طرح کے فریب کرتے تھے اور تدبیر کرتا ہے۔ اللہ اور اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔“

(سورۃ انفال: ۳۰)

کلمہ ہجری

ہجرت کی پہلی منزل

آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلے۔ دروازے پر ایک لمحہ توقف فرمایا اور زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور گھات میں بیٹھے ہوئے نوجوانوں کے چہروں پر پھینک دی اور انتہائی اطمینان کے ساتھ سورہ یسین کی ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے ان کے سامنے سے مامون و محفوظ گذر گئے۔ اس وقت اس سورہ کی نویں آیت کی تلاوت کی جا رہی تھی ”اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی اور پیچھے بھی۔ پھر ان پر پردہ ڈال دیا وہ دیکھ نہیں سکتے“ قدرت نے کفار پر نیند غالب فرمادی اور انہیں اندھا کر دیا۔

گھر سے نکل کر آپ ﷺ محلہ مسفلہ کی طرف بڑھ رہے تھے اسی اثنا میں آپ ﷺ کی نظر بیت اللہ پر پڑی اور ایک لمحہ کے اور فرمایا:

”اے مکہ خدا کی قسم تو مجھے خدا کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور خدا کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھے کبھی چھوڑ کر نہ نکلتا۔“

(ترمذی شریف)

آپ ﷺ پھر سیدنا ابو بکر صدیق کے گھر پہنچے ان کو خوشخبری سنائی کہ رب تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق کی آنکھیں ہم رکابی کے وفور شوق سے آنسوؤں سے بھر گئیں اور عرض کی کیا مجھے بھی؟ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان رحمت عالم نے تصدیق سعادت فرمائی۔

آپس کے مشورہ سے ہجرت کی پہلی منزل غار ثور طے پائی جو مکہ سے یمن کے راستے میں تین میل کے فاصلے پر واقع جبل ثور کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس کا راستہ سنگلاخ اور چڑھائی سخت مشکل ہے۔ پہاڑ کے اطراف میں نوک دار پتھر بکثرت بکھرے پڑے ہیں۔ باقی معاملات جو اس

سلسلے میں ضروری تھے، چشم زدن میں طے پا گئے۔

۱- عبد اللہ بن ابوبکرؓ ہجرت کے بعد کفار ان مکہ کی تمام سرگرمیوں کی اطلاع ہر شام پہنچائیں گے۔

۲- عامر بن فہیرہؓ جو سیدنا ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ اس علاقہ میں بکریاں چراتے ہوئے سیدنا عبد اللہؓ کے قدموں کے نشان مٹاتے رہیں گے۔

۳- عبد اللہ بن اریقظ جو صحرائی اور پہاڑی راستوں کا ماہر تھا اور جس کو سیدنا ابوبکرؓ نے دونوں اونٹنیاں سپرد کر رکھی تھیں اور معقول معاوضہ پر ملازم رکھا ہوا تھا۔ تین راتیں گزرنے کے بعد اونٹوں کو غار کے پاس لے آئے گا۔

سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کی کہ میں نے اس سفر کے لئے دو اونٹنیاں پال رکھی ہیں ان میں سے ایک آپ ﷺ کے لئے ہے۔ فرمایا: قیمتاً لوں گا۔ گھر میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس پانچ ہزار درہم تھے وہ انہوں نے ساتھ لے لئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ اپنے رفیق سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر ان کے گھر کی عقبی کھڑکی سے نکل کر غار ثور کی جانب روانہ ہوئے۔ تاریکی میں جبل ثور کے ارد گرد دور تک بکھرے کالے پتھروں پر چل کر حضور ﷺ کے پاؤں زخمی ہو گئے تو پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر سیدنا ابوبکرؓ آپ ﷺ کو اٹھا کر غار ثور کے سامنے لے آئے۔ غار تاریک اور پرخطر تھی۔ آپ نے عرض کی کہ حضور ﷺ ذرا ٹھہریں تاکہ میں اندر جا کر غار کو آپ ﷺ کے لئے صاف اور محفوظ کر لوں۔ چنانچہ وہ غار کے اندر گئے اور غار کو صاف کیا پھر اس کے سوراخ اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر کپڑے کے ٹکڑوں سے بند کئے۔ صرف ایک سوراخ پھر بھی بچ گیا۔

سرور کائنات ﷺ کے گھر سے نکلنے کے بعد ایک شخص محاصرہ گیروں کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ وہ یہاں کھڑے کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا واللہ! محمد (ﷺ) تو سب کو ذلیل کر کے تمہارے سروں پر خاک ڈال کر تشریف لے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے سروں کو دیکھا تو واقعی انہیں خاک آلودہ پایا۔ اس کے بعد انہوں نے جھانک جھانک کر اندر دیکھا تو انہیں وہی چادر اوڑھے کوئی شخص سوتا نظر آیا جو چادر آپ ﷺ اوڑھ کر سویا کرتے تھے کہنے لگے، محمد (ﷺ) سوتے ہیں اور صبح کا انتظار

کرنے لگے۔ جب صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ اس بستر سے اٹھے ہیں کہنے لگے واللہ وہ آدمی ہم سے سچ کہتا تھا۔ اب وہ بہت گھبرائے اور سیدنا علیؑ سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ سیدنا علیؑ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ اس بات کا علم تو تمہیں ہونا چاہیے جو رات بھر پہرہ دیتے رہے ہو اور میں تو سوتا رہا ہوں۔ اب انہوں نے حضرت علیؑ کو پکڑا لیا اور مارتے ہوئے انہیں حرم لے گئے۔ عربوں کا یہ خاصہ تھا کہ بے خبر دشمن یا عورت کو قتل کرنا بزدلی سمجھتے تھے اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو واجب القتل ہو، اسے ہی قتل کیا جائے کسی دوسرے کو نہ مارا جائے۔ چنانچہ جب ان کو حضرت علیؑ سے آپ ﷺ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا تو مجبوراً انہیں چھوڑا دیا اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے یہ لوگ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے گھر پہنچے دروازہ پر آواز دی تو سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ باہر آئیں۔ ابو جہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟ بولیں مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر ابو جہل نے غصہ میں اس زور کا طمانچہ مارا کہ ان کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ اس کے بعد کفار مکہ اور اس کے اطراف میں آپ ﷺ کی تلاش جستجو میں دوڑنے لگے لیکن ان کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص آپ ﷺ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر لائے گا، اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دئے جائیں گے۔ اس اعلان کو سن کر انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ مکہ کے چاروں طرف دور دور تک نکل پڑے۔

غار ثور میں جو سوراخ بچ گیا تھا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی ایرٹھی جمادی تاکہ کوئی موذی جانور اس سوراخ سے آپ ﷺ کو کاٹ نہ لے۔ پھر آپ ﷺ سے اندر تشریف لانے کی عرض کی تمام رات جاگتے بسر ہوئی تھی اور اب صبح ہونے کو تھی آپ ﷺ غار میں داخل ہوئے اور سیدنا ابو بکرؓ کی آغوش میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ سیدنا ابو بکرؓ کی آنکھ بھی لگ گئی کہ ان کی ایرٹھی کو کسی چیز نے ڈس لیا۔ درد کے باوجود وہ اس ڈر سے نہ ہلے کہ کہیں حضورؐ جاگ نہ جائیں لیکن ان کا آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ٹپک گیا، جس سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور پوچھا ابو بکرؓ! تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگا دیا اور ان کی تکلیف جاتی رہی۔

انعام کے لالچ میں لوگ سراغ رسانوں کے ہمراہ نقش قدم کا سراغ لینے غار ثور کے منہ تک پہنچ گئے لیکن سراغ آگے نہیں چلتا تھا اور مکڑی نے اللہ کے حکم سے غار کے منہ پر جالاتن دیا

تھا۔ کسی نے کہا غار کے اندر دیکھو تو سراغ رساں نے کہا ایسے تاریک اور خطرناک غار میں انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ ہم مدتوں سے اسے ایسے ہی دیکھتے آئے ہیں۔ پھر دیکھو اس کے منہ پر مٹری کا جالاتا ہے اگر کوئی شخص اندر جاتا تو یہ جلا سلامت نہ رہتا۔ اس کے بعد سب کو اطمینان ہو گیا اور کوئی غار کی طرف نہ بڑھا۔ کفار غار کے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ ان کے پاؤں حضرت ابو بکرؓ دیکھ رہے تھے اور ان لوگوں کی باتیں غار میں سنائی دے رہی تھیں۔ ایسی خطرناک صورت حال میں سیدنا ابو بکرؓ نے کہا! حضور ﷺ کفار تو یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مطلق خوف نہ کر اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ کفار اپنی تلاش و جستجو میں ناکام رہ کر واپس چلے گئے اور تین دن کے بعد تھک ہار کر مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔

اللہ جل شانہ نے اس واقعہ کو قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا:

”تم ہمارے رسول (ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اس وقت ہی کر چکا ہے جب کافروں نے جلا وطن ہونے پر مجبور کر دیا اور اس وقت بھی مدد کی جب کہ غار (ثور) میں دو میں ایک آپ (ﷺ) تھے اور آپ (ﷺ) نے اپنے ہم ہجرت رفیق غار (ابو بکر صدیق) سے کہا۔ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دل میں اطمینان نے بسیرا کر لیا۔ پھر ہم نے تمہیں دکھائی نہ دینے والے بے حد و حساب لشکر سے اس کی مدد کی اور ثابت کر دیا کافروں کی بات گھٹیا ہے اور اللہ کی بات بلند و بالا اور ہر حالت میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت کا مالک ہے۔“

(سورہ توبہ: ۴۰)

حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ دن بھر مکہ میں رہتے اور مشرکین کی خبریں معلوم کرتے اور رات کو آ کر تمام حالات سے آپ ﷺ کو آگاہ کرتے اور صبح سویرے ہی مکہ واپس آ جاتے۔ عامر بن فہیرہؓ بکریوں کا ریوڑ دن بھر ادھر ادھر چراتے جس سے حضرت عبداللہؓ کے آنے جانے کے قدموں کے نشان مٹ جاتے رات کو بکریوں کا ریوڑ لے کر غار کے پاس پہنچ جاتے اور بکریوں کا دودھ پیش کرتے۔ غار ثور کے قیام کے دوران یہی دودھ غذا کے طور پر استعمال ہوا۔

دوسرا مرحلہ

تیسری رات سیدنا عبداللہ بن ابی بکرؓ غار ثور آئے تو بتایا کہ اب دشمنوں کی سرگرمیاں اتنی تیز نہیں رہیں اور ان کا جوش و خروش سرد پڑ چکا ہے۔ قبیلہ بنی دیل کا ایک شخص عبداللہ بن اریقط، عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور ابھی کفار قریش کے دین پر ہی تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس کے ذریعے طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مکہ جوار کے لئے پیغام بھجوئے تھے۔ یہ شخص قابل اطمینان تھا اس سے طے ہوا تھا کہ تین راتیں گزر جانے کے بعد دونوں اونٹنیاں لے کر غار ثور پہنچ جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن اریقط بھی سواریاں لے کر حاضر ہو گیا۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ بھی زور راہ لے کر پہنچ گئیں۔ جب تھیلا باندھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ باندھنے کے رسی لانا بھول گئی ہیں چنانچہ انہوں نے اپنا نطق یعنی کمر بند کھول کر پھاڑا اور اسے دو ٹکڑے کر لیا۔ ایک سے تھیلا باندھ کر اونٹ سے لٹکا دیا اور دوسرا ٹکڑا کمر میں باندھ لیا۔ اسی باعث ان کا لقب ”ذات النطاقین“ پڑ گیا۔

آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ غار سے نکلے ایک اونٹنی پر حضور ﷺ اور دوسرے پر سیدنا ابو بکرؓ اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط قافلے کی راہبری کے لئے ساتھ پیادہ پا تھا اور یوں یہ مختصر قافلہ بروز دو شنبہ کیم ربیع الاول ۱ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۶۲۲ھ جبل ثور سے یشرب کی جانب روانہ ہوا اور دوسرے دن زوال تک چلتا رہا۔ آخر آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ذرا آرام کیا جائے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے چٹان کے کسی حصہ میں سایہ دار مقام کو صاف کر کے پوستین بچھائی اور آپ ﷺ سے آرام فرمانے کی درخواست کی۔ کڑکتی دھوپ میں بے آب و گیاہ چٹانوں کے طویل سفر کی تھکان کے باعث آپ ﷺ سو گئے۔ سیدنا ابو بکرؓ جاگتے رہے اور ارد گرد دور دور تک نگاہ دوڑائی کہ کوئی تعاقب میں تو نہیں۔ انہیں ایک بکریاں چرانے والا نظر آیا۔ چرواہا قریب آیا تو اس سے پوچھا کہ وہ کس کا آدمی ہے۔ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا جسے انہوں نے پہچان لیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا بکریوں میں کچھ دودھ ہے؟ جواب ملا ہاں۔ پوچھا کیا میں دودھ سکتا ہوں اس نے کہا ہاں اور ایک بکری پکڑ لایا۔ سیدنا ابو بکرؓ اس کے تھنوں کو مٹی بال اور تنکوں وغیرہ سے صاف کیا اور ایک برتن میں دودھ دوھا اور جب حضور ﷺ بیدار ہوئے تو پانی ملا کر کہ دودھ ٹھنڈا ہو جائے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے

دودھ پیا اور پوچھا کہ کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں ہوا؟ عرض کی کیوں نہیں اور قافلہ چل پڑا۔ صحرتہ الطویلہ سے عبداللہ بن اریقظ قافلہ کو وادی غران کے جنوبی حصے سے گزار کر جو عام شاہرہ سے دور تھا، بحیرہ احمر کے کنارے لئے ہوئے قلعہ رابغ کے ریگزار میدان میں پہنچا۔

سُراقہ بن مالک بن مجعشم

آپ ﷺ یہاں پہنچے تو کسی کی آواز سنائی دی۔ سیدنا ابو بکرؓ نے جو آپ ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے مڑ کر دیکھا تو سُراقہ بن مالک گھوڑے پر آتا دکھائی دیا۔ یہ شخص مشرکین میں مانا ہوا شاہ سوار اور بہادر تھا۔ اسے انعام کا پتہ چلا تو وہ بت بہل کے پاس قال نکلوانے گیا اسے فیصلہ تو ناکامی کا ملا تھا لیکن وہ انعام کے لالچ میں تیز رفتار گھوڑے پر سوار قسمت آزمانا چاہتا تھا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کو اس خطرے سے آگاہ کیا۔ فرمایا گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

دفعاً سُراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر گیا۔ اٹھ کر پھر گھوڑے پر سوار ہوا اسے دوڑایا اب وہ اتنا قریب پہنچ گیا کہ اسے سرکارِ دو عالم ﷺ کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! الہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ اللہ نے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس دیں۔ سُراقہ کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ پکارنے لگا: اے محمد ﷺ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔ آپ ﷺ دعا کریں کہ اللہ مجھے اس سے نجات دے اور امان کا طالب ہوا۔ آپ رک گئے آپ ﷺ کو اس پر رحم آ گیا۔ دعا فرمائی زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ سُراقہ نے آپ ﷺ کو لوگوں کے عزائم سے آگاہ کیا اور توشہ اور ساز و سامان کی پیشکش کی اور کہا کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے اس سے کچھ قبول نہ کیا۔ اس کی درخواست پر سیدنا ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑے پر پروانہ امن عطا کیا جسے اس نے اپنے تیرکش میں رکھ لیا اور واپس چلا گیا۔ راستے میں اسے تلاش میں آنے والا جو بھی ملا سُراقہ نے اسے روک دیا اور کہا کہ وہ دور دور تک چھان بین کر آیا ہے ادھر اسے کوئی نہیں ملا لہذا آؤ واپس چلیں۔

فتح حنین کے بعد جب آپ ﷺ نے جحرافہ میں پڑاؤ کیا تو سُراقہ وہی پروانہ لے کر حاضر ہوا اور اپنے قبیلے کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ یہ وہی سُراقہ بن مالک ہیں جن کو آپ ﷺ نے بشارت دی تھی کہ کسریٰ کے دونوں کنگن اسے پہنائے جائیں گے اور یہ

پیشین گوئی سیدنا عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔

اُمّ معبد

سفر جاری رہا اور یہ قافلہ وادی انج اور وادی قدید سے وادی خرار کی جانب رواں تھا کہ پیاس اور بھوک محسوس ہوئی۔ ایک خیمہ نظر آیا، قافلہ رکا یہ خیمہ بنو خزاعہ کی ایک بڑھیا ام معبد نے لگا رکھا تھا اور وہ مسافروں کو پانی پلاتی، کھانا دیتی، غرض مسافروں کی خبر گیری اور تواضع کے لئے مشہور تھی۔ سیدنا ابو بکرؓ نے اس سے خورد و نوش کا کچھ سامان قیمتاً حاصل کرنا چاہا لیکن اس لمحے اس کے پاس نہ پانی تھا نہ کھانا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے وہاں ایک بکری کو دیکھا تو پوچھا کیا اس بکری کا دودھ مل سکتا ہے۔ ام معبد نے کہا لاغری کے باعث اس کے تھن سوکھ چکے ہیں اور اب اس میں دودھ نہیں۔ سیدنا ابو بکرؓ خاموش ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو کیا ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔ اس نے حیران ہو کر کہا آپ ناکام کوشش کر کے دیکھ لیں۔ حضور ﷺ نے تھن صاف کر کے اس سے ایک بڑا برتن لیا اور دودھ دوہنا شروع کیا حتیٰ کہ وہ برتن دودھ سے بھر گیا۔ آپ ﷺ نے کٹورا بھر کر ام معبد کو دیا اس نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن اریقظ کو عامر بن فہیرہ کو اور پھر سیدنا ابو بکرؓ کو سیراب کر کے خود بھی دودھ نوش جاں فرمایا۔ بڑھیا کی حیرت کی انتہا نہ رہی اس پر تو جیسے سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس خالی برتن کو دودھ دوہ کر دوبارہ بھر دیا اور حیرت میں ڈوبی بڑھیا کو چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ شام کو اس کا خاوند لوٹا تو دودھ بھرے برتن کو دیکھ کر ماجرہ دریافت کیا تو ام معبد جس پر ابھی عجیب کیفیت طاری تھی شوہر کو واقعہ سناتے کبھی آپ ﷺ کے جمال کی بات کرتی تو کبھی شیریں گفتار و جاہت و جلال اور کبھی اخلاق جمیلہ بیان کرتی اور آخر میں بولی کہ میں اس تعریف والے کی ذرا بھی تعریف نہیں کر سکی۔

ابو معبد نے بیوی کی باتیں سن کر کہا واللہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر خیر میں سن چکا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ ان کی صحبت میں چند ساعتیں میسر آئیں اور اگر اس کی کوئی سبیل نظر آئی تو میں ایسا ضرور کروں گا۔

بریدہ سلمیٰ

جب وادی خرار سے آگے جحفہ کی سرحدوں سے ملتے علاقہ میں یہ قافلہ پہنچا تو انعام

کے لالچ میں آپ ﷺ کی تلاش کرتا ایک دستہ ملا۔ یہ بریدہ اسلمی تھے جو اپنی قوم کے سردار تھے اور ان کے ہمراہ ستر سوار تھے۔ قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کی میں بریدہ ہوں۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکرؓ سے فرمایا: اے ابوبکرؓ ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا۔

پھر فرمایا تو کس قبیلہ سے ہے۔ عرض کی میں قبیلہ اسلم سے ہوں۔ فرمایا اے ابوبکرؓ ہم سلامت رہے۔ فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے ہو؟ عرض کی بنی سہم سے۔ فرمایا تیرا حصہ نکل آیا، یعنی تجھ کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

بریدہ نے دریافت کیا آپ ﷺ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد (ﷺ) بیٹا عبد اللہ کا اور رسول اللہ کا۔ بریدہ نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ چنانچہ بریدہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے ستر ہمراہی بھی مسلمان ہو گئے۔

قافلہ اب ثنیۃ المرۃ سے ہوتے ہوئے لقف یا لفت سے گذر کر وادی مدلبہ مجاح کے قریب پہنچا تو ایک اونٹ سوار جس نے چہرہ ڈھانپا ہوا تھا جسے تاریخ میں اسی باعث ابن الرداء کہا گیا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

پھر آپ ﷺ نے مرنج مجاح، الاجرد وادی سلم میں جبل ثاقل کے قریب سے گذرتے العبابیب القاحہ اور پھر العراج کا رخ کیا جو مدینہ منورہ سے ۱۶۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہیں پردوغریب بدو عبادل اور ابراہیم بن سعد جن کے ساتھ ایک کمسن بچی بھی تھی اور جو تھکن سے نڈھال تھے، بچی کے لئے چلنا اور ان دونوں کا بچی کو اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ کا گذر جب ان لوگوں کے پاس سے ہوا تو ان کی حالت دیکھ کر آپ نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے اپنی پریشانی بتاتے ہوئے عرض کی کہ وہ خدمت پیشہ گھٹیا لوگوں میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں تم لوگ باعزت لوگ ہو۔ آپ ﷺ نے ان کو ان کی منزل تک کے لئے سوار کروالیا اور اس کمسن بچی کو خود لے لیا۔

غرض نبی رحمت ﷺ ہر قدم ہر نفس یہاں کی بستی اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے بارگاہ الہی سے خیر و برکت مانگتے ہوئے تندیۃ الغائر المعروف بدرب الغائر سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ سے تین میل دور وادی مریم میں داخل ہوئے۔

یہاں آپ ﷺ کو حضرت زبیر بن عوامؓ ملے جو مسلمانوں کے تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کو سفید

پارچہ جات پیش کئے۔ اب آپ ﷺ قبا کی طرف بڑھ رہے تھے اور دعا فرما رہے تھے۔
 ”اے اللہ یہ بستی ہمارے لئے بابرکت بنا دے۔ اے اللہ یہ بستی ہمارے
 لئے بابرکت بنا دے۔ اے اللہ یہ بستی ہمارے لئے بابرکت بنا
 دے۔ اے اللہ اس بستی کے پھل، فوائد سے ہمیں متمتع فرما اس کے
 باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے اور ہمارے دلوں میں اس
 کے نیک لوگوں کی محبت ڈال دے۔“

قبا میں تشریف آوری

مدینہ کے لوگوں کو آپ ﷺ کی ہجرت کی خبر مل چکی تھی اور مشا قان دید صبح سویرے حرہ
 کی طرف نکل جاتے اور آپ ﷺ کی راہ تکتے۔ جب سخت دھوپ اور دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے
 آتے۔ ۸ ربیع الاول ۱ھ بروز دو شنبہ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں آپ ﷺ قبا کے قریب پہنچے تو
 اتفاق سے زیادہ تر انصار مایوس ہو کر واپس لوٹ چکے تھے کہ ایک یہودی جو اپنے کسی ٹیلے پر کچھ
 معلوم کرنے کو چڑھا تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھی سفید کپڑوں میں ملبوس تشریف لا
 رہے ہیں تو وہ بے ساختہ پکارنے لگا:

”اے عرب کے لوگو! یہی ہے تمہارا وہ بزرگ و برتر جس کا تم شدت سے
 انتظار کر رہے تھے۔“

یہ سنتے ہی لوگ پروانوں کی طرح اڑ کر پہنچنے لگے۔ ہر طرف اللہ اکبر کی صدا کہیں بلند ہو
 رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے کھجور کے ایک درخت کے سایہ میں توقف فرما کر نماز ظہر ادا فرمائی۔
 بعض انصار نے ابھی تک حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہوئی تھی۔ سیدنا ابو بکرؓ بوڑھے نظر آ رہے
 تھے اور وہ لوگ آپ کو رسول اللہ جان کر پہلے ان سے ملتے۔ انہوں نے کسی سے کچھ نہ کہا اور چادر
 تان کر آپ ﷺ پر سایہ کر دیا جس سے لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سورج ڈھل گیا تو آپ نے قبا میں انصار کے خوش نصیب کلثوم بن ہدم کے مکان پر
 قیام فرمایا۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی کئی مہاجر ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، وہب
 بن سعد، عبد اللہ ابن محرز، معمر بن ابی سرخ اور عمیر بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین قیام پذیر تھے۔

سیدنا ابو بکرؓ حبیب بن اسافؓ کے گھر فروش ہوئے۔ آپ ﷺ سعد بن خثیمہؓ کے مکان پر مجلس فرماتے۔ لوگ آ کر آپ ﷺ کی زیارت کرتے اور آپ ﷺ کے گرد مجتمع رہتے۔ قبا میں چند دنوں کے اندر مسجد قبا کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی اس کی تعمیر میں حضور ﷺ اور صحابہ کبارؓ نے بھرپور حصہ لیا۔ اللہ جل شانہ نے اس مسجد کی شان یوں بیان کی ہے:

”البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ مسجد اس کی پوری مستحق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں ایسے مرد ہیں کہ جو ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے پاک و صاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔“

(سورہ توبہ: ۱۰۸)

جن لوگوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے ہجرت کی اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ بہت بلند ہے اور اللہ کریم نے ان کے لئے بہت سی بشارتیں بیان فرمائیں۔ ارشاد باری ہے:

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور دائمی آسائش کے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔“

(سورہ توبہ: ۲۰: ۲۲)

”جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی وطن سے نکلے اور تکلیفوں سے دوچار ہوئے پھر راہ حق میں لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو محو کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیں گے۔“

(سورہ آل عمران: ۱۹۵)

”جن مسلمانوں نے مظلومیت کے سبب ہجرت کی ان کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر اس سے بھی بڑا ہے۔ کاش وہ اس کو جانتے۔“

(سورہ نحل: ۴۱)

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور راہ خدا میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، بس یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

(سورہ انفال: ۷۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ پکے ایمان والے ہیں اور ان کے لئے نصرت اور عزت کی روزی ہے۔“

(سورہ انفال: ۷۳)

اسی طرح ہجرت نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا:
”جب تک یہ لوگ ہجرت نہ کر جائیں اس وقت تک ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ۔“

(سورہ النساء: ۸۹)

”وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی وراثت سے کوئی تعلق نہیں، جب تک وہ ہجرت نہ کر جائیں۔“

(سورہ انفال: ۷۲)

ہجرت ایک نہایت مشکل کام تھا لیکن مسلمانوں نے اپنے اخلاص، ہر طرح کی قربانی و ایثار اور ثابت قدمی سے پورا کیا۔ جس سے کامیابیوں، کامرانیوں اور فتح مند یوں کا سب سے بڑا باب کھل گیا۔ تحریک اسلامی کی کامیابی کے لئے انہیں ایک مضبوط مرکز فراہم ہو گیا۔ دعوت اسلام کے لئے وسیع میدان مل گیا۔ کفار کے ظلم و ستم سے آزاد ہو گئے۔ مسلمانوں کی بکھری ہوئی قوت مدینہ میں جمع ہو گئی اور ان کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر زندگی کا میدان طے کرنے کا موقعہ میسر آیا۔ اب اسلام ایک مضبوط نظریاتی قوت بن کر ابھرا اور مشرکین کو نظریاتی اور سیاسی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر اسلام کی صداقت سب پر عیاں ہو گئی اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت اور آخرت میں جو اب دہی کی بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔

اب حضرت علیؓ بھی امانتیں لوٹا کر قبا پہنچ گئے اور کلثوم بن ہدمؓ کے یہاں قیام فرمایا۔ آپ نے مکہ سے قبا تک پایادہ سفر کیا تھا اور آپ کے پاؤں زخمی تھے۔ حضور ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو خود تشریف لائے۔ انہیں سینے سے لگایا اور حال پوچھا انہوں نے پاؤں کی تکلیف بتائی۔ آپ ﷺ نے ان کے دونوں پاؤں پر لعابِ دہن لگایا تو تکلیف جاتی رہی۔

مدینہ میں آمد

آپ ﷺ نے چار دن قبا میں قیام فرمایا: (امام بخاری چودہ دن کا قیام بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم) اور ۱۲ ربیع الاول اھ کو جمعہ کے دن قبا سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے بنو نجار کو جو آپ ﷺ کے ماموؤں کا قبیلہ تھا، اطلاع بھجوا دی تھی، چنانچہ وہ تلواریں جمائل کئے آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

پہلا جمعہ

راستہ میں بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے وہیں ایک میدان میں ایک سو آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا: یہ پہلا خطبہ اور پہلا جمعہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمام حمد و ثنا اس اللہ کی ہے جس سے مدد، بخشش اور ہدایت مانگتا ہوں اور جو لوگ اسے نہیں مانتے (کفر کرتے ہیں) اور دوسروں سے مدد اور ہدایت مانگتے ہیں وہ تاریکی میں ہیں۔ اس کفر کا میں دشمن ہوں۔ دوسروں کے آگے سر جھکانا انسانیت کی توہین ہے۔ وہ سب کا بادشاہ ہے، کسی بندہ کا اس پر اختیار نہیں وہ سب کا حاکم ہے، کسی کا محکوم نہیں۔

میں بھی اس آقا کا ایک بندہ ہوں اور اس کا یہ پیغام تم کو بھی پہنچاتا ہوں کہ سوائے اس کے کسی کی اطاعت نہ کرو نہ غیر اللہ سے مدد مانگو۔ آنے والی زندگی یقینی ہے۔ اس پر ایمان لانے والا متقی ہوتا ہے، اس کا ضمیر روشن ہو جاتا ہے۔ وہ برائیوں سے بچاتا ہے۔ اس کی لغزشیں معاف کر دی جاتی

ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔

بندہ ہونے کی حیثیت سے اور انسان کی حیثیت سے کوئی خاص فرقہ اللہ کی چنی ہوئی قوم نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ اپنی کوشش سے اللہ کے راستے پر چلتے ہیں انہیں خدا چن لیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو خدا اطاعت گزار بندہ (مسلم) کہتا ہے۔

تاریخ اور عقل سے کام لو، اندھا دھند تقلید سے پرانی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ خدا کی اطاعت (اسلام و ایمان) یہی ہے کہ سچائی کے ساتھ سیدھی شاہراہ اسلام پر چلو۔ اس سے جان بوجھ کر الگ ہونا تاریکی (کفر) میں پڑنا ہے۔ اللہ سب معبودوں سے بڑا ہے اور ہماری قوت و عمل کا وہی سرچشمہ ہے۔“

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی آمد پر جو خوشی منائی گئی وہ بیان سے باہر ہے۔ پردہ نشین عورتیں بھی چھتوں پر نکل آئیں اور خوشی کے گیت گانے لگیں۔ بنونجار کی لڑکیاں دف بجا کر خوشی کا اظہار کرتیں اور گاتیں۔

ہم لڑکیاں ہیں بنونجار کی

واہ خوب! محمد ﷺ کیا ہی اچھے ہمارے ہمسائے ہوں گے

چاند چڑھ آیا ہے

کوہ وداع کی گھاٹیوں سے

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے

جب تک دعائے مانگنے والے دعائے مانگیں

اور وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور لے کر آئے

جن کی اطاعت ہر حال میں کی جائے گی۔

راستہ بھر تمام قبائل انصار آپ ﷺ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دیتے رہے لیکن

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں میرا ناقہ حکم خداوندی سے خود ٹھہر جائے گا وہیں میرا قیام ہوگا۔ اونٹنی

آخر مالک بن نجار کے محلہ میں ایک غیر آباد زمین پر بیٹھ گئی۔ قریب ہی حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاریؓ کا مکان تھا وہ آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کا سامان اپنے گھر لے گئے اور آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا: آپ ﷺ کے تشریف لانے پر یثرب اب مدینہ النبی کہا جانے لگا۔

ایک روایت ہے کہ کسی زمانہ میں تبع شاہِ یمن کا گزر سرزمین یثرب پر ہوا۔ اس کے ہمراہ چار سو علمائے یہود تھے۔ ان علماء نے تبع سے درخواست کی کہ انہیں یہیں یثرب میں رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ شاہِ یمن نے ان سے اس بات کی وجہ معلوم کی تو علمائے یہود نے کہا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں لکھا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک رسول پیدا ہوں گے۔ محمد (ﷺ) نام ہوگا اور یہ سرزمین ان کا دارالہجرت ہوگی۔ شاہِ یمن نے ان کو وہاں قیام کی اجازت دے دی اور ہر ایک عالم کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان تیار کرایا اور سب کے وہاں نکاح کرائے اور سب کو مال عطا کیا۔ علاوہ ازیں ایک مکان خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کروایا کہ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں۔ شاہِ یمن نے ایک خط لکھا:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں، اگر میری عمر ان

تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین اور مددگار ہوں گا اور ان کے دشمنوں سے

جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کروں گا۔“

شاہِ یمن نے اس خط پر ایک مہر لگائی اور ایک عالم کے سپرد کیا کہ اگر تم اس نبی کا زمانہ پاؤ تو میرا عریضہ پیش کر دینا ورنہ اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت انہیں کر دینا جو میں تمہیں کر رہا ہوں۔ ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ مکان بھی وہی مکان تھا جس کو شاہِ یمن تبع نے خاص آپ ﷺ کے لئے بنوایا تھا۔ یثرب کے بقیہ انصار بھی انہیں چار سو یہود کی اولاد سے ہیں۔ اسی مکان میں حضور ﷺ نے اب ہجرت کے بعد قیام فرمایا اور ابو ایوب انصاریؓ نے وہ خط بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا، واللہ اعلم۔ (حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے اس روایت کو سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں روض الانف سے نقل فرمایا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ

حصین مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ

جوک در جوک آپ ﷺ کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جو نبی میری نظر آپ ﷺ کے رخ اقدس پر پڑی تو پہلی ہی نظر میں میرے دل نے فیصلہ کر لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔ پھر پہلا کلام جو میں نے آپ ﷺ کی زبان سے سنا وہ یہ تھا:

”اے لوگو! اسلام کا چرچا کرو، آدمیوں کو کھانا کھلایا کرو اور رشتہ داروں

کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔“

وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے یہ چار بول میرے کانوں میں پڑے تو میں اس قدر

متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ میں نے آپ ﷺ کے حالات پر غور کیا اور آپ

ﷺ کو قدیم صحائف کی پیش گوئیوں کے مصداق پایا، چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا اور حضور ﷺ نے میرا نام عبد اللہ بن سلام رکھا۔ عبد اللہ بن سلام کا

اسلام قبول کرنا اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

حضرت ابو قیسؓ

حضرت ابو قیسؓ ایک راہب تھے۔ بت پرستی سے انہیں نفرت تھی اور یہ رب ابراہیم علیہ

السلام کی عبادت کرتے تھے۔ فصیح و بلیغ شاعر، مشہور واعظ اور فاضل البیات تھے۔ وہ بھی آپ

ﷺ کے ارشادات سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہی دنوں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مدینہ میں ابتدائی مصائب

مہاجرین مکہ کے یثرب پہنچنے سے قبل وہاں شدت کی گرمی پانی کی کمی اور وبائی امراض

کی کثرت تھی۔ صحابہ کبار بھی موسمی بخار میں مبتلا ہوئے اور کافی کمزور ہو گئے۔ کچھ لوگ تو تقاہت

کے باعث نماز بھی بیٹھ کر ادا کر لیا کرتے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا

ثواب کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے نصف ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو

اس کا اثر ان کے احساس و اظہار ضعف و اضمحلال کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے دعا فرمائی! ”اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر

دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مد (غلے کے پیانوں) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جفنہ پہنچا دے۔“ اللہ کریم نے آپ ﷺ کی دعا قبول کی اور حالات بدل گئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا اور مسجد کے لئے اسی جگہ کو پسند فرمایا جہاں حکم خداوندی سے اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس جگہ کی بابت دریافت فرمانے پر معلوم ہوا کہ یہ جگہ دو یتیم بھائیوں سہل اور سہیل کی ملکیت ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں بھائیوں کو بلوایا تا کہ ان سے یہ قطعہ زمین خریدنے کی بات کریں۔ وہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ وہ اس جگہ کو بغیر کسی معاوضہ کے آپ ﷺ کی نذر کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے اس کی قیمت کے خواستگار نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات قبول نہ فرمائی اور رقم کے عوض یہ جگہ خرید فرمائی۔ قیمت خرید حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ادا کر دی۔

زمین حاصل ہو جانے کے بعد وہاں سے درخت کاٹ دیئے گئے، قبروں کو اکھاڑ دیا گیا اور گڑھوں کو ہموار کر دیا گیا۔ زمین کو ہموار کر کے مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ پہلی اینٹ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ حضور اکرم ﷺ بہ نفس نفیس مسجد کی تعمیر کے کام میں مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کے ساتھ شامل رہے۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے بنائی گئی اور ستون بھی کھجور کے درختوں ہی کو کاٹ کر بنائے گئے۔

مسجد کے ایک کنارہ پر ایک چبوترہ بنا کر اس پر ایک سائبان ڈال دیا گیا جو صفہ کہلاتا تھا اور ان فقراء و مساکین صحابہ کے لئے تھا جو مال و منال اور اہل و عیال نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلامی تعلیم کے لئے وقف کر دی تھی۔ یہ لوگ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے، بیچتے، محنت مزدوری کرتے دوسرے مسلمان بھی ان کی مدد کرتے۔ اہل صفہ پر آپ ﷺ خاص شفقت فرماتے اور ان کا بیشتر وقت عبادت الہی، تلاوت قرآن مجید اور آپ ﷺ کی صحبت میں گذرتا یہ لوگ ارشادات و فرمودات رسول ﷺ سنتے ان کو محفوظ رکھتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اہل صفہ میں تھا جب شام ہوتی تو ہم سب آپ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ ﷺ ایک ایک دو دو کو اغنیاء صحابہ کے سپرد فرما دیتے اور جو باقی رہ جاتے ان کو اپنے شریک طعام فرماتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم سب لوگ مسجد میں سو جاتے۔ (بخاری شریف)

مسجد کی تعمیر کے بعد مسجد سے متصل ازواج مطہرات کے حجروں کی بنیاد ڈالی اور دو حجرے کچی اینٹوں اور گارے سے تیار کروائے۔ ان حجروں کے دروازوں پر ٹاٹ کے پردے لٹکا دیئے گئے۔

اہل بیت کی مدینہ آمد

اسی اثناء میں آپ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ابورافع کو مکہ روانہ فرمایا تاکہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ سودہؓ، لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ اور سیدہ ام کلثومؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو آپ ﷺ کے پاس لے آئیں انہی کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کو روانہ کر دیا تاکہ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت رومانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو لے آئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اہل بیت بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت زیدؓ اپنی زوجہ ام ایمنؓ اور فرزند اسامہ بن زیدؓ کو بھی ساتھ لے آئے۔ حجرے مکمل ہونے پر آپ ﷺ وہاں منتقل ہو گئے۔

اذان و اقامت

مسجد نبوی تعمیر ہونے پر لوگوں کو نمازوں کے اوقات پر بلا نے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بہت سی تجاویز آئیں جو آپ ﷺ کو پسند نہ آئیں۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن زید انصاری نے خواب میں اذان کے الفاظ سنے اور آپ ﷺ کو اپنا خواب بتایا۔ آپ ﷺ نے منظور کیا اور فرمایا کہ بلالؓ کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے اس کو یہ الفاظ سیکھا دو۔ بلالؓ نے اذان دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اذان سنی تو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے البتہ تحقیق میں نے بھی ایسا ہی دیکھا جیسا عبد اللہ بن زیدؓ کو دکھایا گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: فللہ الحمد (ترمذی: ابوداؤد)

مواخاتِ مہاجرین و انصار

آپ ﷺ نے مدینہ آ کر محسوس فرمایا کہ مکہ سے مہاجرین کا یہاں آنا اہل مدینہ کے

لئے اذیت و تکلیف کا باعث نہ ہو جائے۔ آپ کو یہ بھی خیال تھا کہ انہوں نے ان کی خاطر انتہائی تکلیفیں اور اذیتیں سہی ہیں۔ اپنا وطن، گھریا مال و زر، عزیز واقربا حاکم کر مدینہ آ پڑے ہیں یہ زیادہ پریشان اور دل شکستہ نہ ہوں، چنانچہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپ تمام انصار و مہاجرین کو جن کی تعداد نوے تھی، حضرت انسؓ کے گھر جمع کر کے اخوتِ اسلامی کا وعظ دیا اور فرمایا: ”اللہ کے نام پر دو آدمی ایک دوسرے کے بھائی بنو۔“ پھر ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کو آپس میں دینی بھائی بنایا۔ اس سے ان میں وہ رشتہٴ اخوت پیدا ہو گیا، جس کی مثال نہ تاریخ عالم میں ہے نہ ہوگی۔

انصار نے زر اور زمین، مال اور جائیداد سے مہاجرین کے ساتھ جو صلہ کیا وہ تو کبیا لیکن اس سے بڑھ کر جس انصاری کی دو بیویاں تھیں، اس نے اپنے مہاجر بھائی سے کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دیتا ہوں، طلاق کے بعد آپ اس سے تاح کر لیں۔ یہ رشتہ مواخات اس قدر محکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قرابت و نسب سمجھا جاتا تھا۔ جب کہ انصاری مرتا تو مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر مواخات یا بھائی چارہ قائم ہو کر مہاجرین و انصار کے تعلقات انتہائی خوشگوار بن گئے۔

مہاجرین بھی اپنا بوجھ انصار پر ڈالنا نہیں چاہتے تھے، انہوں نے نہایت جفاکشی اور مستعدی سے محنت مزدوریاں کیں، کاروبار اور تجارت شروع کی اور اپنی ضروریات اپنے قوت بازو سے مہیا کرنے لگے اور اپنے انصار بھائیوں کے لئے بھی موجب تقویت بن گئے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں انصار و مہاجرین کے مابین باہمی بھائی چارہ کے لئے ایک یادداشت تحریر کروادی:

یہ تحریر نبی امی محمد ﷺ نے مدینہ کے مومن و مسلم انصار اور مکہ کے مومن و مسلم مہاجرین کے لئے بطور شرائط مواخاتِ اسلامی یادداشت کی صورت میں لکھائی ہے۔ اس کی شرائط یہ ہیں۔

”چونکہ مکہ کے مہاجر ہوں یا مدینہ کے انصار دونوں اسلام کی رو سے ملت واحد ہیں۔ اس لئے ان میں خواہ ان کا تعلق قریش مکہ کے کسی قبیلہ سے ہو یا مدینہ کے انصار میں بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی نجار، بنی عمرو بن عوف اور بنی بلیت سے ہو۔ اپنے معاشی حالات اور کثیر العیال ہونے کے باعث

متحدست ہونے کی وجہ سے کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے بلکہ بہر حال فہم و فراست کے راستے پر چل کر باہمی امداد اور بھائی بندی پر کمر بستہ رہیں گے۔ کوئی مومن غیر مومن کا حلیف نہ ہوگا۔ مومنین کے مابین بنائے ظلم و تعدی کا ذریعہ بنے گا نہ فتنہ و فساد کا مرتکب ہوگا۔ کسی غیر مومن کی نصرت و امداد پر مائل نہیں ہوگا خواہ وہ اس غیر مومن کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ہر مومن اپنے غریب پڑوسی کی مدد کرے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ذمہ داری ہے۔ کوئی مومن کافر کے ساتھ ہو کر کسی مسلمان کو قتل کرے گا نہ مومن کے مقابلے میں کافر کی مدد کرے گا۔ بعض مومن یہودیوں کے غلام ہیں اس لئے مومنوں کی یہ ذمہ داری بھی ہوگی کہ وہ ان غلاموں کو ان کے غیر مومن مالکوں کے ظلم و تعدی سے بچائیں۔ کیونکہ تمام مسلمان ملتِ واحد ہیں اس لئے کوئی مومن فی سبیل اللہ جہاد میں کسی غیر مومن کی مدد نہیں کرے گا۔

البتہ بطور عدل و انصاف باہمی صلح صفائی میں شریک ہو سکتا ہے۔ کوئی مومن قریش کے کسی مشرک کو پناہ دے گا نہ کسی مومن پر اس کو ترجیح دے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھوں بلا قصد قتل ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو دوسرے مسلمان بہ تقاضائے انصاف اس کے ورثاء کو خون بہا یا دیت لینے پر راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہر مسلمان مکمل مسلمان ہے اس لئے اس کے لئے اپنے دین پر قائم رہنا لازم ہے۔ ہر مسلمان اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے اس صحیفے یعنی شرائطِ تحریر کی پابندی کرے گا۔ اگر مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے رجوع کر کے ان کے احکام کی پابندی کریں گے ورنہ اس کے برعکس عمل پر خدا اور رسول ﷺ کے مغضوب

ٹھہریں گے اور دنیا و آخرت دونوں جگہ عذابِ الہی کے مستحق ہوں گے۔“

(البدایہ والنہایہ)

یہود مدینہ سے معاہدہ

مدینہ منورہ میں بیشتر آبادی اوس و خزرج کی تھی یہ دونوں قبیلے مدتوں سے برسرِ پیکار تھے اور جنگوں کے باعث بہت کمزور ہو چکے تھے۔ آخری مشہور لڑائی ”جنگ بعاث“ میں اس کے سردار قتل ہو چکے تھے۔ یہود بخت نصر اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہوئے تھے اور پھر یہیں کے ہو گئے تھے۔ یہاں آباد ہو کر ان کے اور عربوں کے آپس میں شادی بیاہ کے رشتے بھی قائم ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کی نسلی عصبیت برقرار تھی اور اپنی اسرائیلی اور یہودی قومیت پر فخر کرتے اور عربوں کو انتہائی حقیر سمجھتے تھے۔ غلہ، کھجور، شراب اور کپڑے کی تجارت انہی کے ہاتھ میں تھی اور یہ عربوں سے دو گنا تکنا منافع لیتے۔ اس کے علاوہ سود کا کاروبار کرتے اور گروہی کھیتوں اور باغات کے مالک بن جاتے۔ سازشوں اور جنگ و فساد کی آگ بھڑکانے میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے تین بڑے مشہور قبیلے تھے۔ بنو قینقاع یہ خزرج کے حلیف تھے اور مدینہ کے اندر آباد تھے۔ بنو نضیر، بنو قریظہ۔ یہ دونوں قبیلے اوس کے حلیف تھے اور ان کی آبادیاں مدینہ کے اطراف میں تھیں۔

یہود کے علماء کو کتبِ سماویہ کے ذریعے نبی آخر الزماں کے احوال و اوصاف کا بخوبی علم تھا۔ لیکن یہود قوم کو حق سے حسد اور عناد گھٹی میں پڑا تھا اور وہ اسلام کو بغض و عداوت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ان کی نسل سے نہ ہونا ان کی نسلی عصبیت کو بھڑکاتا اور پھر دعوتِ حق ایک صالح دعوت تھی جو ٹوٹے دلوں کو جوڑتی، بغض و عناد کی آگ بجھاتی تمام معاملات میں امانت داری برتنے اور پاکیزہ اور حلال مال کھانے کی پابند بناتی تھی۔ ان کو خطرہ تھا کہ یہ سب چیزیں ان کے غلبے کو ختم کر دیں گی۔ مدینہ کے قبائل آپس میں جڑ جائیں گے اور ان کے بچوں سے آزاد ہو جائیں گے۔ ان کا سودی نظام ختم ہو جائے گا جس پر ان کے کاروبار کا انحصار تھا۔ یہود کو اس بات کا بھی ڈر تھا کہ قبائل بیدار ہو کر کہیں ان سے اپنی زمینوں اور باغات کو بھی واپس نہ لے لیں، جنہیں سود کے ضمن میں یہود نے ہتھیایا تھا۔ آپ ابھی مکہ میں ہی تھے کہ یہود قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتے رہے۔

اس فتنہ و فساد اور حسد و عناد میں کمی کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ان سے ایک معاہدہ کی ضرورت محسوس فرمائی تاکہ دونوں فریق امن و سکون کے ساتھ رہیں اور آپس میں کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مسلمانوں اور یہود کو بلوا کر ایک دستاویز لکھوائی۔ اس کی آخری دفعہ نہایت اہم ہے۔ اس دفعہ کی رو سے آپ ﷺ ایک ایسی امت (قوم) کے ملک، قاضی یا حکم و امیر قرار پائے جس میں خدا پرست یہودی اور خدا پرست مسلمان مقصدِ دفاع کے لئے متحد تھے یہی معاہدہ نواحِ مدینہ کے قبائل پر عائد کیا گیا تو وہ سب ایک سیاسی مقصد کے لئے ایک امت بن گئے۔

معاہدہ کا خلاصہ

- ۱۔ مہاجر اور انصار ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے قبیع (پیروی کرنے والے) لوگ سب ایک قوم یعنی امت واحدہ ہیں۔
- ۲۔ بنی عوف کے یہودی بھی مومنوں کے ساتھ مل کر ایک امت بن گئے ہیں، لیکن یہود کو پوری مذہبی آزادی ہوگی۔
- ۳۔ ان معاہدہ کرنے والوں سے اگر کوئی جنگ کرے گا تو یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کی بری باتوں میں مدد نہ کریں گے۔ ایک حلیف دوسرے کی مخالفت نہ کرے گا۔
- ۴۔ انفاق یعنی جنگی مصارف میں دونوں برابر کے شریک رہیں گے جب تک کہ لڑائی رہے۔
- ۵۔ خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے جاری ہے وہی باقی رہے گا۔
- ۶۔ ہر حلیف کا یہ فرض ہوگا کہ مظلوم کی مدد کرے اور معاہدہ کرنے والوں کے حلیف کو بھی اپنے ہی جیسا سمجھے البتہ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے سکے گا۔
- ۷۔ معاہدہ کرنے والوں پر یشرب میں کشت و خون، لوٹ مار، حرام ہوگی۔
- ۸۔ جو کوئی یشرب پر حملہ کرے اس سے لڑنے کے لئے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

- ۹۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔
- ۱۰۔ اگر معاہدہ کرنے والوں میں کسی بات پر فساد ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق محمد ﷺ کریں گے۔
- فریقین نے معاہدہ پر بخوشی دستخط کر دیئے۔ یہ معاہدہ ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا۔

مشرک قبائل سے دفاعی معاہدے

یہود سے دفاعی معاہدے کے بعد آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ودان تشریف لے گئے اور بنو ضمہ سے دفاعی معاہدہ کر لیا اور جمادی الآخر میں بنو مدلج سے بھی ایسا ہی معاہدہ کیا۔ یہ معاہدے قریش کی تجارت پر ایک ضرب کاری تھی۔ اس لئے کہ ان ہی قبائل سے گزر کر قریش کے قافلے شام کی تجارت کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ معاہدہ کی شرطیں یہ تھیں۔

۱۔ بنو ضمہ (بنو مدلج) کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جان و مال کی امان دی جاتی ہے اور اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو ان کی مدد کی جائے گی، البتہ اگر دین اللہ کے مقابل لڑیں گے تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

۲۔ اور جب نبی ﷺ ان کو اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو انہیں آنا پڑے گا۔

ابن سعد نے بنو ضمہ کے معاہدہ کو غزوہ ودان (ابواء) کے سلسلہ اور بنو مدلج کے معاہدہ کو غزوہ بواط کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

ابتدا میں یہود یثرب کے تین خاندان بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع اس معاہدہ میں شامل نہ تھے لیکن تھوڑے عرصہ میں ہی یہ قبیلے بھی اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔ ابھی یہ کوششیں جاری تھیں اور تمام نواہی قبائل پوری طرح معاہدہ میں شریک نہ ہو پائے تھے کہ مدینہ اور باہر علانیہ منافقت کا آغاز ہو گیا۔

منافقت کی ابتدا

جنگ بعاث میں اوس و خزرج کے تمام اہم سردار قتل ہو چکے تھے جس سے ایک بہت بڑا سیاسی خلا پیدا ہو گیا تھا۔ مدینہ کے لوگ کسی صاحب اثر شخص کی تلاش میں تھے جو زمام قیادت

سنجھال کر یثرب کے لوگوں کو ان حالات میں متحد رکھ سکے۔ اس وقت بظاہر عبداللہ بن ابی ہی ایک ایسا صاحب تدبیر شخص اہل یثرب کی نظر میں تھا، جس کا اثر اوس و خزرج کے تمام قبائل پر تھا اور وہ ان حالات میں خود بھی یثرب کا بادشاہ بننے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس کے لئے تاج بھی بنوالمیاء گیا تھا کہ آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے جس سے عبداللہ بن ابی کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگ گئے ہیں اور اسلام دن بدن پھیل رہا ہے تو انہوں نے عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیجا کہ تم نے ہمارے آدمی ہماری مرضی کے خلاف اپنے یہاں ٹھہرائے ہیں۔ ان کو لڑ کر یعنی زبردستی شہر سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اسیر بنا لیں گے۔ عبداللہ بن ابی نے بادشاہت کا خواب چکنا چور ہو جانے کے باعث پہلے ہی آپ ﷺ کے خلاف رنج و کینہ لئے بیٹھا تھا اپنے تمام مشرک بھائیوں کو اکٹھا کر کے مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا۔

آپ ﷺ کو اس سازش کا پتہ چلا تو اس مجمع میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مکہ والے تم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ اگر تم ان کی دھمکی میں آ گئے تو یاد رکھو تم نقصان اٹھاؤ گے۔ تم اس عہد پر قائم رہو جو تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ اگر قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو ہم تمہارے ساتھ جنگ میں شامل ہوں گے اور معاملہ تمہارے لئے بھی آسان ہو گا اور اگر تم نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے عزیزوں کو قتل کر کے برباد ہو جاؤ گے۔ مجمع نے آپ ﷺ کی باتیں سن کر آپ کی تائید کی اور اسی وقت مجمع منتشر ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی دیکھتا ہی رہ گیا اور اس کی یہ سازش ناکام ہو گئی۔ (ابوداؤد)

عبداللہ بن ابی کے روابط درپردہ قریش مکہ کے ساتھ قائم تھے۔ وہ اب بھی اپنی سازشوں میں مصروف تھا اور اب اس نے یہود سے بھی مدد کے لئے معاملات بڑھائے لیکن وہ تو آپ ﷺ کی حکمت عملی تھی جو بار بار شر و فساد کی بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیا کرتی تھی۔ (بخاری شریف)

قریش کی دھمکیاں

اسی اثناء میں حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے اور امیہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ حضرت سعدؓ امیہ کے ساتھ طواف کو بیت اللہ گئے وہاں ابو جہل نے امیہ بن خلف

سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ امیہ نے بتایا یہ سعد ہیں۔ اب ابو جہل نے سعد کو کہا: ”اچھا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے امن و اطمینان سے طواف کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے اور یہ زعم رکھتے ہو کہ ان کو نصرت و اعانت بھی کرو گے۔ سنو خدا کی قسم! اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامت پلٹ کر نہ جاسکتے تھے۔“ اس کے جواب میں حضرت سعد نے بلند آواز سے کہا: سن! خدا کی قسم! اگر تو نے مجھ کو اس سے روکا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی زیادہ گراں ہوگی“ (یعنی اہل مدینہ کے پاس سے گزرنے والا تیرا تجارتی راستہ) (بخاری شریف)

اب قریش متواتر مسلمانوں کو دھمکیاں بھجوا رہے تھے کہ تم مکہ سے بچ کر نکل آئے ہو، ہم مدینہ پہنچ کر تمہیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ آپ کو قریش مکہ کے برے ارادوں کا علم ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس خطرہ کے باعث حفاظتی انتظام کئے۔ آپ ﷺ خود رات کو یا تو جاگ کر یا صحابہ کے پہرے میں سوتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۝

”اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔“

(سورہ مائدہ: ۶۷)

تب آپ نے قبے سے سر نکالا اور فرمایا: ”لوگو! واپس جاؤ اللہ عزوجل نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔“

(جامع ترمذی)

غزوات و سرایا

اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے ہوں۔ خواہ جنگ ہوئی ہو یا نہیں اور سریہ وہ فوجی مہم ہے جس میں آپ ﷺ منہ خود تشریف نہ لے گئے ہوں۔ سرایہ اسی سریہ کی جمع ہے۔

مکی زندگی میں ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو جہاد کی اجازت نہ تھی اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار قریش کی اذیتیں اور مظالم سہتے لیکن جو ابابا ہاتھ نہ اٹھاتے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کوئی دن ایسا نہ گزرے جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مشقِ ستم نہ بنایا گیا ہو۔ مشرکین مکہ ہر روز آپ ﷺ کو پریشان کرتے دکھ دینے اور ایذا دینے کے نئے طریقے سوچتے لیکن تمام زندگی آپ ﷺ نے نہ خود کسی سے انتقام لیا اور نہ کسی ساتھی کو اس کی اجازت دی۔ جب یہ مظالم حد سے بڑھ گئے تو حکم خداوندی سے آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر آئے۔ قریش پھر بھی اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنگ کی اجازت فرمادی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

”جن (مومنوں) کے خلاف ظالموں نے جنگ کر رکھی ہے اب انہیں بھی

(اس کے جواب میں) جنگ کی رخصت دی جاتی ہے، کیونکہ ان پر سراسر

ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“

(سورہ الحج: ۳۹)

اب آپ ﷺ نے اپنی حکمت عملی تیار فرمائی۔ ایک تو مکہ سے شام کو جانے والی تجارتی شاہراہ کے ارد گرد مدینہ تک کے درمیان علاقے میں آباد قبائل کے ساتھ دوستی، تعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدات کرنے کی کوششیں کیں اور ایک معاہدہ قبیلہ جہینہ کے ساتھ کیا جن کی آبادی مدینہ سے پچاس میل کے فاصلے پر تھی اور اسی طرح کے معاہدے دوسرے قبیلوں کے ساتھ بھی کئے گئے۔

اپنے دوسرے منصوبے کے تحت اس تجارتی شاہراہ پر گشتی دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔

ان اقدامات کا مقصد قریش اور دیگر مخالف قوتوں کو احساس دلانا تھا کہ مسلمان طاقتور ہیں۔ اب وہ

کمزور نہیں رہے اور قریش اپنے اسباب معیشت اور تجارت کو خطرہ محسوس کریں اور اس اقتصادی دباؤ کے خطرے کے باعث عداوت و دشمنی ترک کر کے سیاسی مفاہمت پر مجبور ہوں۔

ادھر قریش مکہ کی اب بھی یہ کوشش تھی کہ مدینہ جانے والی اشیائے ضرورت میں رکاوٹ ڈالی جائے اور اس کی معاشی ناکہ بندی کی جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان پر اقتصادی دباؤ بڑھانے کی خاطر فیصلہ کیا کہ مکہ کے تجارتی قافلوں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ ہمارے علاقوں سے گذریں اور ان کو ایسا کرنے کی ہر کوشش کو قوت بازو سے روک دیا جائے۔

جنگوں میں دستور تھا کہ جس غزوہ میں آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو اس کی کمان اپنے پاس رکھتے اور علم دوسروں کو دیتے جو کم از کم تین علم ہوتے۔ جن میں سے ایک علم مہاجرین اور دو انصار کے یعنی ایک قبیلہ اوس اور دوسرا قبیلہ خزرج کا ہوتا۔ عربی زبان میں علم بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں جو اس جگہ رہتا ہے جہاں سپہ سالار کھڑا ہو۔ بقیہ دستوں کو جو جھنڈے دیئے جاتے تھے ان کو عربی میں علم نہیں بلکہ ”رایہ“ کہتے ہیں۔

سریہ سیف البحر

رمضان ۱ھ یا ہجرت کے ساتویں مہینے میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے آ رہا ہے۔ چونکہ قریش کی اقتصادی قوت کو توڑنا مسلمانوں کے مفاد میں تھا اس لئے آپ ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو تیس مہاجرین کا دستہ دے کر ساحل کی طرف گشت کے لئے بھجوایا۔ مسلمان عیص کے اطراف میں ساحل سمندر کے پاس سیف البحر پہنچے تو قافلے کا سامنا ہو گیا۔ قافلہ کی حفاظت ابو جہل تین سو افراد کے ساتھ کر رہا تھا۔ فریقین نے جنگ کے لئے صفیں آراستہ کر لیں لیکن قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے جو فریقین کا حلیف تھا کوشش کر کے تصادم نہ ہونے دیا اور دستہ واپس مدینہ آ گیا۔ مسلمانوں کے دستے کے علمبردار حضرت ابو مرشد کناز بن حصین غنویؓ تھے اور ان کے پاس علم پہلا جھنڈا تھا جو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا جس کا رنگ سفید تھا۔

سریہ رابغ

شوال ۱ھ کے شروع میں آپ ﷺ نے عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ مہاجر سواروں کے

ساتھ گشت کے لئے بھجوایا۔ یہ دستہ وادی رابع میں سدیۃ المرہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابو جہل سے سامنا ہوا جن کے ساتھ دو سو سوار تھے۔ طرفین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن تلوار کا استعمال نہ ہوا اور جنگ نہ ہوئی۔ یہ تیر اندازی بھی اس لئے ہوئی کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک تیر پھینکا تھا جو سب سے پہلا تیر تھا جو اسلام میں پھینکا گیا۔

مکی دستے میں شامل دو افراد مسلمانوں سے آملے۔ ان میں ایک حضرت مقدار بن عمرو البہرائیؓ تھے اور دوسرے عتبہ بن غزو ان المازنیؓ تھے اور یہ دونوں مسلمان تھے۔ یہ کفار کے ساتھ صرف اسی غرض سے نکلے تھے کہ موقع ملنے پر مسلمانوں سے جا ملیں گے۔ علمبردار حضرت مسطحؓ بن اثابہ بن مطلب بن عبد مناف تھے اور علم سفید رنگ کا تھا۔

سر یہ خرار

ذی قعدہ ۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیس صحابہ کا دستہ دے کر قریش کے ایک قافلہ کا پتہ لگانے کے لئے خرار بھجوایا گیا۔ ان سے عہد لیا کہ وہ خرار سے آگے نہ بڑھیں۔ خرار مدینہ سے پچاس میل جنوب مغرب میں جفنہ کے قریب واقع ہے۔ یہ لوگ پیادہ روانہ ہوئے۔ دن کو کمین گاہ میں چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے۔ پانچویں روز خرار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے وہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ یہ دستہ جس کے علمبردار حضرت مقدار بن عمروؓ تھے مدینہ لوٹ آیا۔

متفرقہ واقعات ہجری

- ۱۔ اس سال ظہر، عصر اور عشا کے فرضوں کی تعداد دو سے چار ہو گئی، لیکن حالت سفر میں قصر کر کے چار کے بجائے دو فرض پڑھنے کا حکم جاری ہوا۔
- ۲۔ قبائلی آپ ﷺ کے میزبان کلثوم بن ہدم کا انتقال ہوا۔
- ۳۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے برائے بن معرور انصاریؓ اور اسد بن زرارہ انصاریؓ نے وفات پائی، جس کی منافقین اور یہود نے بڑی خوشی منائی۔

۴- مدینہ منورہ میں سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقہؓ کے لطن سے عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد اولیس نومولود تھے۔ مہاجرین نے ان کی ولادت پر بہت خوشی منائی۔

۵- بیرومہ شیریں پانی کا کنواں یہودی کی ملکیت تھا جو بغیر قیمت پانی نہ دیتا تھا۔ غریب مسلمانوں کو دشواری پیش آئی تو حضرت عثمان غنیؓ نے کنواں یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

۶- مشرکین مکہ کے دوسرے دار ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل انتقال کر گئے۔ طائف میں ابواصیحہ بھی کفر و شرک پر مرا۔

۷- حضرت سلمان فارسیؓ مسلمان ہوئے۔ یہ فارس کے رہنے والے تھے۔ اپنے آبائی دین آتش پرستی سے بیزار ہو کر حق کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے کہ راستہ میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں غلام بنائے گئے اور کئی بار بکتے رہے اور اسی طرح مدینہ پہنچے۔ عیسائی بنے لیکن یہود سے بھی میل جول رہا۔ غرض تورات اور انجیل کی کافی معلومات حاصل کر لیں۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلی مرتبہ ایک طباق تازہ کھجوروں کا ”صدقہ“ کہہ کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے انکار کیا اور فرمایا صدقہ فقراء و مساکین کو دے دو میں صدقہ نہیں کھاتا۔ دوسرے دن حضرت سلمانؓ ایک اور طباق کھجور لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدیہ کہہ کر طباق پیش کیا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا: خود بھی کھجور لے کر کھائی اور صحابہ کو بھی دی۔ اس دوران حضرت سلمانؓ نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھ لیا اور فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔

۸- اسی سال ماہ شوال ۱ھ میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ خانہ نبوی میں داخل ہوئیں۔ آپ کا نکاح بھی ماہ شوال ہی میں ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا۔

۹- اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی ولادت ہوئی۔ یہ حضرت عبد اللہ

- بن رواحہ کے بھانجے اور انصار میں پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں۔
- ۱۰۔ ام سلیم نے اپنے فرزند حضرت انسؓ کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی
- یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کا ننھا منا خادم ہے اسے قبول فرمائیے۔
- ۱۱۔ اسی سال ان اموال میں جو نصاب کی حد کو پہنچتے ہوں، زکوٰۃ فرض ہوئی۔
- ۱۲۔ حضرت قیس بن حرمہ الانصاریؓ اسلام لائے۔

۲ ہجری

غزوہ ابواء

۱۲ صفر ۲ھ کو آپ ﷺ ساٹھ مہاجرین صحابہؓ کو لے کر بنفس نفیس ابواء یا ودان کی جانب روانہ ہوئے۔ مقصد قریش کے قافلہ اور بنو ضمرہ پر حملہ تھا۔ مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ کا انتظام ان کے سپرد کیا تھا۔ جب آپ ﷺ ابواء پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے وہاں بنو ضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری جو ابھی مشرک تھے حلیفانہ معاہدہ کیا کہ اگر ہم کو جنگ پر مجبور کیا جائے تو تم نہ قریش کا ساتھ دو اور نہ ہمارا لیکن راستہ نہ روکو اور غیر جانب دار رہو۔ آپ ﷺ پندرہ روز بعد بلا قتال مدینہ طیبہ واپس پہنچ گئے۔

غزوہ بواط

آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ بواط کے راستہ سے گزرنے والا ہے۔ ربیع الاول میں آپ ﷺ دو سو مہاجرین کے ہمراہ قریش سے مقابلے کے لئے مدینہ سے نکلے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو مدینہ میں جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو علم عطا فرمایا۔ قریش کا قافلہ امیہ بن خلف کی امارت میں دو ہزار پانچ سو اونٹوں اور ایک سو جنگجو جوانوں پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ بواط پہنچے جو مدینہ سے اڑتالیس میل کے فاصلے پر شام کے راستہ پر جھنہ کے قریب ہے۔ لیکن قافلہ وہاں سے نکل چکا تھا اور آپ ﷺ بغیر کسی جنگ کے مدینہ لوٹ آئے۔

غزوہ سفوان یا بدر اول

مکہ کا ایک سردار کرز بن جابر فہری نے ایک مختصر فوجی دستے کے ہمراہ ربیع الاول ۲ھ میں مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مارا، نگہبان کو قتل کیا اور کچھ مویشی لے بھاگا۔ آپ ﷺ نے اطلاع ملتے ہی حضرت زید بن حارثہؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور ستر صحابہ کو لے کر کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں بدر کے اطراف میں وادی سفوان تک گئے لیکن کرز آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل چکا تھا اور آپ ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ اس غزوہ میں سفید علم حضرت علیؓ کے پاس تھا۔

غزوہ ذی العشر ۵

آپ ﷺ دو سو مہاجر صحابہؓ کو ساتھ لے کر جمادی الآخر ۲ھ میں ایک تجارتی قافلہ کو روکنے کے لئے یبوع البحر کے قریب ذی العشر ۵ جو مدینہ سے ۱۲۰ میل دور مغربی ساحل کی طرف ایک مقام ہے روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ذی العشر ۵ پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ کئی دن پہلے جا چکا تھا۔ آپ ﷺ چند یوم وہاں مقیم رہے اور بنی مدجن سے حلیفانہ معاہدہ کیا اور مدینہ لوٹ آئے۔ اس غزوہ پر جاتے ہوئے حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی کو خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت حمزہؓ کو علم عطا فرمایا۔

سریہ نخلہ

رجب ۲ھ میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں آٹھ مہاجرین بعض کے نزدیک بارہ کے دستہ کو نخلہ کی جانب روانہ فرمایا اور روانگی کے وقت عبداللہؓ کو ایک بند خط دیا اور ان کو حکم دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد اسے کھول کر ہدایات دیکھیں اور ان پر عمل کریں۔ چنانچہ دو دن بعد خط کھولا گیا تو اس میں تحریر تھا کہ آگے بڑھتے جاؤ اور مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ پہنچو اور وہاں قریش کے قافلے کی نقل و حرکت کا پتہ لگا کر ان کے ارادوں کو معلوم کرو اور اس طرح جو حالات معلوم ہوں ان کی اطلاع دو۔ عبداللہ بن جحشؓ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہم نے دشمنان اسلام کے مرکز مکہ کے قریب پہنچ کر قریش کے معاملات کا سراغ لگانا ہے اس میں جان بھی جاسکتی ہے۔ تم میں سے جسے شوق شہادت ہو وہ میرا ساتھ دے اور جسے جان پیاری ہے وہ لوٹ جائے۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو بھی مہم میں ساتھ دینے کے لئے مجبور نہ کروں، سبھی شوق شہادت سے سرشار تھے۔ بھلا واپس کون جاتا سب ساتھیوں نے جانا ہی منظور کیا اور سبھی منزل مقصود کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں بحران کے مقام پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوٰانؓ کا اونٹ گم ہو گیا اور یہ دونوں حضرات اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے۔ باقی صحابہ نے سفر جاری رکھا اور مقام نخلہ پہنچ کر قیام کیا۔

اسی اثنا میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ طائف سے مکہ جا رہا تھا۔ عمرو الحضرمیؓ عثمان بن عبد اللہ نوفل بن عبد اللہ اور عثمان کے بھائی حکم بن کیسان (حکم ایمان لا کر مدینہ گئے اور بڑے معونہ میں شہید ہوئے) منقی، چمڑہ اور دوسرا مال تجارت لا رہے تھے۔ وہ دن رجب الحرام کا آخری دن تھا اس ماہ میں قتل و قتال اسلام اور شریعت جاہلیہ میں ممنوع تھا۔ صحابہ کو بہر حال شبہ تھا کہ ماہ شعبان شروع ہو چکا ہے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر وہ قافلہ کو گزر جانے دیں تو وہ آگے نکل جائے گا جہاں جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ کرز بن جابر کے مدینہ کی چراگاہ میں نگہبان کو قتل کرنے کا بدلہ لیا جائے اور واقعہ بن عبد اللہ نے قافلے کے سردار عمر بن الحضرمی کی جانب تیر چلا دیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ صحابہ نے عثمان اور حکم کو گرفتار کر لیا اور نوفل بھاگ نکلا۔ عبد اللہ بن جحشؓ قیدیوں اور مال غنیمت کو لے کر مدینہ پہنچے۔ خمس کا حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نکال کر باقی مال انہوں نے ساتھیوں میں تقسیم کر لیا۔ جب یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حرام ماہ میں تمہیں جنگ کی اجازت کس نے دی۔ آپ ﷺ نے قیدیوں اور مال غنیمت کے کسی بھی طرح کے تصرف سے ہاتھ روک لیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے تو ان لوگوں سے جنگ کی ہے جنہوں نے ہمیں بغیر کسی قصور کے بلکہ حرام سے نکالا تھا۔ آپ ﷺ نے سنا اور خاموش ہو گئے۔

مشرکین پروپیگنڈہ کرنے لگے کہ مسلمانوں نے اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو بھی حلال کر لیا ہے۔ انہوں نے اس کو مسلمانوں کے خلاف نہایت برے رنگ میں شہرت دی۔ یہ سب باتیں ہو رہی تھیں اور عبد اللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھی بھی نادم و پشیمان تھے کہ اللہ کریم نے وحی نازل فرمائی۔

”لوگ آپ سے ماہ حرام میں قتال کی بابت دریافت کرتے ہیں، تو آپ

کہہ دیجئے اس میں لڑنا بیشک بڑا گناہ ہے، لیکن خدا کے راستے کسی کو روکنا

اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کو لوگوں پر بند کرنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا، اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ بڑا گناہ ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ کافر تم سے جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں اگر ان میں طاقت ہو۔ اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر کافر ہو جائے اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ جہنم میں داخل ہوں گے ہمیشہ کے لئے۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطن چھوڑا اور کفار سے جنگ کرتے رہے۔ وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔“

(سورہ بقرہ: ۲۱۷: ۲۱۸)

اللہ کریم نے ان آیات میں مشرکین کے پروپیگنڈہ کے جھوٹے ہونے کو بے نقاب کر دیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے شہر حرام یعنی مکہ میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور مسلمانوں پر ظلم و ستم رانی میں سبھی حرمتیں پامال کیں۔ ہجرت کے وقت ان کا مال چھین لیا۔ آخر یہ سب کچھ انہوں نے حرمت والے شہر میں ہی تو کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں قیدیوں کو آزاد کر دیا اور مقتول عمرو بن الحضرمی کے ورثاء کو صرف مہینے کی حرمت کے باعث خون بہا ادا فرمایا۔ یہ پہلا سریہ ہے جس میں مسلمانوں کے ہاتھوں قریش کا ایک شخص قتل ہوا اور دو افراد قیدی بنے۔ یہ سب خود قریش کے عمل کے باعث ہوا جب کہ کرز بن جابر نے مکہ سے مدینہ کے باہر آ کر ایک مسلمان نگہبان کو قتل کیا۔ اسی اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ بن غزو انؓ بھی مدینہ پہنچ گئے۔

ان واقعات سے مشرکین کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان دور دراز علاقوں تک ان پر چھاپے مار سکتے ہیں اور یہ کہ ان کی شامی تجارت بھی اب مستقل خطرہ کی زد میں ہے لیکن اس سے بھی انہوں نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔

فرضیت جہاد

اس سر یہ کے بعد شعبان ۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جنگ فرض قرار دے دی اور ارشاد باری ہوا:

”اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ یقیناً اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں تم بھی انہیں نکال دو اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے مسجد حرام میں قتال کریں۔ پس اگر وہ وہاں قتل کریں تو تم (وہاں) بھی انہیں قتل کرو۔ کافروں کی جزا ایسی ہی ہے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ اور ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو (تمہیں بھی ہاتھ روک لینا چاہئے کیونکہ) لڑائی نہیں لڑنی ہے۔ مگر انہی لوگوں کے مقابلے میں جو ظلم کرنے والے ہیں۔“

(سورہ بقرہ: ۱۹۰: ۱۹۳)

پھر جلد ہی جنگ کے بارے میں احکامات نازل ہوئے۔

”پس جب تم لوگ کفر کرنے والوں سے ٹکراؤ تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب انہیں اچھی طرح کچل لو تو جکڑ کر باندھو۔ اس کے بعد یا تو احسان کرو یا فدیہ لو۔ یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یہ ہے (تمہارا کام) اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (وہ چاہتا ہے کہ) تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہ کرے گا۔ اللہ ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کا حال درست کرے گا اور ان کو جنت میں

داخل کرے گا، جس سے ان کو واقف کرا چکا ہے۔ (اے ایمان والو) اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر مضبوطی اور ثابت قدمی پیدا کر دے گا۔“

(سورہ محمد: ۴: ۷)

ان احکامات کے نزول سے اندازہ ہوتا تھا کہ خونریز جنگوں کا وقت اب قریب آ رہا ہے اور ان میں آخری فتح و نصرت مسلمانوں کو ہی نصیب ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گرجبوشی اور عملی مظاہرہ چاہتا تھا اور اسی سلسلے میں ان لوگوں کی مذمت بھی فرمادی گئی جن کے دل جنگ کا حکم سن کر کانپتے اور دھڑکنے لگے تھے۔ ارشادِ بانی ہے:

”تو جب کوئی محکم سورہ نازل کی گئی اور اس میں قتال کا ذکر ہوا تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے۔ (اعلانِ حق کے وقت) وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں، جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو اور ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔“

(سورہ محمد: ۲۰)

اس طرح جہاد کے سلسلے میں ستر کے قریب آیات نازل ہوئیں۔

تحویل قبلہ

اب تک تمام مسلمان اہل کتاب کی طرح بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ اس بارے میں ابھی کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، تا آنکہ آپ ﷺ جب نصف شعبان ۲ھ میں باجماعت نماز ظہر پڑھ رہے تھے اور تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الہی تحویل قبلہ کے متعلق نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے نماز ہی میں قبلہ کی طرف رخ کر لیا اور مقتدیوں نے بھی آپ ﷺ کا اتباع کیا۔ ارشادِ بانی ہوا:

”(اے محبوب) ہم دیکھ رہے ہیں کہ (حکم الہی کے شوق و طلب میں)

آپ کا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ اٹھ جاتا ہے، تو یقین کرو، ہم عنقریب آپ کا رخ ایک ایسے قبلہ کی طرف پھر دینے والے ہیں جس

سے آپ خوشنود ہو جاؤ گے۔ (اور اب کہ اس معاملہ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے) تو چاہے کہ آپ اپنا رخ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیں اور جہاں کہیں بھی آپ اور آپ کے ساتھی ہوں، ضروری ہے کہ (نماز میں) رخ اسی طرف کو پھر جایا کرے۔“

(سورۃ البقرہ: ۱۴۴)

تحویل قبلہ یہودیوں پر سخت ناگوار گذرا اور وہ اس پر اعتراض کرنے لگے اس پر وحی الہی

کا نزول ہوا:

”جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں، وہ کہیں گے مسلمان جس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ کیا بات ہوئی کہ ان کا رخ اس سے پھر گیا۔ (اے محبوب) آپ کہو پورب ہو یا پچھتم سب کے سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ (وہ کسی خاص مقام یا جہت میں محدود نہیں) وہ جس کسی کو چاہتا ہے (کامیابی و سعادت کی) سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۴۲)

پھر فرمایا:

”اور اگر ہم نے اتنے دنوں تک آپ کو اسی قبلہ پر رہنے دیا جس کی طرف آپ رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے تو یہ اس لئے تھا تا کہ (وقت پر) معلوم ہو جائے۔ کون لوگ اللہ کے رسول کی پیروی میں سچے ہیں اور کون لوگ (دل کے کچے ہیں جو آزمائش میں پڑ کر) اٹنے پاؤں پھر جانے والے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ہدایت یافتہ لوگوں کے سوا اور سب کے لئے اس معاملہ میں بڑی ہی سخت آزمائش تھی۔ بہر حال ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ آپ کا ایمان رایگان جانے دے۔ وہ تو انسانوں کے لئے سرتاسر شفقت و رحمت رکھنے والا ہے۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۴۳)

اس طرح پہلی آیت میں ان کا اعتراض نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا کہ مشرق و مغرب بلکہ جہاتِ ستہ سب اللہ کی ہیں، اس کو کسی جہت سے خصوصیت نہیں کیونکہ وہ مکان و جہت سے پاک ہے وہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کرے ہمارا کام اطاعت ہے۔

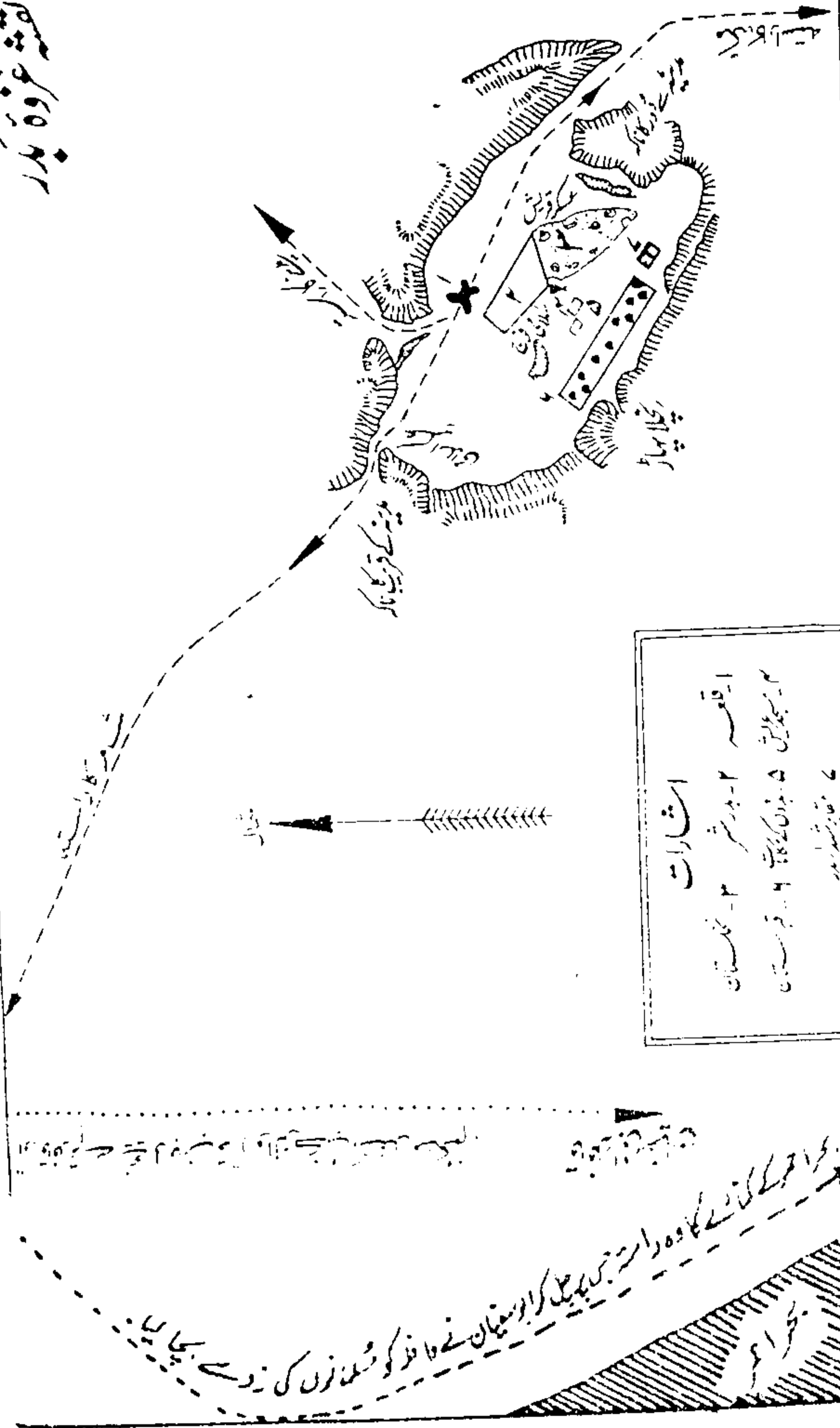
غزوہ بدر

اسباب

یوں تو ہجرت کے بعد سے ہی قریش مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ انہی ایام میں انہوں نے ابی بن سلول کو خط بھجوایا تھا کہ تم محمد ﷺ کو قتل کر دو یا ہم ان کے ساتھ تمہارا بھی فیصلہ کر دیں گے۔ دوسری طرف ان کی عبد اللہ بن ابی اور یہود سے بھی بات چل رہی تھی اور وہ ایک دوسرے کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہے تھے۔ قریش کو ڈر صرف بنی کنانہ سے تھا جن کا علاقہ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا اور جن سے قریش کی جانی عداوت نسلوں سے چلی آ رہی تھی۔ قریش کو ڈر تھا کہ بنی کنانہ ان کی فوج کو اپنے علاقہ سے گزرنے نہ دے گی اور اگر ان کی فوج وہاں سے گزر بھی گئی تو کہیں وہ ہماری فوج کا عقب سے سلسلہ منقطع کر کے خود مکہ پر حملہ آور ہو کر وہاں قبضہ نہ جمالیں۔ سراقہ جو بنی کنانہ کا سردار تھا اسے یہ بات معلوم ہوئی تو وہ خود مکہ گیا اور وہاں قریش سے معاندہ اتحاد کر لیا۔ اس طرح قریش راستے کی رکاوٹوں سے بے خوف ہو گئے۔ سر یہ نخلہ میں عمرو بن الجحزمی کے قتل نے بھی قریش کو مشتعل کر دیا اور وہ جوشِ انتقام سے لبریز ہو گئے۔

قریش نے ایک تجارتی قافلہ تیار کیا اور مکہ کی پوری آبادی نے اپنی اپنی تمام پونجی اس میں لگا دی تاکہ اس کے منافع سے ایک ایسی فیصلہ کن جنگ لڑی جائے جس سے نئے دین کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ یہ قافلہ ماہ شعبان ۲ھ میں شام کو اپنے سب سے بڑے تجربہ کار اور جنگ آزمودہ سردار ابوسفیان کی امارت میں روانہ کیا گیا۔ قافلے میں ایک ہزار اونٹوں پر مال تجارت لدا تھا۔ قریش نے سمجھا کہ مسلمان کمزور ہیں اور وہ قافلہ پر حملہ کی جرات نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے محافظین قافلہ کی تعداد میں یا زیادہ سے زیادہ ستر رکھی۔ قافلے میں انداز پچاس ہزار اشرفی کا مال تھا۔

لقبتہ غزوة بدر



ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے بھی ریاست مدینہ کے اطراف میں متعدد قبیلوں سے دوستی، تعاون یا غیر جانبداری کے معاہدے کر لئے تھے جو ریاست کی تقویت کا باعث ہوئے اور ان سے مسلمانوں کے دائرہ اثر اور سیاسی حلقہ میں بہت وسعت پیدا ہوئی۔ گشتی دستے بھجوانا اور قافلوں کو روکنے کی کوشش کرنے سے مسلمانوں کا مقصد لوٹ مار نہ تھا، بلکہ قریش کو باور کرانا تھا کہ مسلمانوں میں زندہ رہنے کا پورا حوصلہ ہے اور ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اپنے اور اپنے حرم مدینہ کی پوری طرح حفاظت کر سکتے ہیں انہیں اللہ کی مدد پر پورا بھروسہ ہے اور وہ مخالفین کے ہر جارحانہ اقدام کا ہر طرح سے مقابلہ کر سکتے ہیں اس کے ساتھ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے دلوں سے قریش کا خوف دور کر دیا جائے۔

شام سے قریش کا تجارتی قافلہ شعبان ۲ھ کے آخر میں واپس روانہ ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لئے شام سے واپسی کے راستہ پر رمضان کے شروع میں بھجوا دیا اور ان کی واپسی کا انتظار کئے بغیر قبل کی اطلاعات کے مطابق ۱۳ رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے، چونکہ آپ ﷺ کو جنگ کا غالب خیال نہ تھا اس وجہ سے روانگی کے وقت کچھ زیادہ اہتمام نہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ جس کے پاس سواری ہو وہ ہمارے ساتھ آ جائے۔ اسی اثنا میں حضرت طلحہ اور سعید مدینہ آئے تو انہیں آپ ﷺ کی روانگی کا پتہ چلا اور وہ مدینہ سے ایک میل باہر بیڑ ابی عبیدہ پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر بیوت السقیاء کے مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے لشکر کا معائنہ فرمایا اور کم عمر صحابہ، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم اور زید بن ثابت کو واپس بھجوا دیا۔ عمیر بن ابی وقاص بھی کم عمر کے تھے آپ ﷺ نے ان کو بھی واپس بھجوانا چاہا تو وہ رونے لگے اور باصرار شریک ہو کر غزو بدر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اب آپ ﷺ کے لشکر میں تین سو تیرہ اصحاب شامل تھے اور ان کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ سامان جنگ بالکل نا کافی تھا یہاں تک کہ صرف چھ زرہیں تھیں۔ لشکر میں ۷۴ مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے۔ انصار میں سے حضرت ابوالباناہ بن المنذر کو مدینہ میں اور حضرت عاصم بن عدی العجلانی کو اہل عالیہ پر اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ حضرت عمر بن ام مکتوم کو اپنے بجائے نماز پڑھانے کے لئے مدینہ چھوڑا۔ لشکر میں تین علم تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو سفید رنگ کا علم عطا فرمایا اور حضرت علی کو سیاہ رنگ کا علم

اور حضرت سعد بن معاذؓ کو سیاہ رنگ کے علم عطا اور حضرت سعد بن معاذؓ کو سیاہ رنگ کے علم عطا ہوئے۔ لشکر کے پچھلے حصہ ”ساقہ“ پر قیس بن ابی صعصعہ مقرر فرمایا یہ بنی مازن بن نجار سے تھے۔ اونٹوں کی کمی کے باعث اہل لشکر باری باری اونٹوں پر سواری کرتے۔

آپ ﷺ اب ذی الحلیفہ سے ذات الحیش، تربان، ملل، عمیس، الحمام، میام، امام سیالہ، فج، روحاء، شنوکہ سے گزرتے ہوئے عرق الظبیه کے مقام پر پہنچے۔ پھر بیر روحا، نازیہ، وادی احقان سے ہوتے ہوئے صفراء کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو جہنیؓ جو بنی ساعدہ کے حلیف تھے اور عدی بن زعباء جہنیؓ کو جو بنی نجار کے حلیف تھے قافلے کا حال معلوم کرنے کی غرض سے روانہ فرمایا اور خود صفراء کے دائیں جانب سے وادی ذفران پہنچ کر قیام فرمایا۔

ادھر شام سے روانگی کے وقت سردار قافلہ ابوسفیان نے مال کی زیادتی اور محافظوں کی کمی کے باعث احتیاط غازہ کے مقام سے مضمم بن عمرو کو بیس مشقال اجرت پر مکہ روانہ کیا کہ وہ نہایت تیز رفتاری سے مکہ پہنچے اور قریش کو فوراً مدد کے لئے بھجوائے۔

مضمم مکہ پہنچا اور عرب کے قدیم قاعدے کے مطابق اونٹ کے کان کاٹنے، ناک چیر دی، کجاوہ الٹ کر رکھ دیا اور اپنا کرتہ آگے پیچھے سے پھاڑ کر پوری قوت سے چلانے لگا۔ اے قریش والو! اپنے قافلہ کو بچاؤ جو ابوسفیان کے ساتھ تجارت کا سامان لئے شام سے آرہا ہے۔ محمد ﷺ اپنی جماعت کے ساتھ ان کے درپے ہو گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ تم اس کو نہ پاسکو گے۔ دوڑو دوڑو مدد کے لئے۔ قریش تو پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ اب اس خبر نے چنگاری کا کام کیا اور شعلہ بھڑک اٹھا اور قریش لشکر کی تیاریوں میں لگ گئے۔ قریش کے کچھ ممتاز سردار حضور ﷺ سے جنگ کرنا ناپسند کرتے تھے۔ ابو جہل جو اس مہم میں سب سے آگے تھا اس کے ہم خیال صرف عقبہ بن ابی معیط اور النضر بن الحارث تھے اور یہ تینوں اس بات پر متفق تھے کہ جا کر تمام مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ بہر حال دو یا تین دن میں ایک زبردست لشکر تیار کر لیا گیا۔ قافلے میں جو یطیب بن عبد العزی کا کوئی مال نہ تھا اس لئے وہ شریک نہ ہوا تاہم بااثر لوگوں نے اس سے جنگ کے مصارف میں پانچ سو دینار وصول کر لئے۔ سیدنا عمرؓ کے قبیلہ بنی عدی کا کوئی آدمی لشکر میں شریک نہ ہوا اور نہ ہی بنو ہاشم ساتھ جانے پر تیار تھے۔ لیکن قریش کے طعنوں اور ان کی زبردستی سے مجبوراً انہیں بھی شریک کیا گیا۔ اس طرح یہ تیرہ سو افراد کا لشکر جس میں چھ سوزر ہیں۔ ایک سو گھوڑے اور اونٹ کثرت سے تھے۔ مکہ سے اپنے سپہ سالار ابو جہل بن ہشام کے ساتھ بڑی شان

وشوکت سے روانہ ہوا۔

ارشاد الہی ہوا:

”اور ان لوگوں کے ڈھنگ اختیار نہ کرنا جو گھروں سے اترتے ہوئے لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے اور جن کی روش یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں۔“

(سورۃ الانفال: ۴۷)

مکہ سے چلتے ہوئے سرداران لشکر نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی۔ ”اے اللہ! جو حق پر ہو اور ان دونوں میں سے بہتر ہو اسے کامیاب کر“ ابو جہل نے دعا کی ”جو برسر حق ہو اسے فتح دے اور جو ظالم ہو اسے رسوا کر۔“ لشکر کے ساتھ ہر طرح کی عیش و عشرت کا سامان تھا۔ راستے بھر شراب و کباب اور رقص و سرور کی گرما گرمی تھی۔

وادی ذفران پہنچنے پر آپ ﷺ کو مکہ سے قریش کے لشکر کی روانگی کی خبر مل گئی۔ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے سرداروں کی مجلس طلب فرمائی تاکہ صورت حال پر ان کی رائے معلوم ہو سکے۔ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے جاں نثارانہ تقاریر کیں۔ اس موقع پر حضرت مقدادؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! جو حکم آپ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے ملا ہے اس کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم لوگ بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہہیں کہ ”تم اور تمہارا رب جا کر لڑے ہم تو بیٹھے ہیں۔“ (سورۃ المائدہ: ۲۵)

قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ﷺ برک الغماد (یمین کا ایک دور دراز علاقہ) تک جائیں گے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے اور آپ ﷺ کو درمیان میں لئے ہوئے آپ ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑیں گے۔ اس پر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ اب آپ ﷺ نے انصار کی طرف رخ فرمایا اور ان کی رائے لینا چاہی تو انصار کے علمبردار اور سپہ سالار حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ ﷺ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جان نثاری کے بارے میں ہم آپ ﷺ کو

پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی۔ جو منشا مبارک ہو اس پر چلئے۔ اگر ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے اور ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ رہے گا۔ پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے۔ سرداران لشکر کے جوابات سن کر آپ ﷺ مسرور ہوئے اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابو جہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا اور مجھ کو کفار کے قتل ہونے کی جگہیں بھی دکھادی گئی ہیں کہ فلاں جگہ فلاں شخص اور فلاں شخص فلاں جگہ قتل ہوگا۔

ارشاد الہی ہے:

”یاد کرو اس وقت کو جب کہ اللہ آپ سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں جماعتوں میں سے ایک آپ کو مل جائے گا۔ آپ چاہتے تھے کہ کمزور جماعت ملے، مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو جائے۔ خواہ مجرموں کو یہ کتنا گوارا ہو۔“

(سورۃ الانفال: ۷۸)

ادھر شام سے آنے والے قافلہ کو بدر کے جنگشن سے پیشتر ہی روک کر امیر قافلہ ابو سفیان بن حرب تنہا حالات کا جائزہ لینے کے لئے بدر کی طرف گیا اور وہاں مجدی بن عمرو سے مل کر حالات کی آگاہی چاہی۔ سردار مجدی نے ابوسفیان کو بتایا کہ سب کچھ معمول کے مطابق ہے اور کوئی غیر معمولی چیز یا کوئی فوج نہ ادھر آئی ہے نہ کوئی اطلاع ہے سوائے اس کے کہ تھوڑی دیر پہلے دو بدو اونٹوں پر ادھر سے گذرے تھے اور انہوں نے اس کنویں سے پانی بھی پیا اور پھر چلے گئے۔ ابوسفیان وہاں سے نکلا تو تھوڑی دور سے اونٹوں کی مینگنیاں نظر آئیں۔ ابوسفیان نے مینگنی کو توڑا تو اس میں گھاس کی بجائے کھجور کی گٹھلیاں پائیں۔ وہ چلا اٹھا یہ مقامی اونٹ نہیں بلکہ مدینہ کے ہیں۔ وہ بھاگ کر قافلے میں پہنچا اور قافلے کو وہاں سے ساحل کے کنارے لے کر بغیر کہیں رکے تیزی سے چلتا گیا اور ایک منزل کی بجائے دو منزلیں طے کر گیا اور یوں قافلے کو مسلمانوں کی دسترس سے نکال لے گیا۔

اونٹوں کی یہ مینکیناں بسبس اور عدی کے جانوروں کی تھیں جو قافلے کا حال معلوم کرنے کے لئے اس علاقے میں آئے تھے اور اونٹوں کو پانی پلانے اور اپنے مشکیزے بھرنے اس چشمہ پر آئے تھے اور پانی بھرنے والی دو عورتوں کی باتیں سنیں تھیں کہ کل یا پرسوں اہل قریش کا قافلہ شام سے یہاں پہنچے گا اور ان کے لئے کھانا بناؤں گی اور کچھ محنت مزدوری کر کے جو کماؤں گی اس سے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی بن عمرو جہنی بھی پاس ہی موجود تھا اور ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے قرض خواہ عورت سے کہا کہ یہ سچ کہہ رہی ہے اور ان کا جھگڑا ختم کروادیا۔ بسبس اور عدی ان کی باتیں سن کر اونٹوں پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

قریش کا لشکر حنفہ کے مقام پر پہنچا تو انہیں ابوسفیان کا پیغام ملا کہ وہ قافلہ کو بدر سے صحیح و سالم نکال لانے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اب اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس پر انھیں بن شریق جو بنی زہرہ کا سردار تھا اپنے قبیلے سے کہنے لگا اے بنی زہرہ! تم لوگ صرف اپنے اموال کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ اب اللہ نے تمہارے اموال کو بچالیا ہے اب ہمیں بے وجہ ہلاکت میں پڑنے اور کوئی لڑائی لڑنے کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ ابو جہل کہتا ہے لہذا تم لوگ واپس جاؤ۔ چنانچہ بنی زہرہ کے تمام افراد انھیں کے کہنے پر واپس ہو گئے۔ بنو عدی پہلے ہی ساتھ نہ تھے۔

طالب بن ابی طالب سے ایک مکہ والے نے کہا خدا کی قسم میں بنو ہاشم کو خوب پہچانتا ہوں گو تم ہمارے ساتھ نکلے ہو مگر تمہاری خواہش یہی ہے کہ محمد ﷺ کامیاب ہوں۔ یہ سن کر طالب بنی ہاشم کے کئی آدمیوں کو لے کر مکہ واپس ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں کو مطلع کیا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ بنو ہاشم اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی قریش کے دباؤ سے ان کے لشکر میں آگئے ہیں، لیکن ان کو ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرنا ہے۔ جس کا سامنا ابوالنختری سے ہو وہ اسے نہ مارے اور جس کا سامنا عباس سے ہو وہ عباس کو نہ مارے۔ قریش کا ممتاز سردار ابو لہب خود شریک نہ تھا اور عاص بن وائل اس کی طرف سے اس شرط پر گیا تھا کہ ابو لہب اس کو چار ہزار کا قرض معاف کر دے۔ بہر حال ابو لہب پھر بھی اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکا اور بدر کے بعد ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

اب ابو جہل باقی لشکر کو جس میں ایک ہزار افراد تھے لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آگئی کہ ان کے منصوبہ میں قافلہ کی حفاظت نہ تھی مگر اصل میں منصوبہ مسلمانوں کو ختم کرنا تھا۔

جہیم بن صلت کا خواب

حجفہ میں جہیم بن صلت نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار لشکر گاہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا اس کے ساتھ ایک اونٹ بھی تھا۔ اس نے کہا قتل ہوا عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) اور امیہ بن خلف اور فلاں فلاں۔ بعد ازاں اس نے اونٹ کے سینہ پر ایک برچھا مارا اور لشکر میں چھوڑ دیا۔ اونٹ لشکر میں ہر طرف بھاگا اور کوئی خیمہ ایسا نہ بچا جس پر اس کے زخم سے بہنے والے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ ابو جہل کو جب خواب کی اطلاع ہوئی تو برہم ہو کر کہنے لگا کہ بنی مطلب میں ایک دوسرا نبی پیدا ہو گیا ہے۔ جب مقابلہ ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ کون قتل ہوگا۔

آپ ﷺ لشکر کو لے کر ذفران سے روانہ ہو کر اصرافر کے ٹیلوں سے گزر کر دتہ آئے اور حنان کے زبردست ٹیلے کے بائیں جانب سے سفر کر کے بدر پہنچے اور ایک چشمہ کے قریب قیام فرمایا۔

یہاں پہنچ کر آپ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہ لے کر حالات کا جائزہ لینے نکلے کچھ فاصلہ پر ایک معمر عرب سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا اسے محمد رسول اللہ ﷺ اور اہل مکہ کے قافلوں کے متعلق کچھ علم ہے۔ اس نے جواب کے بجائے سوال کیا کہ آپ لوگ کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو ہمارے سوال کا جواب دو گے تو ہم بھی تم کو اپنے بارے میں بتا دیں گے اس نے کہا یہی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ فلاں روز مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ اگر وہ میرا خبر دینے والا سچا تھا تو محمد ﷺ آج اس مقام پر ہوں گے (جہاں آپ ﷺ تھے)۔ قریش مکہ فلاں دن روانہ ہوئے تھے اگر یہ مجھ بھی سچا تھا تو قریش آج فلاں مقام میں ہوں گے۔ اس کی دونوں خبریں درست تھیں۔

آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور سیدنا علیؓ سیدنا زبیر بن العوامؓ اور سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک دستہ کے ہمراہ دشمن کی خبر معلوم کرنے چاہ بدر کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ واپس آئے تو ان کے ہمراہ دو لڑکے تھے۔ آپ اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قریش کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ مکہ والے اس ٹیلے کے پیچھے پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ

کتنے ہیں انہوں نے عرض کی بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ قریش کے سبھی سردار عقبہ اور شیبہ پسران ربیعہ ابوالمختار بن ہشام حکیم بن حزام نوفل بن خولید حارث بن عامر مطعمیہ بن عدی نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل بن ہشام امیہ بن خلف اور کچھ لوگوں کے نام بتائے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف توجہ کی اور فرمایا:

”مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے پاس لا کر ڈال دیا ہے۔“
ارشاد الہی ہے:

”یاد کرو وہ وقت جب کہ تم وادی کی اس جانب تھے اور وہ دوسری جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور قافلہ تم سے نیچے (ساحل) کی طرف تھا۔ اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور ان کے درمیان مقابلہ کی قرارداد ہو چکی ہوتی تو ضرورت وقت کی پابندی میں کسی نہ کسی فریق سے دیر سویر ہو جاتی۔ لیکن تم کو اللہ نے اچانک ایک دوسرے سے بھڑا دیا تا کہ اللہ کو جو کچھ کرنا منظور تھا اسے پورا کر دکھائے۔ تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے روشن دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ روشن دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔“

(سورۃ الانفال: ۴۲)

حضرت حبابؓ کا مشورہ

حضرت حبابؓ بن منذر جو ایک فوجی ماہر تھے اور ان کو اس علاقہ کا علم تھا۔ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ یہاں حکم الہی سے مقیم ہوئے ہیں کہ ہمارے لئے یہاں سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں یا آپ ﷺ نے ایک جنگی حکمت عملی سے یہاں قیام فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: محض جنگی حکمت عملی کے طور پر انہوں نے عرض کیا کہ پھر یہ جگہ مناسب نہیں ہم آگے چل کر قریش کے قریب ترین چشمہ پر پڑاؤ ڈال کر بقیہ چشموں کو پاٹ دیتے ہیں۔ آپ چشمہ پر حوض بنا کر ہم پانی بھر لیں گے اور جنگ کے دوران ہمیں پانی کی کمی نہ ہو

گی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حبابؓ کی رائے مناسب ہے۔ آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہی کیا۔

بارانِ رحمت

یہ جگہ نرم تھی۔ جنگ کی اس پہلی ہی رات میں اللہ جل شانہ کی مدد شامل حال ہو گئی۔ آسمان سے بارانِ رحمت کا نزول ہوا۔ جس نے زمین کو تر کر دیا اور نرم زمین پختہ ہو گئی اور ان پر چلنا پھرنا آسان ہو گیا اس کے برعکس مشرکین جن کا قیام وادی کے نشیب میں تھا وہاں اتنی شدید بارش ہوئی کہ پورا علاقہ دلدل میں تبدیل ہو گیا جس سے فوج، گھوڑوں اور اونٹوں کے پیر دھسنے لگے اور وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔

قیام گاہِ نبوی

مسلمان ایک ٹیلے پر مقیم تھے انہوں نے حضور ﷺ کے لئے یہاں کھجور کی لکڑی اور پتوں سے ایک جھونپڑی بنا دی۔ آپ ﷺ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ اس میں داخل ہو گئے اور اس کے دروازہ پر حضرت سعد بن معاذؓ تلوار لٹکا کر کھڑے ہو گئے۔ اس جھونپڑی سے پورا میدان جنگ دکھائی پڑتا تھا۔

رات کو اللہ تعالیٰ نے تھکے ماندے مسلمانوں کو سکون کی نیند عطا فرمائی جس سے ان کی تھکان دور ہو گئی اور وہ تروتازہ ہو گئے۔

ارشاد پروردگار ہے:

”اور وہ وقت یاد کرو جب کہ اللہ اپنی طرف سے غنودگی کے ذریعہ تم پر اطمینان اور بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برس رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست (خوفِ زندگی) کو دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعہ سے تمہارے قدم جمادے۔“

(سورہ الانفال: ۱۱)

حضور ﷺ بارگاہ ایزدی میں

سرور کائنات ﷺ تمام رات سربسجود خالق کائنات سے دست بدعا تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ اے اللہ! تو نے فتح و نصرت کا جو وعدہ مجھ سے کیا ہے وہ پورا فرما۔ آپ ﷺ ساری رات یاتی یا قیوم کا ورد فرماتے رہے۔

جب نماز فجر کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو آواز دی۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ زرہ پہنی اور مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا: قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص آج اللہ کے دشمنوں سے برسر پیکار ہوگا لڑائی کی شدت کے وقت پیٹھ نہ پھیرے گا صبر و استقامت سے مقابلہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ اس خطبے میں آپ ﷺ نے خصوصی طور پر دو باتوں کی تلقین فرمائی۔ ایک سچائی کو اختیار کرنے کی اور دوسرے مشکل اور مصیبت کے وقت صبر کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لشکر کی صفوں کو درست کرایا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس سے اشارے کر کے سب کو آگے پیچھے کر کے سب کو برابر کیا۔ اب صف ایسی معلوم ہونے لگی جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

جان نثاروں کے جذبہ محبت کا عجب حال تھا۔ سواد بن عزیزہ اپنی صف سے ذرا آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اشارے سے قطار میں ہونے کو کہا۔ تیر ان کے بدن کو چھو گیا۔ سواد نے پکارا یا رسول اللہ ﷺ! انصاف اور حق کی دہائی ہے یعنی آپ ﷺ سے مجھے چوٹ آئی ہے میں بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے کمر کھول دی اور فرمایا کہ تو بھی مار کر بدلہ لے لو۔ آپ ﷺ کی کمر کھلتے ہی سواد جھٹ سے آگے بڑھے اور کمر مبارک کے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت یہ کیا۔ سواد نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دنیا میں تو یہ آپ ﷺ کا آخری دیدار ہے اب تو میں اسلام پر قربان ہونے جا رہا ہوں۔ آپ ﷺ کے جسم اقدس کے بوسے اس لئے ہیں کہ ان کی برکت سے میں جہنم سے نجات پا جاؤں۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو دعادی۔ اللہ اکبر ایسے جان نثار دنیا میں کسی اور کو میسر نہیں آئے اور اس واقعہ سے آپ ﷺ کے خلق عظیم کا بھی پتہ چلتا ہے۔

لشکر کے مختلف حصوں میں جو افسر مقرر کئے انہیں فرمایا کہ مکہ والے آگے بڑھ کر اتنی

دور پہنچیں تو ان پر سنگ باری کی جائے اور جب اس سے قریب آ جائیں تو تیر اندازی شروع کریں۔ اگر وہ یک لخت حملہ کریں تو ان کو آگے بڑھنے دیں اور جب زد میں آ جائیں تو ان کو تیروں کا نشانہ بنانا اور جب اور قریب آئیں تو نیزوں سے کام لینا اور جب تلوار کی زد میں ہوں تو تلوار سے حملہ کرو۔ جنگ میں پہل نہ کرنا، حملہ اس وقت کرو جب اذن مل جائے۔

یہ سترہ رمضان ۲ھ اور جمعہ کا دن تھا۔ اب قریش کا لشکر میدان جنگ میں آ پہنچا اور عمیر بن وہب جمعی کو مسلمانوں کی تعداد اور قوت معلوم کرنے کے لئے بھجوا یا۔ اس نے گھوڑے پر تیزی سے چکر لگایا۔ واپس ہو کر اس نے کہا:

وہ کم و بیش تین سو کی تعداد میں ہیں۔ میدان میں ان کی تلواروں کے سوا ان کے لئے کوئی اوٹ نہیں، مگر ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص خود پر وار نہ ہونے دے گا اور اگر انہوں نے تمہارے خاص افراد کو مار لیا تو اس کے بعد جینے کا مزہ ہی کیا ہے، بہتر ہے اچھی طرح سوچ لو۔

حکیم بن حزام نے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا کہ جنگ کے بغیر مکہ واپس چلنا چاہئے۔ وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ایک اچھا کام کر جائیں۔ جس سے آپ کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے ہوتا رہے۔ دریافت کرنے پر کہ کون سا کام تو اس نے کہا کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا جو سریہ نخلہ میں قتل ہوا تھا، دیت اپنے ذمہ لیں۔ عتبہ نے کہا مجھے منظور ہے۔ میں اپنے اس حلیف کا دیت اور ضائع شدہ مال کا معاوضہ اپنے ذمہ لیتا ہوں، تم میری طرف سے اس بات کی ضمانت دو۔

عتبہ بن ربیعہ نے لوگوں سے کہا:

”یا معشر قریش! خدا را محمد ﷺ اور ان کے رفقاء کے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ جاؤ اگر آپ لوگ ان پر غالب آ گئے تو اپنے ہی عم زاد یا خالہ زاد بھائی اور دوسرے اہل قرابت کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گے۔ اس ارادہ سے ہٹ کر محمد ﷺ اور اہل عرب دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو! اگر عرب مسلمانوں پر غالب آ گئے تو آپ لوگوں کا مقصد از خود پورا ہو جائے

گا اور اگر محمد ﷺ عرب پر چھا گئے تو ان کے ہاتھ سے ہمیں کبھی گزند نہ پہنچے گا۔“

ابو جہل جو ہر حال میں بگاڑ پر تلا ہوا تھا اس بات پر تلملا اٹھا نخلہ کے مقتول عمرو بن حضرمی کے بھائی عامر بن حضرمی کو بھڑکایا کہ اپنے حلیف عتبہ کو دیکھو وہ تمہارے بھائی کا خون مٹی میں ملا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں سے بدلہ لئے بغیر مکہ لوٹ چلیں۔ اس پر عامر بن حضرمی نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا کرتہ پھاڑ ڈالا اور چلانے لگا ہائے عمرو ہائے عمرو۔ اس پر قریش کا خون کھول اٹھا اور ان کے ہوش پر جوش غالب آ گیا۔ قریش سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جوش جنون میں مسلمانوں کی صفوں میں آگھسا کہ پانی کے حوض کی منڈیریں ڈھادے۔ آپ کے عم محترم سیدنا حمزہ تیزی سے اس پر لپکے اور تلوار کے وار سے اس کی آدھی پنڈلی اڑادی۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ تلوار کے دوسرے وار سے واصل جہنم ہوا۔

جنگ

اسود کی ہلاکت کے بعد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور مسلمانوں سے اپنا اپنا مقابل طلب کیا۔ آپ ﷺ کی اجازت سے سیدنا عوفؓ، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ عتبہ نے ان سے نام و نسب پوچھا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ انصار ہیں عتبہ نے ان کی مبارزت کو ٹھکرا کر پکارا:

”ہماری مبارزت کے جواب میں ہمارے ہی قبیلہ والوں کو بھجوا یا جائے۔“

آپ ﷺ نے انصار کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کو میدان میں بھیجا۔ حضرت حمزہؓ نے شیبہ اور حضرت علیؓ نے ولید کو سنبھلنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ کو عتبہ نے زخمی کر دیا۔ ان کا پاؤں کٹ گیا اب حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے بھی قتل کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ کو لشکر میں اٹھالائے۔ غزوہ سے واپسی پر مقام صفراء پر انہوں نے وفات پائی۔ آپ ﷺ جھونپڑی میں تشریف لے گئے اور بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ ”اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔“ آپ ﷺ دیر تک یہی دعا فرماتے رہے اسی حالت میں چادر دوش مبارک سے گر پڑی۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے چادر کو اٹھا

کردوش مبارک پر ڈال دیا اور پیچھے سے دوش مبارک سے چمٹ گئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! بس فرمائیے! آپ ﷺ نے اپنے رب سے بہت گڑگڑا کر دعا فرمائی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ:

”میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔“

(سورۃ الانفال: ۱۲)

اور رسول اللہ ﷺ کو وحی بھیجی۔

”میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔“

(سورۃ الانفال: ۹)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ایک جھپکی آئی پھر آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: اے ابو بکرؓ خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پروردگار کی مدد آگئی، دیکھو یہ جبرئیل علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا:

”عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“

(سورۃ القمر: ۴۵)

ابو جہل کے حکم پر اب کھلی لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ جھونپڑی کے باہر کھڑے صحابہ کو جہاد و قتال کی ترغیب دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے گا۔ حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے ایک مٹھی کنکر بلی مٹی لی اور مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکی۔ مشرکین میں کوئی بھی ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔ اس بارے اللہ کا ارشاد ہے:

”اور نہیں پھینکی وہ مشتبہ خاک آپ نے جس وقت کہ آپ نے پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“

(سورۃ الانفال: ۱۷)

آپ ﷺ کے حکم پر مسلمان بے جگری سے لڑ رہے تھے اور مشرکین کو جہنم رسید کر رہے تھے۔

ابو جہل نے بھی اللہ سے فیصلے کی دعا کی۔ اس نے کہا اے اللہ ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا غلط حرکتیں کرنے والا ہے اسے تو آج توڑ دے اور جو فریق تیرے زیادہ نزدیک اور زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے اپنی مدد فرما۔

بعد میں اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا:

”اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے پاس فیصلہ آ گیا اور اگر تم باز آ جاؤ تو بہتر ہے۔ لیکن اگر تم (اپنی حرکتوں کی طرف) پلٹو گے تو ہم بھی (تمہاری سزا کی طرف) پلٹیں گے اور تمہاری جماعت اگر چہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی (اور یاد رکھو) اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔“

(سورۃ الانفال: ۱۹)

آپ ﷺ زرہ پہنے تیز تیز چلتے صحابہ کو حملہ تیز کرنے کی ہدایت کر رہے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مشرکین کے کافی سردار مارے گئے۔ ہر طرف تلواریں چمک رہی تھیں۔ مدینہ میں ابو جہل کی شرارتوں اور مسلم دشمنی کا بہت چرچا تھا اور انصار کے دو نو عمر مجاہد معاذ بن عمرو اور معاذ بن عفراء ابو جہل کی تلاش میں تھے انہوں نے صحابہ سے اس کا پتہ پوچھا اور باز کی طرح اس پر جھپٹے اور اسی لمحے وہ خاک پر تھا۔ عتبہ اور ابو جہل کی ہلاکت کے بعد قریش کی فوج میں بددلی پھیل گئی اور وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کو مارتے، کاٹتے اور پکڑتے رہے یہاں تک کہ ان کی بھرپور شکست ہو گئی۔

ابو جہل

لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو دیکھے کہ ابو جہل کا انجام کیا ہوا۔ صحابہ کرام ابو جہل کی تلاش میں لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اسے تلاش کر لیا۔ اس کے پاس پہنچے تو ابھی اس کی سانس چل رہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کا سر کاٹنے لگے تو اس نے پوچھا لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ مسلمانوں کو فتح اور مشرکین کو

شکست۔ اب جب وہ ابو جہل کا سر کاٹنے لگے اور اپنا پاؤں ابو جہل کی گردن پر رکھا تو اس نے کہا۔ اے بکریوں کے ذلیل چرواہے تو بہت اونچی جگہ چڑھ گیا ہے تیرا قدم عرب کے رئیس ابو جہل کی گردن پر ہے۔ یہ دن بھی دیکھنا تھا تو نے میری گردن کاٹنی ہے بے شک کاٹ لے لیکن میری شہ رگ پر تلوار چلانا کیونکہ میں سردار ہوں اور میری گردن کسی اور جگہ سے کاٹنا میری توہین ہے۔ حضرت عبداللہ سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں لائے اور قدموں میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے اس کا سر دیکھ کر اللہ کا شکر ادا فرمایا اور تین بار فرمایا: ”اللہ اکبر تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی“ پھر اس کی لاش پر گئے اور فرمایا یہ اس امت کا فرعون تھا۔

اس معرکہ میں کل چودہ صحابہ شہید ہوئے جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ دوسری طرف کفار کے ستر آدمی مارے گئے جو مکہ کے بڑے بڑے رئیس تھے اور اتنے ہی آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی لشکر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

تیرہ شہداء کو میدان بدر میں دفن کیا گیا اور حضرت عبیدہ بن حارثہ جو زخمی تھے بدر سے واپسی پر صفراء کے مقام پر وفات پا گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

مقتولین کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ان کی تمام لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دینے کا حکم دیا گیا چنانچہ صحابہ نے ان کی لاشوں کو گھیٹ گھیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا۔ امیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی۔ جب اس کو گھیٹنا چاہا تو اس کے اعضا الگ الگ ہونے لگے۔ اس لئے اس کی لاش وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔ رؤسائے قریش میں جو یہاں قتل ہوئے۔ شیبہ عتبہ ابو جہل ابو البختری زمعہ بن الاسود عاص بن ہشام امیہ بن خلف منبہ بن الحجاج وغیرہ شامل تھے۔ قیدیوں میں عباس بن عبد المطلب، عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حرث بن عبد المطلب، عمرو بن ابی سفیان، ابوالعاص بن ربیع وغیرہ شامل تھے۔

شہدائے بدر

حضرت عمر فاروقؓ کے غلام سب سے پہلے شہید	حضرت مہجع بن صالحؓ
قرشی المطلبی۔ اسلامی لشکر میں عمر میں سب سے بڑے	حضرت عبیدہ بن حارثؓ
حضرت سعد بن وقاصؓ کے برادر خورد	حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ

حضرت عاقل بن بکیرؓ	
حضرت عمیر بن عبد عمیرؓ	
حضرت عوف بن حارثؓ	انصاریؓ والدہ عفراء ہے
حضرت معوذ بن حارثؓ	حضرت عوفؓ کے برادر انصاری
حضرت حارث بن سراقہؓ	
حضرت یزید بن حارثؓ	انصاری
حضرت رافع بن معالیؓ	انصاری
حضرت عمیر بن الحمامؓ	انصاری
حضرت صفوان بن بیضاءؓ	انصاری
حضرت سعد بن خیشمہؓ	انصاری
حضرت مبشر بن عبد المندرؓ	انصاری

ابن اسحاق اور ابن سعد نے حضرت صفوانؓ کی شہادت بدر میں بیان کی ہے۔ لیکن بقول ابن حبان یہ ۳۰ھ اور بقول حاکم ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ (واللہ اعلم)

ماتم کدہ مکہ

بدر میں کفار کی شکست کی خبر جب مکہ پہنچی تو وہاں کھرام مچ گیا اور گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن ابوسفیان نے غیرت کے سبب سے سب کو ماتم سے روک دیا اور اعلان کروا دیا کہ کوئی ماتم نہ کرے۔ ابولہب جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ اس کو اس خبر سے بہت رنج و ملال ہوا بعد میں ابولہب چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو کر اذیت ناک موت مرا۔ اس کے لڑکوں نے تین دن تک اس کی لاش کو ہاتھ تک نہ لگایا کیونکہ بیماری سے بدن سڑ گیا تھا ایک گڑھا کھود کر لاش کو لکڑیوں سے دھکیلتے ہوئے لے گئے اور اس گڑھے میں گرا کر مٹی ڈال دی گئی۔

جنگ بدر میں اسود بن عبدالمطلب کے تین بیٹے مارے گئے وہ ان پر رونا چاہتا تھا لیکن ماتم کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی وہ ماتم نہ کر سکا۔ وہ اندھا آدمی تھا۔ ایک رات اس نے نوحہ کرنے والی عورت کی آواز سنی۔ جھٹ اپنے غلام کو بھیجا اور کہا ذرا دیکھو! کیا نوحہ کی اجازت مل گئی ہے۔ کیا قریش مقتولین پر رور ہے ہیں تاکہ میں بھی اپنے بیٹے ابو حکیمہ پر روؤں کیونکہ میرا سینہ جل

رہا ہے۔ غلام نے واپس آ کر بتایا کہ یہ عورت تو اپنے ایک گم شدہ اونٹ پر رو رہی ہے۔ اسود یہ سن کر اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور بے اختیار کہہ پڑا۔ اس کے اشعار کا ترجمہ:

”کیا وہ اس بات پر روتی ہے کہ اس کا اونٹ غائب ہو گیا؟ اور اس پر بے خوابی نے اس کی نیند حرام کر رکھی ہے؟ تو اونٹ پر نہ رو بلکہ بدر پر جہاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔ ہاں ہاں بدر پر جہاں بنی مصیص، بنی مخزوم اور ابو الولید کے قبیلے سربر آوردہ افراد ہیں۔

اگر روتا ہی ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا تو ان لوگوں پر رو اور سب کا نام نہ لے۔

ابو حکیمہ کا تو کوئی ہمسرہ ہی نہ تھا۔ دیکھو! ان کے بعد ایسے ایسے لوگ سردار ہو گئے کہ اگر بدر کا دن نہ ہوتا تو وہ سردار نہ ہو سکتے تھے“

مدینہ کو فتح کی اطلاع

آپ ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ کی طرف مژدہ فتح سنانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس فتح کی خوش خبری عین اس وقت پہنچی جب کہ ہم سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ سیدنا عثمانؓ بن عفان کو دفن کر رہے تھے۔ مدینہ سے روانگی پر سیدہ بیمار تھیں، آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ چھوڑا تھا۔ سیدنا زیدؓ نے کھڑے ہو کر مشرکین مکہ کے ہلاک ہونے والوں کے نام پکارے۔

مدینہ واپسی مالِ غنیمت

فتح کے بعد تین دن بدر میں قیام کے بعد آپ ﷺ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ مشرکین کی شکست کے بعد کچھ اصحاب نے بھاگ دوڑ کر مالِ غنیمت سمیٹا اور بھاگنے والوں کا تعاقب کر کے اور ہتھیار ڈالنے والوں کو گرفتار کیا تھا۔ صحابہ کرام جنہوں نے جو حاصل کیا تھا وہ ان ہی کے پاس تھا چونکہ عربوں کے پرانے دستور کے مطابق جو مال جس نے قبضہ میں لیا ہو اسی کا ہوتا تھا۔ جو لوگ پہرے پر رہے یا کسی دوسرے امور پر مقرر تھے وہ مالِ غنیمت سے محروم تھے۔ اس لئے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں لشکر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جب اس اختلاف نے شدت اختیار کی تو

آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کے حوالے کر دے۔ صحابہ کرام نے حکم کی تعمیل میں تمام سامان سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے مال اور قیدی حضرت عبد اللہ بن کعب کی نگرانی میں دیئے اور بدر سے روانگی فرمائی اور مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کا انتظار فرماتے رہے۔ آپ ﷺ کوہ صفا کے درہ کے پاس تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوا:

”لوگ (مجاہدین) آپ ﷺ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے غنیمت اللہ اور رسول کے لئے ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کر لو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر واقعی تم لوگ مومن ہو۔“

(سورۃ الانفال: ۸)

”اور جان رکھو! کہ جو کچھ تمہیں مالِ غنیمت میں ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے، رسول کے لئے (رسول کے) قرابت داروں کے لئے، یتیموں کے لئے اور مسافروں کے لئے نکالنا (اور بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاسکتے ہیں)۔ اگر تم اللہ پر اور اس (غیبی مدد) پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کر دینے والے دن اپنے بندے پر نازل کی تھی، جب کہ وہ لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے تو چاہئے کہ اس تقسیم پر کار بند ہو اور (یاد رکھو) اللہ کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں۔“

(سورۃ الانفال: ۴۲)

چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں منزل فرمائی اور اموالِ غنیمت کی تقسیم فرمائی۔ حصہ میں ان اصحاب کو بھی شامل فرمایا جن کو فرائض کی ادائیگی کے لئے میدان جنگ سے باہر رکھا گیا تھا۔ مؤرخین نے ان اصحاب کی تعداد آٹھ بیان کی ہے، جن میں حضرت ابولہبانہ، حضرت عمرو بن ام مکتوم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، جمعین شامل تھے۔ آپ ﷺ جب مقام روجا پہنچے تو مدینہ سے آنے والے وفود سے ملاقات کی جو آپ ﷺ کو فتح کی مبارک باد پیش کرنے آئے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ میں اس طرح مظفر و منصور داخل ہوئے کہ مدینہ اور اطراف کے سارے

دشمنوں پر آپ ﷺ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس فتح کے اثر سے مدینہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا، جن میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے۔ خواہ اس کا یہ عمل دکھاوے کے لئے تھا۔

اسیرانِ بدر

قیدیوں میں مشرکین کا علم بردار نضر بن حارث بھی تھا جو قریش کے اکابر مجرمین میں سے تھا اور اسلام دشمنی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ مقام صفراء پہنچے تو نضر بن حارث کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ سیدنا علیؑ نے تعمیل میں اس کی گردن اڑادی۔ پھر جب آپ ﷺ عرق الظبہ پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا اور سیدنا عاصم بن ثابتؓ نے عقبہ کو داخل جہنم کیا۔ عقبہ وہی شخص ہے جس نے نماز کی حالت میں آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھی تھی اور آپ ﷺ کی گردن میں چادر لپیٹ کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کو عقبہ سے چھڑایا۔ ۲۲ رمضان ۲ھ کو مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ دو دو چار چار قیدی صحابہ کے گھروں میں رہنے لگے۔ صحابہ قیدیوں کو بہتر کھانا مہیا کرتے اور خود کھجوروں پر گزارا کرتے۔ وہ لوگ مسلمانوں کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئے۔

قیدیوں کے بارے میں آپ ﷺ نے صحابہ کبار سے مشورہ فرمایا کہ ان کا کیا کرنا چاہئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے رائے دی کہ سب دشمنانِ اسلام کو قتل کر دیا جائے اور ہر شخص اپنے قریبی عزیز کو تلوار سے قتل کرے تاکہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ عزیز واقربا کے مقابلے میں ہمارے دلوں میں اللہ ورسول کی محبت زیادہ ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مشورہ تھا کہ ہم سب کے اعزہ ہیں۔ اب جب کہ اللہ نے ہمیں ان پر فتح و نصرت دی ہے، بہتر ہوگا کہ ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں، عجب نہیں کہ کل کو یہ لوگ ایمان لائیں۔ آپ ﷺ کو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی رائے پسند آئی۔

سیدنا عمر فاروقؓ کا بیان ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کی بات پسند آئی اور قیدیوں سے فدیہ لینا طے ہوا۔ جب میں اگلے دن دربار نبوی میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ رو رہے ہیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو

رہے ہیں تاکہ اگر رونے کی بات ہے تو میں بھی رونے لگ جاؤں ورنہ آپ ﷺ کی اتباع میں ہی رونے لگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فدیہ قبول کرنے کی وجہ سے تمہارے اصحاب پر جو چیز پیش کی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک قریبی درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: مجھ پر ان کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ پیش کیا گیا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”کسی نبی کے لئے درست نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی کرے۔ تم لوگ دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو تم لوگوں نے جو کچھ لیا ہے اس پر تم کو سخت عذاب پکڑ لیتا۔“

(سورۃ الانفال: ۶۷-۶۸)

پھر فرمایا:

”تو جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لئے) حلال طیب (ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

(سورۃ الانفال: ۶۹)

پہلے حکم سے مراد سورۃ محمد (ﷺ) کی آیت نمبر ۶ بیان کی گئی ہے۔

”یعنی مشرکین کو جنگ میں قید کرنے کے بعد یا تو احسان کرو یا فدیہ لو۔“

چونکہ اس حکم میں اسیروں سے فدیہ لینے کی اجازت دی گئی تھی، اس لئے صحابہ کرام کو فدیہ قبول کرنے پر سزا نہ دی گئی بلکہ صرف سرزنش کی گئی کہ انہوں نے مشرکین کے اچھی طرح قتال سے پہلے انہیں قیدی بنا لیا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح کر دی کہ اللہ کی راہ میں جہاد صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے اور حصول مال اللہ کے منشا کے خلاف ہے۔

اسیران قریش کا فدیہ چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم فی کس مقرر کیا گیا تھا۔ اہل مدینہ لکھنے پڑھنے سے واقف نہ تھے اس لئے یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ جو شخص فدیہ دینے سے عاجز ہے اور وہ پڑھا لکھا ہے وہ مدینے کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو یہی اس کا فدیہ ہوگا۔ کئی

اسیر ایسے بھی تھے جو کسی حالت میں بھی فدیہ نہ دے سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا اور انہیں فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا۔

حضرت ابو العاص

قیدیوں میں حضرت ابو العاص داماد رسول ﷺ بھی شامل تھے اور ان کی زوجہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ بھی تک اپنے شوہر کے پاس مکہ ہی میں تھیں۔ سیدہ زینب نے اپنے گلے کا ہار شوہر کے فدیہ کے طور پر بھجوایا۔ یہ وہ ہار تھا جو ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب کو شادی پر جہیز میں دیا تھا۔ ہار دیکھ کر آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ کی یاد تازہ ہو گئی، آپ ﷺ آب دیدہ ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا: کہ اگر آپ لوگوں کی مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دوں۔ صحابہ کرام نے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ ہار سیدہ زینب کے پاس مکہ بھجوادیا گیا اور ابو العاص کو اس عہد پر آزاد کیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر سیدہ زینب کو مدینہ بھجوادیں گے۔ چنانچہ ابو العاص نے مکہ پہنچ کر سیدہ زینب کو اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ ادھر آپ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی طرف روانہ ہوں اور مقام بطن یا حج پر ٹھہر کر سیدہ زینب کے وہاں پہنچنے کا انتظار کریں اور جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو ان کو ہمراہ لے آئیں۔ یہ لوگ بطن یا حج پہنچ کر وہاں ٹھہر گئے۔ کنانہ بن ربیع وہاں پہنچا تو اسے زید بن حارثہ ملے۔ کنانہ وہیں پر سیدہ زینب کو چھوڑ کر واپس مکہ چلا گیا اور دونوں صحابہ حضرت زینب کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ گئے۔

جنگ بدر کے نتائج

جنگ میں مسلمانوں کی فتح تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ قریش کے ظلم و ستم سے تنگ چند غریب الوطن مدینہ منورہ میں آ کر اس قابل ہو گئے کہ ظالموں کو قوت بازو سے مار بھگایا، جس سے تمام مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور اسلام کا حقیقی عروج یہیں سے شروع ہوا۔ اب وہ محض جلا وطن اور بے خانماں مہاجر نہ تھے بلکہ ایک زندہ اور آزاد قوم تھے۔

مٹھی بھر مسلمانوں کا اپنے سے کئی گنا بڑی اور مسلح فوج سے جنگ میں چند لمحوں میں دشمنوں پر غالب آ جانا بلاشبہ ایک معجزہ تھا اور اس میں نصرت حق نمایاں تھی۔ فتح و نصرت نے ثابت

کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ اب صرف واعظ نہ تھے بلکہ پیغامِ الہی اور حق پرستوں کی جانوں کی شمشیر سے بھی حفاظت کر سکتے تھے۔ چنانچہ غزوہ بدر کے بعد ایسے لوگ جو حضور ﷺ کی کامیابی کے بارے شک میں مبتلا تھے اب کثیر تعداد میں ایمان لے آئے۔

سردارانِ قریش جو اسلام کے سخت دشمن تھے سبھی اس معرکہ میں تہ تیغ ہو گئے اور کفارِ قریش کی قوت ہمیشہ کے لئے زائل ہو گئی۔

فتح بدر کے بعد منافقین اور بہت سے عرب قبائل جو مسلمانوں سے اتحاد تو نہ کر سکتے تھے انہوں نے مخالفت چھوڑ دی کیونکہ مسلمان اب ان کی ہر اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے (ابوداؤد) کہ غزوہ بدر سے واپس آ کر آپ ﷺ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہود کو جمع کر کے فرمایا کہ وہ اسلام قبول کر لیں اس سے پہلے کہ ان کو بھی ویسی ہی مار پڑے جیسی قریش پر پڑ چکی ہے، لیکن یہود نے جواب دیا کہ آپ ﷺ غلط فہمی نہ پڑیں اگر ہم سے ایسا ہی معاملہ ہوا تو پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور پہلے ہم جیسوں سے پالانا پڑا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”آپ ﷺ ان کافروں کو کہہ دیجئے کہ اب تم مغلوب ہو گئے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے جو کیا برا ٹھکانہ ہے۔ ابھی تمہارے سامنے نمونہ گذر چکا ہے اور دو فوجوں کا جن میں مقابلہ ہوا۔ ایک فوج تو اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی۔ یہ ان کو آنکھوں دیکھنے میں اپنے سے دو چند دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ذریعے جس کی تائید چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے اندر یقیناً دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔“

(آل عمران: ۱۲: ۱۳)

اس کے بعد یہود کی شرارتیں اور بے باکی اور بڑھ گئی۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ اپنی قبر کھود رہے ہیں۔

سر یہ عمیر بن عدی

عصماء بنت مروان جس کا تعلق بنی امیہ بن زید سے تھا دشمنِ اسلام تھی۔ وہ اسلام کی

ہجو کرتی، حضور ﷺ کو ایذا پہنچاتی اور مشرکین کو آپ ﷺ کی مخالفت پر ابھارتی۔ یہود اس کے شعر گلی کوچوں اور محفلوں میں گاتے۔ اس کی نظمیں بڑی زہریلی ہوتیں۔ ۲۵ رمضان ۲ھ کو عمیر بن عدی اس دشمن اسلام کو ختم کرنے کے لئے رات کے وقت اس کے مکان میں داخل ہوئے۔ عصماء صحن میں اپنے بچوں کے ساتھ سو رہی تھی اور اس کی چھاتی پر ایک دودھ پیتا بچہ تھا۔ عمیر بن عدی نابینا تھے۔ انہوں نے ہاتھ سے ٹول کر بچے کو ماں سے علیحدہ کیا اور تلوار سے وار کر کے عصماء کو ختم کر دیا۔

نماز فجر عمیر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا تو عمیر نے عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے عمیر کا نام عمیر بصیر رکھا یعنی بینا۔

سریہ سالم بن عمیر

ابوعلف بن عمرو بن عوف ایک بوڑھا یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی مخالفت پر قصے اور شعر لکھ کر لوگوں کو برا بیچنے کرتا اور پھر فتح بدر کے بعد اس کی اسلام دشمنی کی اس مہم میں بہت تیزی آگئی اور بدکلامی انتہا کو پہنچ گئی۔ حضرت سالم بن عمیر جو اصحاب بدر میں سے تھے نے کہا کہ انہوں نے نذر مانی ہے کہ یا تو میں ابوعلف کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ ۲۵ رمضان ۲ھ کی شب حضرت سالم کو خبر ملی کہ ابوعلف میدان میں سویا ہوا ہے۔ آپ وہاں گئے اور اپنی تلوار اس کے سینے کے پار کر کے ہمیشہ کے لئے اس کی بدکلامی ختم کر دی اور اس بد بخت کو اصل جہنم کر دیا۔

غزوہ بنی سلیم (قرقرہ اقدار)

غزوہ بدر کے بعد سب سے پہلی خبر مدینہ پہنچی کہ قبیلہ غطفان کی ایک شاخ بنو سلیم کے لوگوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج کا اجتماع کیا ہے چنانچہ آپ ﷺ دو سو سواروں کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ آپ ﷺ کا علم حضرت علیؑ نے اٹھایا۔ مدینہ میں سباع بن عرفطہ غفاری کو قائم مقام اور عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر فرمایا۔ بنو سلیم اور ان کے اتحادیوں کو آپ ﷺ کی

آمد کی اطلاع ملی تو وہ سب ریگستان کی طرف بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے کدر کے چشمہ کے قریب پہنچ کر وہاں خیمے نصب کرنے کا حکم دیا اور کچھ صحابہ کو دشمنوں کی تلاش میں بھجوایا۔ دشمن کا کوئی آدمی صحابہ کرام کو نہ ملا البتہ افراتفری کے عالم میں دشمن بھاگتے اپنے اونٹ وادی میں ہی چھوڑ گیا تھا جن پر صحابہ نے قبضہ کر لیا ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ اونٹوں کے ساتھ ایک چرواہا بھی ملا جس کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ شخص جس کا نام یسار تھا دشمنوں کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا۔ تین روز کدر میں قیام کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف روانگی فرمائی۔ راستے میں آپ ﷺ نے مال غنیمت سے خمس نکال کر باقی چوپائے صحابہ میں تقسیم فرمادے ہر ایک کے حصہ میں دو اونٹ آئے۔ غلام یسار آپ ﷺ کے حصے میں آیا جسے آپ ﷺ نے آزاد فرما دیا اس لئے کہ آپ ﷺ نے اسے نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ مدینہ سے دور اس کا روائی سے گرد و نواح کے قبائل محتاط ہو گئے اور آپ ﷺ پندرہ روز کے بعد مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ بنی قینقاع

مدینہ میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ یہ سب ”عوالی“ میں رہتے تھے۔ ان قبیلوں کا گزر اوقات تجارت زرگری، آہنگری اور زراعت پر تھا۔ بنو قینقاع زرگری کا کام کرتے تھے لیکن اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ کے ذخائر اپنے پاس رکھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول کے حلیف یہود میں ان سے زیادہ کوئی بہادر اور ہمت والا نہ تھا۔ گو آپ ﷺ نے یہود سے معاہدہ امن کیا ہوا تھا لیکن یہود نے جلد ہی اس کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ مثلاً مسلمانوں کو برا کہنا، مسلمانوں میں مایوسی اور بددلی پھیلانا، مسلمانوں کی طاقت توڑنے کے حربے، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے قبیعین پر بہتان باندھنا، قرآن مجید کے الفاظ کو خراب معنی پہنچانے کی خاطر ان کے تلفظ میں بگاڑ پیدا کرنا، قریش مکہ سے مل کر سازشیں کرنا۔ اہل یہود کا ایک معزز فرد کعب بن اشرف غزوہ بدر کے بعد مکہ گیا اور ان کفار کے جو اس غزوہ میں مارے گئے تھے، مرثیے گا گا کر قریش میں انتقام کی آگ بھڑکاتا۔

بنو نضیر اور بنو قریظہ شہر سے دور بستیوں میں رہتے تھے اور ان کی کارستانیاں مسلمانوں کی نظروں میں نہ آتی تھیں۔ بلکہ چھپی رہتی تھیں۔ بنو قینقاع مدینہ میں ہی آباد تھے اور شہر ہی کے بازاروں کا جزو تھے چنانچہ ان کی بدنیتیاں ڈھکی چھپی نہ رہ سکتی تھیں۔ ان لوگوں کو آپ ﷺ نے

تنبیہ بھی کی مگر انہوں نے کوئی پردہ نہ کی انہی دنوں ماہ رمضان کے اواخر میں یہودیوں نے اپنے بازار میں مجاہدین بدر کی توہین کی غرض سے ایک مسلمان خاتون کو بے پردہ کر دیا اور اپنی اس شرارت پر ہنسنے لگے۔ عورت چلائی ایک عرب آیا اور اس نے دوکاندار کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے اس عرب کو قتل کر دیا۔ اس سے مسلمانوں اور یہودیوں میں بلوہ ہو گیا۔

یہود کے عہد شکنی پر اللہ جل شانہ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

”اور اگر آپ ﷺ کو کسی قوم سے خیانت عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ

ﷺ ان کے عہد کو مساوی طور پر واپس کر دیجئے۔ بے شک اللہ خیانت

کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

(سورۃ الانفال: ۵۸)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بنی قینقاع سے اندیشہ ہے چنانچہ آپ ﷺ ۱۵ اشوال ۲ھ کو صحابہ کاشکر ہمراہ لے کر محلہ قینقاع تشریف لے گئے اور یہود پر حملہ کر دیا۔ یہود قلعہ بند ہو گئے ان کی فوجی طاقت تین سوزرہ پوش اور چار سو پیادے تھے۔ آپ ﷺ نے محاصرے کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ کا سفید پرچم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس تھا۔ محاصرہ پندرہ دن جاری رہا۔ ان کی توقع کے خلاف عبداللہ بن ابی سلول دیگر منافقین کے ساتھ ان کی امداد کو نہ پہنچا چنانچہ انہوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے اور درخواست کی کہ ان کے بیوی بچوں کی جان بخشی کر دی جائے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا جائے۔ یہود قلعہ سے باہر آ گئے تو جنگ کے قابل سات سو یہود کی مشکلیں کسنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور اس کے لئے حضرت المنذر قدامہ السطیٰ کو مامور فرمایا۔ عبداللہ بن ابی سلول نے یہود کی جان بخشی کے لئے بہت منت سماجت کی اور اپنی درخواست پر بہت اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو خدا ان پر لعنت کرے ان کے ساتھ اس (عبداللہ بن ابی) پر بھی لعنت کرے۔ آپ ﷺ نے یہود کی شہر بدری کا حکم فرمایا۔

یہود نے تین دن کی مہلت کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ تین دن کے بعد یہود نے سفر کی تیاری کے لئے مزید مہلت چاہی جس کا انکار کر دیا گیا چنانچہ یہود اپنے بیوی بچوں اور مال و زر کے ہمراہ مدینہ سے نکل گئے۔ حضرت عبادہ بن صامت مدینہ سے باہر وہاب کی پہاری تک ان کے پیچھے گئے اور ان کو حد مدینہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے۔ یہود دور

دور علاقوں کی طرف نکل گئے اور بعض روایات کے مطابق شام میں جا آباد ہوئے۔ یہود اپنی املاک، ہتھیار اور بھاری سامان پیچھے چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ مال غنیمت لے کر مدینہ واپس تشریف لے آئے اور خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔ یہود کے نکلنے سے مدینہ ایک طاقتور دشمن سے پاک ہو گیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی قوت کمزور ہو گئی اور منافقین بھی محتاط ہو گئے۔ مدینہ سے روانہ ہونے پر آپ ﷺ نے ابولہبانہ بن عبدالمنذر العمری کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔

غزوہ سویق

بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے قسم کھالی کہ وہ مسلمانوں سے شکست کا انتقام لینے سے پہلے نہ بیوی کے پاس جائے گا نہ سر میں تیل لگائے گا۔ چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے دو سو شتر سواروں کو لے کر مدینہ کی طرف آیا۔ سے یقین تھا کہ یہودی اس کی مدد کریں گے۔ مدینہ سے دس بارہ میل پر ٹھہر گیا۔ پھر خود مدینہ جا کر بنو نضیر میں قبیلہ کے سردار حسی بن اخطب کے مکان پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن اس نے دروازہ نہ کھولا۔ پھر وہ بنو نضیر کر رئیس اور خزینہ دار سلام بن مشکم کے پاس آیا جس نے اس کا پر جوش استقبال کیا۔ پر تکلف ضیافت کی اور شراب بھی دل کھول کر پلائی۔ سلام بن مشکم نے ابوسفیان کو مسلمانوں کی حالت اور پس پردہ حالات سے بھی آگاہ کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان کو ساتھ لے کر مدینہ سے تین میل باہر مقام ”عریض“ پر چھاپہ مارا۔ وہاں کھجور کے چند درخت کاٹے اور جلائے۔ ایک انصاری کو جو کھیت میں سویا ہوا تھا اور اس کے ایک شریک کار کو قتل کیا۔ گھاس کے انباروں اور گھاس پھوس کے چند مکانوں کو آگ لگائی اور خیال کیا کہ اب اس کی قسم پوری ہو گئی ہے ڈر کر اپنے لشکر کو تیزی سے مکہ واپس بھگالے گیا۔

آپ ﷺ نے اس واردات کی خبر ملتے ہی ۵ ذی الحجہ ۲ھ کو تیز رفتاری سے ابوسفیان کے لشکر کا تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے لیکن ابوسفیان ہاتھ نہ آیا۔ وہ زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے کے لئے اپنے اونٹوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو تو شے اور بہت سا ساز و سامان راستے میں پھینکتا گیا۔ ستوں کے بورے اور دیگر سامان مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں اس لئے اس مہم کا نام غزوہ سویق رکھ دیا گیا۔ مدینہ سے اپنی عدم موجودگی

میں ابولبانہ بشیرؓ بن عبدالمزہرؓ کو قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

۲ ہجری کے دیگر واقعات

عید الاضحیٰ

آپ ﷺ ۹ ذی الحجہ کو غزوہٴ سویق سے واپس مدینہ پہنچے اور ۱۰ ذی الحجہ کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربانی کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی عید الاضحیٰ تھی۔

نکاح سیدہ فاطمہ الزہرہؓ

اسی سال ذی الحجہ ۲ھ میں آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرہؓ کا نکاح حضرت علیؓ بن ابوطالب سے کر دیا۔ رخصتی پر بیٹی کو جہیز میں چمڑے کا ایک تکیہ ایک بچھونا اور ایک چکی دی۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ

حضرت عثمان بن مظعونؓ اول زمانہ اسلام میں اسلام لائے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ اولیٰ اور غزوہٴ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ان کی وفات اسی سال ذی الحجہ میں ہوئی۔ وہ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے صحابی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی نعش کو بوسہ دیا اور رو پڑے۔

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش

غزوہٴ بدر کی شکست نے قریش کو غصے سے پاگل کیا ہوا تھا۔ عمیر بن وہب حجازی مکہ میں آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا اب اس کا بیٹا وہب بن عمیر غزوہٴ بدر کے اسیروں میں تھا۔ ایک روز عمیر حطیم میں بیٹھ کر صفوان بن امیہ سے بدر کے مقتولوں کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے صفوان سے کہا کہ اب جینے میں کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور مجھے اہل و عیال کا فکر نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر آپ ﷺ کو قتل کر دیتا۔ کیونکہ مدینہ جانے کی وجہ بھی ہے کہ میرا

بیٹا وہاں قید ہے۔ صفوان نے کہا کہ اچھی بات ہے تمہارا قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں یہ میں ادا کر دوں گا اور جب تک میں زندہ ہوں تمہارے اہل و عیال کی خبر گیری کروں گا ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب یہ معاملہ دونوں میں طے پا گیا تو عمیر نے اپنی تلوار کو تیز کر کے زہر آلودہ کر دیا۔ عمیر مدینہ پہنچا اسے حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد نبوی کے باہر اونٹ سے اترتے دیکھ لیا اور پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا اور خود انصار کی جماعت کے ساتھ چوکس ہو کر پاس رہے۔ آپ ﷺ نے عمیر سے پوچھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟ عمیر نے کہا کہ اس کا بیٹا قید میں ہے اس کے لئے آیا ہوں آپ ﷺ اس کے بارے میں احسان فرمادیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تمہاری گردن میں تلوار کیوں ہے۔ اس نے کہا اللہ ان تلواروں کا برا کرے کہ یہ ہمارے کام نہ آسکیں۔ آپ ﷺ نے اس سے آنے کا مقصد دوبارہ پوچھا اس نے پھر کہا کہ قیدی بیٹے کے لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں! تم حطیم میں بیٹھ کر صفوان بن امیہ سے بدر کے مقتولوں کی بات کی پھر قرض اور اہل و عیال اور آپ ﷺ نے ان کی تمام گفتگو کا حال اسے بتایا۔ عمیر نے کہا! ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے پاس آسمان کی جو خبریں لاتے تھے اور آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اسے ہم جھٹلا دیا کرتے تھے لیکن یہ تو ایسا معاملہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی موجود ہی نہ تھا۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور نے یہ بات آپ ﷺ کو نہیں پہنچائی۔ پس سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اور اس مقام تک ہانک کر پہنچایا۔“ صفوان نے یہ ماجرا سن کر عہد کیا کہ عمر بھر وہ عمیر سے بات نہ کرے گا۔ عمیرؓ اسلام سیکھ کر مکے چلے گئے وہ اشاعتِ اسلام میں مصروف رہے اور بہت سے لوگ ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔

مطعم بن عدی کی موت

مطعم اسی سال کے اوائل میں حالت کفر میں ہی مرا۔ اس کا شمار رؤسائے قریش میں ہوتا تھا اور یہ حضرت جبر بن مطعم کا والد تھا۔

امیہ بن ابی الصلت کی موت

اسی سال عرب کا مشہور شاعر مرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شعر مومنانہ تھے مگر اس

کا دل کافر ہی رہا۔

صدقہ فطر، زکوٰۃ

اسی سال رمضان کے روزے اور صدقہ فطر فرض کئے گئے اور زکوٰۃ کے مختلف نصابوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے احکامات سے فقراء مہاجرین کو جو غربت سے دوچار تھے اور جن کو روزی کمانے کے مواقع میسر نہ تھے ان کی پریشانیوں اور بوجھ میں کافی کمی آگئی۔

عید الفطر

اسی سال شوال میں پہلی عید منائی گئی، جس میں لوگ تکبیر و توحید، تحمید و تسبیح کرتے ہوئے نماز عید کے لئے میدان میں اکٹھے ہوئے۔

انہی نعمتوں کا ذکر اللہ جل شانہ نے اس طرح فرمایا:

”اور یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹانہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی۔ اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم لوگ اس کا شکر ادا کرو۔“

(سورۃ الانفال: ۲۶)

حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم

اسی سال حضور ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم آیا:

”اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔ اے ایمان والو! رحمت

بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔“

(سورۃ الاحزاب: ۵۶)

سنہ ۳ ہجری

غزوہ غطفان یا غزوہ ذی امر

غزوہ سویق سے واپس آ کر سرور دو عالم ﷺ نے تمام وقت مدینہ منورہ میں ہی گزرا۔ محرم ۳ھ میں آپ ﷺ کو اطلاعات ملیں کہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب جو بنو غطفان کی شاخیں ہیں۔ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ذی امر کے چشمہ پر جمع ہو رہی ہے۔ یہ مقام مدینہ سے شمال کی جانب تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ دشمن کی سرکوبی کے لئے آپ ﷺ چار سو پچاس صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے ذی امر کی جانب صفر ۳ھ میں روانہ ہوئے۔ سیدنا عثمان بن عفان کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ راستہ میں ذی القصد کے مقام پر صحابہ کرام نے بنو ثعلبہ کے جبار نامی شخص کو گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ جبار نے بتایا کہ اگر دشمن آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن لیں تو ہرگز مقابلہ نہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے اسے دعوتِ اسلام دی۔ اس شخص نے اسلام قبول کر لیا اور راہ شناس کے طور پر مسلمانوں کو دشمن کی سرزمین تک راستہ بتایا۔

دشمنوں کو جب لشکرِ اسلامی کے آنے کی خبر ملی تو وہ ارد گرد کی پہاڑیوں میں بکھر گئے۔ آپ ﷺ ذی امر کے چشمہ تک گئے اور صفر کا پورا مہینہ وہاں قیام فرمایا تا کہ بدوؤں کو مسلمانوں کی طاقت کا احساس ہو جائے۔

اسی قیام میں ایک روز زور کی بارش آئی جس سے سب کے لباس بھیک گئے۔ آپ ﷺ اور مجاہدین نے درختوں کے سایہ میں قیام فرمایا اور لباس سکھائے۔ آپ ﷺ نے رات گزارنے کے لئے ایک الگ درخت کا انتخاب فرمایا۔ مشرکین نے باہم مشورے سے ایک بہادر نوجوان دشور بن الحارث کا انتخاب کر کے اسے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ دشور بارش اور اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ آہٹ سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ دشور نے آپ ﷺ کی طرف تلوار تان کر کہا کہ آپ کو اب میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ“ دشور کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے تلوار کو پکڑا اور کھڑے ہو کر تلوار اس کی طرف کر کے پوچھا کہ بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا اور کہا کہ

میں قسم کھاتا ہوں کہ ابد تک کوئی جماعت آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

”اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ہاتھ روک دیا۔“

(سورۃ المائدہ: ۱۱)

واپسی پر صحرا میں دشمن کے پانچ سواونٹ جو چر رہے تھے مال غنیمت کے طور ہاتھ آئے۔ یہ اونٹ مجاہدین میں تقسیم فرمادیے اور آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ﷺ گیارہ دن مدینہ سے باہر رہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

کعب کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنو نبھان سے تھا۔ وہ بڑا مال دار اور بااثر شخص تھا۔ اس کی ماں قبیلہ بنو نضیر سے تھی۔ کعب ایک معروف نیزہ باز اور شاعر تھا۔ اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف گھٹیا شعر کہہ کر آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچاتا اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا۔ مشرکین مکہ کے ساتھ بھی اس کے انتہائی قریبی تعلقات تھے۔ مکہ میں جا کر اس نے سردارانِ قریش کی بدر میں ہلاکت پر نوحہ و ماتم کیا اور قریش کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا رہا۔ آپ ﷺ ان تمام احوال سے واقف تھے اور کعب اور یہود کو ان حرکتوں سے باز رہنے کا کہہ چکے تھے لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

مکہ سے واپس آ کر کعب نے اصحابہ کرام کی عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کئے اور اپنی بدگوئی کے ذریعے ان کو سخت اذیت پہنچائی۔ آخر تک آ کر آپ ﷺ نے فرمایا! کہ کون ہے جو کعب بن اشرف سے میرا انتقام لے کیونکہ وہ مجھے سخت ایذا پہنچا رہا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو جن کا تعلق قبیلہ اوس کی شاخ عبدالاشہل سے تھا، اجازت دی اور فرمایا: سعد بن معاذ سے اس بارے میں مشورہ کر لو۔ سعد سے مشورہ کرنے کے بعد محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ قبیلہ اوس کے حضرت عباد بن بشیر، ابونا مکہ، سلکان بن سلامہ، حارث بن اوس، ابو عبس بن جبیر رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اجازت

دیں کہ ہم کعب سے کچھ بات بنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو مناسب سمجھو۔“
 کعب بن اشرف مدینہ کے باہر ایک مستحکم قلعہ میں رہتا تھا اور اس تک پہنچنا مشکل کام تھا۔ ان صحابہ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی تھی کہ اس سے کچھ حیلے بہانے کی ایسی بات کریں جس سے وہ خوش ہو جائے اور پھر اس تک پہنچنے اور اسے قتل کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔ یہ حیلہ بہانہ کی بات جنگی چال تھی۔

محمد بن مسلمہ ایک دن کعب کو ملنے گئے اور کہا کہ یہ مرد (رسول اللہ ﷺ) ہم سے (فقراء اور مساکین پر تقسیم کے لئے) صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا ہے اور اس شخص نے ہم کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ میں اس وقت آپ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب نے کہا ابھی کیا ہے آگے چل کر دیکھنا، خدا کی قسم تم ان سے تنگ آ جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اب تو ہم ان کے پیرو ہو چکے ہیں ان کا چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے، انجام کے منتظر ہیں۔ اس وقت ہم یہ چاہتے ہیں کہ کچھ غلہ ہم کو بطور قرض دے دیں۔

کعب نے کہا بہتر ہے مگر کوئی چیز رہن رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے پوچھا کون سی چیز رہن میں آپ پسند کریں گے۔ کعب نے کہا کہ اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے جواب دیا کہ ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کیسے رہن رکھ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ عرب کے سب سے خوب صورت انسان ہیں۔ کعب نے کہا پھر بیٹوں کو رہن رکھ دو آپ نے جواب دیا یہ ہمارے لئے عار کی بات ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو انہیں گالی دی جائے گی البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں حالانکہ ہمیں ہتھیاروں کی سخت ضرورت ہے۔ کعب راضی ہو گیا اور طے ہو گیا کہ محمد بن مسلمہ اس کے پاس ہتھیار لے آئیں۔ پھر ابونا نکلہ جو شاعر بھی تھے اور کعب کے دودھ شریک بھائی بھی تھے کعب کے پاس گئے۔ کچھ دیر ادھر ادھر کے اشعار اسے سناتے رہے پھر کعب سے کہا کہ میں ایک کام سے اس کے پاس آیا ہوں اور کوئی بات کرنا چاہتا ہوں، لیکن اسے آپ ذرا راز ہی میں رکھیں گے اور کسی سے اس بات کا کوئی ذکر نہ کریں گے۔

اس کے بعد حضرت نائلہ نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں مصیبت و آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ تمام عرب ہمارے دشمن ہو گئے ہیں سب نے ہمارے خلاف اتحاد بنا لئے ہیں، تمام راستے ہم پر بند ہو گئے ہیں اور ہمارے اہل و عیال بھی برباد ہو رہے ہیں۔ غرض ابونا نکلہ نے بھی محمد بن مسلمہ جیسی گفتگو کی۔ اس گفتگو کے دوران ابونا نکلہ نے کہا کہ میرے چند رفقاء بھی میرے ہم خیال ہیں۔

میں انہیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں آپ ان کے ہاتھ کچھ پیچیں اور ان پر احسان کریں۔
حضرت ابونا نلہ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ اب اپنی گفتگو سے اسے پوری طرح ہموار
کر چکے تھے اور ان کا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہتھیاروں سمیت کعب تک پہنچنا ممکن ہو گیا تھا۔
۱۴ ربیع الاول ۳ھ کی چاندنی رات یہ حضرات رفقاء کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے
پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ان کو بقیع غرقہ تک رخصت کرنے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ
کا نام لے کر جاؤ وہ تمہاری مدد فرمائے اور آپ ﷺ گھر کو پلٹ آئے اور نماز و دعا میں مشغول ہو
گئے۔

یہ دستہ جب کعب کے قلعے کے باہر پہنچے تو حضرت ابونا نلہ نے بلند آواز میں کعب کو
آواز دی۔ کعب آواز سن کر باہر آنے کے لئے اٹھا تو اس کی نئی نویلی دلہن نے کہا کہ تم اس وقت
کہاں جا رہے ہو مجھے اس کی آواز میں بدی معلوم ہو رہی ہے۔ کعب نے بیوی کی بات پر کوئی
دھیان نہ دیا اور باہر آ گیا۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ خوشبو میں بسا ہوا تھا۔

کعب سے گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابونا نلہ نے کہا کہ کیوں نہ چاندنی رات کا لطف
بھی اٹھائیں اور شعب عجز تک چلیں۔ کعب نے کہا جیسا آپ چاہیں۔ راستے میں اپنے منصوبہ
کے مطابق کعب کی خوشبو کی تعریف کی تو اس نے فخر سے سر بلند کر کے کہا کہ میرے پاس عرب کی
سب سے زیادہ خوشبو والی عورت ہے۔ حضرت ابونا نلہ نے کہا کہ اجازت ہو تو سر سونگھ لوں۔ وہ بولا
ہاں ہاں۔ حضرت ابونا نلہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ ڈالا اور خود بھی اس کا سر سونگھا اور اپنے
ساتھیوں کو بھی سونگھایا پھر اس کے سر کو اچھی طرح اپنے قابو میں کر کے ساتھیوں سے کہا کہ ختم کرو
اس دشمن خدا کو۔ سب نے تلواروں سے وار کیا لیکن سب تلواریں آپس میں ٹکرائیں یہ دیکھ کر
حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جلدی سے خنجر اس کے پیٹ میں ڈال دیا اور اللہ کا یہ دشمن واصل جہنم ہو گیا
اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے کر صحابہ یہود کے اس علاقہ سے تیزی سے نکل آئے۔ حضرت حارث
بن اوسؓ کو اس کارروائی کے دوران کسی تلوار کی نوک لگ گئی تھی جس سے وہ زخمی ہو گئے تھے اور زخم
سے خون بہہ رہا تھا۔ بقیع غرقہ کے پاس پہنچ کر انہوں نے زور سے نعرہ لگایا۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ
یہ لوگ کامیاب لوٹے ہیں۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا: ”یہ چہرے
کامیاب رہیں“ ان لوگوں نے کہا آپ ﷺ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول ﷺ اور ساتھ ہی
کعب کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حارثؓ کے

زخم پر آپ ﷺ نے لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ مکمل شفا یاب ہو گئے۔
یہود کو جب اپنے طاغوت کعب بن اشرف کے قتل کا علم ہوا تو ان پر خوف طاری ہو گیا
اور وہ ہمت ہار گئے۔

سریہ زید بن حارثہؓ

غزوہ بدر کے بعد قریش مکہ کے تجارتی قافلے مسلمانوں کے خوف سے مدینہ سے
گزرنے کی بجائے عراق کے راستے شام آنے جانے لگے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس خبر پہنچی کہ
صفوان بن امیہ قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ لے کر گزر رہا ہے اور یہ قافلہ زرنقہ اور تجارتی مال سے
لد اچھا شام سے واپس مکہ جا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس قافلے کی روک ٹوک کے لئے زید بن
حارثہؓ کو سو سواروں کا دستہ دے کر جمادی الآخر ۳ھ میں روانہ فرمایا۔ قافلہ قرہ نامی چشمہ پر پڑاؤ
ڈالنے کے لئے اتر ہی رہا تھا کہ اچانک حضرت زید بن حارثہؓ نے حملہ کر دیا۔ صفوان بن امیہ اور
قافلے کے محافظ بھاگ گئے۔ زیدؓ نے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور قافلے کے رہنما فرات بن
حیان اور دیگر دو افراد کو گرفتار کر لیا اور واپس ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر مالِ غنیمت اور قیدیوں کو آپ
ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مالِ غنیمت کا اندازہ ایک لاکھ درہم تھا۔ خمس نکال کر باقی مال
مجاہدین لشکر میں تقسیم کر دیا۔ فرات بن حیانؓ اسلام لے آئے۔

غزوة أحد

غزوة بدر میں قریش کے سردار بڑی تعداد میں ہلاک ہوئے تھے اور مکہ کا بچہ بچہ مسلمانوں سے اپنے مقتولین کا انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کافی تعداد میں سردار گرفتار بھی ہوئے تھے۔ یہ امر بھی قریش کے لئے باعثِ ذلت تھا۔ پھر انہیں ان کا فدیہ بھی ادا کرنا پڑا جو اڑھائی لاکھ درہم تھا۔ سریہ زید بن حارثہؓ میں قریش کی لاکھ درہم کی چاندی ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ راستے غیر محفوظ ہو کر قریش کی تجارت بے حد متاثر ہوئی۔ مدینہ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد دعوت و اشاعتِ اسلام کا کام آسان ہو گیا تھا اور فوجی قوت کے وسائل بھی پیدا ہو گئے تھے جس کا مظاہرہ بھی وہ غزوة بدر میں دیکھ چکے تھے۔

ابوسفیان، عکرمہ، حارث بن ہشام، عبداللہ بن ربیعہ، صفوان بن امیہ اور دیگر سردارانِ قریش نے غزوة بدر کے بعد ہی باہم مشاورت سے فیصلہ کیا تھا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا نفع لوگوں میں تقسیم کرنے کی بجائے آئندہ جنگی مصارف کے لئے رکھ لیا جائے تاکہ مسلمانوں پر حملہ کر کے اپنی شکست کے داغ کو دھویا جاسکے۔ قریش نے اس فیصلہ کو قبول کر لیا تھا اور صرف اصل رقم لوگوں کو لوٹادی گئی تھی ہر طرف اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو قبیلہ مسلمانوں کے خلاف لڑنا چاہتا ہے وہ قریش کے پرچم تلے جمع ہو جائے۔ مختلف قبیلوں میں خطیب بھجوائے گئے۔ غرض کہ ہر ممکن کوشش جاری رکھی گئی تاکہ بڑی سے بڑی طاقت میسر آسکے اور ایک ہی بار میں مسلمانوں کو مکمل طور پر مٹا دیا جائے ان مسلسل کوششوں سے قریش کے پاس اڑھائی لاکھ درہم جمع ہو گئے اور تین ہزار جانبازوں کا لشکر تیار ہو گیا۔ اس لشکر میں دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ، سات سو زرہ پوش تھے اور ہر آدمی اسلحہ سے لیس تھا۔ لشکر کی قیادت ابوسفیان کو سونپی گئی خالد بن ولید کو رسالہ کا کمانڈر اور عکرمہ کو نائب مقرر کیا گیا۔ جنگی پرچم قدیم دستور کی مطابق بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا۔ ہند زوجہ ابوسفیان کی سرداری میں پندرہ عورتیں بھی تھیں جو فوج کو جوش دلانے اور مرہم پٹی کے لئے ساتھ تھیں۔ ہند کا باپ عتبہ بن ربیعہ چچا اور تین بھائی غزوة بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔

جبیر ابن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو جسے خنجر پھینکنے میں مہارت حاصل تھی بلایا اور کہا کہ وہ اگر حضرت حمزہؓ کو جنہوں نے جبیر کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر میں ہلاک کیا تھا قتل کر دے گا تو اسے تمام عرب میں سب سے بڑا نشانہ باز اور بہادر سمجھا جائے گا۔ ان تیاریوں کے ساتھ لشکر

کفار مکہ سے روانہ ہوا اور مدینہ کے سامنے احد کی وادی میں پہنچا اور وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ بھی قریش کی ان تیاریوں سے بے خبر نہ تھے اور خاموشی سے تیاریوں میں مصروف تھے۔ عم رسول جناب عباس بن عبدالمطلب بھی آپ ﷺ کو ہر چھوٹی بڑی خبر پہنچا رہے تھے۔ اب جب کہ قریش کا لشکر مکہ روانگی کو تیار تھا تو جناب عباس نے ایک قاصد کے ہاتھ ایک خط آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں بتایا گیا کہ قریش مکہ جنگ کے لئے کب نکل رہے ہیں اور ان کی جنگی تیاری کیا ہے تاکہ دشمن کہیں بے خبری میں ان پر وار نہ کر دے یہ قاصد صبار فتاری سے مکہ اور مدینہ کا فاصلہ صرف تین دن میں طے کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خط پیش کیا ابی بن کعب نے اس خط کا مضمون آپ ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے ابی کو تاکید کی کہ وہ اس بات کو مکمل طور پر راز ہی میں رکھے اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے۔ خط آپ ﷺ کو قیام قبا میں موصول ہوا تھا آپ ﷺ فوری طور پر مدینہ پہنچے اور دو بزرگ صحابہ کو قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی خاطر روانہ فرمایا۔ انہوں نے جائزہ لینے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قرب و جوار میں پہنچ چکا ہے اور ان کے چوپائے اطمینان سے مدینہ کے کھیتوں میں چر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس خطرہ سے آگاہ فرمایا اور جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ اب یہ رات مسلمانوں کے لئے بڑی سخت تھی اور وہ ہتھیار بند اور مسلح ہو کر مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں کی حفاظت کے لئے گشت کرنے لگے۔ حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیہ اور سعد بن عبادہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا کام اپنے ذمہ لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ۱۵ شوال ۳ھ جمعہ کی صبح کو مسلمانوں کے اصحاب فکر و رائے کو طلب کیا تاکہ مشورہ کیا جائے کہ جنگ کس طرح لڑی جائے۔ آپ ﷺ نے اپنی رائے دی کہ ہمیں مدینہ کے اندر رہ کر دفاع کرنا چاہئے اور قریش کو باہر رہنے دیا جائے۔ اس میں فائدہ یہ تھا کہ قریش شہر اور اطراف سے ناواقف تھے اور مسلمان شہر اور گرد و نواح کے چپے چپے کو پوری طرح جانتے تھے۔ اس طرح اگر قریش شہر میں داخل ہوں تو ان کو گلی کو چوں میں جنگ کا سامنا ہوگا عورتیں چھتوں سے ان پر پتھر پھینکیں گی اور ان کی بڑی تعداد ہلاک کر کے ان پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔ صحابہ میں سے بعض حضرات آپ ﷺ کی رائے سے متفق تھے لیکن وہ حضرات جو غزوہ بدر میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے اور خاص طور پر نوجوان گروہ نے پُر جوش طریقہ پر رائے دی

کہ قریش سے مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیا جائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اصحاب شوری کی اکثریت شہر سے باہر نکل کر جنگ لڑنا چاہتی ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں شکست کا سامنا نہ ہو۔ اب ان حضرات نے عرض کی کہ ہم اس انتظار میں تھے کہ کب جہاد کا موقع آئے کہ ہم دشمن سے دو دو ہاتھ کر سکیں۔ اب وہ دن آ گیا ہے اور فاصلہ بھی کوئی نہیں آپ ﷺ ہمیں اس سعادت سے محروم نہ فرمائیں۔ صحابہ کا جوش و جذبہ دیکھ کر آپ ﷺ نے طے کیا کہ ہم مدینہ سے باہر نکل کر جہاد کریں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تیاری کریں اور آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے عمامہ بندھوایا پھر دوزرہ پہنیں پھر ایک طرف تلوار اور دوسری طرف کمان پہنی۔ کمر پر ترکش بندھوایا جس میں تیر تھے ہاتھ میں نیزہ لیا اور باہر تشریف لے آئے۔

اس دوران صحابہ نے محسوس کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کا فیصلہ آپ ﷺ کی رائے کے برعکس کیا گیا ہے اس لئے یہ مناسب نہیں۔ لوگوں کو اپنی رائے تبدیل کرنا چاہئے آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو صحابہ نے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ ہمیں آپ ﷺ کی رائے تسلیم ہے اور ہم اپنے اصرار پر معذرت خواہ ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا:

”اللہ کے نبی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ایک بار جب جنگ کا لباس پہن لے تو جنگ کا فیصلہ ہونے سے پہلے اسے اتار دے۔ اب جو فیصلہ ہو چکا اس پر عمل کرو۔ اللہ کا نام لے کر نکلو اور میری ہدایات پر عمل کرتے رہو اور صبر سے کام لو ڈٹ جاؤ اللہ کی مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔“

عمر بن جموحؓ

اسی اثناء میں چار بھائی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے والد عمر بن جموحؓ بہت بوڑھے بھی ہیں ایک پاؤں سے معذور بھی ہیں لیکن جہاد میں شریک ہونے کے لئے بضد ہیں۔ ہم نے ان کو بہت سمجھایا ہے لیکن وہ ہماری بات نہیں مان رہے آپ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ بیٹے والد کو لے کر حاضر ہوئے آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا بھائی سنا ہے آپ جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں اور آپ کا جذبہ قابل قدر

ہے اور اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے۔ آپ کی عمر جہاد پر جانے کی نہیں اور آپ ایک پاؤں سے بھی معذور ہیں اس لئے بھی آپ جہاد پر جانے کے مکلف نہیں ہیں۔ انشاء اللہ آپ کی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب عطا فرمائے گا۔ سیدنا عمرو بن جموح نے عرض کی کہ میرے بیٹے بھی مجھے جہاد پر جانے کو روک رہے ہیں لیکن واللہ مجھے امید ہے کہ اگر جہاد میں میری شہادت ہو گئی تو پاؤں کو گھسیٹنا جنت میں پہنچ جاؤں گا۔ آپ ﷺ مجھے خدا کے لئے ہمرکابی کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس کے جذبے کو دیکھ کر اس کے بیٹوں سے کہا کہ اسے نہ روکو ہو سکتا ہے ان کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہو۔ عمرو بن جموح ہتھیار باندھ کر اس دعا کے ساتھ شامل جہاد ہوئے ”اے اللہ مجھے شہادت نصیب فرما اور مجھے ناامید اپنے گھر واپس نہ لانا۔“ جنگ میں جب اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹا تو حضرت عمروؓ اپنے بیٹے حلالہ کے ساتھ مشرکین کی صفوں میں گھس گئے کچھ دیر دونوں بڑی بہادری سے لڑے آخر شہادت کے درجے کو پہنچے۔ جنگ کے اختتام پر آپ ﷺ نے سیدنا عمرو بن جموح کی نعش کو خاک و خون میں غلطان دیکھ کر فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے کوئی قسم کھالیں تو اللہ اس کو پورا فرمادیتے ہیں عمروؓ بھی انہیں میں سے تھے پھر فرمایا کہ میں انہیں جنت میں دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے قبیلہ اوس کے حضرت اسید بن حضیر قبیلہ خزرج کے حباب بن منذر اور بنی عبدالدار کے حضرت مصعب بن عمیر بن عبدری کو جھنڈے عنایت فرمائے۔ حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں قائم مقام مقرر فرمایا اور ایک ہزار لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ لشکر شیخین نامی ٹیلے کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے لشکر کو روک کر سپاہ کا از خود معائنہ فرمایا اور پندرہ سال سے کم عمر صحابہ کو واپس کر دیا ان میں حضرت زید بن ثابتؓ عبد اللہ بن عمرؓ ابوسعید الخدریؓ اسامہ بن زیدؓ زید بن ارقم اور سعد بن جبہؓ وغیرہ شامل تھے۔

رافع بن خدیجؓ بھی پندرہ سال سے کم عمر کے تھے اور ایک ماہر تیر انداز تھے۔ وہ تن کر انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو گئے اور قد کو لمبا ظاہر کر دیا۔ اس ترکیب سے انہیں اجازت مل گئی۔ سمرہ بن جندبؓ نے باپ سے کہا کہ میں طاقت میں رافع سے زیادہ ہوں آپ ﷺ سے درخواست کر کے مجھے اجازت لے دیں۔ مرثیٰ بن سنان نے حاضر ہو کر اپنے سوتیلے بیٹے کی سفارش کی اور کہا کہ سمرہ کشتی میں رافعؓ کو پچھاڑ سکتا ہے۔ آپ ﷺ اسے بھی جہاد میں شرکت کی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کی کشتی کروائی جائے مقابلے میں سمرہؓ واقعی جیت گئے اور

انہیں جہاد میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی گئی۔ لشکر میں آپ ﷺ کو کچھ نا آشنا لوگ بھی نظر آئے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن ابی کعب کے حلیف یہودی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی مدد قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو مسلمان ہو جاؤ اور شریک جہاد ہو کر ہمارے ساتھ دشمن سے جنگ کرو ورنہ اپنے گھروں کو واپس ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا اور واپس ہو گئے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ لڑائی اب ناگزیر ہے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جنگ تو ہونی نہیں اگر ہوتی تو ہم ٹھہر جاتے اور یہ کہتے ہوئے اپنے تین سوساتھیوں کے دستے کو لے کر واپس چل دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ کے والد عبداللہ بن حرام نے عبداللہ بن ابی کو سمجھایا لیکن اس نے کوئی اثر نہ لیا۔ ایک ہزار کے لشکر سے تین سو آدمی جانے کے باوجود آپ ﷺ کے عزم میں کوئی فرق نہ آیا۔

سورہ آل عمران میں اللہ جل شانہ نے اس موقع کی مناسبت سے یوں بیان فرمایا:

”وہ منافق جب ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت کرو تو کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ بات جب کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔“

(سورہ آل عمران: ۱۴۴: ۱۴۷)

اس شب کو آپ ﷺ نے شیخین میں ہی قیام فرمایا۔ محمد بن مسلمہ نے پچاس صحابہ کے ہمراہ لشکر اور آپ کے خیمہ کی پاسبانی کی۔ رات کے آخری حصہ میں آپ ﷺ نے کوچ فرمایا احد پہنچے تو نماز فجر کا وقت آ گیا اور دشمن کی فوج کے سامنے لشکر رکا اور نماز ادا کی گئی۔

نماز کے بعد آپ ﷺ نے اسلامی لشکر کی صف بندی شروع فرمائی مدینہ کو سامنے اور احد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا۔ مختلف حضرات کو جنگی نقطہ نظر سے ان کی ذمہ داریاں سونپیں۔ لشکر کا دایاں حصہ حضرت منذر بن عمرو کی قیادت میں دیا اور باایاں حصہ زبیر کے سپرد

فرمایا۔ حضرت مقدار بن اسودؓ کو ان کا معاون مقرر فرمایا اور ان کو یہ ذمہ داری بھی سونپی کہ اگر خالد بن ولید کا دستہ ادھر آئے تو اس کی راہ روکنی ہے۔ پھر پہلی صف کا ملاحظہ فرما کر مناسب حضرات کو وہاں متعین فرمایا۔ ان سواروں پر جن کے پاس زرہیں نہ تھیں، سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو کمانڈر مقرر فرمایا۔ اب آپ نے اپنا عمامہ اتار کر آہنی خود پہنا جس میں آہنی کڑیوں کی جھالریں گردن کی حفاظت کے لئے لٹک رہی تھیں۔

مجاہدین کو تمام مناسب جگہوں پر متعین فرما کر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کو درے کی حفاظت کے لئے بٹھایا کہ پشت سے کسی بھی حملہ سے آپ کا لشکر محفوظ رہے۔ اس دستہ کو حکم دیا کہ فتح و شکست کسی بھی حالت میں اس جگہ سے نہ ہٹنا اور فرمایا کہ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم کو مالِ غنیمت ملا ہے تو ہمارے شریک نہ ہونا اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا۔ اگر اس راستہ سے کوئی آ کر ہم پر حملہ کرنا چاہے تو اسے تیروں پر لے آنا اور ہم سے دور رکھنا۔ اس طرح ہماری حفاظت کرنا ہی تمہارا منصب ہے۔

اس منصوبہ بندی سے احد کی بلندیوں کو آپ ﷺ نے اپنی پشت اور دائیں طرف رکھ کر قدرتی طور پر اپنے لشکر کو محفوظ کر لیا تھا اور بائیں طرف کے درے کو اپنے جانباز تیر اندازوں کے ذریعے بند کر دیا تھا اور اپنا کیمپ اونچی جگہ رکھا تھا تاکہ بہتر کنٹرول رکھا جاسکے۔

ادھر کفار کے لشکر نے بھی اپنی تیاری مکمل کر لی۔ ابوسفیان نے دایاں حصہ خالد بن ولید کے سپرد کیا اور بائیں حصہ پر عکرمہ بن ابو جہل کو عبداللہ بن ربیعہ کو تیر اندازوں کا سردار اور سواروں کے دستے کو صفوان بن امیہ کی کمان میں دیا اور جھنڈا بنی عبدالدار کے سپرد کیا۔ ابوسفیان نے غزوہ بدر کے حالات دیکھ کر الی عبدالدار کو طنزیہ کہا کہ بدر میں نصر بن حارث سے جھنڈا گرا اور ہمیں ذلتوں کا سامنا کرنا پڑا اب اگر تم میں ہمت ہے کہ جانیں لڑا کر بھی علم کو اونچا رکھ سکو گے تو آج بھی جھنڈا تمہارا حق ہے ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم اپنا فرض نبھائیں۔ ابوسفیان کا اس گفتگو سے مقصد ان کو مشتعل کرنا تھا انہوں نے جواب میں کہا کہ پہلے جو ہونا تھا ہو چکا اب کے ہر صورت جھنڈے کی عزت کو برقرار رکھا جائے گا خواہ ہم سب قتل ہو جائیں۔

کفار نے اس جنگ میں ایک چال چلی کہ میدان کے اس حصہ میں جہاں مسلمانوں کے پہنچنے کا امکان ہو سکتا تھا گڑھے کھود کر ان پر گھاس ڈال دی تاکہ مسلمان جب ادھر آئیں تو گڑھوں میں گر جائیں۔

ظاہری طور پر اس غزوہ میں مسلمانوں کی قوت بدر کے مقابلے میں کمزور تھی۔ کفار کے ۳۲۰۰ کے لشکر کے مقابلے میں سات سو تھے۔ کفار کے سات سوزرہ پوشوں کے مقابل صرف ایک سوزرہ پوش ایک سو تیر اندازوں کے سامنے پچاس تیر انداز تھے اور ان تیر اندازوں کو بھی ایک درہ پر متعین کر دیا گیا تھا۔ لشکر کفار میں قریشی عورتیں دفین بجایا کر مقتولین بدر کے مرثیے اور رجز گا گا کر مشرکین کو جنگ پر آمادہ کر رہی تھیں۔

”ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلتی ہیں۔ اگر لڑو گے تو سینہ لگالیں گے۔ اگر پیٹھ دکھاؤ گے تو ہم پھٹ جائیں گی۔ ایسی جدائی جس میں محبت کی کوئی رمتق نہ ہو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میری طرف سے حکم نہ ملے کوئی شخص بھی جنگ کا آغاز نہ کرے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی ہمت بندھائی، حوصلہ بڑھایا اور جنگ میں صبر اور برداشت کی تلقین فرمائی۔ فریقین کی صفیں مرتب ہو گئی تھیں آپ ﷺ نے دلولہ جنگ اور جوش پیدا کرنے کے لئے ایک تلوار اپنے دست مبارک میں لی اور صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے۔ یہ سن کر بہت ہاتھ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے لیکن آپ ﷺ نے روک لیا یہاں تک کہ ابو دجانہ سماک بن حرشہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس تلوار کا حق کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے دشمنوں پر ایسی ضربیں لگاؤ کہ یہ مڑ جائے۔ ابو دجانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے تلوار ابو دجانہ کو عطا فرمادی۔

قریش کی جانب سے سب سے پہلے ابو عامر بن صنی الاوسی اپنے قبیلے کے چند افراد اور کچھ غلاموں کے ساتھ حملہ کرنے کی غرض سے میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ ابو عامر زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ اسے زہد اور پارسائی کے باعث راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی ہجرت کے بعد یہ شخص مدینہ سے مکہ آ گیا تھا اور حضور ﷺ نے اس کا نام راہب کی بجائے فاسق تجویز فرمایا تھا۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ قبیلہ اوس کے لوگ جب مجھے میدان میں دیکھیں گے تو وہ آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر مجھ سے آن ملیں گے۔ ابو عامر نے گروہ سے باہر نکل کر آواز دی۔

اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں۔

اوس نے فوراً جواب دیا۔ اے خدا کے فاسق اور نافرمان ہم سے دور ہو جا خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یوں قبیلہ کے ہاتھوں ذلیل ہو کر واپس ہوا اور کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے۔

اب قریش کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور پکارا کہ کون ہے جو مجھے جہنم پہنچاتا ہے یا میری تلوار سے جلد جنت پہنچتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا وہ تیزی سے میدان میں نکلے اور ایک دم شیر کی طرح جست لگا کر طلحہ کو اونٹ سے دبوچ کر زمین پر گرا لیا اور تلوار سے اسے جہنم رسید کیا۔ یہ سب کچھ اس تیزی سے ہوا کہ طلحہ کچھ سمجھ ہی نہ پایا۔ اس پر تکبیر کا فلک شکاف نعرہ بلند ہوا۔ آپ ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ حضرت زبیرؓ کو خصوصی قرب سے نوازا اور فرمایا: ”ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔“

اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا اور میدان میں یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔

”علم بردار کا یہ فرض ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ دشمن کے خون سے

رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔“

حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا اور تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے کندھے سے ناف تک چیرتی چلی گئی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اب جھنڈا ابو سعد بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے فوراً اس پر تیر چلایا جو اس کے حلق پر لگا اور اس کی زبان باہر آگئی پھر آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد مسافع بن طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا جسے حضرت عاصمؓ بن ثابت نے ایک ہی وار میں ہلاک کر دیا۔

پھر حارث بن طلحہ نے علم اٹھایا اور حضرت عاصمؓ نے ہی اسے قتل کیا بقول بعض حضرت زبیرؓ نے قتل کیا۔

اب جھنڈا کلاب بن طلحہ نے پکڑا۔ حضرت زبیرؓ نے اسے ہلاک کر دیا۔

پھر ارطاة بن شرجیل نے علم ہاتھ میں لیا کہ حضرت علیؓ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔

اس طرح مبارزت میں یکے بعد دیگرے قریش کے بائیس سردار ہلاک ہو گئے اور

جھنڈا اٹھانے کی کسی میں ہمت نہ رہی۔ اب قریش کے صبر و ضبط کا پیمانہ ٹوٹ گیا اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ مجاہدین بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ کفار کے پاؤں اکھڑ رہے تھے۔ جنگ پوری شدت سے جاری تھی۔

حضرت ابو دجانہؓ جن کو آپ ﷺ نے اپنی تلوار مرحمت فرمائی تھی انہوں نے سرخ عمامہ جس کا نام ”موت کی پگڑی“ پڑ گیا تھا اپنے سر پر رکھا۔ ہاتھ میں حضور ﷺ کی عطا کردہ تلوار تھی جدھر بھی جاتے صفوں کو چیرتے جاتے جو دشمن سامنے آتا اس کی گردن زمین پر ہوتی۔ اتنے میں انہیں ایک شخص کفار کو جنگ و قتال پر ابھارتا نظر آیا فوراً لپکے کہ اس کی گردن اڑادیں۔ دیکھا تو یہ ہند زوجہ ابوسفیان تھی اٹھا ہوا ہاتھ روک لیا کہ سیفِ رسول ﷺ سے عورت کا قتل احترام کے خلاف تھا۔

حضرت حمزہؓ کے حملوں سے کفار سخت پریشان تھے۔ جس پر ان کی تلوار اٹھتی اس کی لاش زمین پر نظر آتی۔ وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور چھوٹا نیزہ پھینکنے میں اتنا مشاق تھا کہ اس کا نشانہ چوکتا نہ تھا۔ جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا جس کا جبیر کو بہت صدمہ تھا۔ اس نے وحشی بن حرب سے کہا کہ اگر وہ اس کے چچا کے بدلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو قتل کرے گا تو وہ آزاد ہوگا۔

دورانِ جنگ مشرکین کے سباع بن عبد العزیٰ نے پکارا ہے کوئی میرا مقابل؟ سیدنا حمزہؓ اس کی طرف بڑھے اور اس کو تلوار کے ایک ہی وار سے فنا کر دیا۔ وحشی حضرت حمزہؓ کی تاک میں ایک پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہؓ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ پھینکا حضرت حمزہؓ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت حنظلہؓ کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو پائے تھے۔ احد کے جہاد کے لئے اعلان کی آواز جب آپ کے کانوں میں پڑی تو جس حالت میں تھے اسی حالت میں اٹھ کر چل پڑے۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ اس جنگ میں ان کے والد ابو عامر فاسق کفار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ حضرت حنظلہؓ نے آپ ﷺ سے اپنے والد کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ سیدنا حنظلہؓ بے جگری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ لشکر کے وسط میں ان کا مقابلہ ابوسفیان سے ہو گیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا خاتمہ کر دے کہ شداد بن الاسود نے ان پر پیچھے سے وار کر دیا جس سے انہوں نے شہادت پائی۔ لڑائی ختم ہونے پر جب ان

کی لاش کی تلاش کی گئی تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا اس وجہ سے آپ حنظلہ غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔ آپ کی زوجہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ حالت جنابت میں ہی جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔

صحابہ کرام ایسے جم کر لڑے کہ مشرکین مکہ کے پاؤں اکھیڑ دیئے اور وہ اپنی جانوں کو بچانے کے لئے میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ ان کا علم بھی ابھی تک گرا ہوا تھا۔ خالد بن ولید نے تین مرتبہ درہ پر حملہ کیا جہاں آپ ﷺ نے پچاس تیر انداز مقرر فرمائے تھے لیکن ناکام رہا۔ قریش کی رجز خواں عورتیں بھی پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ مسلمان کافروں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے خیموں تک پہنچ گئے اور میدان خالی ہو گیا۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

مسلمانوں کو یقینی فتح پر درے پر متعین تیر اندازوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو کئی تیر اندازوں نے عملی جنگ میں شرکت بھگوڑوں کو قتل کرنے اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے درے کو چھوڑنا چاہا تو عبد اللہ بن جبیر نے انکار کیا اور انہیں ایسا کرنے سے روکا لیکن وہ انکار اور منع کرنے کے باوجود میدان کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت عبد اللہ کے ساتھ دس تیر انداز پہاڑی پر رہ گئے۔

خالد بن ولید نے جو اس جگہ کو فتح کرنے کی تین کوششوں میں ناکام ہو چکا تھا درہ کو خالی دیکھ کر پشت سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ باقی تیر اندازوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شہادت پائی۔ مشرکین کے اس ناگہانی اور یکبارگی حملے سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور مشرک آپ ﷺ کے نزدیک آ پہنچے۔ مسلمانوں کے علمبردار معصب بن عمیر آپ ﷺ کے قریب ہی تھے انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے علم حضرت علیؑ کے سپرد فرمایا۔ حضرت معصبؓ آپ ﷺ کے مشابہہ تھے اس لئے کافروں نے افواہ پھیلا دی کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس افراتفری میں حضور ﷺ کے گرد و پیش کے محافظین صحابہ کا محاذ الگ ہو گیا اور مسلمان جو ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے تھے کفار کے زرعے میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے نہایت بلند آواز میں صحابہ کرام کو بلایا: ”میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔“ ان حالات میں بھی آپ ﷺ کا قدم مبارک بالشت بھر بھی اپنی جگہ سے نہ سرکا اور آپ

ﷺ دشمن کے سامنے ڈٹے رہے۔ آپ ﷺ کے جانثار صحابہ تلواروں کے وار اور تیروں کو اپنے ہاتھوں اور بدن پر روک رہے تھے۔ شجاعت، جانثاری اور قربانی کی بے مثال داستانیں رقم ہو رہی تھیں۔ سات صحابہ کی شہادت کے بعد آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رہ گئے تھے۔ حضرت طلحہؓ اکیلے گیارہ کفار کے مقابلے میں تنہا لڑے۔ تیروں کو اپنے بازوؤں پر روکا۔ احد کے دن اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں اور تیروں کے زخم ان کے جسم پر لگے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی خوب تیر اندازی کر رہے تھے تا کہ مشرکوں کو آپ ﷺ کے قریب نہ آنے دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے ترکش کے تیر بھی حضرت سعدؓ کے سامنے بکھیر دیئے اور فرمایا: سعدؓ انہیں چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔ سعدؓ کے لئے اس سے بڑا فخر اور کیا ہو سکتا تھا۔

مشرکین نے اب سنگ بازی بھی شروع کر دی۔ عتبہ بن وقاص نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکا جو چہرہ مبارک کے دائیں جانب لگا آپ ﷺ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔ آپ ﷺ کا ہونٹ کٹ گیا اور دو دانت شہید ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے بھائی کی یہ حرکت دیکھی تو اسے قتل کرنا چاہا لیکن بعد ازاں حاطب بن بلتعہ نے عتبہ کا پیچھا کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔ عبد اللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی پر پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ ایک اور بد بخت عبد اللہ بن قمرہ نے آپ ﷺ کے کندھے پر تلوار سے وار کیا۔ آپ ﷺ دوہری زرہ کی وجہ سے محفوظ رہے لیکن جھٹکے کی وجہ سے ایک ماہ تک آپ ﷺ درد محسوس کرتے رہے۔

ابن قمریہ نے دائیں جانب کی پسلیوں پر تلوار ماری۔ طلحہؓ نے حضور ﷺ کو بچانے کے لئے ہاتھ پر وار روکا جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس کے بعد اس نے ایک اور وار کیا جس سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خود کی دو کڑیاں رخسار میں پیوست ہو گئیں اور آپ ﷺ وہاں ایک گڑھے میں گر گئے جس سے آپ ﷺ کے گھٹنوں پر چوٹیں آئیں۔ آپ ﷺ بار بار چہرہ مبارک سے خون پونچھتے اور بار بار دعا فرماتے۔

”اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے یہ جانتے نہیں ہیں۔“

ابن قمریہ نے دعویٰ کیا کہ اس نے حضور ﷺ کو شہید کر دیا ہے۔ جس سے مسلمان شکستہ خاطر ہوئے۔ طلحہؓ جو شدید زخمی تھے گڑھے میں اتر کر بیٹھ گئے اور حضور ﷺ کو اٹھا کر اوپر چڑھا دیا۔ گڑھے سے باہر آ کر آپ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے بندو میری طرف آؤ“ صحابہ کرام آپ

ﷺ کی آوازن کر آپ ﷺ کی طرف دوڑے اور دشمن کے ہجوم اور زور نغے کو توڑتے ہوئے آپ ﷺ تک جا پہنچے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے چہرے سے کڑیاں نکالنا چاہیں تو حضرت عبیدہ بن الجراحؓ نے ان کو قسم دے کر یہ خدمت خود ادا کرنا چاہی اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر منہ رکھ کر دانتوں سے پکڑ کر آہستہ آہستہ کڑی کو کھینچنا شروع کیا تا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے۔ جب کڑی نکلی تو عبیدہؓ کا ایک دانت بھی جڑ سے اکھڑ کر باہر آ گیا۔ اسی طرح انہوں نے دوسری کڑی نکالی تو ان کا دوسرا دانت بھی اکھڑ گیا۔

اس اثناء میں حضرت ابو دجانہؓ، حضرت علیؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عمر بن خطابؓ اور حاطب بن ابی بتعہؓ بھی پہنچ گئے۔ جنگ نے پھر شدت اختیار کر لی اب مجاہدین بھی سنبھل چکے تھے۔ آپ ﷺ نے خود بھی کمان سنبھال رکھی تھی تیر چلانے شروع کئے اور اتنے تیر چلائے کہ کمان کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے کمان قتادہ بن نعمان کو دے دی جو آپ ﷺ کے پاس ڈھال بن کر اس طرح کھڑے تھے کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ دشمنوں کا زور جب کم ہو رہا تھا تو ایک تیر حضرت قتادہؓ کی آنکھ پر لگا جس سے آنکھ کا ڈھیلہ باہر آ گیا۔ آپ ﷺ نے ڈھیلے کو اپنی جگہ رکھ کر دعا فرمائی کہ اللہ قتادہ کو حسن و جمال عطا فرمایا اور معجزہ ظہور پذیر ہوا اور آنکھ ایسے ہو گئی گویا اسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

مسلمانوں کی کافی تعداد اب آپ ﷺ کے گرد جمع ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے گھائی کی طرف جانا شروع کیا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ ضعف، نقاہت اور دو زرہوں کے بوجھ کے باعث چٹان پر چڑھنے میں دقت محسوس فرما رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ نیچے بیٹھ گئے اور ان پر پاؤں رکھ کر آپ ﷺ اوپر چڑھے۔ اب سورج ڈھل چکا تھا ابوسفیان اور خالد بن ولید نے عقب سے پھر حملہ کرنے کی کوشش کی اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ یہ ہم سے اوپر کی طرف نہ آنے پائیں۔“ حضرت عمر بن خطابؓ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کے حکم پر زبردست مقابلہ کر کے اس گروہ کو پہاڑ سے اترنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنے خود میں احد کے مہر اس نامی چشمہ سے پانی لائے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا لیکن بدبو کی وجہ سے آپ ﷺ نے پانی نہ پیا البتہ اس سے چہرہ مبارک کا

خون دھویا۔

آپ ﷺ جب چٹان پر چڑھ گئے تو ابی بن خلف آپ ﷺ کا پتہ لگا کر یہ پکارتا آ پہنچا کہ اگر ”محمد ﷺ بچ گئے ہیں تو میں زندہ نہ رہوں۔“ مسلمان چاہتے تھے کہ انہیں ابی سے لڑنے کی اجازت ملے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے نیزہ اس کی گردن پر مارا وہ گھوڑے سے گر گیا۔ بظاہر اس کا زخم معمولی تھا لیکن وہ پکار رہا تھا خدا کی قسم مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا۔ چنانچہ واپسی پر وہ سرف کے مقام پر مر گیا۔

مشرکین مکہ میں سے چونکہ بعض اس خوش فہمی میں تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ (معاذ اللہ) ختم کر دیا ہے اور اب لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس طرح لڑائی کی شدت ٹوٹ گئی۔ اب انہوں نے لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا جس کا کفار عرب میں عام رواج تھا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی میدان میں پھر پھر کر رسول اللہ ﷺ کی نعش تلاش کرتے رہے اور ناکامی پر ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا۔

مسلمانو! کیا تم میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟

آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اسے جواب نہ دو۔ چنانچہ لوگ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا! کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکرؓ) موجود ہیں؟ اس کا جواب بھی اسے خاموشی سے ملا۔

اس پر ابوسفیان نے کہا کیا تم میں عمر بن خطابؓ موجود ہیں؟ اس پر بھی خاموشی اختیار کی گئی۔

اب ابوسفیان بولا یہ سب قتل ہو چکے ہیں اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔

اس پر حضرت عمرؓ چپ نہ رہ سکے اور کڑک کر جواب دیا۔

اے دشمن خدا! جن لوگوں کا تو نے ذکر کیا ہے سب زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ چیز باقی

رکھی جو تیرے لے ناگوار اور ناقابل برداشت ہے اور رسول اللہ ﷺ تیری باتیں سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا پھر ابن قمیہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ تم میرے نزدیک اس سے زیادہ سچے

اور نیک ہو۔

پھر ابوسفیان نے کہا ہمارے آدمیوں کے ہاتھ تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا خدا کی قسم

میں اس فعل سے نہ راضی ہوں اور نہ ناراض نہ میں نے منع کیا اور نہ میں نے حکم دیا۔

پھر ابوسفیان نے نعرہ لگایا: ہبل تیرے لئے سر بلندی ہو۔
 آپ ﷺ کے حکم پر صحابہ نے جواب دیا: اللہ اعلیٰ واجل۔
 ابوسفیان نے کہا ہمارے لئے عزیٰ ہے تمہارے لئے کوئی عزیٰ نہیں۔
 آپ ﷺ نے فرمایا کہو اللہ ہمارا مددگار ہے تمہارا مددگار کوئی نہیں۔
 ابوسفیان بولا آج کا دن بدر کے جواب میں برابر ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے فوراً جواب دیا بدر کے مقابلہ میں آج کا دن برابر نہیں ہمارے شہید
 جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ ابوسفیان نے کہا آئندہ سال پھر بدر میں سامنا
 ہوگا۔ آپ ﷺ کے حکم پر ایک صحابی نے جواب دیا ٹھیک ہے اب یہ بات ہمارے تمہارے
 درمیان طے رہی۔ ابوسفیان اپنے کیمپ میں واپس آیا اور فوراً کوچ کا حکم دیا۔

شام کو وادی الم ناک منظر پیش کر رہی تھی۔ خون انسانی اعضاء اور ستر شہداء کے خون
 آلود لاشے بکھرے پڑے تھے۔ اس شہادت گاہ میں زیاد بن مسکنؓ بھی پڑے ہوئے تھے۔
 جنہوں نے جان دیتے دیتے اپنے زخماں رسول اللہ ﷺ کے تلوؤں سے لگا دیئے تھے۔ سعد بن
 ربیع جنہوں نے جان توڑتے توڑتے حضور ﷺ کی خدمت میں آخری سلام بھیجا اور اہل اسلام کو
 یہ پیغام دیا کہ ”جب تک ایک جھکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے اس وقت تک اگر دشمن نبی
 ﷺ تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔“

جن مقدس شخصیتوں کی نعشوں کو بگاڑا گیا تھا ان میں سیدنا حمزہؓ بن عبدالمطلب، سیدنا
 عبداللہ بن جحش اور سیدنا مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سیدنا حمزہؓ

آپ ﷺ عم محترم سیدنا حمزہؓ کے لاشہ کی تلاش میں نکلے۔ وادی البطحان میں ان کی
 لاش ملی۔ ان کا ناک اور کان کاٹ لئے گئے ہوئے تھے اور پیٹ اور سینہ چاک تھا۔ یہ جگر خراش
 منظر دیکھ کر آپ ﷺ کا دل بھرا آیا اور فرمایا:

”تمہارے انتقال کا سارنج مجھ کو کبھی نہ پہنچے گا۔ میں کبھی ایسی جگہ کھڑا
 نہیں ہوا۔ جہاں اس جگہ سے زیادہ مجھ کو غیض و غضب ہوا ہو۔ اگر خدا
 نے کسی جنگ میں مجھ کو قریش پر غالب کیا تو میں اس کے عوض ان میں

سے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔“

”حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جب حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو رو پڑے اور ہچکی بندھ گئی اور فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہؓ ہوں گے۔ اسی وجہ سے سیدنا حمزہؓ سید الشہداء کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ﷺ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔

”گر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تمہارے ساتھ ظلم کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے اور اے رسول اللہ ﷺ! آپ صبر ہی اختیار کریں اور آپ کا صبر کرنا محض اللہ کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ ان پر غمگین ہوں اور نہ ان کے مکر سے تنگدل ہوں بے شک اللہ صبر کرنے والوں اور نیکوکاروں کیساتھ ہے۔“

(سورۃ النحل: ۱۲۶)

آپ ﷺ نے صبر فرمایا اور اپنا ارادہ فسخ فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب جو حضرت حمزہؓ کی بہن اور حضرت زبیرؓ کی والدہ تھیں جب مدینہ سے شہادت گاہ کی طرف آئیں تو آپ ﷺ کے اشارہ پر حضرت زبیرؓ نے ان کو حضرت حمزہؓ کی نعش دیکھنے سے روکا لیکن سیدہ صفیہؓ نے پورے استقلال سے فرمایا کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑ دی گئی ہے اور اس کی بے حرمتی کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے خدا کی راہ میں یہ بڑی قربانی نہیں۔ بیٹا! میں نہ روؤں گی نہ چلاؤں گی چنانچہ لاش دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر مغفرت کی دعا کی اور لوٹ گئیں۔

ہر خاندان اپنے اپنے شہداء کی تلاش اور شناخت میں تھا کہ خاندان عبدالاشہل نے دیکھا کہ ایک جگہ احیرمؓ بن ثابت ہچکیاں لے رہے تھے پتہ چلا کہ وہ بالکل آخر میں اسلام لا کر شامل ہوئے تھے لوگ انہیں اٹھا کر گھر لے گئے اور وہ وہاں انتقال فرما گئے جسے سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”انہوں نے عمل تھوڑا کیا مگر اجر بہت پایا اور وہ یقیناً جنت میں داخل ہوں

گے۔“

سیدنا عبداللہ بن جحشؓ

عبداللہؓ اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن جحشؓ نے (میرے والد) سعد سے غزوہ احد کے دن کہا کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ چنانچہ دونوں ایک جانب ہو گئے پہلے سعد نے دعا کی کہ اے خدا جس وقت میں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے کر جو مقابلہ میں سخت ہو دلیر اور نہایت غضبناک ہو۔ میں اس سے لڑوں اور اسے تیری راہ میں ہلاک کر دوں اور اس کے ہتھیار لے لوں۔ اس پر عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہی۔ اس کے بعد عبداللہؓ نے خود دعا مانگی۔ اے اللہ میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو بڑا ہی سخت اور زور آور ہو اور اس کا رعب غالب ہو۔ اس سے میں تیرے لئے مقابلہ کرو اور وہ مجھ سے مقابلہ کرے وہ غالب آ کر مجھے قتل کر دے اور پھر میرے ناک اور کان کاٹ لے اور جب میں تیرے حضور حاضر ہوں اور تو پوچھے کہ اے عبداللہ کس کی راہ میں تیرے ناک اور کان کاٹے گئے ہیں تو میں عرض کروں کہ تیرے اور تیرے رسول ﷺ کی راہ میں۔ پس جواب میں تو کہے کہ تم نے سچ کہا۔ سعد کہتے تھے کہ عبداللہؓ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعا قبول کی۔ عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کے بعد قریش نے ان کے ناک اور کان کاٹ لئے اور سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک بڑے سخت کافر کو قتل کیا اور اس کے ہتھیار چھین لیے۔

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بن حرام

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہوئے اور قریش نے ان کا مثلہ کیا۔ جب ان کی لاش حضور ﷺ کے سامنے رکھی گئی تو میں نے باپ کے منہ سے کپڑا ہٹا کر چہرہ دیکھنا چاہا تو صحابہ نے منع کیا۔ میں نے پھر دیکھنا چاہا تو صحابہ نے پھر منع کیا لیکن حضور ﷺ نے اجازت فرمادی۔

میری پھوپھی فاطمہ بنت عمروؓ جب بہت رونے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: روتی

کیوں ہے اس پر تو فرشتے برابر سایہ کئے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھالیا گیا۔

قریش کے ارادہ کی تحقیق

قریش کے لشکر کے احد سے روانگی کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علیؓ اور بعض کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ قریش مکہ کا پیچھا کر کے معلوم کریں کہ ان کا ارادہ کیا ہے اگر وہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے ان کے ساتھ خالی جا رہے ہیں تو وہ مکہ جا رہے ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹ ان کے ساتھ ہیں تو ان کا ارادہ مدینہ پر یلغار کرنے کا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی خواتین اور بچے ہی مدینہ میں تھے مسلمان خود احد کے میدان میں تھے۔ اس طرح مدینہ پر قریش کے حملہ سے خواتین اور بچے غیر محفوظ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر انہوں نے مدینہ کا ارادہ کیا ہے تو میں مدینہ جا کر ان سے دو دو ہاتھ کروں گا۔ حضرت علیؓ نے واپس آ کر بتایا کہ وہ اونٹوں پر سوار ہیں گھوڑے ان کے پہلو میں ہیں اور ان کا رخ مکہ کی جانب ہے۔

مخیر بقی کا قتل

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنو نضیر کے قبیلہ بنو ثعلبہ بن فیطون کا ایک بہت عالم اور دولت مند فرد تھا۔ جب جنگ احد پیش آئی تو اس نے قوم کو کہا اے جماعت یہود! واللہ تمہیں اس کا بخوبی علم ہے کہ تم پر محمد ﷺ کی مدد کرنا واجب ہے یہود نے جواب دیا کہ آج تو ہفتہ کا دن ہے (یہود کے نزدیک ہفتہ کا دن افضل ہے) اس نے کہا ”تم پر ہفتہ کا دن نہ آئے“ پھر اپنے ہتھیار سنبھالے اور کہا اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میرا سارا مال محمد ﷺ کا ہے وہ اسے جس طرح چاہیں صرف کریں۔ پھر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر لڑا اور قتل ہو گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ ہم تک روایت پہنچی ہے کہ مخیر بقی تمام یہود میں بہتر شخص تھا۔ مخیر بقی کے قتل کے بعد اس کی وصیت کے مطابق حضور ﷺ نے اس کے اموال پر قبضہ کر کے سب کچھ مستحقین میں خیرات فرمادیا۔

قرمان کی خودکشی

حضرت عاصم بن قنادہؓ کی روایت ہے جسے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ غزوہ احد

میں شامل ایک شخص اجنبی تھا اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ شخص کون ہے اور کہاں کا ہے۔ وہ اپنا نام قزمان بتاتا تھا۔ حضور ﷺ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ شقی ہوگا۔

معرکہ میں وہ شخص بڑی بے جگری سے لڑا اور سات آٹھ مشرکین کو اس نے ہلاک کیا اور آخر ایک زخم سے گر گیا۔ اسے اٹھا کر بنو ظفر کے گھر لے جایا گیا کچھ مسلمانوں نے کہا اے قزمان۔ واللہ تم نے آج بڑی بہادری کا ثبوت دیا ہے پس تمہیں بشارت ہو قزمان نے جواب دیا کہ بشارت کا ہے کی میں تو صرف اپنے قومی نسبى اعزاز و تقاخر کے تحت لڑا ہوں۔ جب اسے زخم کے باعث تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو اس نے تھیلے سے تیر نکال کر اس سے اپنے بازو کی رگوں کو کاٹ ڈالا جس سے جسم کا خون بہہ نکلا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کو دی گئی تو فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا رسول ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ وہ شخص خودکشی سے مرا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے دوزخی ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔

شہداء کی تدفین

آپ ﷺ نے حکم دیا کہ شہداء کو اسی طرح غسل دیئے بغیر خون آلودہ دفن کر دیں۔ حضرت حمزہؓ کی لاش کو دھوپ سے سائے میں منگوایا اور سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو جبل الرماۃ کے دامن میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے انہیں سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا اور فرمایا کہ شہادت کے بعد آسمان میں فرشتے حمزہؓ کو اللہ کا شیر اور رسول کا شیر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دوسرے شہداء کی نعشوں کو لالا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھا جاتا اور ان پر بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی کہ اس طرح حضرت حمزہؓ پر بہتر نمازیں پڑھیں۔ پھر ایک ہی کفن میں دو دو تین تین شہداء کو لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ بعض لوگ اپنے اپنے عزیزوں کی نعشوں کو مدینہ لے گئے تاکہ انہیں مدینہ میں دفن کریں آپ ﷺ نے قاصد بھجوا کر انہیں بھی واپس منگوایا اور فرمایا کہ جو جہاں شہید ہوئے انہیں وہیں دفن کرو۔

مدینہ واپسی

ان ستر قیمتی خزانوں کو دفن کر کے رسول اللہ ﷺ نے دعائے مغفرت فرمائی اور مدینہ کے لئے روانگی کا حکم دیا۔ آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے۔ احد کی گھاٹی سے نکل کر حرہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: سیدھے ہو جاؤ تا کہ میں اپنے رب کی حمد و ثنا کروں، چنانچہ سب حضرات صفیں باندھ کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

دعائے خطبہ

”اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ جس چیز کو تو کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس چیز کو تو بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جس کو تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جو کچھ تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب لانے والا نہیں اور جس کو تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اے اللہ! کھول دے ہم پر اپنی برکتیں اپنی رحمتیں اپنا فضل اور اپنا رزق۔

اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں قائم رہنے والی نعمت قیامت کے دن اور امن خوف کے دن۔ اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم کو عطا کی اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی۔

اے اللہ! محبوب بنا دے ہمارے لئے ایمان کو اور آراستہ کر دے اس کو ہمارے دلوں میں اور ناپسندیدہ بنا دے ہمارے لئے کفر، فسق اور نافرمانی کو اور بنا دے ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں۔

اے اللہ! وفات دے ہم کو اسلام کی حالت میں اور ملا دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ اس حال میں کہ نہ ہم رسوا ہوں نہ پشیمان۔ اے اللہ

ہلاک کر دے ان کافروں کو جو جھٹلاتے ہیں تیرے رسولوں کو اور جو روکتے
ہیں تیرے راستے سے اور ڈال ان پر بری آفت اور نازل کر ان پر اپنی مار
اور اپنا عذاب اور ہلاک کر ان کافروں کو جن کو دی گئی کتاب۔ اے اللہ
الحق۔“

آپ ﷺ سر شام مدینہ پہنچے اور حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ زخمی صحابہ کی
مرہم پٹی کی گئی۔ مدینہ میں داخل ہوئے تو تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ عورتیں چیختی چلاتی نوحہ گری
کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور نوحہ گری سے منع
فرمایا۔

جنگ کے حالات اور مسلمانوں کو غم زدہ دیکھ کر یہود اور منافقین خوشیاں منا رہے تھے
اور طرح طرح کے طعن و تمسخر اڑا رہے تھے، کئی کہتا کہ ہماری صائب رائے کسی نے نہ مانی تو کوئی
کہتا کہ ان مجرموں کو ہم نے خواہ مخواہ اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ منافقین تمام کوششوں کے باوجود
مخلصین میں کوئی نفاق یا بددلی پیدا کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے۔ مسلمانوں کے حوصلے اب
بھی بلند تھے۔

آپ ہیں تو سب مصائب ہیچ ہیں

میدان جنگ سے آنے والوں نے بنی دینار کی ایک خاتون جو راہ میں کھڑی تھی بتایا
کہ جنگ میں اس کا باپ بھائی اور شوہر شہید ہو گئے ہیں تو اس نے پوچھا: ”رسول اللہ ﷺ کا کیا
حال ہے۔“ بتایا گیا کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں تو وہ بے اختیار بولیں۔ آپ زندہ ہیں تو سب
مصیبتیں ہیچ ہیں۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہد دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

سیدہ سمیراؓ

سیدہ سمیراؓ بنت قیس بھی احد کی طرف گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھیں۔ راستے
میں ہر مجاہد سے دریافت کرتیں کہ حضور ﷺ کیسے ہیں۔ کسی نے سیدہ سمیراؓ کو بتایا کہ اس نے

دونوں بیٹے نعمان اور سلیمؑ شہید ہو گئے ہیں۔ سیدہ سمیراؑ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ جواب ملا الحمد للہ آپ ﷺ ویسے ہی ہیں جیسا تو ان کو دیکھنا چاہتی ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں تاکہ میں خود ان کو دیکھ لوں۔

حضرت سعد بن معاذ رئیس اوس کے بھائی عمرو بن معاذ شہید ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ان کی سن رسیدہ والدہ سے تعزیت کرنا چاہتے تھے۔ سعد کو معلوم ہوا تو والدہ کو خود آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے تاکہ آپ ﷺ کو ان کے پاس جانے کی زحمت نہ ہو۔ آپ ﷺ نے بیٹے کی شہادت پر اظہار ہمدردی کی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ ﷺ سلامت ہیں تو ہم کو کیا غم ہے۔

مسلمانوں نے استقامت، ایثار اور ایمان کی پختگی کی لاتعداد مثالیں رقم کیں جن کی مثال تاریخ کبھی دہرانہ سکی اور نہ دہرا سکے گی۔ یہ جنگ اصل میں ایک ناتمام جنگ تھی جس میں کسی کو فتح یا شکست نہ ہوئی نہ ہی مسلمانوں کے کسی فرد کو قیدی بنایا گیا اور نہ ہی مسلمانوں نے شکست خوردہ ہو کر میدان چھوڑا۔ جنگ کے پہلے دور میں کفار کی کثیر جنگی قوت کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مختصر جمعیت کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ ابوسفیان کو کمپ تک بادیا گیا اور ان کے سردار کافی تعداد میں ہلاک ہوئے لیکن جبل الرماہ پر متعین دستہ کا غلط فہمی کے باعث وہاں سے ہٹنا اور خالد بن ولید کے رسالے کے عقب سے حملے نے ایسے حالات پیدا کئے کہ مسلمانوں کو مدافعتانہ جنگ لڑنی پڑی۔ یہاں پر آپ ﷺ کا صبر و استقامت بھی بے مثال ہے کہ بدترین حالات میں بھی آپ ﷺ اپنے مقام پر قائم رہے اور پھر جنگی حکمت عملی کے طور پر بلندی پر منتقل ہوئے۔ فدائیں کا کردار بھی بے مثل ہے جنہوں نے پروانہ وار آپ ﷺ کی حفاظت میں جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ مشرک بددل ہو کر شام سے پہلے تیزی سے میدان سے نکل گئے۔ اگلے روز مسلمانوں نے مشرکین کا حراء الاسد تک تعاقب کیا اور تین دن تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اس لئے مسلمانوں کو احد میں شکست قرار دینے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔

اصل میں یہ جماعت ابھی تازہ تازہ بنی تھی اور اس کی تربیت بھی ابھی مکمل نہ ہو سکی تھی کہ یہ جنگ مدافعت سر پر آن پڑی جس کے باعث بعض کمزوریوں کا بھی ظہور ہوا۔ پروردگار عالم نے اس جنگ کے بارے میں مفصل تبصرہ فرمایا ہے اور سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات میں اس معرکے کے ایک ایک مرحلے پر روشنی ڈالی ہے مسلمانوں کو ہزیمت کے اسباب کی نشاندہی کی اور

ان کی کمزوریوں کو بیان کر کے اصلاح کی ہدایت فرمائی اور کمال شفقت اور کرم و فضل سے ان کی لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ منافقین کے کردار کو بھی کھول کر بیان فرمایا اور ان کو بے نقاب کر کے علیحدہ کر دیا۔

چند آیات ہدیہ ناظرین ہیں۔

”دل شکستہ نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ تم میں سے کچھ کو مرتبہ شہادت دے۔“

(سورہ آل عمران: ۱۳۹: ۱۴۰)

”اور یہ تو اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ تمہارے سینوں میں چھپی باتوں کو آزما لے اور تاکہ اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے نکھار دے۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اللہ اہل ایمان کو خامیوں سے پاک کر کے کندن بنا دے اور کافروں (کے عزائم) کو مٹا دے۔“

”اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا پورا کر دکھایا جب کہ تم اس کے حکم سے مشرکوں کو قتل کر رہے تھے تا آنکہ جب تم کمزور پڑے اور محاذ سے ہٹنے نہ ہٹنے کے بارے جھگڑنے لگے اور تمہیں دکھادی (وہ چیز) جسے تم چاہتے تھے یعنی فتح و نصرت تو تم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور بات دراصل یہ ہے کہ تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ فلاحِ آخرت کے خواہش مند تھے۔ پھر اللہ نے کافروں کی طرف سے تمہارا رخ پھیر دیا تاکہ تمہارا امتحان کرے اور بے شک اللہ نے تمہاری خطا معاف فرمادی کیونکہ وہ ایمان والوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔“

(آل عمران: ۱۵۲)

”وہ وقت یاد کرو جب تم بھاگ رہے تھے اور (تم پر ایسی وحشت طاری تھی کہ) پلٹ کر کسی کو دیکھتے ہی نہ تھے اور (اللہ کا) رسول تمہیں بلا رہا تھا تمہارے ان افراد کے ساتھ جو پیچھے اس کے پاس رہ گئے تھے پس اللہ نے تم کو (مال غنیمت کی طرف مائل ہونے کی پاداش میں) غم پر غم دیئے یہ سکھانے کے لئے کہ جو مصیبت تمہیں پیش آئے اس پر غم نہ کرو اور اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔“

(آل عمران: ۱۵۳)

”یقین کرو کہ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جب (احد کے مقام پر) دو لشکر برسر جنگ ہوئے ان کو ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے جو ان سے سرزد ہوئیں شیطان نے بہکا دیا بعد میں اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔“

(آل عمران: ۱۵۵)

”پھر اللہ نے تم پر ایک اطمینان کی حالت طاری کی اور اونگھ نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھک لیا اور ایک گروہ کو جو منافق تھے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔“

(آل عمران: ۱۵۴)

جنگ کے خاتمہ پر اب جب کہ مومنین پوری طرح تھک چکے تھے اور گھائی میں محفوظ تھے انہیں حالات کے باعث دکھ اور صدمہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اور مہربانی فرمائی کہ ان پر نیند طاری کر دی اور وہ جہاں بھی تھے سو گئے اور جب وہ نیند کے بعد اٹھے تو سب تروتازہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان پر اس مہربانی کو بیان کیا۔

”اور کوئی برائی ان کو نہ پہنچی اور اللہ کی رضامندی کی انہوں نے پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

(آل عمران: ۱۷۴)

جب رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
 ”اور محمد ﷺ تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت
 سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم اٹنے
 پاؤں پھر جاؤ؟ اور جو اٹنے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر
 سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔“

(آل عمران: ۱۴۴)

اس افواہ کو سن کر بعض مسلمان ہمت ہار گئے اور کہنے لگے اب آپ ﷺ کے بعد لڑ کر
 کیا کریں گے۔ حضرت انسؓ بن نصر نے کہا اے لوگو! اگر آپ ﷺ شہید ہو گئے تو ان کا رب تو
 قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آپ ﷺ نے جہاد و قتال کیا اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مر
 جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر کافروں کی فوج میں گھس گئے مقابلہ
 کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

خواتین کی شمولیت

جنگ کے خاتمہ پر کچھ مسلم خواتین احد پہنچیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور
 سیدہ ام سلیمؓ بنت ملحان بن خالد پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں۔
 سیدہ ام سلیطہؓ مجاہدین کے لئے مشکیزے بھر بھرتی رہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ نے
 آپ ﷺ کے چہرے سے خون صاف کیا اور جب خون بہنا بند نہ ہوا تو چٹائی کا ٹکڑا جلا کر راکھ
 زخموں میں بھری تو خون بند ہوا۔

سیدہ ام ایمنؓ نے بھی زخمیوں کو پانی پلایا۔

سیدہ ام عمارہ نسبیہؓ قبیلہ خزرج سے تھیں وہ صبح ہوتے ہی پانی کا مشکیزہ کاندھے پر
 اٹھا کر مجاہدین کی صفوں میں گشت کرتیں اور انہیں پانی پلاتیں۔ ان نازک حالات میں جب
 مشرکوں نے آپ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا تو سیدہ عمارہؓ نے مشکیزہ پھینکا اور تلوار لے کر
 آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے مجاہدین میں شامل ہو کر جہاد کیا۔ ابن قتیہ نے آپ ﷺ پر حملہ کیا
 تو تلوار ام عمارہؓ کے کندھے پر لگی اور گہرا زخم آیا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی بڑھ کر اس مشرک ابن
 قتیہ پر وار کیا مگر وہ دوزرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے علاوہ بھی چند دیگر صحابیات نے زخمیوں کی

”وہ وقت یاد کرو جب تم بھاگ رہے تھے اور (تم پر ایسی وحشت طاری تھی کہ) پلٹ کر کسی کو دیکھتے ہی نہ تھے اور (اللہ کا) رسول تمہیں بلا رہا تھا تمہارے ان افراد کے ساتھ جو پیچھے اس کے پاس رہ گئے تھے پس اللہ نے تم کو (مال غنیمت کی طرف مائل ہونے کی پاداش میں) غم پر غم دیئے یہ سکھانے کے لئے کہ جو مصیبت تمہیں پیش آئے اس پر غم نہ کرو اور اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔“

(آل عمران: ۱۵۳)

”یقین کرو کہ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جب (احد کے مقام پر) دو لشکر برسر جنگ ہوئے ان کو ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے جو ان سے سرزد ہوئیں شیطان نے بہکا دیا بعد میں اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔“

(آل عمران: ۱۵۵)

”پھر اللہ نے تم پر ایک اطمینان کی حالت طاری کی اور اونگھ نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھک لیا اور ایک گروہ کو جو منافق تھے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔“

(آل عمران: ۱۵۴)

جنگ کے خاتمہ پر اب جب کہ مومنین پوری طرح تھک چکے تھے اور گھاٹی میں محفوظ تھے انہیں حالات کے باعث دکھ اور صدمہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اور مہربانی فرمائی کہ ان پر نیند طاری کر دی اور وہ جہاں بھی تھے سو گئے اور جب وہ نیند کے بعد اٹھے تو سب تروتازہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان پر اس مہربانی کو بیان کیا۔

”اور کوئی برائی ان کو نہ پہنچی اور اللہ کی رضا مندی کی انہوں نے پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

(آل عمران: ۱۷۴)

جب رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
 ”اور محمد ﷺ تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت
 سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم اٹے
 پاؤں پھر جاؤ؟ اور جو اٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر
 سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔“

(آل عمران: ۱۴۴)

اس افواہ کو سن کر بعض مسلمان ہمت ہار گئے اور کہنے لگے اب آپ ﷺ کے بعد لڑ کر
 کیا کریں گے۔ حضرت انسؓ بن نضر نے کہا اے لوگو! اگر آپ ﷺ شہید ہو گئے تو ان کا رب تو
 قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آپ ﷺ نے جہاد و قتال کیا اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مر
 جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر کافروں کی فوج میں گھس گئے مقابلہ
 کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

خواتین کی شمولیت

جنگ کے خاتمہ پر کچھ مسلم خواتین احد پہنچیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور
 سیدہ ام سلیمؓ بنت ملحان بن خالد پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لے کر زخموں کو پانی پلاتی رہیں۔
 سیدہ ام سلیطہؓ مجاہدین کے لئے مشکیزے بھر بھرتی رہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ نے
 آپ ﷺ کے چہرے سے خون صاف کیا اور جب خون بہنا بند نہ ہوا تو چٹائی کا ٹکڑا جلا کر راکھ
 زخموں میں بھری تو خون بند ہوا۔

سیدہ ام ایمنؓ نے بھی زخموں کو پانی پلایا۔

سیدہ ام عمارہ نسیبہؓ قبیلہ خزرج سے تھیں وہ صبح ہوتے ہی پانی کا مشکیزہ کاندھے پر
 اٹھا کر مجاہدین کی صفوں میں گشت کرتیں اور انہیں پانی پلاتیں۔ ان نازک حالات میں جب
 مشرکوں نے آپ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا تو سیدہ عمارہؓ نے مشکیزہ پھینکا اور تلوار لے کر
 آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے مجاہدین میں شامل ہو کر جہاد کیا۔ ابن قمیہ نے آپ ﷺ پر حملہ کیا
 تو تلوار ام عمارہؓ کے کندھے پر لگی اور گہرا زخم آیا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی بڑھ کر اس مشرک ابن
 قمیہ پر وار کیا مگر وہ دوزرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے علاوہ بھی چند دیگر صحابیات نے زخموں کی

خدمت کی۔

اس غزوہ میں شہداء کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے لیکن متفق علیہ تعداد ستر بتائی جاتی ہے۔ مشرکین کے بائیس یا سینتیس افراد ہلاک ہوئے۔ شہداء میں بھاری تعداد انصار کی تھی یعنی پینسٹھ جن میں ۴۱ خزر ج سے اور ۲۴ اوس سے مہاجرین شہداء کی تعداد چار تھی اور ایک یہودی قتل ہوا تھا۔

غزوہ حمراء الاسد

احد سے واپسی پر پہلی رات بعض خدشات کے باعث ہنگامی حالت میں گزری۔ تھکن سے چور مسلمان رات بھر شہر کے راستوں اور گزرگاہوں کا پہرہ دیتے رہے۔ اس بات کا اب بھی خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ مشرکین کہیں پلٹ کر مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔

۱۵ اشوال کی شام ابوسفیان میدان احد سے روانہ ہو کر مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر مقام روجاء میں ٹھہرا۔ اس نے سوچا کہ کام تو نا تمام رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا ہے۔ اس صورت میں واپسی کی بجائے یہیں سے پلٹ کر مسلمانوں پر اس حالت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دفعۃً حملہ کر دینا چاہئے اور ان کو ختم کر دینا چاہئے۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان کو سمجھایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم مکہ واپس چلے جائیں اصحاب اس وقت جوش سے بھرے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ فتح کی بجائے تم ناکام ہو جاؤ۔

آپ ﷺ کے مخبر نے قریش کے ارادوں سے آپ ﷺ کو صبح صادق کے وقت اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اسی وقت حضرت بلالؓ کو بھیج کر مدینہ میں منادی کروادی کہ وہ تمام صحابہ کرام جو غزوہ احد میں شریک تھے روانگی کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ۳۶۰ صحابہ کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور حمراء الاسد پہنچ کر قیام فرمایا۔

قبیلہ خزاعہ ابھی تک ایمان نہ لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرف دار تھا۔ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہدائے احد کی تعزیت کی۔ اس کے بعد وہ ابوسفیان کے پاس گیا۔ ابوسفیان نے اسے بتایا کہ وہ مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ معبد نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ تمہارے تعاقب کے لئے نکلے ہیں۔ ابوسفیان یہ سنتے ہی مکہ بھاگ کھڑا ہوا اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ آپ ﷺ تین دن وہاں قیام پذیر رہ کر مدینہ واپس ہوئے۔ آپ ﷺ کے اس جنگی اقدام سے منافقین اور یہود حیرت زدہ رہ

گئے اور ان پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اس غزوہ میں صحابہ نے دو کافروں کو گرفتار کیا۔ یہ معاویہ بن مغیرہ بن امیہ اور ابو عزمہ شاعر تھے اور یہ دونوں آپ ﷺ کے حکم سے تہ تیغ کئے گئے۔ ابو عزمہ غزوہ بدر میں گرفتار ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے اس شرط پر رہا فرمایا تھا کہ وہ آئندہ کفار کی مدد کو نہیں آئے گا مگر اس نے عہد شکنی کی اور دوبارہ غزوہ حراء الاسد میں دوبارہ کفار کی فوج میں آیا۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا ”مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔“

۳ ہجری کے دیگر واقعات

حضرت حفصہؓ سے عقد

حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر فاروقؓ پہلے حنیسؓ بن حذافہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت حنیسؓ غزوہ بدر میں شدید زخمی ہوئے اور بدر اور احد کے مابین ان کی وفات ہوئی اور حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔ ذی قعد ۳ھ میں حضرت حفصہؓ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں آ گئیں۔ حضرت حفصہؓ بہت بلند ہمت اور سخاوت شعار تھیں۔ حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ آپ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں۔ آپ سے ساٹھ احادیث منسوب ہیں جن میں سے پانچ بخاری شریف میں مذکور ہیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے عقد

حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو عدت پوری ہونے کے بعد ان کا نکاح ذی الحجہ ۳ھ میں رسول اللہ ﷺ سے ہوا۔ حضرت زینبؓ اس عقد کے دو تین ماہ بعد ربیع الاول ۴ھ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد یہ دوسری ام المؤمنین ہیں جن کی وفات آپ ﷺ کی حیات میں ہوئی۔ مسکینوں پر رحم و مروت اور کثرت صدقہ کی بناء پر آپ کا لقب ”ام المساکین“ پڑھ گیا تھا۔

حضرت حسنؓ کی ولادت

اسی سال حضرت حسن بن علیؓ کی ولادت نصف رمضان میں ہوئی۔ آپ سیدہ فاطمہؓ

الزہرہ کے صاحبزادے تھے۔

ولادت حضرت ابوالطفیل عامر بن وائلؓ

اس سال حضرت ابوالطفیل عامرؓ کی ولادت ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آٹھ سال پائے۔ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ روئے زمین کے تمام اصحابہ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ ان کا انتقال ۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حج کے موقع پر ان کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔

سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح

حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہؓ انتقال فرما چکی تھیں۔ ربیع الاول ۳ھ میں آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا اور جمادی الآخر ۳ھ میں ان کی رخصتی ہوئی۔

قانون وراثت کا نزول ہوا

مشرکہ سے نکاح

اب تک مسلمان سے مشرکہ کے نکاح پر کوئی پابندی عائد نہ تھی۔ اس سال اس کی بھی تحریم نازل ہوئی۔

۴ ہجری

سریہ ابو سلمہؓ

احد کے واقعات نے مسلمانوں کی ساکھ کو بری طرح متاثر کیا اور منافقین کے دلوں سے ان کی ہیبت جاتی رہی۔ مشرکین، منافقین اور یہود کھل کر عداوت کا مظاہرہ کرنے لگے اور مسلمان خطرات سے دوچار رہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی حکمت بالغہ نے اس نئی صورت حال کو بدل کر مسلمانوں کی ہیبت رفتہ واپس دلادی یہ سریہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی۔

مدینہ میں اطلاع پہنچی کہ خویلد کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنے قبیلے کے افراد کو ساتھ لے کر بنو اسد کو آپ ﷺ پر حملہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور مفسدوں کا گروہ قطن کے مقام پر جمع ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے یکم محرم ۴ھ کو ابو سلمہ مخزومیؓ کو علم عطا فرمایا اور سپہ سالار مقرر کر کے ۱۵۰ مجاہدین کا دستہ دے کر قطن روانہ فرمایا۔ سیدنا ابو سلمہؓ معمول کے راستہ کو چھوڑ کر تیز رفتاری سے قطن پہنچے اور مفسدین پر اچانک حملہ کر دیا۔ مفسدین منتشر ہو کر فرار ہو گئے اور کوئی مزاحمت نہ کی۔ صرف تین چرواہے گرفتار ہوئے مفسدین کی بکریوں اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور مدینہ لوٹ آئے ابو سلمہؓ غزوہ احد میں زخمی ہوئے تھے اور زیر علاج تھے اس سریہ میں ان کے زخم جو مندمل ہو گئے تھے دوبارہ کھل گئے جس کے باعث وہ جمادی الاول ۴ھ کے آخری ہفتہ میں وفات پا گئے۔

وادی عرفہ کی مہم سریہ عبداللہؓ بن انیس

۵ محرم ۴ھ کو مخبروں نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ خالد بن سفیان ہذلی و لحيانی مدینہ پر حملہ کرنے کی خاطر جیش ترتیب دے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن انیس کو خالد کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ نے عرفہ پہنچ کر کسی ترکیب سے خالد کا سر کاٹ لیا اور ۲۳ محرم کو مدینہ پہنچ کر خالد کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر اپنا عصا مبارک ان کو عطا کیا اور فرمایا کہ جنت میں اس کے سہارے چلنا۔ حضرت عبداللہؓ نے زندگی بھر اس عصا کو بڑی حفاظت سے رکھا اور ان کی وفات پر ان کی وصیت کے مطابق یہ عصا ان کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

رجیع کا حادثہ

خالد بن سفیان کے قبیلہ دار کچھ عرصہ تو خاموش رہے آخر انہوں نے اپنے مقتول کا بدلہ لینے کے لئے ایک سازش تیار کی۔ اس قبیلہ بنو لحيان کے لوگ مدینہ جا کر کچھ نہیں کر سکتے تھے انہوں نے عضل وقار سے ساز باز کی اور ان قبائل کے سات آدمی تیار کئے ہو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ چند عالم و مبلغ بھیجئے جو قرآن پڑھائیں اور شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں۔

آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا اور ان کے ساتھ چھ اصحاب تعلیم دین کے لئے روانہ کئے۔

۱۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت بن ابی الاحق

۲۔ حضرت مرشدؓ بن ابی مرشد الغنوی

۳۔ حضرت خالدؓ بن بکیر اللیشی

۴۔ حضرت خبیبؓ بن عدی

۵۔ حضرت زیدؓ بن الدثنہ

۶۔ حضرت معتبؓ بن عبید

۷۔ حضرت عبداللہؓ بن طارق

بعض روایتوں میں دس اصحاب بھجوانے کا ذکر ہے۔

عضل اور قارہ نے مدینے سے واپسی سے پہلے ہی خفیہ طور پر بنی لحيان کو اطلاع بھیج دی کہ ہم مسلمانوں کو لے کر آ رہے ہیں۔ تم آ جاؤ جب یہ لوگ مکہ اور عسفان کے درمیان مقام رجیع پر پہنچے تو مشرکین کا ایک مسلح دستہ جس میں دو سو افراد تھے اور ان میں ایک سو تیرا انداز تھے نمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں تاکہ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اس پر وہ پکارے کہ واللہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے اور اللہ کا واسطہ دے کر عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہ کریں گے بلکہ اہل مکہ کے حوالے کر دیں گے۔ مسلمانوں نے حوالگی سے انکار کر دیا اور کہا کہ واللہ ہم کسی مشرک کا کوئی عہد قبول نہیں کرتے۔ صحابہ نے جنگ کی اور چار شہید ہو گئے۔

اب باقی صحابہ کو قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ جنگ روک دیں انہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اس پر حضرت زیدؓ، حضرت خبیبؓ اور حضرت عبداللہؓ نے نرمی اختیار کی اور خود کو ان کے سپرد کر دیا۔ ان کی حواگی پر ان کو رسیوں سے جکڑ کر مکہ کی طرف لے جایا گیا تاکہ ان کو کفار کے ہاتھوں بیچ دیں۔ جب یہ لوگ مقام ظہران پر پہنچے تو عبداللہؓ بن طارق نے اپنے ہاتھ رسی کے پھندے سے چھڑا کر اپنی تلوار کھینچ لی۔ مشرکوں نے ان پر پتھر برسایا کہ ان کو شہید کر دیا۔ چنانچہ ان کی قبر آج بھی ”ظہران“ میں موجود ہے۔

مکہ پہنچ کر مشرکین نے حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ کے پاس بیچ دیا۔ زید نے اس کے والد امیہ بن خلف کو جنگ بدر میں ہلاک کیا تھا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا جن کا باپ بدر میں ہلاک ہوا تھا۔ دونوں صحابہ کی خریداری بدر کے اپنے مقتول عزیزوں کا بدلہ لینے کے لئے ہوئی۔ ابھی محرم الحرام کا مہینہ تھا۔ اس لئے دونوں صحابہ کو محترم مہینوں کے گزرنے تک قید میں رکھا اور صفر ۴ھ میں ان دونوں کو ایک ہی دن شہید کر دیا گیا۔

حضرت خبیبؓ کو ”تنعیم“ میں حدودِ حرم سے باہر لے جایا گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی مہلت مانگی جس کی اجازت دے دی گئی نماز ادا کر کے آپ نے فرمایا:

”بخدا! اگر تمہاری طرف سے اس بدگمانی کا شبہ نہ ہوتا کہ میں موت کے ڈر سے نماز کو طول دے رہا ہوں تو ابھی قیام و قعود میں اضافہ کرتا۔ اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر قتل کیا جا رہا ہے۔ اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے پھر انہیں بکھیر کر مارنا اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑنا۔“

اس پر ابوسفیان نے کہا: اے خبیب کیا تم اس پر راضی ہو کہ محمد (ﷺ) تمہاری جگہ پر ہوں؟ حضرت خبیبؓ نے فرمایا:

”نہیں خدا کی قسم میں اپنی جان بچانے کے عوض آپ ﷺ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا چھینا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔“

پھر ابوسرودہ بن حرث بن عامر بن نوفل بن عبدمناف نے انہیں مارا پھر سولی پر لٹکا دیا اور وہ شہادت کا رتبہ پا گئے۔ کفار نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو سولی پر لٹکائے رکھا اور جب یہ خبر

آپ ﷺ کو ملی تو فرمایا: کون ہے جو خبیث کو سولی سے اتار لائے؟ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت مقدار بن اسودؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لائیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات مکہ کی جانب روانہ ہو گئے اور حضرت خبیثؓ کی شہادت کے چالیس دن بعد رات کے وقت تنعیم پہنچے دیکھا کہ لاش بالکل تر و تازہ ہے اور ہاتھ کے زخم سے خون ابھی ٹپک رہا ہے۔ کفار مکہ جو لاش کی حفاظت کے لئے موجود تھے سب سوئے ہوئے تھے۔ دونوں صحابہ کرام نے لاش کو سولی سے اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر مدینہ لے آئے۔

اس واقعہ پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے ہجو کہی جس کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل

ہے۔

اللہ تعالیٰ قبیلہ لحيان کی کھال ادھیڑ کر رکھ دے انہوں نے ہمارے آدمیوں سے غداری کر کے قتل کر دیا ہم ان کے خون کا بدلہ لیں گے تو یہ غداری نہیں ہوگی۔

انہوں نے چشمہ رجب کے موقع پر ایک ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جو ایک آزاد عورت کا بیٹا اور اپنی محبت و خلوص کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد شخص تھا۔ اگر یہ تمام کے تمام قتل کر دیئے جائیں تو بھی ان سب کے خون اصحاب رجب کے خون کا حق پورا نہ کر سکیں گے۔ ہاں ان قاتلوں کو قتل کر دینے میں میرے دل کو تسکین ہے۔

اگر میں زندہ رہ گیا تو صبح کے وقت چھا جانے والے بادل کی طرح قبیلہ ہذیل پر چھا یہ مار کر انہیں خوف زدہ کر دوں گا اور مال غنیمت لے کر واپس آؤں گا۔

کافروں نے حضرت عاصمؓ بن ثابت کا سر کاٹنے کی بڑی کوشش کی تاکہ وہ اسے سلافہ بنت سعد کے پاس مکہ لے جا کر انعام حاصل کریں۔ غزوہ احد میں سلافہ کا بیٹا مسافع بن طلحہ حضرت عاصمؓ کے تیر لگنے سے ہلاک ہوا تھا اور سلافہ نے قسم کھالی تھی کہ وہ حضرت عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور وہ اس کھوپڑی لانے والے کو ایک سواونٹ انعام میں دے گی۔ بھیڑوں نے اس مقدس شہید کی لاش کے گرد ایسا حلقہ باندھ لیا کہ کسی کو نعش کے قریب آنے کی

جرات نہ ہوئی پھر شدید بارش ہوئی اور اس کے ریلے میں یہ نعرہ خدا جانے کہاں پہنچ گئی۔

سریۃ القراء المیہ بر معونہ

ماہ صفر ۴ھ میں نجد کے ایک قبیلہ کلاب کا ایک رئیس ابو البراء عامر بن مالک بن جعفر عامری جو نیزہ بازی کا ایک مشہور کھلاڑی تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے دعوت اسلام دی لیکن اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ انکار کیا بلکہ کہا کہ اے محمد ﷺ! میں آپ کی اس تحریک کو اچھا سمجھتا ہوں۔ میری قوم میری تابع ہے۔ اگر آپ ﷺ اپنے کچھ اصحاب میرے ساتھ روانہ فرمائیں جو میرے لوگوں میں دین کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ میرے لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اہل نجد کی طرف سے اطمینان نہیں تو وہ شخص کہنے لگا میں ضامن ہوں یہ لوگ میری پناہ میں رہیں گے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت منذر بن عمرو کے ساتھ چالیس صحابہ کو اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ستر صحابہ کی ایک جماعت کو جن کا تعلق اہل صفہ سے تھا اور جو سوائے تعلیم قرآن کے اور کوئی کام نہ کرتے تھے یہ سب قاری اور حافظ قرآن تھے۔ ابو البراء عامر کے ساتھ کر دیا۔

بر معونہ پانی کا ایک کنواں ہے جو بنی سلیم کی ملکیت ہے لیکن بنی عامر اور بنی سلیم کے درمیان ہے البتہ حرہ بنی سلیم سے زیادہ نزدیک ہے اور مکہ و مدینہ کے اس راستے پر آتا ہے جسے ”طریق شرقی“ کہتے ہیں۔

جب یہ لوگ بر معونہ پر پہنچے تو وہاں اترے اور پڑاؤ کیا۔ اپنے اونٹ چرنے کے لئے چھوڑ دیئے۔ ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحانؓ کو رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک دے کر قبیلہ بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھجوایا۔ عامر نے بغیر خط کھولے پڑھے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے حضرت حرامؓ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ اب عامر نے اپنی قوم کو پکارا کہ وہ جا کر باقی سب مسلمانوں کو شہید کر دے لیکن انہوں نے ابو براء کی ضمانت کے باعث انکار کر دیا۔ پھر اس نے بنی سلیم میں سے عصیہ زعل اور ذکوان کو امداد کے لئے پکارا جو اس کی مدد پر تیار ہو گئے۔ حرامؓ کے آنے میں دیر ہوئی تو صحابہ ان کے نشان قدم پر روانہ ہوئے کچھ فاصلہ پر انہیں عامر کی جماعت ملی یہ لوگ تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ جنگ ہوئی اور اصحاب رسول شہید کر دیئے گئے۔ صرف حضرت کعب بن زید انصاریؓ بچے جن کو عامر نے مردہ

سمجھ کر چھوڑ دیا۔ وہ زخمی تھے یہ مدینہ پہنچے اور عرصہ تک زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ حضرت عمرو بن امیہؓ اونٹ چرار ہے تھے وہ بھی بیچ گئے ان کو قید کر لیا گیا اور بعد میں ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر انہیں غلام کی حیثیت سے عامر نے آزاد کر دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ مدینہ روانہ ہوئے راستہ میں قرقرہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے آرام کرنے بیٹھ گئے۔ دو اور مسافر بھی اس درخت کے نیچے آ بیٹھے۔ عمروؓ کو معلوم ہو گیا کہ یہ ابو ابراء کے قبیلے کے لوگ ہیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو عمروؓ نے دونوں کو قتل کر دیا ان کے خیال میں یہ ان کے ساتھیوں کا بدلہ ہے۔ عمروؓ کو معلوم نہ تھا کہ ان دونوں کے پاس آپ ﷺ کا عہد تھا۔

عمروؓ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات بیان کر کے اپنی کارروائی بھی بیان کی۔ ان دونوں کے قتل کا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے برا کیا۔ ان سے ہمارا عہد تھا اور ان کی دیت دینا ضروری ہے چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں کی دیت روانہ فرمائی۔

آپ ﷺ کو معونہ اور ربیع کے واقعات جو چند ہی دن آگے پیچھے پیش آئے تھے بے حد رنج و ملال ہوا۔ واقدی کے مطابق ربیع اور معونہ دونوں حادثوں کی خبر آپ ﷺ کو ایک ہی رات میں ملی تھی۔ ابن سعد نے سیدنا انسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جس قدر اہل بئر معونہ پر غمگین ہوئے میں نے کسی اور واقعہ پر آپ ﷺ کو اتنا زیادہ غمگین ہوتے نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اس صدمہ کی وجہ سے مسلسل ایک ماہ تک نماز فجر کے بعد قنوت نازلہ میں ان ظالموں پر بددعا کرتے رہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ وحی نازل کی جو بعد میں منسوخ ہو گئی ”ہماری قوم کو یہ بتا دیجئے کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔“ اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنا یہ قنوت ترک فرما دیا۔

غزوہ بنو نضیر

یہود و منافقین احد کے بعد بئر معونہ کے واقعہ پر خوشیاں منانے لگے۔ آپ ﷺ ان کی چالوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ بات بھی آپ ﷺ کے علم میں تھی کہ بنو نضیر اور قریش مکہ شروع ہی سے ساز باز میں مصروف ہیں اور ان میں خفیہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ عمروؓ نے جن دو

مشرکوں کو قتل کیا تھا ان کے خون بہا کے سلسلے میں جو معاہدہ کی رو سے بنو نضیر پر بھی واجب الادا تھا آپ ﷺ اپنے صحابہ سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم جمعین وغیرہ کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں معاہدہ کی رو سے ان دو کلبیوں کی دیت میں ان کے حصہ کی ادائیگی کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ تشریف رکھیں ہم اپنے حصہ کی ادائیگی کا انتظام کئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ انتظار میں ان کی ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

یہود باہم تخیلہ میں باتیں کرنے لگے اور ان سازشوں پر شیطان غالب آ گیا۔ انہوں نے غداری اور بد عہدی کا ارادہ کر لیا۔ عمرو بن حجاج بن کعب نضری نے کہا میں چھت پر چڑھ کر آپ ﷺ پر ایک بڑا پتھر پھینک کر آپ ﷺ کو ہلاک کئے دیتا ہوں۔ اس پر سلام بن مشکم نے کہا کہ ایسا مت کرو کیونکہ تمہارے اس ارادے کی اطلاع اللہ آپ ﷺ کو دے دے گا اور دوسرا یہ طے شدہ عہد کی خلاف ورزی بھی ہوگی۔ لیکن عمرو اپنے منصوبے پر عمل کرنے پر قائم رہا۔ اسی اثناء میں اللہ کریم نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے یہود کے ارادے سے باخبر کر دیا اور آپ ﷺ اپنے رفقاء سے بغیر کچھ کہے فوراً وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ وہاں سے اس طرح اٹھے جیسے کوئی کسی ضرورت کے لئے اٹھتا ہے۔ صحابہ وہیں بیٹھے رہے یہود کو آپ ﷺ کے چلنے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے۔ جب کچھ وقت گزر گیا اور آپ ﷺ واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ بھی آپ ﷺ کی تلاش میں مدینہ آ گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں یہود کی غداری اور سازش سے مطلع فرمایا۔

آپ ﷺ نے اسی وقت محمد بن مسلمہ کے ذریعے بنو نضیر کی طرف پیغام بھجوایا۔
 ”ہمارے شہر سے نکل جاؤ تم نے باہمی معاہدہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا ہے ورنہ دس روز کے بعد تم میں سے جو شخص بھی مدینہ میں دیکھا گیا اس کی گردن مار دی جائے گی۔“

یہود کو اب کوئی اور دوسرا راستہ نظر نہ آیا اور انہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اسی دوران رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھجوایا کہ تم گھروں کو نہ چھوڑو اور ڈٹے رہو۔ میرے ساتھ دو ہزار شمشیر زن ہیں وہ تمہاری حفاظت کے لئے پہنچ رہے ہیں اور یہ آخری وقت تک

تمہارا ساتھ دیں گے۔ ان کے علاوہ بنو قریظہ کے حلیف قبیلہ غطفان بھی تمہاری مدد کو آ جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی کے پیغام سے ان میں خود اعتمادی پلٹ آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیج دیا کہ ہم گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ ﷺ کو جو کرنا ہے کر لیں۔

مسلمان گزشتہ جنگوں کی وجہ سے نازک دور سے گزر رہے تھے لیکن ان کے حوصلے بلند اور ذات باری پر محکم یقین تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کو حی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ ﷺ نے بلند آواز میں اللہ اکبر فرمایا اور تمام مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ماہ ربیع الاول ۴ھ کے ایام تھے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام حضرت ابن ام مکتومؓ کو سونپا۔ علم حضرت علیؓ کو عطا کر کے بنو نضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ بنو نضیر قلعوں میں بند ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ محاصرہ کر لیا۔

بنو قینقاع کے پندرہ روزہ محاصرے سے کچھ تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ پورے نظم کے ساتھ تیاری کی گئی۔ تمام کلیدی مقامات پر چوکیاں بٹھادی گئیں چونکہ عبداللہ بن ابی اور بنو قریظہ سے بنو نضیر کو امداد پہنچنے کا خدشہ تھا اس لئے بنو قریظہ کے محلہ کے مغربی رخ بھی نگرانی کی گئی۔ بنو نضیر کے محلہ سے سو گز دور کمپ ڈالا یہاں سے دیار بنو قریظہ کے علاوہ مشرقی سمت سے بھی ہو کر آنے والی ساری کمک روکی جاسکتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں مشرقی جانب کی کمان دی۔ حضرت ابو بکرؓ کو غربی جانب کی کمان سونپی۔ وسطی کمان حضرت علیؓ کے ہاتھ تھی۔

محاصرہ اس طرح کیا گیا کہ کسی طرف سے کوئی نکل کر نہ باہر آسکے نہ کسی قسم کی مدد ان تک پہنچ سکے۔ قلعوں کے پاس کھجوروں کے باغات تھے جو یہود کے لئے ڈھال کا کام دے رہے تھے اس لئے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ یہ حکم اس لئے بھی تھا کہ یہود کی اقتصادی دلچسپیاں اس علاقہ سے ختم ہو جائیں۔

محمد بن اسحاق کی تحقیق کے مطابق جب ان درختوں کو کاٹا جانے لگا تو بنو قریظہ نے آپ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ اے محمد ﷺ! تم تو فساد کو منع کرتے ہو اور کہتے ہو میں اصلاح کرنے آیا ہوں۔ پھر یہ درخت کیوں کاٹ رہے ہو کیا یہ اصلاح ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد نازل فرمایا:

”آپ ﷺ نے جو درخت کاٹے یا جنہیں جڑ سمیت کھڑا رہنے دیا وہ

سب اللہ کے حکم سے تھا اور ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ ان فاسقوں کو رسوا کرے۔“

(الحشر: ۵)

بنو نضیر کو عبد اللہ بن ابی کے وعدہ پر پورا اعتماد تھا لیکن اس نے خیانت کی۔ ویسے بھی مسلمانوں نے ہر قسم کی مدد کے راستے بند کئے ہوئے تھے۔ بنو قریظہ بھی ان سے الگ رہے اور نہ ہی ان کے حلیف بنی غطفان ان کی مدد کو آئے۔ رسد کے تمام راستے بند تھے۔ راشن کی کمی ہونا شروع ہوئی تو یہود ڈھیلے پڑنے لگے اور پندرہ دن بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کسی جنگ کی نوبت نہ آئی۔

اب انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں اپنے ساز و سامان کے ساتھ امن و امان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی کہ اسلحے کے علاوہ جس قدر مال و اسباب اونٹوں پر لے جا سکیں لے جائیں لیکن مدینہ سے فوراً باہر نکل جائیں۔ انہوں نے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اجاڑا اور اپنا سامان اور مکانوں کے دروازے کھڑکیاں، چھتوں کی کڑیاں وغیرہ تک چھ سو اونٹوں پر لاد کر مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ بیشتر یہود نے خیبر کا رخ کیا اور ایک جماعت ملک شام روانہ ہو گئی۔ صرف دو افراد یا مین بن عمرو اور ابو سعید بن وہب نے اسلام قبول کیا۔ ان کا مال و اسباب ان ہی کے پاس رہنے دیا گیا۔ آپ ﷺ کی عظمتِ کرداریوں بھی بے مثل ہے کہ باوجود اس کے کہ یہود زیر ہو چکے تھے ان کا مال و اسباب لوٹا نہ گیا بلکہ ساتھ لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔

یہود کے جانے کے بعد پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں۔ زمین، گھرباغات قبضے میں لے لئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے اس واقع پر سورہ الحشر میں تبصرہ فرمایا ہے۔

”وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں ان کو گھروں سے نکال باہر کیا۔ آپ کو ہرگز گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ تو جدھر سے انہیں گمان بھی نہ تھا اللہ نے ان کو آ لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا

کہ وہ خود اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں برباد کر رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرواے دیدہ بینا رکھنے والو۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے اللہ انہیں سزا دینے میں بہت سخت ہے۔“

(الحشر: ۲: ۴)

پھر عبد اللہ بن ابی کی پیشکش کے بارے میں ارشاد ہوا۔

”کیا آپ نے منافقوں (کے حال) پر نظر نہیں کیا جو اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں۔ اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ ہرگز نہ نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی ہرگز مدد نہ کریں گے اور اگر یہ ان کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے۔ ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر آپ کا خوف ہے یہ اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں۔“

(الحشر: ۱۱: ۱۳)

بنو نضیر کی جلا وطنی شہر میں امن و سلامتی کا موجب ثابت ہوئی۔ منافقین میں بددلی پھیل گئی اور کسی میں کھل کر کچھ کرنے کی جرات نہ رہی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ کسی قربانی کے بغیر مسلمانوں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ بنو نضیر کے مدینہ سے نکل جانے کے بعد یہاں قرض حسنہ کا رواج جاری ہو گیا۔ سود خواروں اور سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ سے نجات پا کر لوگ خوشحال ہو گئے۔

غزوة نجد

غزوة بنو نضیر کے بعد آپ ﷺ مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ احد میں ابوسفیان اگلے سال

بدر میں پھر جنگ کا اعلان کر گیا تھا۔ قریش مکہ صحراؤں کے بدوؤں کو بھی حضور ﷺ کے خلاف متحد کرنے اور اسلام کے خلاف بھڑکانے میں مصروف رہتے تھے۔ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ جو قبیلہ غطفان کی دو شاخیں ہیں۔ آپ ﷺ سے جنگ کرنے کی خاطر لشکر تیار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ چار سو یا سات سو صحابہ کو ساتھ لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں قائم مقام مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ ان کے علاقہ میں اندر تک گئے۔ مقام نخل جو قبیلہ غطفان کی اراضی میں واقع ہے پہنچے تو وہ لوگ منتشر ہو کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔ آپ ﷺ کے ان اقدام سے مشرکین پر مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم ہوا اور وہ بہت محتاط ہو گئے۔

غزوة بدر الموحد

غزوة احد کے خاتمے پر ابوسفیان نے کہا تھا کہ اب مقابلہ اگلے سال مقام بدر میں ہوگا اور چونکہ آپ ﷺ نے یہ چیلنج قبول فرمایا تھا اس لئے نجد سے واپسی پر مسلمانوں نے قریش مکہ کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

اس اثناء میں ابوسفیان نے مکہ سے نعیم بن مسعود کو سکھا پڑھا کر مدینہ بھجوایا کہ وہ مسلمانوں میں قریش کی انتہائی قوت کا پروپیگنڈا کر کے ان میں بددلی پھیلائے۔ نعیم نے مدینہ میں گھر گھر جا کر کہنا شروع کیا کہ قریش نے اس مرتبہ اتنا عظیم لشکر جمع کیا ہے کہ عرب کی کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ابوسفیان نے مسلمانوں سے احد سے بھی زیادہ سختی برتنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اصل میں یہ بھی ابوسفیان کی ایک حربی چال تھی۔ اس سال مکہ میں قحط تھا اور وہ جنگ سے پہلو بچانا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ نعیم کے پروپیگنڈا سے مسلمان خوف زدہ ہو کر جنگ سے گریز کریں گے اور وقت مقرر پر مقام بدر ہی نہ جائیں گے۔ سال تیزی سے گزر رہا تھا اور طے شدہ وقت قریب آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے نعیم کی افواہوں کے بارے میں سنا تو فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ضرور روانہ ہوں گا خواہ میرے ہمراہ کوئی شخص بھی روانہ نہ ہو۔

جب ماہ ذیقعد ۲ھ نزدیک آیا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ کا انتظام سونپ کر پندرہ سو صحابہ کے لشکر کے ہمراہ بدر کی جانب کوچ فرمایا۔ علم حضرت علیؓ کو عطا ہوا لشکر

کے ساتھ صرف دس گھوڑے تھے۔ آپ ﷺ کی اجازت سے مسلمان اپنے ساتھ تجارتی سامان بھی لے آئے تھے۔ لشکر نے ”بدر الصفر“ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس مقام پر یکم ذیقعد کو تجارتی میلہ لگتا تھا جو آٹھ دن رہتا تھا جس میں عرب جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا لشکر یکم ذیقعد کو یہاں پہنچا تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو اجازت دے دی کہ وہ اپنا تجارتی سامان اس میلے میں فروخت کر لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو اپنا سامان فروخت کر کے بہت نفع حاصل ہوا۔

مسلمان بے خوفی سے قریش مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ادھر ابوسفیان دو ہزار مشرکین کو لے کر مکہ سے روانہ ہوا اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر وادی مرالظہر ان میں مجنہ نامی چشمہ پر پہنچ کر ہمت ہار گیا۔ اس نے اپنے لشکر کو کہا:

”اے گروہ قریش! جنگ کے نقطہ نظر سے ہریالی اور شادابی کا سال ہی تمہارے لئے بہتر رہ سکتا ہے۔ اس میں تم اونٹوں کو درختوں کے پتے بھی کھلا سکو گے اور ان کا دودھ بھی پی لو گے۔ یہ سال قحط کا سال ہے اور اس میں فی الوقت جنگ مناسب نہ رہے گی اس لئے میں واپس ہو رہا ہوں تم بھی واپس ہو چلو۔“

اس طرح قریش مکہ مسلمانوں کی ہیبت کے خوف سے جنگ کے بغیر لوٹ گئے۔ مشرکین کے واپس جانے کی خبر ملنے پر بدر میں آٹھ دن کے قیام کے بعد آپ ﷺ بھی مدینہ لوٹ آئے۔ اس واقع سے مسلمانوں کی عزت و وقار میں بے حد اضافہ ہوا اور احد کی تلافی کا ایک گونہ ذریعہ پیدا ہوا۔

قرآن حکیم میں سورہ آل عمران کی سات آیات ۱۶ تا ۱۷ میں اس واقع کو بیان فرمایا گیا ہے۔

”اور وہ جن سے لوگوں نے کہا تمہارے مقابلہ کے لئے بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ آخر وہ اللہ کی عنایت سے اس طرح پلٹ آئے کہ ان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر چلنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہو گیا۔ اللہ بڑا فضل

فرمانے والا ہے۔

(آل عمران: ۱۷۳: ۱۷۴)

۴ ہجری کے دیگر واقعات

تحریم خمر

اس سال ربیع الاول میں غزوہ بنی نضیر کے ایام میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

(سورۃ المائدہ: ۹۰)

صلوٰۃ خوف

اس سال نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔

ولادت سیدنا حسین بن علیؑ

اسی سال ۲۵ یا ۲۷ شعبان کو سیدنا حسین بن علیؑ کی ولادت ہوئی۔

وفات ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہؑ

اسی سال سیدہ زینب بنت خزیمہؑ کی وفات ربیع الاول یا ربیع الآخر میں ہوئی۔ آپ

دو تین ماہ ہی کا شانہ رسالت میں رہ پائیں۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

عقد ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؑ

سیدہ ام سلمہؑ بنت ابی امیہ کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؑ کی وفات جنگ احد کے زخم

دوبارہ کھل جانے کے باعث جمادی الآخر ۴ھ میں ہوئی۔ عدت کی مدت پوری ہونے کے بعد

شوال ۴ھ میں سیدہ ام سلمہؑ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آپ کا انتقال تمام امہات المؤمنین

کے بعد یزید بن معاویہ کے دور میں ۶۲ھ میں ہوا۔ آپ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔

انتقال سیدہ فاطمہ بنت اسدؓ

اسی سال سیدہ فاطمہ بنت اسدؓ کا انتقال ہوا۔ وہ حضرت علیؓ کی والدہ اور آپ ﷺ کی چچی ہیں۔

نمازِ قصر

اسی سال نمازِ قصر کا حکم نازل ہوا۔ (سورۃ النساء: ۱۰۱)

حضرت زید بن ثابتؓ

اسی سال آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ یہود کی زبان میں پڑھنا لکھنا سیکھیں۔

۵ ہجری

غزوہ دومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں آپ ﷺ کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں کفار کی فوجیں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔ دومۃ الجندل شام کے قریب ایک شہر ہے جو مدینہ سے پندرہ سولہ دن کی مسافت پر اور دمشق سے پانچ دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ ﷺ نے سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینہ کا انتظام سونپا اور ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ ۲۵ ربیع الاول ۵ھ کو دومۃ الجندل کو روانہ ہوئے۔ شدید گرمی کے باعث آپ ﷺ رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام فرماتے۔ بنی عذرہ کے مذکور نامی شخص کو جو ان راستوں سے واقفیت رکھتا تھا اس لشکر کے ساتھ رہبر کے طور پر شامل کر لیا۔ کافروں کو اسلامی لشکر کی خبر ہوئی تو وہ آپ ﷺ کے دوڑ چہنچہ سے پیشتر ہی منتشر ہو گئے۔ آپ نے یہاں چند روز قیام فرمایا۔ ادھر ادھر فوجی دستے روانہ فرمائے لیکن کوئی بھی ہاتھ نہ آیا صرف کچھ جانور ملے جن کو قبضے میں لے لیا۔ آپ ﷺ مدینہ واپس ہوئے اور راستہ میں قبیلہ فزارہ کے سردار عینیہ بن حصن سے معاہدہ کیا اور ۲۰ ربیع الاول ۵ھ کو مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

عقد سیدہ زینب بن جحش

سیدہ زینبؓ آپ ﷺ کی پھوپھی امیرہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی اور عبد اللہ بن جحش کی ہمشیرہ تھیں اور یہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھیں۔ یہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ کے غلام تھے جس کو قبل نبوت آپ ﷺ کو بہہ کر دیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان کو اپنا متبنی بنا لیا تھا اور لوگ ان کو زیدؓ بن محمد ﷺ کے نام سے پکارنے لگے۔ بعد میں آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد سیدہ زینب بنت جحشؓ سے کر دیا۔ باہمی موافقت نہ ہونے کے باعث حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔

جاہلیت کی ایک قدیم رسم کے مطابق متبنی اصلی بیٹے کا حکم رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس

رشتہ کو باطل قرار دے دیا۔ ارشادِ بانی ہوا:

” (لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔“

(سورۃ الحزاب: ۴۰)

”منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔“

(سورۃ الحزاب: ۵)

عدت کی مدت پوری ہونے پر آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو حکم دیا کہ تم جا کر سیدہ زینبؓ سے میرے نکاح کا پیغام دو۔ چنانچہ حضرت زیدؓ آپ ﷺ کا پیغام لے کر سیدہ کے گھر گئے اور دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو کر سیدہ زینبؓ کو آپ ﷺ کا پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ سے مشورہ یعنی استخارہ کرنے کے بعد جواب دیں گی۔ وہ گھر میں مشغول استخارہ ہو گئیں۔

آپ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ سے مشورہ چاہا اور خیر طلب کی اور وحی کا نزول ہوا۔

”جب زیدؓ (سیدہ زینبؓ سے) اپنی حاجت پوری کر چکے تو ہم نے ان

کا عقد آپ ﷺ سے کر دیا تا کہ دوسرے مومنوں کو اپنے متبناؤں کی

مطلقہ بیویوں سے عقد کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اللہ کا حکم پورا ہونے

والا تھا۔“

(سورۃ الحزاب: ۳۷)

وحی کی خبر سیدہ زینبؓ کو ملی تو انہوں نے سجدہ شکر بجالایا۔ اس طرح ماہ صفر ۵ھ یا اس

سے کچھ عرصہ پہلے حق تعالیٰ نے آسمان سے آپ ﷺ کا یہ عقد فرمایا۔

غزوہ مریسیع یا بنی المصطلق

بنو المصطلق جو بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے کے سردار حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم

اور دیگر عربوں کو آپ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی اور حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ کو

اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت بریدہ بن حصیب سلمیٰؓ کو صحیح صورت حال معلوم کرنے کے

لئے روانہ فرمایا۔ حضرت بریدہؓ نے واپس آ کر خبر کی تصدیق کر دی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور ۲ شعبان کو مدینہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو قائم مقام بنا کر آپ ﷺ سات سو صحابہ کے ہمراہ بنی المصطلق کے مرکز ”مرسیع“ کی جانب کوچ فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ تیس گھوڑے تھے جن میں سے دس مہاجرین اور بیس انصار کے تھے۔ یہ مقام مدینہ سے ۹ منزل کے فاصلے پر تھا۔ مشرکین کو جب آپ ﷺ کی روانگی کا علم ہوا تو حارثہ کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ جب آپ ﷺ مرسیع پہنچے تو اہل مرسیع نے صف آراء ہو کر تھوڑی دیر تیر اندازی کی پھر آپ ﷺ کے حکم پر مسلمانوں نے ان پر یکبارگی حملہ کر دیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کے دس آدمی ہلاک ہوئے اور باقی تقریباً چھ سو گرفتار ہوئے جن میں مرد عورتیں اور بچے شامل تھے۔ مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ قیدیوں میں بنی المصطلق کے سردار حارثہ بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں۔

مسلمانوں میں صرف ہشام بن صبابہؓ شہید ہوئے جنہیں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی جماعت کے ایک انصاری نے غلطی سے دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ اس سفر میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔

اس مرتبہ منافقین کا ایک گروہ مال غنیمت کے لالچ میں آپ ﷺ کے ہمراہ ہولیا جو اس سے پہلے کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ یہ لوگ ہر موقع پر فتنہ اور شر پھیلاتے چنانچہ پانی کے ایک چشمہ پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کو ایک لات مار دی۔ مہاجر نے باللہ مہاجرین اور انصار نے الا انصار کہہ کر اپنی اپنی مدد کے لئے پکارا۔ آپ ﷺ نے یہ آوازیں سنیں تو فرمایا یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک مہاجر نے ایک انصار کو لات ماری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ان باتوں کو چھوڑو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی اور بد بودار ہیں۔“

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کوبھی بولنے کا موقع مل گیا اور کہا کہ یہ (مہاجرین) ہم پر حاکم ہو گئے ہیں۔ واللہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو خبر کی۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے بات سن کر عرض کی کہ مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا رہنے دو لوگ یہ گمان کریں گے کہ میں اپنے ساتھ

دالوں کو قتل کرتا ہوں اور فرمایا بلکہ تم کوچ کا اعلان کر دو۔

وہاں سے روانہ ہو کر آپ ﷺ شام تک پورا دن اور صبح تک پوری رات بلکہ اگلے دن کے ابتدائی اوقات میں بھی دیر تک سفر جاری رکھا یہاں تک کہ دھوپ سے تکلیف ہونے لگی تو پڑاؤ ڈالا گیا۔ لوگ اس قدر تھک گئے تھے کہ زمین پر آتے ہی نیند میں ڈوب گئے کسی کو سکون سے بیٹھ کر گپ لڑانے کا موقع ہی نہ ملا اور آپ ﷺ کا مقصد بھی یہی تھا۔

عبداللہ بن ابی کو جب پتہ چلا کہ اس کی باتیں آپ ﷺ تک پہنچ چکی ہیں تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ جو بات آپ ﷺ کو زید بن ارقم نے بتائی ہے میں نے نہیں کہی۔ انصار کے افراد نے جو اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! زیدؓ ابھی لڑکا ہے ممکن ہے اسے وہم ہو گیا ہو اور اس شخص کی بات ٹھیک طرح سے یاد نہ رکھ سکا ہو۔ اس لئے آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی بات سچ مان لی۔ حضرت زیدؓ کا بیان ہے کہ مجھے اس سے اتنا رنج ہوا کہ میں کبھی ویسے رنج و غم سے دو چار نہ ہوا تھا۔ میں صدمہ سے اپنے گھر بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

”یہ منافق وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں

ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ چلتے بنیں۔

یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو اس سے عزت والا ذلت

والے کو نکال باہر کرے گا۔“

(سورہ منافقین: ۷: ۸)

حضرت زید بن ارقم کا بیان ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائیں پھر فرمایا اللہ نے تمہاری تصدیق کر دی۔ (صحیح بخاری)

مکہ سے ہشام بن صباحہ کا بھائی مقیس بن صباحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ ﷺ سے اپنے مقتول بھائی کا خون بہا لینے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے ہشام کے خون بہا کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ مقیس تھوڑی دیر آپ ﷺ کی خدمت میں ٹھہرا پھر جا کر اپنے بھائی کے قاتل انصاری پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا اور مرتد ہو کر مکہ واپس چلا گیا۔

عقد سیدہ جویریہؓ

سیدہ جویریہؓ کا نام ”برہ“ تھا اور وہ مسافع بن صفوان کی زوجہ تھیں۔ مسافع اس جنگ میں قتل ہو گیا تھا۔ جب قیدی مسلمانوں میں تقسیم ہوئے تو جویریہؓ ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ ثابتؓ نے انہیں مکاتب (وہ غلام یا لونڈی جو ایک مقررہ رقم مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے) بنا لیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے کتابت کی رقم کی ادائیگی میں امداد کی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں منظور ہو تو میں تمہاری طرف سے کتابت کی پوری رقم ادا کر دوں اور تمہیں اپنے نکاح میں لے لوں۔ انہوں نے عرض کی کہ میں اس پر راضی ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا۔

مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے عقد فرمایا ہے اور کہنے لگے اب بنو مصطلق آپ ﷺ کے سرال ہو گئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی خوشی سے بنو مصطلق کے قیدی جوان کے حصے میں آئے تھے آزاد کر دیئے۔ چنانچہ حضرت جویریہؓ کے ام المؤمنین بننے کی پہلی برکت یہ ہوئی کہ ان کے قبیلے کے ایک سو گھرانوں کے قیدی آزاد ہو گئے اور ان کی قوم کو بہت فائدہ پہنچا۔ اس عقد کی وجہ سے اللہ نے بنو مصطلق کے بیشتر افراد کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر ان کے والد حارث نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہؓ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد)

واقعہ افک

واقعہ افک (بہتان تراشی) اس غزوہ سے واپسی پر دوسرا اہم واقعہ پیش آیا اس کا بیان صحیح بخاری شریف سے درج کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے کہ کس کو ساتھ جانا ہے۔ جس کا نام قرعہ نکل آتا وہ سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ جاتیں۔ جب آپ ﷺ نے غزوہ بنی مصطلق میں قرعہ اندازی

کی تو میرا نام نکلا۔ پس میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلی۔ اس وقت پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، پس میں پردے کے ساتھ ہودے میں سوار ہو گئی جسے اونٹ پر رکھ دیا گیا۔ پس ہم روانہ ہو گئے۔ جب آپ ﷺ اس معرکہ سے سوار ہو کر لوٹے اور ہم شہر کے قریب پہنچے تو اس منزل سے آپ ﷺ نے رات کے وقت چلنے کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ نے کوچ کا حکم فرمایا تو اس وقت میں قضائے حاجت کے لئے لشکر سے دور جنگل میں گئی ہوئی تھی۔ جب فراغت کے بعد میں قافلہ کی طرف جا رہی تھی تو میرا ہاتھ سینہ پر پڑا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ میرا اظفار (یمن کا شہر) کا بنا ہوا نگینوں کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ اس لئے میں اس کی تلاش میں واپس لوٹی اور مجھے اس کی تلاش میں کافی دیر ہو گئی۔ ادھر جو ساربان مجھے سوار کرنے پر مامور تھے انہوں نے ہودے کو جس میں بیٹھتی تھی اٹھا کر اونٹ پر رکھ لیا اور اس خیال میں رہے کہ میں اس کے اندر موجود ہوں۔ اس زمانہ میں عورتیں اکثر ہلکی پھلکی ہوتیں تھیں کیونکہ ان کی غذا سادہ اور غیر مرغن ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو ہودے کے اٹھانے اور اونٹ پر رکھتے ہوئے یوں بھی اس کا ہلکا پن محسوس نہ ہوا کہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ پس لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیئے ہار مجھے اس وقت ملا جب لشکر اپنی جگہ سے کوچ کر گیا تھا اور وہاں کوئی باقی نہ رہا تھا۔ پس میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی اور یہ خیال کیا کہ جب مجھے نہ پائیں گے تو میری تلاش میں ادھر آئیں گے اسی اثناء میں کہ میں وہاں بیٹھی ہوئی میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ وہ صبح کے وقت میرے ٹھکانے سے گزرے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا اور قریب آئے۔ وہ پردے کے حکم سے پیشتر مجھے دیکھ چکے تھے۔ پس مجھے دیکھ کر ان کی زبان سے کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جاری ہوا۔ جس سے میں بیدار ہو گئی میں نے انہیں دیکھ کر چہرہ چھپا لیا اور خدا کی قسم نہ ہم نے کوئی گفتگو کی اور نہ میں نے کلمات اِنَّا لِلّٰہِ کے سوا ان کے منہ سے ایک لفظ بھی سنا۔ وہ اپنی سواری سے اترے اس کے پیر باندھے۔ پھر میں کھڑی ہوئی اور اس پر سوار ہو گئی۔ وہ آگے آگے پیدل چلتے ہوئے مجھے لے چلے یہاں تک کہ ہم سخت گرمی کے وقت دو پہر دن چڑھے لشکر میں جا پہنچے جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا لیا۔ ان سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر تک بیماری میں گھر ہی رہی نہ میں نے کچھ سنانہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا اس

سے میں بے خبر تھی۔ البتہ میرے دل میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی وجہ کیا ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور ﷺ کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پائی تھی۔ اس لئے مجھے رنج تو تھا لیکن وجہ معلوم نہ تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور حال دریافت کر کے واپس چلے جاتے۔ اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا لیکن اٹھے ہوئے طوفان بدتمیزی کا مجھے کوئی علم ہی نہیں تھا۔

جب میں کچھ صحت یاب ہوئی تو حضرت مسطحؓ کی والدہ ماجدہ کے ساتھ مناہج کی طرف رفع حاجت کے لئے باہر نکلی۔ اس مقصد کے لئے رات کے وقت ہی باہر جانا ہمارا معمول تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں بنے تھے اور اہل عرب کی شروع سے عادت یہی تھی کہ اس مقصد کے لئے جنگل میں جاتے تھے کیونکہ گھروں کے قریب ہمارے لئے بیت الخلاء بنانا ہمارے لئے تکلیف کا باعث ہوتا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ ام مسطحؓ بنت ابورہم بن عبدالمطلب بن عبدمناف ان کی والدہ صحرا بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ ہیں ان کے صاحبزادے کا نام مسطحؓ بن امیہ بن عبدالمطلب ہے۔ جب میں والدہ مسطحؓ کے ساتھ فارغ ہو کر گھر کی طرف لوٹی تو ام مسطحؓ کا پاؤں چادر میں الجھ گیا اور وہ گر پڑیں۔ اس پر وہ بولیں مسطحؓ غارت ہو جائے۔ مجھے برا لگا اور میں نے کہا تم نے برا کلمہ بولا تم اس شخص کو گالی دیتی ہو جس نے بدر میں شرکت کی! ام مسطحؓ نے کہا بھولی بیٹی! کیا تم نے نہیں سنا ان لوگوں نے کیا کیا کہا ہے؟ پس انہوں نے مجھے بہتان تراشنے والوں کی بات بتائی۔ مجھے بہت صدمہ ہوا اور میرے مرض میں ایک اور مرض کا اضافہ ہو گیا۔

جب گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کر کے فرمایا کہ تمہارا حال کیسا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد کے ہاں ہو آؤں؟ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تحقیق کرنا چاہتی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں یہاں آئی اور میں نے والدہ محترمہ سے کہا۔ امی جان لوگ کیا باتیں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹی! اس بات کا غم نہ کھاؤ، یہ نہایت معمولی بات ہے تم دلی بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی ہو جو محبوب ہو اور اس بیوی کی سوت بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا لازمی ہے۔ میں نے کہا! سبحان اللہ! یہ تہمت تو لوگوں نے لگائی ہے فرماتی ہیں کہ اس شب روتے روتے صبح تک میرے آنسو نہ تھمے نہ نیند آئی۔

صبح کو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلوایا تاکہ ان سے مجھے علیحدہ کر دینے کے بارے میں مشورہ لیں کیونکہ وحی دیر سے نازل نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا میں آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ میں بجز خوبی اور بھلائی کچھ نہیں جانتا۔ مگر حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو تنگی نہیں فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے لئے ان کے سوا اور بہت عورتیں موجود ہیں، باقی آپ ﷺ ان کی خادمہ (حضرت بریرہؓ) سے دریافت فرمائیں۔ پس آپ ﷺ نے بریرہؓ کو بلوایا اور فرمایا: اے بریرہ! کیا تم نے عائشہؓ میں کوئی قابل شک و شبہ بات دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے تو شک و شبہ والی قطعاً کوئی بات نہیں دیکھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن ابی کی شکایت فرمائی۔ چنانچہ منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص سے میرا بدلہ لے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا وہ میرے گھر میں داخل ہوتا تو میرے ساتھ۔ اس پر سعد بن معاذؓ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے۔

یا رسول اللہ! آپ ﷺ کا بدلہ میں لوں گا اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر قبیلہ خزرج والے بھائیوں میں سے ہے تو جس طرح آپ ﷺ حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے گی۔ آپ فرماتی ہیں کہ پھر خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے وہ اس سے پہلے صالح اور دیندار تھے لیکن اس وقت ان پر قبائلی حمیت غالب آ گئی اور انہوں نے سعد بن معاذؓ سے کہا۔ واللہ آپ غلط کہہ رہے ہیں نہ آپ قتل کریں گے اور نہ آپ قتل کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت اسید بن حضیرؓ نے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہؓ سے کہا۔ غلط ہم اسے ضرور قتل کریں گے اور معلوم ہوتا ہے آپ بھی منافق ہیں اس لئے منافقوں کا دفاع کر رہے ہیں۔ اس پر قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف تن گئے اور آمادہ پیکار ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں خاموش کیا حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔ اس دن رات میں خون کے آنسو روتی رہی نہ آنسو تھمتے نہ نیند آتی تھی یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ روتے روتے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں روئے جا رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اجازت دی تو وہ بیٹھ گئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ اسی دوران

آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا اے عائشہ تمہارے بارے میں ایسا ایسا سننے میں آیا ہے۔ پس اگر تم بری ہوگی تو حق تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر فرمادے گا اور اگر تم گناہ میں ملوث ہوگئی ہو تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالتا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنی بات پوری فرما چکے تو میرے آنسو ٹھم گئے۔ میں نے والد محترم سے عرض کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو کوئی جواب دیں۔ والد ماجد نے فرمایا: واللہ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں نے والدہ محترمہ سے عرض کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا میرے ذہن میں کچھ نہیں آتا کہ میں آنحضرت ﷺ کو کیا جواب دوں۔ پس میں خود عرض گزار ہوئی۔ واللہ! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ حضرات نے لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں سنی ہیں اور وہ دلوں میں گھر کر چکی ہیں اور آپ حضرات نے انہیں سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں آپ لوگوں سے کہوں بھی کہ میں اس سے پاک و بری ہوں اور اگر میں اس گناہ کا اقرار کر لوں تو اسے صحیح سمجھا جائے گا حالانکہ اللہ کو اس کا پورا علم ہے کہ میں اس تہمت سے بالکل بری ہوں۔ پس خدا کی قسم میں اور آپ حضرات کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم جیسی ہے بلکہ انہوں نے کہا تھا ”پس صبر کے سوا چارہ نہیں جو تم بیان کر رہے ہو اس پر خدا ہی سے مدد چاہی جا سکتی ہے۔“ (سورہ یوسف: ۱۸) یہ کہہ کر میں بستر پر لیٹ گئی اور مجھے توقع تھی کہ اللہ میری برأت کا اظہار فرمائے گا۔ اس گفتگو کے بعد خاموشی طاری ہوگئی اور ابھی سب وہیں بیٹھے تھے کہ اتنے میں نزول وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر جب آپ ﷺ سے نزول وحی کی شدت و کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ مسرور تبسم ریز نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلا کلام آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس الزام سے بری فرمادیا ہے۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کھڑی ہو کر آپ ﷺ کا شکر یہ ادا کرو۔ پس میں عرض گزار ہوئی کہ واللہ میں ان کا شکر یہ ادا کیوں کروں میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ (جس نے میری پاکدامنی کا اعلان فرمایا ہے)

آپ ﷺ اسی وقت مسجد تشریف لے گئے اور وہاں مجمع عام میں خطبہ دیا اور ام المؤمنین کی برأت میں نازل شدہ آیات تلاوت فرمائیں۔

”مسلمانو! جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ہی ایک گروہ

ہے تم اس (طوفان) کو اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ فی الحقیقت تمہارے

لئے خیر ہے ہر شخص کے لئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور جس نے ان میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا (ویسی ہی) اس کو بڑی (سخت) سزا ہوگی۔ اس بات کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے (مسلمان بھائی بہنوں کے) متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ پس جب کہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو بس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا۔ جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کی تم کو تحقیق نہیں اور تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور تم نے اس خبر کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے ایسی بات کا زبان پر لانا ہی زیبا نہیں۔ تم کو یہ کہہ دینا چاہئے تھا کہ سبحان اللہ یہ تو بہتان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرو گے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے۔

تحقیق جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہوان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو نہ معلوم کیا مصیبت آتی۔“ (سورۃ النور: ۱۱: ۲۰)

اس فتنہ کا بانی رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا اور منافقین نے ہی اس کا ساتھ دیا۔ محمد اللہ مسلمانوں میں کوئی اس میں شریک نہ تھا صرف تین سادہ لوہ مسلمان منافقین کے دھوکہ میں آ گئے۔ یہ مسطح بن اثاثہ حسان بن ثابت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم تھے۔ اس واقع کے سلسلے میں پارسا خواتین کو تہمت لگانے کی سزا کا حکم بھی نازل ہوا۔

”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ

لا سکیں تو ان کو اسی (۸۰) درے مارو اور (آئندہ) کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود بدکار ہیں۔“

(سورۃ نور: ۴)

یہ بھی ارشاد ہوا:

”تحقیق جو لوگ ایسی پاک دامن اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ جن کو اس قسم کی باتوں کی خبر بھی نہیں اور ایمان والیاں ہیں ایسے تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے کہ یہ لوگ یہ کام کرتے تھے اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دے گا جو ان کو ملنی چاہئے اور جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور عدل اور انصاف کو ظاہر کرنے والا ہے۔“

(سورۃ النور: ۲۳-۲۵)

ان تینوں افراد پر حدِ قذف جاری کی گئی اور ان کو اسی اسی درے مارے گئے اور اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔ جمہور کا قول یہی ہے کہ عبد اللہ بن ابی جو تہمت تراشوں میں سرفہرست تھا اس کو سزا نہ دی گئی کیونکہ حدود جاری ہونے سے اخروی عذاب کی تخفیف ہو جاتی ہے اور سزا گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ لیکن عبد اللہ بن ابی کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں عذابِ عظیم دینے کا اعلان فرما دیا تھا۔ البتہ حافظ ابن حجر نے امام حاکم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو بھی حد لگائی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ تلاوت سن کر اپنی عصمت و عفت مآب لختِ جگر پر اللہ تعالیٰ کی شہادت سن کر اٹھے اور جا کر سیدہ کی پیشانی کو بوسہ دیا تو بیٹی نے کہا! اے باپ! یہاں سے تم نے مجھ کو کیوں نہ معذور اور بے قصور سمجھا۔ تو صدق و سچائی کے کوہِ گراں نے فرمایا: بیٹی!

”کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کون سی زمین مجھ کو اٹھائے اور

تھامے جب کہ میں اپنی زبان سے وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہؓ جن کی برأت حق تعالیٰ نے فرمائی تھی کا وقار آپ

ﷺ کی نظر میں اور بڑھ گیا اور آپ والدین کے گھر سے پھر کا شانہ نبوت میں تشریف لے گئیں اور یوں مدینہ منورہ کی فضا ایک ماہ بعد شک و شبہ اور قلق و اضطراب کے بادلوں سے صاف ہو گئی۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ذلیل و رسوا ہوئے اور حضور ﷺ یک سوئی سے دعوت پر منعطف ہو گئے۔

غزوہ احزاب یا غزوہ خندق

یثرب میں زمانہ قدیم سے یہود آباد تھے اور ان کی نسلیں پھیل کر یثرب کے اطراف پر قابض ہو گئی تھیں۔ ان کے تین قبیلوں بنو قیقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے چھوٹے چھوٹے مگر مضبوط قلعے بھی بنائے تھے۔

ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو یہود کے وقار کو ٹھیس لگنے لگی۔ یہ لوگ اسلام سے ناراض تھے اور آپ ﷺ کے خلاف ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے۔ وہ اپنی سازشوں اور خباثیوں کے باعث ذلت و رسوائی کا مزا چکھ چکے تھے لیکن اس سے وہ کوئی سبق حاصل نہ کر پائے یہود اپنی جلا وطنی کے بعد بدلہ لینے کی تجویزیں سوچنے لگے۔ وہ مسلمانوں کو شکست دے کر مدینہ کے علاقہ میں اپنے قلعے باغات اور دیگر املاک پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے وسائل پر غور و خوض کرنے لگے۔ آخر انہوں نے بیس سرداروں کا انتخاب کیا جو عرب کے تمام قبیلوں کو مدینہ پر حملہ کے لئے آمادہ کریں۔ وہ مختلف قبیلوں کے پاس گئے اور انہیں مجوزہ اتحاد میں شرکت کے لئے آمادہ کرنے کی کوششیں کیں۔

ادھر مشرکین مکہ بھی بھرے بیٹھے تھے ان کے تجارتی راستے بند ہو جانے کے باعث ان کی تجارت بند ہو گئی اور اقتصادی حالات خراب ہوتے چلے گئے۔ ان کی صدیوں پرانی سیاسی اور سفارتی برتری بھی ختم ہو رہی تھی۔ ان کے بت بھی ذلیل ہو رہے تھے۔ ان کے تمام منصوبے ناکام اور تمام حربے بے ثمر ہو رہے تھے۔ حالات نے انہیں مسلمانوں سے خوفزدہ کر دیا تھا۔

اسی سلسلہ میں بنو نضیر کے یہود نے خیبر میں اجلاس منعقد کیا اور باہم مشورہ سے حی بن اخطب کی قیادت میں ایک وفد جس میں یہود سردار و رؤسا سلام بن مشکم، کنانہ بن ابی الحقیق، ہوزہ بن قیس الوائل اور ابو عامر الفاسق وغیرہ شامل تھے قریش مکہ اور دیگر عرب قبائل کی طرف بھجوا دیا۔ وفد نے مکہ پہنچ کر قریش کو ساری پیش رفت سے آگاہ کیا اور انہیں جنگ کی دعوت دی۔ ان کی آمادگی کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو لالچ دیا کہ خیبر کے نصف محاصل ہمیشہ ان کو دیا کریں گے۔ پھر قبیلہ بنو سلیم اور بنو سعد وغیرہ کو آمادہ کر لیا۔ ان سب قبیلوں نے ایک مقرر وقت اور مقرر پروگرام کے مطابق مدینہ کا رخ کیا۔ مشرکین کے لشکر میں دس ہزار افراد تھے جن میں چار ہزار قریش مکہ اور چھ ہزار جنگ آزما بنو سلیم، بنو اسد، بنو فزارہ، بنو اشجع اور بنو غطفان

وغیرہ میں سے تھے۔

تفہیم القرآن میں مشرکین کی تعداد دس بارہ ہزار شاہنامہ اسلام میں فتح الباری کے حوالے سے چوبیس ہزار محمد علی لاہوری نے سیرت میں دس سے چوبیس ہزار بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس جنگ میں تمام مشرکین اور یہود شامل ہو گئے تھے۔ فوج کا اتنا بڑا اجتماع اس سے پہلے عرب میں نہ ہوا تھا۔ چنانچہ

مدینہ کے شمال سے درج ذیل قبائل آئے

بنو اسد	طلیحہ بن خوید الاسدی کی کمان میں
بنو شجع	مسعود بن زحیلہ کی کمان میں
بنو مرہ	حارث بن عوف مری کی کمان میں
بنو غطفان، بنو عیس، بنو ذویان، بنو العشراء، بنو سعد، بنو حشر، بنو شعیب، بنو جاش، بنو فزارہ	عینیہ بن حصن فزاری کی کمان میں

یہودان خیر فذک، وادی القری ویتاء
حیی بن اخطب کی کمان میں

مدینہ کے جنوب سے آنے والے قبائل

بنو ہوزان	عامر بن طفیل کی کمان میں
بنو سلیم	سفیان بن عبد الشمس کی کمان میں

قریش کے ساتھ بنو کنانہ تھے۔ بنو کنانہ میں احابیش اور مصطلق کے قبائل تھے۔ ان سب کی کمان ابوسفیان بن حرب کے پاس تھی۔ بنو احابیش کے قبائل میں بنو نضر بن کنانہ، بنو مالک بن کنانہ، بنو حرث بن مالک تھے۔

بنو مصطلق کے قبائل میں بنو حرث بن لوی، بنو عوف بن لوی، بنو کعب بن لوی، بنو عدی بن کعب، بنو ہصیص بن کعب، بنو جمح بن کعب، بنو مرہ بن کعب، بنو سہم بن کعب، بنو تیم بن مرہ، بنو کلاب بنو زہرہ بن کلاب، بنو قصی بن کلاب تھے۔

مدینہ کے مشرقی جانب آباد بنو قریظہ بھی حی بن اخطب کی شہ پر حضور ﷺ سے عہد توڑ کر احراب میں شامل ہو گئے۔

میدان جنگ میں مشرکین اور یہود کا سپہ سالار اعلیٰ ابوسفیان بن حرب مقرر ہوا۔ آپ ﷺ کے پاس بھی دشمنوں کی تیاریوں کی خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی ایک مجلس بلائی اور ان سے دریافت فرمایا کہ جنگ مدینہ کے اندر قلعہ بند ہو کر کریں یا مدینہ سے باہر جا کر ان سے مقابلہ کریں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا ”جس خدا نے ہماری نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اسی خدا نے ہم کو مال اندیشی کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے کہ ہم مٹھی بھر مسلمان ٹڈی دل کفار سے کھلے میدان میں لڑیں۔“ حسن اتفاق سے اس مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے انہوں نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت نہیں ایک محفوظ مقام میں لشکر کو جمع کیا جائے اور گرد خندق کھود لی جائے سب نے اس رائے کو پسند کیا۔

مدینہ کے تین اطراف مکانات اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رخ کھلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے تین ہزار صحابہ کرام کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام میں خندق کھودنے کی تیاریاں شروع کیں۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا۔ آپ ﷺ خود بھی خندق کھودنے میں بھرپور حصہ لے رہے تھے۔ یہ جاڑوں کا موسم تھا سرد ہوا میں چل رہی تھیں۔ کئی کئی دن کے فاقہ کے باوجود انصار و مہاجرین ذوق و شوق سے خندق کھود رہے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا: فرمایا ٹھہرو میں خود اترتا ہوں بھوک کے باعث آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال دست مبارک میں پکڑ کر چٹان پر ماری تو چٹان ریت کے تودہ کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔ یہ کام تین ہفتہ جاری رہا اور ساڑھے تین میل خندق تیار ہو گئی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنے محلوں کے سامنے خندقیں کھود لیں اور شہر قلعہ نما بن گیا۔ خندق مکمل ہوئی تو کفار کا لشکر آ پہنچا۔ آپ ﷺ تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا ٹھہرے۔ اب فریقین کے مابین خندق تھی۔ مستورات بچوں

معدوروں، جانوروں، غلہ اور قیمتی اثاثوں کو بنو قریظہ یہود کی آبادی کے قریب اہم حسان قلعہ میں منتقل کر دیا گیا۔ جو ایک گڑھی کی کہنہ چار دیواری تھی اور حسان بن ثابتؓ کی ملکیت تھی۔

آپ ﷺ کا خیمہ بھی جبل سلح کے ایک اہم محفوظ مقام پر بنا دیا گیا جہاں پر آج کل مسجد فتح بطور یادگار پائی جاتی ہے۔ اسی کے قریب سلح کی مغربی ڈھلوان اور دامن میں باب الشامی کی طرف آپ ﷺ کے چار سپہ سالاروں حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم کے خیمے تھے جہاں آج کل مساجد بنا دی گئی ہیں انہیں مساجدِ خمہ کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے صحابہ کو مختلف دستوں میں تقسیم کر کے خندق کے مختلف حصوں پر متعین کیا اور مدینہ کے دوسرے اطراف جہاں مکانات اور نخلستان تھے، نگرانی اور حفاظت کے لئے متعین فرمائے۔ بنو قریظہ مدینہ کے قریب اپنے قلعوں میں متمکن تھے اور ایسے مقام پر تھے کہ جب چاہتے بڑی آسانی سے بغیر کسی دشواری کے مدینہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ وہ اسی جگہ کے مکین ہونے کے باعث شہر کے تمام راستوں، گلی کوچوں سے واقف تھے۔ پھر وہ مسلمان خواتین اور بچوں کے لئے بھی باعث خطرہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت سلمہ بن اسلم کو دوسو آدمیوں کے ساتھ اس طرف بھی متعین کر دیا اور حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کا عامل مقرر فرما دیا۔ اس طرح اپنے محدود مادی وسائل سے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے بہترین منصوبہ بندی کر لی گئی۔

سب سے پہلے ابوسفیان جبل احد کے مغربی گوشے سے فوجوں کو لے کر احد کا میدان عبور کرتا ہوا آگے بڑھا۔ خندق کو دیکھ کر شامی رخ سے حملہ کے لئے آیا لیکن وہاں بھی خندق کو راہ میں حائل پایا۔ وہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے کیونکہ انہوں نے کبھی خندق کی جنگ نہ دیکھی تھی۔ بعض سواروں نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی لیکن صحابہ کے پتھروں کی بوچھاڑ نے ان کو ہٹا دیا۔ آخر کار کفار نے دیکھا کہ خندق کی وجہ سے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ بھی باقاعدہ لڑائی محال ہے تو انہوں نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے اور مدینہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اب وہ خندق کے کمزور حصوں کی تلاش میں لگ گئے۔

مغربی سمت میں جہاں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ متعین تھے، پتھر پٹی جگہ ہونے کے باعث خندق کی چوڑائی قدرے کم تھی۔ ایک روز اس طرف سے کفار نے کچھ جانبازوں کو پیٹ کے

بل رینگ کر بڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے اس کا رروائی کو دیکھ لیا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً ادھر کے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک خندق کے پاس پشتہ کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور دوسرا حصہ ترکش اور کمان لے کر آمادہ ہو گیا جوں ہی انہوں نے خندق میں اترنا شروع کیا پشتہ کے پیچھے چھپے ہوئے مجاہدوں نے ان پر تیر برسنا شروع کر دیئے۔ کچھ ہلاک ہو کر خندق میں گر گئے اور باقی گھبرا کر اٹھے بھاگ گئے۔

بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھے لیکن بنو نضیر نے ان کو ملانے کی کوشش کی۔ حی بن اخطب خود بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ لیکن اس نے حی کو ملنے سے انکار کر دیا۔ حی نے کہا کہ وہ ایک عظیم لشکر لے کر آیا ہے کہ اب اسلام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے۔ کعب نے کہا کہ میں کبھی آپ ﷺ سے عہد نہ توڑوں گا۔ میں نے ان سے سوائے سچائی اور ایفائے عہد کے کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن حی اصرار کرتا رہا اور آخر اسے عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تحقیق حال کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ اگر خبر درست ہو تو واپسی پر مبہم الفاظ میں بیان کرنا تاکہ لوگ نہ سمجھ سکیں اور اگر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنا۔ یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے اور اس کو معاہدہ یاد دلایا لیکن اس نے کسی معاہدہ سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ کو اس کی غداری اور بد عہدی سے صدمہ ہوا۔ اب بنو قریظہ نے شہر کے امن میں خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمان عورتوں اور بچوں کے لئے خطرہ لاحق ہو گیا۔ کعب کی بد عہدی راز نہ رہ سکی اور یہ امر سب کے لئے پریشانی کا باعث ہوا۔ یہ وقت ابتلاء اور آزمائش کا تھا۔ منافقین کا نفاق ظاہر ہو رہا تھا۔ چنانچہ منافقین نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں لہذا عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے ہم اجازت چاہتے ہیں۔

مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے محاصرہ اور نزعہ میں آگئے تھے۔ محاصرے کی شدت سے آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں بمقتضائے بشریت یہ گھبرانہ جائیں اور ارادہ فرمایا کہ عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف کو جو قبائل غطفان کے قائد و سردار ہیں مدینہ کے نخلستان کے تہائی پھل دے کر صلح کر لی جائے تاکہ وہ ابوسفیان کی مدد سے کنارہ کش ہو جائیں اور مسلمانوں کو اس محاصرے سے نجات مل جائے۔ آپ ﷺ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے اپنا خیال

ظاہر فرمایا۔ اس پر وہ دونوں عرض گزار ہوئے کہ اگر یہ حکم الہی ہے تو ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں اور اگر آپ ﷺ ازراہ شفقت ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری خاطر یہ ارادہ کیا ہے اللہ کا کوئی حکم نہیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! پھر اس کی ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کی رائے کو درست قرار دے دیا۔

عکرمہ بن ابو جہل کے لشکر سے کچھ سواروں نے گھوڑے بھگا کر خندق کے اس تنگ مقام کو پار کرنے کی کوشش کی اور چند سوار خندق پھاند بھی گئے۔ ان میں ایک مشہور بہادر عمرو ابن عبدود جو ہزار سوار کے برابر جانا جاتا تھا۔ وہ شخص سر سے پاؤں تک غرق آہن تھا۔ اس نے مقابلے کے لئے پکارا۔ حضرت علیؑ سامنے آئے اس نے وار کیا جس کو حضرت علیؑ نے سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا جو اب میں حضرت علیؑ نے عمرو پر وار کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ضرار بن خطاب اور حیرہ بن ابی وہب نے حملہ کیا لیکن واپس بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ضرار کا تعاقب کیا۔ چوتھا بہادر نوفل بن عبد اللہ واپس بھاگتے ہوئے خندق میں گرا اور گردن ٹوٹنے سے مر گیا۔ بعض کے مطابق حضرت علیؑ نے خندق میں اتر کر تلوار سے ہلاک کیا۔ یہ دیکھ کر عکرمہ اپنا نیزہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ان دونوں بہادروں کی ہلاکت سے مشرکین میں خوف پھیل گیا۔ نوفل کی لاش کے لئے کفار نے دس ہزار درہم کی پیشکش کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ بھی خبیث اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث و ناپاک ہے اللہ کی لعنت ہو اس پر بھی اس کی دیت پر بھی نہ دس ہزار کی ضرورت ہے نہ لاشہ کی“ اور لاشیں بغیر معاوضہ قریش کو دے دی گئیں۔

خواتین اور بچے جس قلعہ میں مقیم تھے وہ بنو قریظہ کی آبادی کے قریب تھی۔ خواتین میں آپ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ بھی مقیم تھیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ حضرت صفیہؓ نے ایک یہودی کو قلعہ کے ارد گرد چکر کاٹتے دیکھا انہوں نے حضرت حسانؓ سے کہا۔ اے حسان! جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ یہودی قلعہ کی اطراف میں گھوم رہا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ہماری پشت پر موجود یہود کو ہمارے یہاں چھپنے کی اطلاع نہ دے دے اور اس وقت ہماری مدد کو بھی کوئی نہیں آسکتا۔ لہذا آپ اتر کر اسے قتل کر دیں۔ حسانؓ نے جواب دیا اے دختر عبدالمطلب واللہ آپ کو معلوم ہے میں جنگی آدمی نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے خود خیمہ کی چوب مار کر اس یہودی کو ہلاک کر دیا اور واپس آ کر کہا۔ حسانؓ!

جائے اس کے ہتھیار اور اسباب اتار لائے چونکہ وہ مرد ہے اس لئے میں نے اس کے ہتھیار نہیں اتارے۔

سیدہ صفیہؓ کے اس جانبازانہ کارنامے کا مسلمان خواتین اور بچوں کی حفاظت پر بہت گہرا اثر ہوا۔ یہودیوں نے سمجھا کہ قلعہ میں مسلمانوں کا لشکر موجود ہے اس لئے انہیں دوبارہ یہاں پر کوئی کارروائی کرنے کی کوئی جرات نہ ہوئی۔ البتہ وہ مشرکین کے ساتھ اتحاد و انضمام کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے انہیں مسلسل رسد پہنچاتے رہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے ان کی رسد کے بیس اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

محاصرہ سختی سے جاری تھا اور ایک دن رات مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ کفار نے ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسایا۔ جس کی وجہ سے مسلمان فجر کے بعد کوئی نماز ادا نہ کر سکے۔ جب تیروں اور پتھروں کی یہ بارش بند ہوئی اور حضور ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ پھر ظہر کی تکبیر کہہ کر نماز ادا فرمائی پھر ہر نماز کی الگ الگ تکبیر کہہ کر اپنے صحابہ سمیت سب نمازیں ادا فرمائیں۔ جنگ کا یہ سخت ترین دن تھا۔

اسی تیر اندازی کے دوران حضرت سعد بن معاذؓ کو حبان عرقہ نامی قریش کا ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی زخمی ہو کر حضرت سعدؓ نے دعا کی ”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ جس قوم نے تیرے رسول ﷺ کی توہین کی اور انہیں نکال باہر کیا ان سے تیری راہ میں جہاد کرنا مجھے جس قدر محبوب ہے اتنا کسی اور قوم سے نہیں۔ اے اللہ! میں سمجھتا ہوں کہ اب تو نے ہماری اور ان کی جنگ کو آخری مرحلہ تک پہنچا دیا ہے۔ پس اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہے تو مجھے ان کے لئے باقی رکھ کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر قریش کے ساتھ ساری لڑائیاں ختم ہو گئیں تو مجھے شہادت عطا فرما لیکن مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ کے معاملے میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو جائے۔“

کفار میں پھوٹ

اسی اثناء میں بنو غطفان کا رئیس نعیم بن مسعود بن عامر اشجعی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو گیا ہوں لیکن میری قوم کو ابھی میرے اسلام لانے کی خبر نہیں۔ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو اس حصار کو ختم کروانے کی کوئی تدبیر

کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تم ایک تجربہ کار شخص ہو اگر کوئی ایسی تدبیر ہو تو کر گزرو اس لئے کہ لڑائی، مہم ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔

نعیم بنو قریظہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ وہ محبت اور خصوصی تعلق کی بناء پر ان کے پاس آئے ہیں۔ نعیم نے ان سے کہا کہ قریش اور غطفان کا اس علاقہ میں نہ کوئی گھربار ہے اور نہ مال و دولت۔ وہ تو باہر سے لڑنے آئے ہیں لیکن آپ لوگوں کا سب کچھ یہیں۔ کل جب وہ لوگ چلے جائیں گے تو پھر آپ ہوں گے اور محمد ﷺ ہوں گے۔ وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے۔ بنو قریظہ چونکے اور پوچھا پھر کیا کیا جائے تو نعیم نے کہا کہ آپ لوگ قریش سے ان کے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر لیں۔ اگر وہ نہ دیں تو آپ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ بنو قریظہ نے کہا کہ یہ صائب رائے ہے۔

نعیم پھر قریش کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ یہود مسلمانوں سے عہد شکنی پر نادم ہیں اور اب ان میں مر اسلت ہوئی ہے اور وہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے اور پھر آپ لوگوں کے خلاف محمد ﷺ سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے۔ لہذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ ہرگز نہ دیں۔ اس کے بعد وہ غطفان کے پاس بھی گئے اور ان سے یہی بات دہرائی اور ان کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات قریش نے یہود کو پیغام بھجوایا کہ ہماری خیمہ گاہ مناسب جگہ پر نہیں جس کے باعث جانور مر رہے ہیں۔ اب بہتر یہ ہے کہ مل کر آج مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے لیکن یہود نے جواب بھجوایا کہ آج ہفتہ ہے اور یہ حکم شریعت کے مطابق آرام کا دن ہے۔ پہلوں نے جب اس حکم کی خلاف ورزی کی تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ اس کے علاوہ جب تک آپ کچھ لوگ بطور یرغمال نہ دیں گے ہم جنگ میں شامل نہ ہوں گے۔ قریش نے یرغمالی دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے سوچا واللہ نعیم نے درست کہا تھا۔ اس طرح دونوں فریقوں کا آپس میں اعتماد اٹھ گیا اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ جس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

اسی دوران مسلمان اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔ ”اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا اور ہمارے خوف کو دور کر دے“ اور پھر آپ ﷺ دعا فرما رہے تھے۔ ”اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! نہیں شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیں قبول فرمائیں۔ مشرکین اور یہود کے اس بڑے ہجوم میں سامانِ خور و نوش میں قلت پیدا ہو گئی۔ جو سامان وہ ساتھ لائے تھے ایک لمبا عرصہ محاصرہ کرنے کے باعث یا ختم ہو چکا تھا یا ختم ہو رہا تھا اور مزید سامان ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ جنگ میں بھی کامیابی کی کوئی امید دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بنو قریظہ سے امداد کی امید بھی دم توڑ گئی تھی۔ باہمی بد اعتمادی بھی ان کے لئے عذاب سے کم نہ تھی۔ اسی دوران ایک رات نہایت خوفناک آندھی آئی جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے۔ کھانے کے دیگے چولہوں پر الٹ الٹ کر گر گئے۔ طنائیں اور کھونٹیاں اکھڑ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طوفان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے انہیں ہلا ڈالا اور اس طرح ان کا تمام لشکر خوف و ہراس میں مبتلا ہو گیا کہ اگر مسلمانوں نے اس حالت میں ان پر حملہ کر دیا تو ان کا حشر کیا ہوگا۔ اس حال میں قبیلہ اسد کے سپہ سالار طلحہ بن خولید نے بلند آواز سے پکارا۔ اے دوستو! ہم پر یہ مصیبت محمد ﷺ کی وجہ سے آئی ہے۔ یہاں سے بھاگ کر نجات حاصل کرو۔ ابوسفیان بھی پکارا اٹھا۔ اے قریش! قسم ہے خدا کی تم ایسی جگہ آن ٹھہرے ہو کہ جہاں جوتیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اس جنگ میں بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم پر ناگوار گزریں اور طوفان نے ہم کو ایسا پریشان کیا ہے کہ کسی طرح ہم کو اطمینان نہیں ہے نہ آگ جلتی ہے کہ خیمہ رہتا ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب تم مکہ واپس چلو۔ اس کے بعد ابوسفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا اس کا گھٹنا بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان بدحواسی میں اس پر سوار ہو کر اسے مارنے لگا۔ یہ تماشا دیکھ کر ایک شخص نے اس کا گھٹنا کھول دیا اور ابوسفیان روانہ ہو گیا۔

اس انتہائی سرد اور طوفانی رات میں آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کو کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ وہ ان کے لشکر میں گئے حالات کا جائزہ لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں واپس آ کر ان کی روانگی کی اطلاع دی۔ بھاگتے ہوئے وہ اپنا سامان بھی نہ اٹھا سکے تھے۔ سب سے آگے قریش پھر غطفان اور پھر دیگر قبائل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ گئے۔

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ تمام میدان خالی پڑا تھا۔ اس طرح اللہ نے نصرت کا وعدہ پورا کیا۔ اعصاب کی اس جنگ میں مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ اتنے بڑے لشکر کے باوجود وہ مسلمانوں کی بہت کم جمعیت کے خلاف بھی بے بس رہے ہیں۔

محاصرے کا آغاز شوال ۵ھ میں پیش آیا اور تقریباً ایک ماہ بعد ذی قعدہ میں خاتمہ

ہوا۔ اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذؓ (زخمی حالت میں مدینہ آئے اور وہاں انتقال کر گئے)

۱۔ حضرت انس بن اویسؓ

۲۔ حضرت عبداللہ بن سہلؓ

۳۔ حضرت طفیل بن نعمانؓ

۴۔ حضرت ثعلبہ بن عنمہؓ

۵۔ حضرت کعب بن زیدؓ

اور دس کفار و اصل جہنم ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور کافر ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے اب

ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔“

آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو یہ بدھ کا دن تھا اور ذی قعد کے ختم ہونے میں

سات دن باقی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں یوں فرمایا:

”جب کہ وہ تمہاری طرف آئے اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب

سے بھی اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور اللہ کے ساتھ

طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ اہل ایمان کی آزمائش ہوئی اور

خوب ہلائے گئے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۱۰)

”اور ان (منافقین) کا ایک فریق نبی سے اجازت مانگ رہا تھا، کہتا تھا،

ہمارے گھر خالی پڑے ہیں حالانکہ وہ خالی نہیں تھے۔ یہ لوگ محض فرار

چاہتے تھے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۱۳)

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جو تم پر اس وقت ہوا کہ جب کافروں کے بہت سے لشکر تمہارے سروں پر آ پہنچے۔ پس اس وقت ہم نے تمہارے دشمنوں پر ایک آندھی بھیجی اور تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اپنے لشکر اتارے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۹)

”اور اللہ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے والا ہو گیا، اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۲۵)

غزوہ بنو قریظہ

آپ ﷺ نے مدینہ میں آ کر بنو قریظہ سے جو بنو نضیر سے رتبہ میں کم سمجھے جاتے تھے دوستانہ معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے ان کو پوری مذہبی آزادی دی گئی تھی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا تھا۔ اب ان کا درجہ بنو نضیر کے برابر آ گیا۔ اس کے باوجود انہوں نے غزوہ بدر میں قریش کی مدد کی اور ان کو اسلحہ بھی فراہم کیا لیکن ان کی بد عہدی معاف کر دی گئی۔ جب بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی درخواست پر ان سے معاہدہ کی تجدید کی۔

ان مہربانیوں کے باوجود بنو قریظہ نے جنگ احزاب میں پھر عہد شکنی کی۔ پھر ایسے نازک موقع پر انہوں نے مسلم خواتین کی اقامت پر جوان کے محلے کے قریب تھی حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے جلا وطنی کے وقت خیبر جاتے خدا کو ضامن ٹھہرا کر آپ ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی مخالفت میں کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ پھر اس نے قریش اور دیگر قبائل کو اکسا کر جنگ احزاب قائم کر دی تو بنو قریظہ نے حیی کی باتوں میں آ کر غزوہ احزاب میں اعلانیہ شرکت کی اور جنگ کے اختتام پر بانی شریعت بن اخطب کو امان دی اور اسے

اپنے ساتھ قلعوں میں لے گئے۔

غزوہ خندق سے فارغ ہو کر آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ”کیا آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے اور میں قریش کا تعاقب کر کے بس واپس آ رہا ہوں۔ اٹھئے! اور اپنے رفقاء کو لے کر بنو قریظہ کا رخ کیجئے میں آگے آگے جا رہا ہوں۔ ان قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب و دہشت ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے اذان کا حکم دیا اور نماز سے قبل صحابہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطلاع دی اور فرمایا کہ بنو قریظہ کی طرف چلو اور تم میں سے کوئی نماز عصر نہ پڑھے جب تک بنو قریظہ (کی بستی) نہ پہنچ جائے۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تقریباً دو سو مجاہدین کے ساتھ جھنڈا عطا فرما کر آگے روانہ کیا یہ لوگ بنو قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے تو یہود نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنا شروع کر دیئے اور اپنا مال مویشی اندر لے جا کر قلعہ بند ہو گئے۔ حضور ﷺ بھی حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ کا انتظام سونپ کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور مسلمان بھی ہتھیار باندھ کر آ رہے تھے۔ آپ ﷺ جب وہاں پہنچے تو ہر اول دستہ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان خبیثوں کی طرف تشریف نہ لے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں تم نے ان کو مجھے برا کہتے سنا ہے عرض کی گئی جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے تو پھر کچھ نہ کہیں گے۔ آپ ﷺ تو پہلے ہی ان کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

کچھ لوگ مغرب تک وہاں پہنچ گئے اور نماز مغرب وہاں ادا کی۔ جو لوگ راستے میں نماز عصر ادا نہ کر پائے تھے انہوں نے یہ نماز مغرب کے بعد پڑھ لی۔ عشاء تک سب یہاں پہنچ چکے تھے۔ نماز عشاء کے بعد بستی کا محاصرہ کر لیا گیا۔ جب محاصرہ طویل ہو گیا اور نہیں یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ ان کو مطیع کئے بغیر واپس نہ ہوں گے تو کعب بن اسد نے قوم سے کہا کہ اس مصیبت سے نکلنے کے اب تین ہی راستے ہیں۔

۱۔ اسلام قبول کر لو اور مسلمان ہو جاؤ کیونکہ یہ بات اب تم پر واضح ہو گئی ہے کہ وہ سچے

رسول ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں آیا ہے صرف اسی طرح تمہیں امان مل سکتی ہے۔ انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔

۲۔ تو پھر تلواریں کھینچ کر پہلے اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دو پھر باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ اگر تم نے فتح حاصل کر لی تو بہت سی عورتیں اور اولادیں مل جائیں گی اور اگر خود قتل ہو گئے تو اہل و عیال کا فکر باقی نہ رہے گا۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا۔

۳۔ اگر یہ بھی نہیں تو آج ہفتہ کی رات ہے۔ مسلمان تمہاری طرف سے بے فکر ہیں تم آج رات ان پر شب خون مارو شاید کامیاب ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا ہم ہفتہ کے دن کیسے لڑ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے بڑے ایسی باتوں سے ہی تباہ ہوئے۔

ابولباناؓ

اب باہم مشورہ سے انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ ابولباناؓ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کر لیں۔ ابولباناؓ کا نام رفاعہ بن عبدالمذہب ہے اور یہ قبیلہ اوس کے حلیفوں میں سے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور حضرت ابو لباناؓ کو ان کے پاس بھجوادیا۔ یہ وہاں پہنچے تو تمام مردوزن ان کے گرد جمع ہو گئے اور گریہ و زاری شروع کر دی جس سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ یہود نے کہا کہ کیا آپ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ ہم خود کو محمد ﷺ کے سپرد کر دیں۔ حضرت ابولباناؓ نے کہا ہاں میں اس سے اتفاق کرتا ہوں اور اپنی گردن پر ہاتھ پھیر دیا (یعنی ذبح کر دیئے جاؤ گے) یہ اشارہ کرتے ہی انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا جنگی راز فاش کرنے کی خیانت کی ہے۔ وہ اس احساسِ جرم سے کانپ گئے اور آپ ﷺ کو منہ دکھانے کی ہمت نہ ہوئی تو روتے ہوئے مسجد نبویؐ پہنچ گئے اور خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور عہد کیا کہ مرنے تک یہیں رہوں گا جب تک حق تعالیٰ میرے جرم کو معاف نہ فرمادے۔ پھر اللہ سے عہد کیا کہ اب کبھی بنو قریظہ کی زمین پر قدم نہ رکھوں گا۔

جب کافی وقت گزر گیا اور ابولباناؓ نہ آئے تو آپ ﷺ کو بھی ان کے اس عمل کی اطلاع مل گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ سیدھے میرے پاس آجاتے تو میں اللہ سے عہد کرتا۔

کی دعا کرتا اب انہوں نے خود اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے تو اب میں ان کو نہیں کھول سکتا جب تک اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کر دے۔ حضرت ابولہبانہؓ کی اہلیہ یا بیٹی نماز کے اوقات میں ان کو کھولتی اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر باندھ دیتیں۔ آخر آپؐ پر ان کی توبہ کی قبولیت اور معافی کی وحی نازل ہوئی اور آپؐ نے اپنے دست مبارک سے ابولہبانہؓ کو آزاد کیا۔

بعض اہل سیر نے یہ واقعہ ان کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے باعث بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہودیوں نے آخر کار اکیسویں دن درخواست کی کہ ہمیں مال و اسباب کے ساتھ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست کو مسترد کر دیا اور حوالگی کا مطالبہ کیا۔

اب انہوں نے قبیلہ اوس کے لوگوں سے سفارش کی درخواست کی کہ انہیں بنو نضیر کی طرح جلا وطن ہونے کی اجازت لے دیں۔ اوس کے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جس طرح آپؐ نے خزرج کی درخواست پر بنو نضیر کے ساتھ سلوک فرمایا تھا یہ بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ان کے لئے بھی وہی قبول فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا آپ لوگوں کو منظور ہے کہ میں اس معاملہ میں کسی ایک شخص کو ثالث تسلیم کر لوں۔ اوس نے اسے قبول کر لیا تو آپؐ نے انہیں فرمایا: کہ تم لوگ بنو قریظہ کے پاس جاؤ اور وہ جس شخص کو پسند کریں اسے میرے اور اپنے درمیان حکم تسلیم کر لیں۔ اس پر بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ جاہلیت میں سعد سے ان کی دوستی اور دفاعی معاہدہ رہا تھا۔ سعدؓ جنگ خندق میں زخمی ہونے کی وجہ سے مسجد نبوی میں زیر علاج تھے۔ ان کو گدھے پر سوار کر کے لایا گیا۔ جب قریب پہنچے تو ان کے قبیلے کے لوگوں نے ان سے کہا کہ وہ اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھائی اور احسان سے کام لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؐ کو حکم بنایا ہے کہ آپ ان سے حسن سلوک کریں۔ سعدؓ نے کہا کہ میں فیصلہ ان کی کتاب مقدس ”تورات“ کے مطابق کرتا ہوں۔

تورات میں ہے کہ:

”تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلادے تو مردوں کو قتل کر دے باقی عورتیں بچے جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں وہ

سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی۔“

(تورات: کتاب استثناء باب: ۲۰: آیت: ۱۲: ۱۴)

بنو قریظہ کو حضرت سعد بن معاذؓ سے ایسے فیصلے کی توقع نہ تھی۔ غالباً انہوں نے سوچا ہو گا کہ اگر کفار اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب ہو جاتے تو شاید اس وقت کوئی مسلمان مدینہ میں نظر نہ آتا۔ اس فیصلہ کی رو سے آپ ﷺ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ قتل ہونے والوں کی تعداد میں اختلاف ہیں۔ مختلف روایات میں یہ تعداد تین سو پچاس سے چھ سو تک بیان کی گئی ہے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی، جس کا نام نیانہ زوجہ حکم قرظی تھا، جسے بطور قصاص قتل کیا گیا کہ اس نے قلعہ پر سے پتھر مار کر ایک مسلمان خلد بن سویدہؓ کو شہید کر دیا تھا۔ جب اس کا نام پکارا گیا تو خوشی خوشی قتل گاہ میں آئی اور اپنا سر تلوار کے نیچے رکھ دیا۔

اسی طرح جب حیی بن اخطب جو اس تمام فتنہ کا بانی تھا، قتل گاہ میں لایا گیا تو حضور ﷺ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”اے حیی! کیا اللہ نے تجھے رسوا نہیں کیا۔“

حیی نے جواب دیا ”موت سے کس کو رہائی ہے جس قدر میری عمر مقرر تھی مجھے مل چکی ہے آج بھی مجھے آپ کے ساتھ عداوت پر کوئی ملال نہیں۔“ اور پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

”اے لوگو! خدا کے حکم سے گھبرانا مردانگی نہیں ہم بنی اسرائیل کی یہ

مصیبت بھی ہمارے نوشتوں میں تھی۔“

بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے جب بنو قریظہ کے اس انجام کے بارے میں سنا تو

اس نے کہا۔ یہ سب حیی بن اخطب کے اعمال کا پھل ہے۔

بنی ہذیل کے تین افراد ثعلبہ بن سعید، سعید بن سعید اور اسد بن عبید جو قلعہ میں تھے اسی

رات ہتھیار ڈالنے سے پیشتر اسلام لے آئے۔ ان کی جان و مال اور املاک محفوظ رہے۔ بنو قریظہ

کے قلعوں ۱۵۰۰ تلواریں، تین سوزر ہیں، دو ہزار نیزے، پندرہ سو ڈھالیں اور کثیر تعداد میں دیگر

شیابہت سے اونٹ، بکریاں ہاتھ آئیں۔ یہ تمام سامان کھجور کے باغات، قیدی عورتیں اور بچوں کا

پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس غزوہ میں شامل

تین ہزار مجاہدین تھے جن میں چھتیس سوار تھے۔

خمس میں حاصل ہونے والے اسیروں میں سے کئی آزاد کر دیئے گئے اور باقی کو شام اور کچھ نجد بھجوا کر ان کے عوض اچھی نسل کے گھوڑے منگوائے گئے جن کو جہاد کے لئے وقف کر دیا گیا۔

قرآن حکیم میں اس غزوہ کے حالات یوں بیان کئے گئے۔
 ”پھر اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے (بنو قریظہ) ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ اللہ (ان کو) ان کی گڑھیوں (قلعوں) سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے کو قید کر رہے ہو اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمینوں کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تم نے ابھی تک قدم نہ رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۲۶)

نکاح سیدہ ریحانہؓ

بنو قریظہ کے اسیروں میں ریحانہ بنت شمعون بن زید بن عمرو بھی شامل تھیں جو خمس میں آپ ﷺ کے حصہ میں آئیں تھیں۔ ان کا نسبی تعلق بنو نضیر سے تھا مگر بنو قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ جب یہ اسلام لے آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے نکاح میں لے لیا۔ ان کی وفات حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ بحیثیت کنیز حرم نبوی میں شامل رہیں۔ (واللہ اعلم)

جہاد قریظہ کے بعد مدینہ میں یہود کا کوئی مرکز باقی نہ رہا اور منافقین بھی جو تعداد میں کم تھے انتہائی ذلیل و پست ہو کر رہ گئے اور امن و سکون کی فضا پیدا ہو گئی۔

حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت

اللہ نے حضرت سعدؓ کی تمام دعائیں قبول کر لیں اور نتائج بھی دکھا دیئے تو ان کا زخم بہنے لگا اور وہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

۵ ہجری کے دیگر واقعات

معجزات

۱۔ غزوہ خندق کے ایام میں حضرت عمرہ بنت رواحہؓ نے کچھ کھجوریں اپنے شوہر سیدنا بشیر بن سعدؓ اور بھائی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ناشتے کے لئے اپنی بیٹی کے ذریعے بھجوائیں۔ یہ دونوں خندق کھود رہے تھے۔ آپؐ نے بیٹی سے کھجوریں لے لیں جو مقدار میں بہت کم تھیں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھ بھی نہ بھر سکے۔ بعد ازاں آپؐ نے کھجوروں کو کپڑے پر رکھ کر فرمایا: کہ اہل خندق میں اعلان کر دو۔ صبح کے کھانے پر جمع ہو جائیں۔ تمام اہل خندق جمع ہوئے سب نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں لیکن کھجوریں ختم نہ ہوئیں بچ رہیں۔

۲۔ اسی غزوہ کے ایام میں حضرت جابرؓ نے آپؐ کو کھانے کی دعوت دی۔ عرض کی کہ ہمارے ہاں تین چار سیر جو کا آنا ہے اور ایک چھوٹا بکرا ذبح کیا ہے۔ آپؐ چند صحابہ کو بھی ساتھ لے آئیں۔ آپؐ اپنے ساتھ ایک ہزار صحابہ کو لے گئے جو تین دن سے خندق کی کھدائی میں لگے ہوئے تھے اور کھانا بھی تین دن سے نہیں کھایا تھا۔ آپؐ نے دعا برکت فرمائی اور لعاب دہن اس میں ملا کر کھانے کا حکم دیا۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن کھانا پہلے سے بھی زیادہ باقی بچ گیا۔ حضرت جابرؓ کے اہل و عیال نے بھی کھایا اور ہمسایوں کو بھی ہدیہ کیا۔

۳۔ اسی عرصہ میں حضرت امام عامر اسلمیہؓ نے ایک پیالے میں کچھ حلوہ آپؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ آپؐ نے تمام اہل خندق جو تعداد میں تین ہزار تھے جمع کر لیا۔ سب شکم سیر ہوئے اور حلوہ جوں کاتوں باقی رہا۔

۴۔ خندق کی کھدائی میں ایک سخت پتھر نکل آیا جو کوشش سے نہ ٹوٹا۔ آپؐ سے عرض کی گئی اور آپؐ خود خندق میں اتر لے اور کدال سے پتھر پر چوٹ دی اس سے

چنگاری نکلی دو اور ضربوں سے بھی چنگاریاں نکلیں اور چنگاریاں نکلنے پر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت سلمان فارسیؓ پاس تھے۔ عرض کیا کہ چنگاریوں میں نظر آنے والی کیا چیز تھی۔ آپ نے فرمایا: پہلی دفعہ مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا ہوئیں دوسری دفعہ فارس دیا گیا اور تیسری بار مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں ہر ضرب پر ایک ایک ٹکڑا ٹوٹ کر چٹان مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی۔

احکام حجاب

اس سال پردہ کے احکام نازل ہوئے۔ اب حکم ہوا ”اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو کہیں کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکائیں۔ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، لیکن اپنے خاوند کے سامنے یا اپنے آباء کے سامنے پاؤں جھٹک جھٹک کر نہ چلیں۔ ایسے مردوں کے سامنے نہ آئیں جن سے ان کا نکاح جائز ہے۔“

متنبی

متنبی کوئی حقیقت نہیں اور اس کی بیوی سے جاہلیت میں نکاح ناجائز تھا اس رسم کو باطل قرار دیا گیا۔

زنا

اسی سال زنا کی سو کوڑے مارنے کی سزا کا نزول ہوا اور ”حد قذف“ نازل ہوئی۔

ظہار

ظہار کسی ابدی محرمہ عورت کے ساتھ بیوی کو تشبیہ دینا ہے۔ جاہلیت میں یہ طلاق کی ایک قسم جسے اس سال غیر موثر قرار دیا گیا۔ (۸: ۳) اور اس کے لئے کفارہ مقرر کیا گیا۔

حضرت بلال بن حارثؓ

اسی سال حضرت بلال بن حارثؓ مزنی اپنی قوم بنی مزنیہ کے چار سو افراد کا وفد لے کر

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سریہ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ

اسی سال سلام بن ابی الحقیق (ابورافع) یہودی کو بنوقریظہ سے فراغت کے بعد مسلمانوں کے خلاف مشرکین کو درغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے باعث پانچ اصحابہ کو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کی سربراہی میں بھجوایا۔ جنہوں نے ابورافع کو اس کے قلعہ جو خیبر میں واقع تھا، میں جا کر قتل کر دیا۔ اس سریہ کی روانگی ذی قعدہ ۵ھ کو عمل میں آئی۔

ضمام بن ثعلبہؓ کا اسلام

بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو اپنا سفیر مقرر کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوایا۔ ضمام مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ ابن عبدالمطلب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ ضمام نے پھر کہا کہ اگر آپ ﷺ برانہ مانیں تو میں چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو دل میں آئے پوچھ میں برا نہیں مانوں گا۔ اب اس نے پوچھا کہ میں آپ کو آپ کے خدا اور ان لوگوں کے خدا کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں قسم دیتا ہوں۔ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! قسم ہے اللہ کی۔ اس نے پھر سوال کیا میں قسم دیتا ہوں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے خدا اور ان لوگوں کے خدا کی جو آپ ﷺ سے پہلے گزرے ہیں کہ واقعی اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کو پوجیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! قسم ہے اللہ کی۔ پھر ضمام نے تمام فرائض اسلام کے بارے میں دریافت فرمایا اور ہر بات میں آپ ﷺ کو قسم دلائی اور پھر آخر میں کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ میں تمام اوامر کی پیروی کروں گا اور جن باتوں سے آپ ﷺ نے روکا ہے ان سے پرہیز کروں گا اور ان میں ذرہ بھر کی بیشی نہیں کروں گا۔

ضمامؓ آپ ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے قبیلے میں پہنچے اور قبیلہ والوں کو جمع کر کے کہا

کہ لات و عزلی بیکار چیزیں ہیں۔ یہ سن کر قبیلہ والے پکار اٹھے کہ زبان بند کرو مبادا کہ تم بیماریوں مثلاً برص، جزام، جنون میں مبتلا ہو جاؤ۔ ضمامؓ نے کہا۔ بخدا بت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں۔ اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے۔ جس کے ذریعے تم کو گمراہی سے نجات دلائی ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں ان کے پاس سے اللہ کے اوامر و نواہی لے کر آیا ہوں۔ اس طرح ضمامؓ کی تلقین سے قبیلے کے تمام مردوزن نے اسلام قبول کر لیا۔

نماز خسوف

اسی سال جمادی الاخر میں چاند گرہن ہوا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز خسوف پڑھی جب تک چاند روشن نہ ہو گیا۔

۶ ہجری

سریہ محمد بن مسلمہؓ

حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ جو ہجرت کے اوّلیں دنوں میں بکریوں کو غارِ ثور پر لایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ دودھ حاصل کر لیں ان کو پیر معونہ میں بنی کلاب کے ایک شخص نے شہید کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ۱۰ محرم ۶ھ کو محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی سرکردگی میں تین سو اوروں کو قرطاًء کی جانب روانہ فرمایا۔ قرطاًء بنو بکر بن کلاب کی ایک شاخ ہے جو سریہ کے مقام پر رہتے تھے جو مدینہ سے سات روز کے راستے پر ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے جا کر ان پر چھاپہ مارا تو دشمن کے بھی لوگ بھاگ گئے اور ڈیڑھ سواونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ مسلمانوں کو بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال ملے۔ جن کو وہ گرفتار کر لائے۔ یہ لوگ ۲۹ محرم کو مدینہ پہنچے، خمس نکال کر مالِ غنیمت تقسیم ہوا اور ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ یہ شخص مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلا تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ثمامہ سے پوچھا۔ اے ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے عرض کیا۔ اگر آپ ﷺ قتل کر دیں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام و احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر انعام و احسان ہوگا اور اگر مالِ مطلوب ہے تو جتنا چاہیں حاضر کر دوں۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ دوبارہ اس کے پاس سے گزرے تو وہی سوال کیا تو عرض کیا۔ اگر آپ ﷺ احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔ آپ ﷺ پھر خاموش گزر گئے۔ آپ ﷺ تیسری بار گزرے تو وہی سوال کیا تو ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کہ ثمامہ کو کھول دو اور ثمامہ سے کہا۔ اے ثمامہ میں نے تجھ کو معاف کیا اور آزاد کیا۔ ثمامہ قریب ہی ایک نخلستان میں گئے غسل کیا اور واپس مسجد میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے اور کہا۔ واللہ! روئے زمین پر کوئی شخص مجھے آپ ﷺ سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب مجھے آپ ﷺ کا روئے مبارک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ واللہ پہلے مجھے کوئی مذہب آپ ﷺ کے مذہب سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا اور آج آپ ﷺ کا مذہب میرے نزدیک تمام ادیانِ عالم سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ کے سواروں

نے مجھے اس وقت گرفتار کیا، جب میں عمرہ کا ارادہ کر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: خوش رہو اور عمرہ کے لئے جاؤ۔ ثمامہؓ جب مکہ پہنچے تلبیہ کہی تو قریش نے کہا! کیا تم بے دین ہو گئے ہو۔ جواب دیا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو یمامہ سے اب تمہارے پاس ایک دانہ گندم کا بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں، وطن واپس جا کر حضرت ثمامہؓ نے غلہ کی روانگی بند کر دی نتیجتاً مکہ میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی۔ قرابت کا واسطہ دے کر آپ ﷺ کو لکھا گیا کہ ثمامہؓ کو لکھ دیں کہ غلہ کی روانگی بند نہ کریں۔ رحمت عالم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ثمامہؓ جلیل القدر صحابہ میں سے ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کے ذریعے بہت سے اہل یمامہ کو نور اسلام سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ کی رحلت پر جب یمامہ کے لوگ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے تو انہوں نے لوگوں کو خطاب کیا کہ مسیلمہ کا دعویٰ نبوت باطل ہے اور یہ آیت پڑھی۔

”میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے۔ جو غالب اور بہت علم والا ہے وہ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا اور سخت عذاب بھی کرنے والا ہے اور دوستوں کو بڑا انعام دینے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔“

(سورۃ مومن: ۳)

یہ کلمات سن کر تین ہزار مرتدوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور دوبارہ آغوش اسلام میں آ گئے۔

غزوۃ بنی لحيان

بنی لحيان نے ۴ھ میں مقام ربيع میں دس صحابہ کرام کو دھوکے سے گھیر کر آٹھ صحابہ کو شہید کر دیا تھا اور دو کو فروخت کر دیا تھا جن کو اہل مکہ نے بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کو اس واقعہ کا بے حد صدمہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یکم ربيع الاول ۶ھ کو دو صحابہ کے ساتھ حضرت ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ مقرر فرما کر شہدا کا بدلہ لینے کے لئے ملک شام کی طرف کوچ فرمایا۔ لشکر کے

ساتھ بیس گھوڑے بھی تھے۔ آپ ﷺ تیز رفتاری سے لطن غران نامی وادی میں پہنچے۔ یہاں صحابہ کرام کو شہید کیا گیا تھا اور ان کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ بنو لحيان آپ ﷺ کی آمد کی خبر پا کر فرار ہو گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے اور ان کا کوئی شخص نہ ملا۔ آپ ﷺ نے وہاں دو دن قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں چھوٹی چھوٹی مہمیں بھجوائیں۔ یہاں سے آپ ﷺ غسان آئے اور یہاں سے حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دس سواروں کو کراغ الغمیم بھجوا یا تا کہ قریش کو ان کی آمد کا علم ہو تو وہ دہشت زدہ ہو جائیں۔ آپ چودہ راتیں باہر رہ کر واپس مدینہ پہنچے اور فرمایا ہم لوگ رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں۔

غزوة غابہ

غابہ نامی ایک چراگاہ مدینہ سے ۱۲ میل باہر واقع تھی جس میں آپ ﷺ کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ بنو غطفان کی ایک شاخ فزارہ کے سردار عینہ بن حصن نے ایک رات چالیس سواروں کے ساتھ یہاں حملہ کر کے یہاں کے محافظ بنو غفار کے ایک شخص ذرا بن ابی ذر غفاریؓ کو قتل کر کے ان کی بیوی لیلیٰ کو گرفتار کر لیا اور بیس اونٹ ہانک لے گیا۔

اتفاقاً سلمہ بن الاکوع اور آپ کے غلام رباحؓ سحری کے وقت اس طرف گئے ہوئے تھے۔ سلمہ بن الاکوع کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے رباعؓ کو آپ ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے بھجوا دیا اور خود ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

تیر و کمان سلمہ کے پاس تھی۔ دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمہ پر جا پکڑا اور ان پر تیر پھینکنے شروع کر دیئے جس سے ان کے کافی افراد زخمی ہو گئے۔ جب دشمن تیر پھینکتے تو سلمہ جنگل کے درختوں کی اوٹ میں ہو جاتے۔ اب وہ اونٹوں کو چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضور کو غابہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے پانچ سو کی جمعیت کے ساتھ چوروں کے تعاقب میں نکلے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آٹھ گھڑ سوار بھی تھے جنہوں نے انہیں جالیا۔ چار ڈاکو مارے گئے اور اخزم اسدیؓ شہید ہو گئے۔ کفار بھاگ کر اس گھاٹی میں داخل ہوئے جہاں ذی قرد نامی چشمہ تھا وہاں ٹھہر کر پانی پینا چاہتے تھے لیکن

مسلمانوں کے خوف سے نہر کے اور فرار ہو کر جلدی میں قبیلہ بنو غطفان پہنچے تاکہ مسلمانوں کی گرفت سے بچ سکیں۔ آپ ﷺ ذی قرد میں ایک دن اور ایک رات قیام کے بعد مدینہ واپس آ گئے۔ اس اثناء میں ذرا کی بیوی لیلیٰ ان کے چنگل سے فرار ہو کر واپس پہنچ گئیں۔

سریہ غمر

حضرت عکاشہ بن مھسنؓ کو آپ ﷺ نے چالیس افراد کا دستہ دے کر بنو اسد کی طرف بھجوایا۔ وہ مقام غمر پہنچے جو ایک چشمہ کا نام ہے بنو اسد مسلمانوں کی آمد کا سن کر فرار ہو گئے۔ ان کے دو سوانٹ ملے جو وہ مدینہ لے آئے۔ یہ سریہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔

سریہ ذوالقصة

ذوالقصة نجد میں مدینہ سے ۲۴ میل دور ایک مقام تھا جہاں بنو ثعلبہ آباد تھے۔ ربیع الآخر ۶ھ میں محمد بن مسلمہؓ کی سربراہی میں دس صحابہ کا دستہ بنو ثعلبہ کے لئے روانہ فرمایا جہاں وہ مدینہ کی چراگاہ ہیفاء پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

یہ لوگ رات کو وہاں پہنچ کر سو گئے۔ بنو ثعلبہ کے سوا افراد نے آ کر شب خون مارا۔ مشرکین کے تیروں کی بارش سے نوصحابہ شہید ہو گئے اور محمد بن مسلمہؓ کو وہ زخمی حالت میں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ ایک مسلمان ادھر سے گزرا اور محمد بن مسلمہؓ کو اس حالت میں اٹھا کر مدینہ لے آیا۔

سریہ جموم

ربیع الآخر ۶ھ میں آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو ایک جمعیت دے کر بنو سلیم کی گوشالی کے لئے مقام جموم کی طرف بھجوایا۔ جب یہ ارض بنو سلیم میں جموم نامی چشمہ پر پہنچے تو انہیں قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت حلیمہ ملی۔ جس نے ان کو بنو سلیم کے محلے تک رہنمائی کی۔ چنانچہ یہ کچھ قیدی اور مویشی لے آئے۔ آپ نے اس حزنی عورت کو آزاد کر کے اس کی شادی کر دی۔

سریہ عیص

مدینہ میں خبر ہوئی کہ قریش کا تجارتی قافلہ ملک شام سے واپسی پر قریب سے گزر رہا ہے۔ آپ ﷺ جمادی الاول ۶ھ کو زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں ستر سواروں کا دستہ دے کر

قافلہ کو روکنے کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت زیدؓ نے قافلے پر حملہ کر کے مال پر قبضہ کر لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ مالِ غنیمت میں صفوان بن امیہ کی بڑی مقدار میں چاندی بھی تھی۔ قافلہ کے قائد ابو العاص دامادِ رسول اللہؐ تھے اور ابھی تک اپنے آبائی دین پر تھے، گرفتار نہ ہو سکے اور بھاگ کر مدینہ پہنچے اور سیدہ زینبؓ کی پناہ حاصل کی اور ان سے کہا کہ رسول اللہؐ سے کہہ کر قافلے کا مال واپس دلا دیں۔ سیدہ زینبؓ نے ان کی گزارش آپؐ کے سامنے پیش کی تو آپؐ نے صحابہ کرام سے کہا کہ مالِ غنیمت آپ کا حق ہے اگر چاہو تو واپس کر دو نہ چاہو تو خیر یہ تمہارا حق ہے۔ لیکن صحابہ نے تمام مال و اسباب واپس کر دیا۔ ابو العاص مال لے کر مکہ چلے گئے۔ لوگوں کو ان کا مال پہنچا کر پوچھا کہ اب کسی کا میرے ذمے کوئی مال ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی کا تیرے ذمہ کچھ نہیں۔ ابو العاص نے کہا کہ اب جبکہ سب کو ان کا مال مل گیا ہے میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ مسلمان ہو گئے اور مدینہ لوٹ آئے۔

مہم طرف

”طرف“ مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر بنو ثعلبہ کے علاقے میں ایک چشمہ ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں پندرہ صحابہ کو ”طرف“ روانہ کیا گیا۔ ان کے وہاں پہنچنے پر تمام بدوی بھاگ گئے اور زیدؓ کو غنیمت میں بیس اونٹ ملے وہ انہیں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

سریہ وادی القری

حضرت زید بن حارثہؓ ماہِ رجب میں گیارہ آدمیوں کے ساتھ وادی القری کے علاقہ میں گشت کے لئے گئے۔ بدوؤں نے ان پر حملہ کر دیا جس میں نو صحابہ شہید ہو گئے اور حضرت زیدؓ بھی زخمی ہوئے۔

سریہ حسنی

بنو جذام مدینہ سے ۳۰۰ میل دور شمال میں تیماء کے قریب آباد تھے اور مدینہ کے قافلوں اور تاجروں کو لوٹتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسی سال جمادی الاخریٰ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو پانچ سو افراد کے لشکر کے ساتھ حسنی کی طرف روانہ فرمایا۔ وادی القریٰ سے ذرا شمال میں بمقام حسنی جذامیوں پر چھاپا مارا اور ان کے سرغنہ ہید اور اس کے فرزند کو قتل کیا۔ سوعورتیں اور بچے

گرفتار ہوئے ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ لگیں۔
 انہیں لوگوں کے ساتھ رفاعہ بن زید کے لوگ بھی رہتے تھے جو مسلمان تھے۔ غلاطی سے
 ان کی عورتیں اور بچے بھی اسیروں میں شامل تھیں رفاعہ بن زید نے آپ ﷺ کی خدمت میں
 حاضر ہو کر حقیقت احوال عرض کی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے ہمراہ بھجوایا اور حکم بھیجا
 کہ تمام قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور سب مال واپس کر دیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

سریہ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل شمالی عرب کا سرحدی شہر ہے جہاں بنو کلب آباد تھے۔ جب انہوں نے
 مدینہ کے مسافروں اور قافلوں کو تنگ کرنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے شعبان ۶ھ میں حضرت عبد
 الرحمن بن عوفؓ کو سریہ کی تیاری کا حکم دیا۔ وہ تیار ہو کر آئے تو ان کے سر پر اپنے دست مبارک
 سے عمامہ باندھا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ انہیں جھنڈا دے دیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد درود پڑھا اور فرمایا کہ اس جھنڈے کو لے کر تم اللہ کی راہ
 میں جہاد کے لئے جاؤ۔ جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے ان سے جنگ لڑو لیکن اس میں غلو اور
 حد سے تجاوز نہ کرنا۔ نہ عہد شکنی و خیانت کرنا نہ کسی کو مثلہ کرنا نہ کسی کسن لڑ کے کو قتل کرنا یہ اللہ کا عہد
 ہے اور نبی کی سنت ہے۔

پھر حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو سات سو صحابہ کے ہمراہ قبیلہ بنو کلب کی طرف روانہ
 فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اگر انہوں نے دعوت اسلام قبول کر لی اور اسلام لے آئے تو تم ان کے
 بادشاہ کی بیٹی سے عقد کر لینا۔ عبد الرحمنؓ اپنے لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل پہنچے اور تین دن تک وہاں
 کے لوگوں کو دعوت اسلام پیش کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا لیکن تیسرے دن ان
 کے بادشاہ اصبح بن عمرو کلبی نے جو نصرانی تھا اسلام قبول کر لیا اور پھر دیگر بہت سے لوگ اسلام لے
 آئے۔ حضرت عبد الرحمنؓ نے ان کے باقی غیر مسلموں پر خراج لگا دیا اور اصبح کی بیٹی تماضر سے عقد
 کر کے اپنے ہمراہ مدینہ لے آئے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمنؓ انہی کے فرزند ہیں۔

سریہ فدک

بنو سعد بن بکر کا قبیلہ یہود کی بستی فدک میں آباد تھا۔ یہ لوگ خیبر کے یہودیوں کی امداد

کے لئے لشکر جمع کر رہے تھے تاکہ مل کر مدینہ پر حملہ کریں۔ آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو شعبان ۶ھ میں حضرت علیؓ کو ایک سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو پوشیدہ رہتے۔ راستے میں انہیں ایک شخص ملا جس کو ڈرانے دھمکانے پر معلوم ہوا کہ وہ بنو سعد کا جاسوس ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ ان لوگوں نے کھجوروں کے عوض امداد کی پیشکش کی ہے۔ پھر اس نے بنو سعد کے اجتماع کی جگہ کی نشاندہی کی۔ حضرت علیؓ نے ان پر شب خون جا مارا وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو چراگاہ سے پانچ سوا دنٹ اور دو ہزار بکریاں ملیں جو وہ مدینہ ہانک لائے۔ سریہ میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔

سریہ وادی القریٰ

حضرت زید بن حارثہؓ صحابہ کرام کا سامان تجارت لے کر شام کی طرف گئے جب وادی القریٰ پہنچے تو بنی فزارہ کے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے زیدؓ کو زخمی کر دیا اور تمام سامان تجارت چھین لیا۔ حضرت زیدؓ واپس مدینہ آ گئے اور صورت حال عرض کی تو آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لئے بھجوایا۔ بعض کے نزدیک یہ دستہ بھی حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں ہی بھجوایا گیا۔ واللہ اعلم۔ اس دستے نے وہاں چھاپہ مارا اور کئی فزاری قتل کئے۔ باقی بھاگ گئے۔ قبیلہ اور گروہ کی سردار ام قرفہ اس کی بیٹی جاریہ کو قید کر لیا گیا۔ ام قرفہ حضور ﷺ کی سخت دشمن تھی اور آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور اب بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ اس شیطان صفت عورت کو اس کے جرائم کی بناء پر حضرت قیس بن محسرؓ یا ابن سحل نے بہت ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

جاریہ جو ام قرفہ کی بیٹی تھی اس کا شمار عرب کی خوبصورت ترین عورتوں میں ہوتا تھا۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے مکہ بھجوا کر اس کے بدلے میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کر لیا۔

سریہ عبداللہ بن رواحہؓ

یہود نے ابورافع کے قتل ہو جانے کے بعد اسیر بن رزام کو اپنا امیر اور سردار بنا لیا۔ یہ قبائل غطفان اور دیگر قبائل کو ساتھ ملا کر آپ ﷺ سے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگا۔ جب یہ

اطلاع مدینہ پہنچی تو آپ ﷺ نے شوال ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی سرکردگی میں تیس صحابہ کو روانہ کیا تا کہ وہ امیر کو بلالائیں اور اس سے گفتگو ہو سکے۔ چنانچہ اسیر بن رزام نے بھی تیس یہودی ساتھ لئے اور اس طرح وہاں سے روانہ ہوئے کہ ایک ایک جانور پر دودو افراد سوار ہوئے اور وہ بھی اس طرح کہ ہر ایک یہودی کے پیچھے ایک مسلمان بیٹھا۔ جب یہ قافلہ قرقرہ کے مقام پر پہنچا تو اسیر کی نیت بدل گئی اور اس نے عبداللہ بن رواحہؓ کو جو اس کے پیچھے بیٹھے تھے چپکے سے قتل کرنا چاہا لیکن عبداللہؓ فوراً اس کا ارادہ بھانپ گئے اور پہل کر کے وار کیا اور اسیر کی ران اور پنڈلی کٹ گئی اور وہ اونٹ سے گر گیا۔ یہ دیکھ کر باقی مسلمان بھی اسیر کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں ہلاک کر دیا۔ اس میں سے صرف ایک شخص بچا۔ تمام مسلمان محفوظ رہے واپس آ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی ہے۔

سریہ کرز بن جابر فہریؓ

قبائل قضاعہ کی شاخ عسکل اور بجیلہ کی شاخ عرینہ کے آٹھ افراد نے شوال ۶ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کیا اور مدینہ میں ہی رہنے لگے۔ آنے سے پہلے ہی یہ بیمار تھے ان کے چہرے زرد اور پیٹ بڑھے ہوئے تھے۔ چند روز بعد انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے ہمیشہ دودھ والے جانور رکھے ہیں اور غلہ کے ہم عادی نہیں۔ مدینہ کی آب و ہوا ہمیں موافق نہیں۔ اگر آپ ﷺ ہمیں اونٹوں کے پاس رہنے اور دودھ پینے کی اجازت دیں تو ہمارے لئے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی گزارش منظور فرما کر انہیں شہر سے باہر چراگاہ میں جہاں صدقات کے اونٹ رہتے تھے وہاں رہنے اور دودھ پینے کی اجازت دے دی۔ چند ایام میں یہ تندرست ہو گئے اب انہیں شرارت سوجھی کہ اسلام سے پھر گئے اور آپ ﷺ کے یسار نامی چرواہے کو جو آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام تھا قتل کر کے اس کے ہاتھ پیرناک کان کاٹے اور آنکھوں میں کانٹے چھو دیئے اور اونٹوں کو بھگالے گئے۔

آپ ﷺ نے شوال ۶ھ کو کرز بن جابر فہریؓ کو بیس افراد کا دستہ دے کر ان کے تعاقب میں بھجوایا۔ انہوں نے ان چوروں کو جالیا اور انہیں مدینہ لے آئے۔ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔

سر یہ عمرو بن امیہؓ

ایک روز قریش کے بھرے مجمع میں ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو آپ ﷺ کو قتل کر آئے وہ آزاد چلتے پھرتے ہیں اور ان پر کوئی پہرہ بھی نہیں ہوتا۔ ایک اعرابی نے کہا کہ میں اس کام کا بڑا ماہر ہوں اگر میری امداد کرو تو میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوسفیان نے ایک اونٹنی اور خرچ دیا اور مزید کا وعدہ کیا۔ وہ اپنا خنجر لے کر مدینہ روانہ ہوا۔ آپ ﷺ مسجد بنی الاشہل میں تشریف فرما تھے کہ اس اعرابی کو آتا دیکھ کر فرمایا کہ یہ کسی بری نیت سے آ رہا ہے۔ اسید بن حضیرؓ اٹھے اور اعرابی کو پکڑا تو اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا سچ بتا تو کس نیت سے یہاں آیا تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر آپ ﷺ امان بخشیں تو عرض کروں۔ آپ ﷺ نے اسے امن دیا تو اس نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ اعرابی اس معاملہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا، کچھ عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں رہا پھر کہیں چلا گیا۔

آپ ﷺ نے ابوسفیان کی اسلام سے بدترین حد تک دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف تخریب و تباہی کی سازشوں سے تنگ آ کر شوال ۶ھ میں عمرو بن امیہؓ اور سلمہ بن اسلمؓ کو مکہ روانہ فرمایا کہ اگر موقع پڑے تو ابوسفیان کو قتل کر دو۔ یہ دونوں مکہ پہنچے اور کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابو سفیان نے انہیں دیکھ لیا اور چلایا کہ دیکھو یہ عمرو بن امیہؓ ہے اور ضرور یہاں کسی شر کے لئے آیا ہے۔ عمروؓ نے سلمہ بن اسلمؓ سے کہا کہ اب ابوسفیان کا قتل ممکن نہیں رہا۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں بچا کر نکل جائیں۔ وہ مکہ سے نکلے تو راستہ میں عبداللہ بن مالک تمیمی کو قتل کیا۔ آگے انہیں بنی الدیل کا ایک کاٹا شخص مال جو یہ شعر گارہا تھا۔

جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہوں گا اور نہ مسلمانوں کے

دین کو کبھی اختیار کروں گا۔

عمروؓ نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

آگے سفر میں انہیں دو جاسوس ملے جن کو قریش نے آپ ﷺ کے حالات معلوم

کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ایک کو قتل کر دیا گیا دوسرے کو قید کر کے آپ ﷺ کے حضور پیش کیا اور

تمام ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ سن کر مسکرائے اور دعائے خیر دی۔

صلح حدیبیہ

صحابہ نیز حضور ﷺ کو بھی کعبے کی زیارت کی خواہش تھی۔ ادھر آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی زیارت اور عمرہ کرنے گئے ہیں اور خانہ کعبہ کی کنجی آپ ﷺ کے دست مبارک میں ہے اور کچھ صحابہ نے سر منڈوائے ہیں اور کچھ نے بال ترشوائے ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ خواب سنایا۔ صحابہ بہت خوش ہوئے آپ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا کرنے جائیں گے اور سبھی سفر کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

آپ ﷺ نے عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور اپنی قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر یکم ذیقعدہ ۶ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ام سلمہؓ بھی تھیں اور سولہ سو صحابہ کرام ہمراہ تھے۔ ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے۔ آپ نے اعلان فرمادیا کہ تلوار کے علاوہ کوئی ہتھیار ساتھ نہ رہے۔ کیے کہ یہ مسافروں کا ہتھیار ہے۔ تلواریں بھی چمڑے کی میانوں میں بند تھیں نماز ظہر ذوالحلیفہ کے مقام پر ادا فرمائی۔ اونٹوں پر قلاوے ڈالے تاکہ ہر شخص پہچان جائے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں جو حرم پاک کی نذر ہو چکے ہیں۔ عمرہ کا احرام باندھنا تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو کہ آپ ﷺ جنگ نہیں کریں گے۔ قبیلہ خزاعہ نے بشر بن سفیان کو جس کے اسلام لانے کا حال ابھی قریش کو معلوم نہ تھا اپنا جاسوس بنا کر قریش کی خبر معلوم کرنے کے لئے آگے بھجوا دیا۔

جب آپ کا قافلہ عسفان کے قریب پہنچا تو جاسوس نے آ کر بتایا کہ قریش کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر مل گئی ہے اور انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ کسی صورت میں بھی آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ ان کی ایک جمعیت ذی طویٰ وادی میں پہنچ گئی ہے اور خالد بن ولید دو سو سواروں کے ساتھ آپ ﷺ کا راستہ روکنے کے لئے کراع العمیم کے مقام تک آ پہنچے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر قریش پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ جنگوں سے برباد ہو کر بھی کچھ نہیں سمجھے۔ اگر وہ مسلمانوں اور عرب زائر کو نہ روکتے تو ان کا کیا بگڑتا۔

آپ ﷺ چونکہ جنگ کے لئے نہ نکلے تھے فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمیں اس راستے کے علاوہ جس پر کفار ہیں دوسری راہ سے لے چلے؟ قبیلہ اسلمی کے حمزہ بن عمر اسلمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں لے چلتا ہوں اور اس طرح راستہ بدل کر آپ ﷺ نے سفر جاری رکھا

یہاں تک کہ آپ ﷺ دشوار گزار راستے سے ہوتے ہوئے ثنیۃ المرار پہنچے جو حدیبیہ کے پاس ہے۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی اور کوشش کے باوجود نہ اٹھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تھک کر نہیں بلکہ حکم خداوندی سے بیٹھی ہے۔

ادھر قریش کے لشکر نے دیکھا کہ مسلمان عام راہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو اس خوف سے کہ مسلمان کہیں مکہ پر حملہ نہ کر دیں واپس مکہ لوٹ گئے۔

حدیبیہ میں پانی کی سخت قلت تھی۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے تیرکش سے تیر نکال کر دیا کہ خشک چشمے میں ڈال دیں۔ ایسا ہی کیا گیا تو وہاں سے مسلسل پانی ابلنا شروع ہو گیا اور سب کی ضرورت پوری ہونے لگی۔

قبیلہ خزاعہ نے گواہ تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ آپ ﷺ کا خیر خواہ تھا۔ ان کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعی کو آپ ﷺ کا تشریف لانا معلوم ہوا تو اپنے قبیلے کے چند افراد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کسی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ یہ لوگ واپس گئے اور قریش کو وہی بات بتائی اور مشورہ دیا کہ مسلمانوں کے لئے خدا کے گھر کی زیارت کا راستہ کھول دیں۔ قریش نے بدیل کو برا بھلا کہا اور کہا کہ آپ ﷺ اگر جنگ کے لئے نہیں آئے پھر بھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

پھر قریش نے مکر بن حفص کو جو بنو عامر کا بھائی تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوا دیا آپ ﷺ نے اسے آتا دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص بد عہد ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وہی بات دہرائی جو بدیل سے کہی تھی۔ مکر نے واپس جا کر اہل مکہ کو احوال بتا دیا۔

اب قریش نے حلیس بن علقمہ کو جو اس وقت حبشیوں کا سردار تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ اس شخص کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس قوم میں سے ہے جو خدا کی عبادت و عظمت کرتے ہیں اور فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ آپ ﷺ نے لبیک پکارتے اس کا استقبال کیا۔ اس نے قربانی کے جانور دیکھے جن کی گردنوں میں قلاوے تھے۔ وہ اس منظر سے مرعوب ہو کر ساتھیوں کے پاس گیا۔ انہیں حقیقت بتائی اور کہا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا بالکل مناسب نہیں۔ قریش نے اس سے ایسی باتیں کہیں کہ وہ تاؤ میں آ گیا اور غصہ میں کہا کہ کیا جو شخص بیت اللہ کی عظمت و احترام کی وجہ سے اس کی زیارت کو آیا ہو اسے روکا جاسکتا

ہے۔ اگر تم نے انہیں آنے کی آزادی نہ دی تو جوش کے سب لشکروں کو تم سے علیحدہ کر لوں گا۔ اس پر قریش نے اسے کہا کہ ہمیں ذرا مہلت دو اور ہمیں اس معاملہ میں ذرا سوچ لینے دیں۔

قریش کے خودسرنو جوانوں کی ایک جماعت مکہ سے نکل کر وادی میں آئی کہ موقع پا کر حضور ﷺ پر حملہ کرے لیکن صحابہ نے ان کو دیکھ کر گرفتار کر لیا۔ جب سامنے لائے تو رحمتِ عالم ﷺ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد عروہ بن مسعود جو بنی ثقیف کے سردار تھے قریش کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ﷺ یہ بھیڑ اپنے ساتھ لے کر خود اپنی قوم کو مٹانے کے لئے آئے ہیں۔ قریش بھی مسلح ہو کر آ رہے ہیں ان لوگوں کو تاب نہیں کہ ان کے مقابلے میں ٹھہر سکیں اور یہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر گرد کی طرح اڑ جائیں گے۔

عروہ کی بات مسلمانوں پر گراں گزری اور حضرت ابو بکرؓ نے نہایت سخت جواب دیا اس پر عروہ نے کہا کہ اگر تمہارا ایک احسان میری گردن پر نہ ہوتا تو میں بھی سخت کلامی سے پیش آتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ہم صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں، جنگ کا خیال نہیں ہے۔ عروہ نے صحابہ کو آپ ﷺ سے عزت و احترام اور تعظیم کو دیکھا تو واپس جا کر قریش سے کہا کہ میں قیصر و کسری کے درباروں میں بھی گیا ہوں لیکن میں نے کسی بادشاہ کو اپنے ساتھیوں میں اتنا محبوب اور باعزت نہیں دیکھا جس قدر محمد ﷺ اپنے اصحاب میں ہیں۔ یہ لوگ انہیں کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے چاہے تم کچھ بھی کر لو۔ محمد ﷺ نے تمہارے سامنے ایک بہتر بات رکھی ہے میرا مشورہ ہے کہ تم اسے منظور کر لو۔ قریش نے اس کا مشورہ بھی قبول نہ کیا تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت طائف چلا گیا۔

قریش تو پہلے ہی صورت حال سے بہت پریشان تھے لیکن عروہ کی باتوں نے ان کا حال ہی برا کر دیا۔ ان کو یقین تھا کہ مسلمان صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں، جنگ کے لئے نہیں لیکن وہ خوف زدہ تھے کہ اگر مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے تو عرب میں ان کی بہادری کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔

آپ ﷺ کا وفد

اب تک کی پیش رفت سے آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ قریش کے سفیر واپس جا کر

پوری کیفیت سے آگاہ نہیں کرتے۔ اس لئے آپ ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو طلب فرمایا اور انہیں قریش کے پاس روانہ فرمایا کہ وہ جا کر معززین قریش کو اپنی آمد کی غرض بیان کرو۔ خراشؓ مکہ پہنچے تو قریش نے ان کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور انہیں بھی ہلاک کرنا چاہا لیکن حبوش نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا اور خراشؓ واپس ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

دوسرا وفد

ان حالات میں حضور ﷺ نے سیدنا عمر فاروقؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ کو طلب فرما کر انہیں ابوسفیان اور رؤسائے قریش سے گفتگو کے لئے مکہ بھیجا۔ مکہ پہنچے تو سب سے پہلے ابان بن سعید بن عاص سے ملاقات ہو گئی جو ان کے چچا زاد برادر تھے اس نے انہیں اپنی پناہ دی اور اپنے پاس ٹھہرایا۔ آپ نے انہیں حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا پھر وہ ابوسفیان اور دیگر معززین قریش سے ملے اور انہیں بھی وہ پیغام پہنچایا۔ قریش نے جواباً کہا کہ اے عثمانؓ اگر تم طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کریں میں تنہا ایسا نہیں کر سکتا۔ قریش نے آپ کو روک رکھا جس سے لوگوں میں افواہ پھیل گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ تک یہ افواہ پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس قوم سے اس کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بیعت رضوان

آپ ﷺ نے اسی وقت تمام صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ جب تک ان لوگوں سے خون عثمانؓ کا بدلہ نہیں لیں گے واپس نہیں جائیں گے اور مسلمانوں کو بیعت کے لئے کہا گیا اور وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ سب صحابہ نے استقلال اور استقامت کے ساتھ آپ ﷺ کے دست مبارک پر عہد کیا کہ ہم کبھی میدان جنگ سے فرار نہ ہوں گے۔ یا فتح پائیں گے ورنہ شہید ہو جائیں گے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ وہاں موجود نہ تھے تو سب کے آخر میں آپ ﷺ نے خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اس طرح سیدنا عثمانؓ کی طرف سے تکمیل بیعت فرمائی۔ اب مسلمانوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں کہ اب انہیں مقابلہ میں کوئی شک نہ رہا تھا۔ لیکن اسی دوران میں حضرت عثمانؓ کے متعلق خیریت کی اطلاع آ

گئی اور کچھ دیر بعد وہ خود بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے مکہ کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مکہ والوں پر مسلمانوں کی آمد کی غرض معلوم ہو گئی ہے اور وہ یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس حرمت والے دنوں میں یعنی ذیقعدہ میں حج و عمرہ کے لئے آنے والوں کو روکنے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے بیعت رضوان کا ذکر یوں فرمایا:

”اے پیغمبر! جب مسلمان درخت تلے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے۔ اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان (قلب) عنایت کیا اور اس کے بدلے میں ان کو قریب کی فتح دی۔“

(سورہ فتح: ۱۸: ۱۹)

قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہیں صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گیا۔ ان کے صاحب الرائے افراد نے انہیں صلح کی بات چیت کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا بنو عامر بن لوئی کے برادر سہیل بن عمرو کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کا معاہدہ کرنے کی کوشش کا کام سونپا گیا کہ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کئے واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال دوبارہ آئیں اور تین دن مکہ میں قیام کریں اور ان کے پاس مسافرانہ ہتھیار کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ ہو۔

سہیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے آتا دیکھ کر فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے اس شخص کو صلح کے ارادے سے بھجوایا ہے۔ سہیل اور رسول اللہ ﷺ میں دیر تک گفتگو ہوئی اور بالآخر صلح کی شرائط طے ہو گئیں۔ جو یہ تھیں۔

- ۱۔ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں اور واپس چلے جائیں۔
- ۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔
- ۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں رکھ کر۔
- ۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور جو مکہ میں رہ جانا چاہیں اسے نہ روکیں۔
- ۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے جو شخص مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی

مسلمان مکہ میں جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

۷۔ یہ معاہدہ دس سال کے لئے ہوگا اور باہم امن و امان کے ساتھ رہیں گے۔

شرائط طے ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو معاہدہ تحریر کرنے کے لئے فرمایا یہ معاہدہ جو مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان ابھی لکھا جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندلؓ پایہ زنجیر قریش کی قید سے فرار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور کفار انہیں سخت اذیتیں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا کہ اس معاہدہ کی رو سے اسے واپس ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی تو معاہدہ پورا لکھا بھی نہیں گیا اور نہ ابھی اس پر دستخط ہوئے ہیں۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد دستخط ہو جانے کے بعد اس پر عمل ہونا چاہئے، لیکن سہیل بار بار ابو جندلؓ کی واپسی پر اصرار کرتا رہا کہ دونوں فریق شرائط پر متفق ہو چکے ہیں۔ بالآخر آپ ﷺ نے ابو جندلؓ کو سہیل کے حوالے کر دیا۔ ابو جندلؓ نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں کہا: اے برادران اسلام! مجھے پھر کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہے یہ یا تو مجھے دین سے لوٹا دیں گے یا قتل کر دیں گے۔ ابو جندلؓ کی بات سن کر تمام مسلمان تڑپ اٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو جندلؓ! صبر اور ضبط سے کام لو اللہ تمہارے لئے اور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی اور ہم ان لوگوں سے بد عہدی نہیں کر سکتے۔ اس طرح ابو جندلؓ کو پایہ زنجیر واپس جانا پڑا۔

متن معاہدہ حدیبیہ

- ۱۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد ﷺ بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو میں طے ہوا۔
- ۲۔ ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی ہے کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے جس دوران میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔
- ۳۔ یہ کہ قریش کا جو آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد ﷺ کے پاس آئے گا تو آپ ﷺ ان کے سپرد کر دیں گے اور محمد ﷺ کے ساتھیوں میں جو آدمی قریش کے پاس آ جائے گا وہ اسے آپ ﷺ کے سپرد نہیں کریں گے۔

۴۔ یہ کہ ہم باہم سینے ہر طرح بند رہیں گے اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کو مدد دی جائے گی نہ علانیہ خود خلاف عہد دغا کریں گے۔

۵۔ یہ کہ جو محمد ﷺ کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔

(اس پر قبائل خزاعہ نے اٹھ کر کہا کہ ہم محمد ﷺ کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور بنی بکر نے کہا کہ ہم قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں)

۶۔ یہ کہ محمد ﷺ تو اس سال ہمارے پاس سے واپس چلا جائے گا اور ہمارے ہاں مکہ نہ آئے گا۔ البتہ سال آئندہ ہم باہر چلے جائیں گے اور تو اور تیرے ساتھی وہاں (مکہ میں) داخل ہو کر تین راتیں ٹھہر سکیں گے۔ تیرے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا یعنی تلوار میان میں پڑی ہوئی اس کے سوا کوئی اور ہتھیار لے کر تو وہاں نہ آسکے گا۔

۷۔ یہ کہ یہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے ان کو پایا (یعنی حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کر دیا جائے گا اور ان کو ہمارے پاس (مکہ میں) نہیں لایا جائے گا اور صراحت کہ ہمارے اور تمہارے حقوق اور واجبات برابر ہوں گے۔

(کاتب: علی بن ابی طالب)

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کی طرف سے دستخط کئے اور قریش کی طرف سے حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص اور دیگر مشرکین نے دستخط کئے۔ معاہدہ کی دو کاپیاں تیار کی گئیں ایک حضور ﷺ اور دوسری سہیل بن عمرو کے پاس رہی۔

معاہدہ مکمل ہونے کے بعد سہیل مکہ چلا گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو قربانی کرنے اور سرمنڈوانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام شرائط صلح پر اتنے منعموم اور دل برداشتہ تھے کہ کوئی شخص نہ اٹھا۔

آپ ﷺ اپنے خیمے میں چلے گئے اور ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ سے یہ واقع بیان فرمایا۔ سیدہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے جس کی وجہ سے وہ مضطرب ہیں اور اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے۔ آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرمائیں باہر تشریف لے جا کر قربانی ادا کریں اور سرمنڈوا کر احرام کھول دیں۔ سب مسلمان خود بخود آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے قربانی ادا کی اور استرے سے سر کے بال اتروائے۔ صحابہ نے دیکھا تو اپنی قربانیاں ذبح کر دیں۔ صلح نامہ کے بعد قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کا حلیف بن گیا۔ صلح کے تین دن حدیبیہ کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ روانہ ہو گئے کہ راہ میں سورہ فتح نازل ہوئی۔

”اے محبوب ﷺ! حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا آپ کی فتح کر دی تاکہ

تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے

اور تجھے سیدھی راہ پر چلائے اور آپ کو ایک زبردست مدد دے۔“

(الفتح: ۱: ۳)

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں یہ فتح ہے۔ جو اب سن کر سیدنا عمرؓ کے دل کو سکون ہوا اور وہ چلے گئے۔ پھر ایک اور صحابی نے بھی یہی سوال کیا تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ ارشاد باری ہوا:

”وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے

ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے (اور فرمایا) اور اللہ کے نزدیک یہ بہت

بڑی کامیابی حاصل کر لینا ہے۔“

(الفتح: ۴: ۵)

مدینہ پہنچ کر اب صورت حال سے مطمئن ہو کر آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

عورتوں کی واپسی سے انکار

کچھ مومنہ خواتین مدینہ آ گئیں تو آپ ﷺ نے ان کو واپس نہ فرمایا البتہ وہ ایک

امتحان سے گزرتیں کہ مہاجرہ خاتون آپ ﷺ کے سامنے بیان دیتی تھی کہ وہ شوہر کی نافرمانی کر کے نہیں آئی بلکہ اس نے یہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے کی ہے۔ آپ ﷺ سے جب معاہدہ کے مطابق ایسی خواتین کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاہدہ میں صرف مردوں کا ذکر ہے عورتیں تو اس معاہدے میں سرے سے داخل ہی نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس سلسلے میں ہدایت نازل فرمادی۔

”اے اہل ایمان جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔ اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ پس اگر مومنہ جانو تو کفار کی طرف نہ پلٹاؤ، نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں نہ کفار ان کے لئے حلال ہیں۔ البتہ ان کے کافر شوہروں نے جو مہران کو ادا کئے تھے اسے واپس دے دو اور (پھر) تم پر کوئی حرج نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب کہ انہیں ان کے مہر ادا کرو اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔“

(المختہ: ۱۰)

”اے نبی (جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی ایسے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ سے دعا مغفرت کرو یقیناً اللہ غفور الرحیم ہے۔“

(المختہ: ۱۲)

اس حکم کے مطابق مسلمانوں نے اپنی کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی زوجیت میں دو مشرکہ بھی تھیں۔ انہوں نے ان دونوں کو طلاق دے دی۔ پھر ان میں سے ایک نے معاویہ سے شادی کر لی اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ یہ معاہدہ صلح فتح مبین ثابت ہوا بہت تھوڑے عرصہ میں اس کے ثمرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔

مشرکین جو مسلمانوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے اب تھک ہار کر نہ صرف انہیں تسلیم کر رہے تھے بلکہ وہ ان سے امن کا معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس معاہدہ کے بعد مکہ اور مدینہ کے لوگ آپس میں آزادانہ ملنے لگے۔ اہل مکہ مدینہ کے حسن کردار، حسن معاملہ اور حسن صحبت سے متاثر ہونے لگے جس سے اسلام کے خلاف نہ صرف ان کا عناد کم ہونے لگا بلکہ اس سیدھے سادھے دین کے لئے محبت بھی پیدا ہونے لگی دیکھا جائے تو صلح کے اس معاہدہ سے فتح مکہ تک کے درمیانی عرصہ میں اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے اور یہ بھی اس محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ دو سال بعد جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو چند گھنٹوں میں پورا مکہ مسلمان ہو گیا اور اسی باعث اللہ نے اسے فتح مبین کہا تھا۔

حضرت ابوبصیرؓ کا کارنامہ

حضرت ابوبصیرؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ کفار مکہ نے دو آدمی ان کو واپس لینے کے لئے مدینہ بھجوائے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبصیرؓ سے فرمایا کہ تم مکہ چلے جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ ہم نے کفار قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی اور غداری جائز نہیں۔ ابوبصیرؓ نے عرض کی آپ ﷺ مجھے کافروں کے حوالے کر دیں گے تاکہ وہ مجھے کفر کے لئے مجبور کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ خداوند تمہاری رہائی کا کوئی سبب بنا دے گا۔ آخر وہ مجبور ہو کر کافروں کی حراست میں مکہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو سب کھانے کے لئے بیٹھے اور باتیں کرنے لگے۔

حضرت ابوبصیرؓ نے ایک کافر سے کہا کہ اس کی تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے خوش ہو کر تلوار نیام سے نکال کر دکھائی اور کہا کہ یہ تلوار بہت عمدہ ہے اور بہت سی جنگوں میں آزمودہ ہے۔ حضرت ابوبصیرؓ نے اسے کہا دکھاؤ تو سہی۔ کافر نے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس کافر کے سر پر اس زور سے ماری کہ کافر کی گردن کٹ کر اس کا سر دور جاگرا۔ یہ دیکھ کر اس کا ساتھی بھاگ اٹھا اور سر پٹ دوڑتا ہوا مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں گھس گیا اور آپ ﷺ سے عرض کی کہ ابوبصیرؓ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور اب مجھے بھی قتل کر دے گا۔ اتنی دیر میں حضرت ابوبصیرؓ بھی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے وہاں آن پہنچے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے مشرکین کے ساتھ واپس بھجوا کر معاہدہ کی شرط کے مطابق اپنی ذمہ

داری پوری کر دی ہے اب یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے کافروں سے نجات دی۔
 آپ ﷺ نے اس واقع کا بہت رنج فرمایا تو ابو بصیرؓ چپکے سے وہاں سے کھسک گئے
 اور ساحل سمندر کے قریب مقام ”عمیص“ میں جا ٹھہرے۔ ادھر ابو جندلؓ بھی مکہ سے اپنی
 زنجیریں کاٹ کر بھاگے اور وہیں پہنچ گئے پھر مکہ سے دوسرے مظلوم مسلمان موقع پا کر کفار کی قید
 سے فرار اختیار کر کے وہاں پہنچنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ یہ ستر آدمیوں کی جماعت بن گئی۔ یہ
 جگہ کفار قریش کے تجارتی قافلوں کی راہ میں تھی جو قافلہ یہاں سے گزرتا یہ لوگ لوٹ لیتے۔ اس
 صورت حال نے قریش مکہ کا ناک میں دم کر دیا۔ آخر کار قریش مکہ نے خدا اور قرابت داری کا
 وسطہ دے کر خط لکھا کہ ہم صلح نامہ میں اپنی اس شرط سے باز آئے۔ آپ ﷺ ساحل سمندر سے
 ان لوگوں کو اپنے پاس بلو الیں۔ اب ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو مسلمان مکہ سے بھاگ کر
 مدینہ جائے آپ ﷺ اسے وہیں ٹھہرا لیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ
 نے ابو بصیرؓ کو خط لکھا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت مقام ”عمیص“ سے مدینہ چلے آؤ۔ مگر افسوس کہ
 یہ فرمان ان کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ حالت نزع میں تھے۔ مقدس خط کو انہوں نے اپنے
 ہاتھ میں لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابو جندلؓ نے اپنے
 ساتھیوں سے مل کر ان کی تجہیز و تکفین کی اور قبر کے پاس یادگار کے لئے ایک مسجد بنا دی۔ پھر فرمان
 رسول کے مطابق یہ لوگ مدینہ جا آباد ہوئے۔

بادشاہان عالم و روسا کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد جب مسلمانوں کو کچھ اطمینان نصیب ہوا تو آپ ﷺ نے
 بادشاہان عالم اور روسائے عرب کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا تا کہ منشاء ایزدی
 پوری ہو۔ آپ ﷺ کی رسالت کسی ایک قوم تک محدود نہ تھی وہ تو تمام عالمیں کے لئے رحمت بن
 کر آئے تھے اور اللہ کا پیغام بھی صرف عرب کے لئے نہ تھا بلکہ پوری کائنات انسانیت کے لئے
 تھا۔ ارشاد باری ہے ”اور ہم نے آپ کو تمام افراد نسل انسانی کے لئے خوشخبری پہنچانے والا اور
 ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ (سبا: ۲۸) خدا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلیلوں اور سچے
 دین کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ تمام دینوں پر غلبہ حاصل کرے (فتح: ۲۸) خطوط پر لگانے کے لئے
 چاندی کی ایک سادہ سی مہر بنوائی گئی جس پر تین لفظ کندہ تھے۔ اوپر اللہ پھر رسول اور نیچے محمد۔ یہ مہر

حضور کی حیات طیبہ میں لکھے تمام نامہ ہائے مبارک، فرامین رسالت وغیرہ پر لگتی رہی۔
ذیل میں ان سفیران رسالت کے اسمائے گرامی ہیں جو آپ ﷺ کے مکاتیب لے کر
مختلف اطراف کو روانہ ہوئے۔ اب اس میں دو روایات ہیں۔ ایک کے مطابق سب سفیر ایک
وقت میں مدینہ سے خطوط لے کر روانہ ہوئے اور دوسری روایت مکاتیب کا مختلف اوقات میں
روانہ ہونا بیان کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

ہرقل قیصر روم	حضرت وجیہ بن خلیفہ کلبی
خسر و پرویز کسری ایران	حضرت عبداللہ بن حذافہ
اصحٰمہ نجاشی شاہ حبشہ	حضرت عمرو بن امیہ القمری
مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ	حضرت حاطب بن ابولتبعہ اللخمی
جھیر و عبدشاہان عمان	حضرت عمرو بن العاص
ھوذہ رئیس یمامہ	حضرت سلیط بن عمرو
منذر بن ساوی رئیس بحرین	حضرت عطاء بن حضرمی
حارث غسانی رئیس شام	حضرت شجاع بن وہب اسدی

یہ اس دور کی بات ہے جب سلاطین مطلق العنان زبردست طاغوتی طاقتیں تھیں جو
اپنے عوام کے سیاہ و سفید کے مالک تھے اور کوئی فرد بھی ان کی مرضی کے خلاف پر بھی ہلا نہیں سکتا تھا
اور غلطی کے مرتکب فرد کو وحشیانہ سزائیں دی جاتیں۔ اس دور میں نہ کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے کی
سرداری قبول کرنے کو تیار تھا نہ کوئی بادشاہ دوسرے بادشاہ کی بادشاہی کو تسلیم کرنے پر آمادہ تھا۔
ایسے وقت آپ ﷺ کا ایسی طاقتوں کو دعوت اسلام دینا ایک بہت بڑا کام تھا۔

یہاں پر چند مکتوبات کا بیان کیا جا رہا ہے ورنہ آپ ﷺ کے مکتوبات اور دستاویزات
کی تعداد اڑھائی سو سے زیادہ ہے اور دنیا کے تمام بانیاں مذاہب میں یہ امتیاز بھی فخر موجودات
کو ہی حاصل ہے کہ آپ کے مکتوبات کی کم از کم پانچ اصلیں دریافت ہو چکی ہیں یہ پانچ خطوط
درج ذیل شخصیات کو بھجوائے گئے تھے۔

مقوقس	شاہ مصر و اسکندریہ
ہرقل	قیصر روم
اصحٰمہ نجاشی	شاہ حبشہ

خسر و پرویز
منذر بن ساوی
شاہ ایران
رئیس بحرین

شاہ مصر، مقوقس کے نام خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے قبضہ کے بادشاہ
مقوقس کے نام

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد۔ میں تمہیں اسلام
کی دعوت دیتا ہوں اسلام لاؤ، نجات پا جاؤ گے اور اللہ تمہیں دو ہر ا ثواب
دے گا لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو پوری قبطنی قوم کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے
اہل قبضہ! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک
ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا پروردگار
بنائے گا۔ اگر دوسرے لوگ انحراف کریں تو گواہ رہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان
لانے والے ہیں۔

خط لکھ کر اس پر مہر رسالت لگا دی گئی اور خط کو حضرت حاطب بن ابولتبعہ کو
دیا گیا کہ وہ اسے مقوقس شاہ مصر کو پہنچائیں۔

حاطب نے اسکندریہ پہنچ کر نامہ مبارک دیا۔ مقوقس نے اسے پڑھ کر سینے
سے لگایا اور ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھا اور کاتب کو بلا کر آپ ﷺ
کے نام خط لکھوایا۔ کہ میں نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا اور جو کچھ
آپ ﷺ نے فرمایا اور جس دین کی دعوت دی اسے خوب سمجھا۔ مجھے
پہلے سے معلوم ہے کہ ایک نبی کا آنا باقی ہے مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں
ظہور ہوگا۔

مقوقس آپ ﷺ کے قاصد حضرت حاطب سے بے حد احترام سے پیش

آیا اور انہیں سو دینا اور پانچ جوڑے کپڑے دیئے۔ مقوقس نے اپنے خط کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھی بھجوائے جن میں ایک خنجر جس کا نام دلدل تھا۔ دو لڑکیاں ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین ایک صندوقچہ جس میں سرمہ دانی، کنگھا، تیل کی بوتل، قینچی، مسواک، بنہا کا شہد، ایک گھوڑا میون نامی، سونا، کپڑے، مشک، عود و عطر وغیرہ۔

ماریہ اور سیرین نے راستہ میں ہی حضرت حاطبؓ کی تبلیغ کی بنا پر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ماریہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں رہیں اور انہیں کے بطن سے سیدنا ابراہیمؑ بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ سیرینؓ کو حضرت حسان بن ثابتؓ کے سپرد فرما دیا گیا جن سے حضرت عبدالرحمن بن حسان بن ثابتؓ پیدا ہوئے۔ دلدل بھی اس زمانے میں اپنی مثال فقط آپ ہی تھا۔

مقوقس کا جواب دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: خبیث نے اپنی حکومت کی وجہ سے اپنا دامن بچایا اور اس کے ملک کو رہنا نہیں ہے۔

قیصر روم کے نام

ہرقل قیصر روم کے نام گرامی نامہ کا مضمون کم و بیش وہی تھا۔ دعوتِ اسلام و توحید تھی۔ دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ نامہ مبارک لے کر والی بصری کے ذریعے ہرقل کو پہنچایا۔ ہرقل ان دنوں ایران کے خلاف اپنی شاندار فتح کی خوشی میں اپنی منت پوری کرنے کے لئے قسطنطنیہ سے پایادہ آیا ہوا تھا اور اس وقت شہر حمص میں تھا۔ ہرقل نے حکم دیا کہ کسی عرب کو ڈھونڈ کر لایا جائے اتفاق سے ابو سفیان مکہ سے ایک تجارتی قافلہ لے کر غزہ آئے ہوئے تھے انہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ابوسفیان کو ساتھیوں سمیت غزہ سے لایا گیا۔ ہرقل نے پوری شان و شوکت سے دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھا۔ پھر اہل عرب سے پوچھا کہ اس مدعی نبوت کا کوئی عزیز ہے ابوسفیان نے کہا کہ میں ہرقل نے ابوسفیان کو قریب بلایا اور اس طرح گفتگو ہوئی۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟ ابوسفیان۔ نہایت شریف

قیصر۔ اس خاندان میں کسی اور نے کبھی ایسا
دعویٰ نبوت کیا؟

قیصر۔ ان کے پیر و امیر ہیں یا غریب۔
قیصر۔ ان کے پیر و بڑھرا ہے ہیں یا
گھٹرا ہے ہیں۔

قیصر۔ کیا کبھی کوئی اسلام میں آکر پھر مرتد ہوا۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا وہ خلاف وعدہ بھی کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا کبھی جھوٹ بھی کہتے ہیں۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب ہوئے کبھی ہم

قیصر۔ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے۔
ابوسفیان۔ کہ خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا
شریک نہ بناؤ، کفر اور شرک کے تمام مراسم جو
تمہارے آباؤ اجداد کرتے تھے ان کو ایک لخت
چھوڑ دو۔ نماز، زکوٰۃ، سچائی، پاک دامنی اور صلہ
رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

قیصر نے تمام باتیں دہرائیں اور کہا کہ اگر یہ تمام چیزیں جو تم نے بیان کی ہیں، صحیح ہیں
تو وہ بلاشبہ نبی ہے اور وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہوگا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ نبی موعود کی
یہی علامتیں ہمیں بتلائی گئی ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ
خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں ہوا۔ میں اگر خود جاسکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ (بخاری شریف)
اس کے بعد اس نے دربار میں نامہ مبارک کو پڑھنے کا حکم دیا۔ خط سننے کے بعد اس نے
اہل دربار سے کہا:

”اے گروہ روم! خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں اور جن کو

اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ پس آؤ ہم سب مل کر ان کا اتباع اور ان کی

تصدیق کریں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہیں۔“

اہل دربار تمام باتوں سے سخت برہم ہوئے اور وہاں سے بھاگنے لگے۔ اب ہرقل جس

کے دل میں نور اسلام آچکا تھا۔ تخت و تاج کے لالچ کی تاریکی میں روشنی وہ بچھ گئی۔ اس نے کہا ٹھہرو میں تم کو آزمانا چاہتا تھا اور تمہاری دینی مضبوطی اور پختگی دیکھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ یہ سن کر اہل دربار خوش ہو گئے اور ہرقل کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں ہرقل نے دحبہ کلبی کو تنہائی میں بلا کر کہا خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری سلطنت جاتی رہے گی اور روم کے لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے تو میں ضرور ان کا اتباع کرتا۔

بہر حال قیصر نے نامہ مبارک کو عزت و احترام کے ساتھ سونے کے ایک قلم دان میں رکھ کر ایک صندوق میں جس پر سونے کے پترے جڑے ہوئے تھے محفوظ کر لیا اور وصیت کی کہ اس خط کو بے حد حفاظت سے رکھا جائے وہ اس کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے اور نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے۔

کسری بن ہرمز کے نام خط

آپ ﷺ نے ایک نامہ جس میں شاہ ایران کسری بن ہرمز کو اسلام کی دعوت دی تھی لکھا عبد اللہ بن حدافہ بن قیس السہمی نامہ مبارک پڑھ کر کسری کے دربار میں پہنچے اور گرامی نامہ اس کو پڑھ کر سنایا جس سے وہ آگ بگولا ہو گیا اور خط کو لے کر چاک کر ڈالا۔ پھر اس نے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ دو مضبوط آدمی حجاز بھیجو جو آپ ﷺ کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں چنانچہ گورنر باذان نے دو افراد بابونہ اور خرخرہ کو ایک خط دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ دونوں نے مدینہ پہنچ کر باذان کا خط آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل آنا اس وقت تمہیں بتاؤں گا کہ میرا ارادہ کیا ہے یہ دونوں اگلے دن آئے تو فرمایا کہ تم دونوں اپنے آقا تک یہ پیغام پہنچا دو کہ میرے رب نے اس کے خداوند کسری کو آج رات سات گھڑی گئے ہلاک کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اس کے بیٹے شیروہ کو مسلط کر دیا جس نے اسے قتل کر دیا۔ یہ منگل کی رات تھی اور جمادی الاولیٰ کی دسویں یا تیرھویں تاریخ اور ھ آپ ﷺ نے فرمایا تم واپس جاؤ اور باذان کو یہ سب حال بیان کرو یہ دونوں اس کے پاس لوٹ گئے۔ احوال سے اسے آگاہ کیا چنانچہ خبر کی تصدیق کی گئی اور باذان مع اپنے خاندان رفقاء اور احباب کے مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

الحارث بن ابی شمر الغسانی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام!

اس پر سلام جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی اور اللہ پر ایمان لایا۔ پس میں تمہیں خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان لے آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ایسا کرو گے تو تمہارا ملک باقی رہے گا۔

شجاع بن وہب الاسدیؓ آپ ﷺ کا نامہ مبارک لے کر حارث بن ابی شمر حاکم دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حارث آج کل قیصر روم کے استقبال کے انتظامات میں مصروف ہے اور ملاقات چند دن بعد ہو سکے گی۔ شجاعؓ دو تین دن اس کی ڈیوڑھی میں ٹھہرے پھر اس کے نگہبان سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ نگہبان جس کا نام ”مری“ تھا اس نے بتایا کہ حارث سے صرف فلاں فلاں دن ملاقات ہو سکے گی جب وہ ان دنوں میں برآمد ہوتا ہے۔ وہ شخص رومی تھا۔ اس نے شجاعؓ سے آپ ﷺ کے بارے میں سوالات کئے۔ جب اسے آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں بتایا گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہا کہ انجیل میں اس پیغمبر کی یہی صفات لکھی دیکھی ہیں۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں مگر مجھے حارث سے ڈر ہے کہ مجھے قتل نہ کر دے۔ مری نے حضرت شجاعؓ کی بہت خاطرمدارت کی ایک دن حارث برآمد ہوا اور مسند پر آ کر بیٹھا۔ اس وقت شجاعؓ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے نامہ مبارک پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کہ کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھین سکتا ہے۔ میں خود اس کے مقابلے کے لئے جاؤں گا اور اسلام نہ لایا۔ واپسی پر شجاعؓ سے احوال سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کا ملک دیران ہوگا۔“

ہوذہ بن علی حنفی شاہ یمامہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہیں معلوم ہو کہ میرا دین عنقریب وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک کسی انسان کے پاؤں اور کسی جانور کے گھر پہنچیں گے۔ پس تم اسلام قبول کر لو نجات پا جاؤ گے اور تمہارے ماتحت

جو ملک ہے اس پر تمہیں ہی حاکم رہنے دوں گا۔

حضرت سلیط بن عمروؓ نے یہ خط ہوذہ کو پہنچایا۔ نامہ مبارک پڑھ کر اس نے کہا کہ میں ابھی سوچ رہا ہوں تم ابھی ٹھہرنا کہ میں کسی فیصلے تک پہنچ جاؤں۔

کچھ دنوں کے بعد ہوذہ نے کچھ تحائف اور اپنا خط حضرت سلیطؓ کو دیا۔ اس خط میں اس نے لکھا کہ آپ کا دین بہت اچھا ہے میں اپنی قوم کا مشہور خطیب اور شاعر ہوں اور عرب میری بہت عزت کرتے ہیں اگر آپ ﷺ مجھے اپنی حکومت میں شریک کر لیں تو میں آپ کی پیروی کرنے کو تیار ہوں۔

یہ خط دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر وہ مجھ سے ذرا سی بنجر زمین بھی مانگے تو نہ دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوا اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے وہ بھی گیا۔ فتح مکہ سے واپسی پر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ مر چکا ہے۔

المنذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام

آپ ﷺ نے علاء بن الحضرمیؓ کو دعوت اسلام کا نامہ دے کر منذر حاکم بحرین کی طرف بھجوایا۔ اس نے جواب میں خط لکھا کہ میں نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک اہل بحرین کو سنایا ہے اور کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور کچھ نے انکار کیا ہے میری اس زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں۔ لہذا اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیے۔ آپ ﷺ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے اور چونکہ تم میں اہلیت ہے اس لئے تمہیں تمہارے منصب سے معزول نہ کریں گے اور تمہاری قوم میں جو یہود یا مجوس ہیں ان پر جزیہ واجب ہوگا۔

عمان کے دو بادشاہوں کے نام

آپ ﷺ نے جیفر اور عبد فہزندانِ جلندی بادشاہانِ عمان کو حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ نامہ مبارک بھجوایا جس میں انہیں دعوت اسلام دی تھی۔ جیفر اور عبد نے خط پڑھا اور حضرت عمروؓ سے اسلام کے متعلق دیگر معلومات حاصل کیں پھر دونوں بھائی مشرف بہ اسلام ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا جو لوگ اسلام نہ لائے ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا۔

شاہِ حبش کے نام

سب سے پہلا خط اصمہ نجاشی کو لکھا گیا تھا۔ دعوت اسلام دی گئی تھی۔ اصمہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اس کے بارے میں سب کو یقین تھا کہ وہ اسلام لے آیا تھا اور اس کی وفات پر حضور ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی تھی۔

قوی گمان ہے اصمہ کے جانشین کو بھی دعوت اسلام عمرو بن امیہ ضمری لے کر گیا اور ایک مکتوب میں دو ضروری باتوں کا ذکر تھا۔

۱۔ ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے نکاح کا پیغام۔

۲۔ مہاجرین کو واپس بھجوانے کا انتظام۔

نامہ ہائے گرامی کے بہترین نتائج برآمد ہوئے۔ اسلام کا بیرونی ممالک میں پوری طرح تعارف ہو گیا۔ ان ممالک کے رد عمل کا پتہ چل گیا جس سے آئندہ حکمت عملی اختیار کرنے میں بہت مدد ملی۔ کچھ لوگ اسلام لے آئے کچھ مسلمان نہ ہوئے لیکن انہوں نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور اسلام کا دینی اور سیاسی وقار بلند ہوا۔

یہ تو صرف چند فوائد ہیں اور یہ سب اس وقت ہوا جب ابھی مکہ والوں سے صلح ہوئی تھی، ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔

۶ ہجری کے دیگر واقعات

نماز استسقا

اس سال ماہ رمضان میں قحط پڑا۔ لوگ دعا کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ان کو لے کر عید گاہ گئے اور دو رکعت نماز استسقا پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا ابھی لوگ اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ بادل آگئے اور کئی روز تک بارش ہوتی رہی۔

قبیلہ بنو اسلم

اس سال غزوة حدیبیہ سے قبل بنو اسلم کے آٹھ حقیقی بھائی اسما، ہند، خراش، ذویب،

حزبان فضالہ مالک (آٹھویں کا نام نہیں مل سکا) پسرانِ حارث اسلام لائے اور حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔

حضرت عقیلؓ بن ابی طالب

اسی سال غزوہ حدیبیہ سے قبل حضرت عقیلؓ نے اسلام قبول کیا۔

حج

اس سال حج فرض ہوا اور بقول بعض ۱۰ھ میں۔

حضرت عمر فاروقؓ

اسی سال حضرت عمرؓ نے عاصیہ بنت عاصم بن ثابت بن ارح اوسی سے عقد کیا۔ عاصیہ ایمان لائیں اور حضور ﷺ نے ان کا نام جمیلہ رکھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عاصم کی ولادت ہوئی۔ یہ عاصم بن عمرؓ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نانا ہیں۔

اونٹ دوڑ

اس سال آپ ﷺ نے اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ کروایا۔

گھوڑ دوڑ

اس سال دو دفعہ آپ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا۔

وفات سیدہ ام رومانؓ

اسی سال ماہ ذی الحج میں سیدہ ام رومانؓ کا انتقال ہوا۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی والدہ تھیں۔ آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔

۷ ہجری

جنگ خیبر

خیبر یہود کا قلعہ بند شہر تھا جو مدینہ سے تقریباً ۱۰۰ میل دور شمال مغربی حصہ میں واقع تھا۔ بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع کے بیشتر خاندان بھی مدینہ سے جلا وطن ہونے کے بعد خیبر میں جا آباد ہوئے تھے۔ مکہ و فریب، خباث، سازش کرنا ان کی گھٹی میں بھرا پڑا تھا۔ یہود نے ہمیشہ اہل مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا جو جنگوں کا باعث بھی بنا۔ جنگ احزاب میں بھی انہیں کی سازشوں اور کوششوں سے عرب کی ایک متحدہ قوت بنی، گونا گام ہوئی۔ وہ اب بھی مسلمانوں کی تباہی کی تدبیروں میں منہمک رہتے اور ارد گرد کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے۔

صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ مدینہ واپس آ گئے اور کچھ اطمینان کا سانس ملا تو اب یہ ضروری سمجھا گیا کہ یہود کی روز روز کی مزاحمت کو بھی ختم کیا جائے۔ یہود کھیتی باڑی کرتے، ان کے کھجوروں کے بھی باغات تھے اور اب تو انہیں نے اسلحہ کے بھی انبار جمع کئے ہوئے تھے۔

خیبر میں متعدد قلعے تھے۔ مثلاً النظاۃ، الناعم، الصعب، الشق، النزار، الکتیبہ، الوطح، السلام، القموص، النظار وغیرہ۔ ان قلعوں کی حفاظت کے لئے مختلف روایتوں میں دس ہزار سے بیس ہزار تک سپاہ کا متعین ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سب سے مضبوط قلعہ القموص تھا جس کا رئیس مرحب بن عنتر تھا جو عرب کا مشہور پہلوان تھا اور جسے ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

اس فیصلے کے بعد آپ ﷺ نے محرم ۷ھ میں سباغ بن عرفطہ غفاریؓ کو حاکم مدینہ مقرر فرمایا۔ تین علم تیار کرا کر حضرت علیؓ، حضرت حبابؓ بن المندراور حضرت سعد بن عبادہ کو عطا کئے۔ سولہ سو صحابہ کو ہمراہ لے کر جن میں دو سو سوار بھی تھے خیبر کا رخ فرمایا۔ حضرت عامر بن الاکوعؓ رجز پڑھتے ہوئے لشکر کے آگے چلے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ بھی ہم سفر تھیں۔ ان کے علاوہ بھی انیس خواتین بھی شامل ہو گئیں جن میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حضرت ام ایمنؓ بھی شامل تھیں۔

جب لشکر مقام صہبا کے قریب پہنچا تو قبیلہ غطفان کے لوگ مسلح ہو کر یہود کی مدد کی خاطر راہ میں حائل ہوئے لیکن جب آپ ﷺ نے لشکر کا رخ دیار غطفان، وادی الرجیع کی جانب

کیا تو یہ لوگ خوف کھا کر واپس بھاگ گئے اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کر سکے۔ یہاں ٹھہر کر نماز عصر ادا فرمائی۔ پھر کھانا طلب فرمایا تو صرف ستو دستیاب ہوئے جو پانی میں گھول کر آپ ﷺ نے پی لئے۔ جب آپ ﷺ کو خیر نظر آیا تو فرمایا ٹھہرو اور پھر دعا فرمائی۔

”اے اللہ! اے آسمانوں اور جو کچھ ان کے سائے میں ہے اس کے پروردگار اور زمینوں اور جو کچھ ان میں سے اگایا جاتا ہے ان کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے باشندوں کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کی درخواست کرتے ہیں اور اس بستی کے شر اور اس کے باشندوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔“

دعا کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام سے قدم آگے بڑھاؤ۔ آپ ﷺ کا لشکر رات کے وقت خیبر پہنچا۔ رات آرام کیا اور صبح حملہ کی تیاری کی۔ ادھر یہود صبح کے وقت کھیتوں میں کام کرنے کے لئے نکلے تو آپ ﷺ کے لشکر کو دیکھ کر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ قلعوں میں محفوظ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قلعوں پر حملے شروع کر دیئے۔

یہودیوں کا لشکر اپنی عددی برتری کے زعم میں کھلے میدان میں آ گیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ مہاجرین کے دستہ کی اور سیدنا سعد بن عبادہؓ انصار کے دستہ کی کمان کر رہے تھے۔ خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ حضور ﷺ خود ایک دستہ کو لے کر یہود کی طرف بڑھے اور انہیں پسپا کر دیا۔ اب مسلمانوں کے مرکزی حملے کا رخ قلعہ الناعم کی طرف تھا لیکن کچھ دستے دوسرے قلعوں پر بھی حملہ آور ہوتے رہے تاکہ یہودیوں کی قوت بٹی رہے اور وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں۔

حضرت محمود بن مسلمہؓ نے الناعم پر بڑی دلیری سے حملہ کیا اور دیر تک لڑتے رہے۔ موسم سخت گرم تھا۔ حضرت محمودؓ دم لینے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے تو کنانہ بن ابی الحقیق نے فصیل سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اب فوج کی کمان ان کے بھائی محمد بن مسلمہؓ نے سنبھالی۔ شام تک لڑائی ہوئی لیکن فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے لیکن حملوں کی شدت سے تیسرے دن کھلے میدان میں آنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے ایسی زبردست لڑائی لڑی کہ یہودیوں کا سپہ سالار حارث بن ابی زینب مارا گیا اور قلعہ مسلمانوں

نے فتح کر لیا۔ سلام بن مشکم بھی ہلاک ہو چکا تھا۔

اب قلعہ قموص پر مسلمانوں نے زبردست حملہ کیا۔ مرحب نے مبارز طلب کیا۔ اس سے پہلے اس کی مبارز طلبی پر عامر بن اکوع اس کے مقابلے کو نکلے تھے۔ مرحب کے حملے کو اپنی ڈھال پر روکا اور خود مرحب کی ٹانگوں پر زور سے تلوار کا وار کیا لیکن تلوار چھوٹی تھی مرحب تک نہ پہنچ سکی اور خود ان کی ران پر آ گئی۔ اسی زخم سے عامر کی شہادت ہوئی۔ آج آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو مرحب کے مقابلے کی اجازت دی۔ دونوں میں جنگ شروع ہوئی۔ محمد بن مسلمہ نے اس پر اتنا زور کا وار کیا کہ اس کی دونوں پنڈلیاں کٹ گئیں۔ مرحب کو بچانے کے لئے یہود نے ایک دم ہلہ بول دیا۔ حضرت علیؑ نے مرحب کو دیکھا تو وہ ابھی زندہ تھا چنانچہ انہوں نے مرحب کی گردن کاٹ دی۔ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو ہی مرحب کا قاتل قرار دے کر انعام میں عصا عطا کیا تھا جسے ان کی وصیت کے مطابق قبر میں ان کے ساتھ دفنایا گیا تھا۔ قلعہ قموص بیس دن بعد فتح ہوا۔ اس جنگ میں بہت سے یہودی مارے گئے اور چند صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔

ایک مصیبت یہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ مسلمانوں کے خورد و نوش کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ قموص کے بعد یہودی قلعہ الزبیر میں جمع ہوئے یہ بھی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اب مسلمان اس قلعہ پر چڑھ دوڑے۔ یہود قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ اللہ نے مہربانی سے عزل نامی یہودی کو بھجوا دیا جس نے بتایا کہ محصورین کے پاس وافر مقدار میں سامان رسد اور پانی کا ذریعہ ہے۔ اگر آپ ایک ماہ بھی محاصرہ رکھیں تو قلعہ والے پریشان نہ ہوں گے۔ قلعہ میں پانی ایک زمین دوز نالہ سے جاتا ہے جو فلاں چشمے میں آتا ہے۔ یہ بات سن کر صحابہ نے چشمہ کے دھانے پر قبضہ کر کے پانی کا بہاؤ قلعہ کی جانب بند کر دیا۔ مجبور ہو کر یہودی قلعہ سے باہر نکل آئے جنگ ہوئی۔ دس یہودی مارے گئے اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اب حضرت حباب بن المنذر نے قلعہ الصعب کا محاصرہ کیا اور تین دن بعد یہ بھی فتح کر لیا گیا۔ اس قلعہ سے بڑی مقدار میں جو کھجور، روغن زیتون، چربی، پارجات اور قلعہ شکنی کے آلات وغیرہ دستیاب ہوئے۔ قلعہ شق اور نطاۃ پر بھی فتح حاصل کر لی گئی۔ قلعہ ابی پر یہود نے سخت مدافعت کی لیکن بالآخر انہیں شکست ہوئی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ بیشتر قلعے مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے۔ یہودی اب وطیع، سلام، خیبر میں جمع ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے ان قلعوں کو فتح کرنے کے لئے باری باری کئی سالار مقرر فرمائے لیکن مکمل فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ ایک

شام آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا۔ صبح آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور دعا فرما کر علم ان کے سپرد کیا۔ حضرت علیؓ نے خیبر پر زوردار حملہ کیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ اب یہود کو اپنی مکمل شکست نظر آئی تو انہوں نے صلح کی اپیل کی۔ آپ ﷺ نے درخواست منظور فرمائی۔ یہود نے اپنے سردار ابن ابی الحقیق کو گفتگو کے لئے بھجوایا۔ اس نے یہود کی جان بخشی کی درخواست کی اور یہ کہ بچے ہمارے حوالے کر دیئے جائیں ہم بجز بدن کے کپڑوں کے کچھ نہ لیں گے۔ آپ ﷺ نے منظور فرمایا اور کہا تمام مال و اسباب یہیں چھوڑ دیں کسی شے کو چھپا کر نہ لے جائیں لیکن اگر کسی نے کوئی خلاف ورزی کی تو اللہ اور اس کا رسول بری الزمہ ہوگا۔ یہود نے شرائط منظور کر لیں اور یوں باقی قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیئے اور فتح خیبر مکمل ہو گئی۔

کنانہ بن ابی الحقیق کی بد عہدی

معاہدہ کے باوجود کنانہ کے دو بیٹوں نے بہت سا مال جس میں حی بن اخطب کے زیورات بھی تھے غائب کر دیا۔ آپ ﷺ نے کنانہ بن ابی الحقیق سے دریافت فرمایا کہ بنو نضیر کا خزانہ جو تمہارے پاس تھا کہاں ہے۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ایک یہودی نے بتایا کہ کنانہ روزانہ اس ویرانے کا چکر کاٹتا تھا۔ آپ ﷺ نے کنانہ سے فرمایا کہ بتاؤ اگر خزانہ تمہارے پاس سے برآمد کر لیا جائے تو تم واجب القتل ہو گے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا تو اس سے کچھ خزانہ برآمد ہوا۔ آپ ﷺ نے کنانہ کو حضرت زبیرؓ کے حوالے کیا اور فرمایا اسے سزا دو اور باقی مال اس سے برآمد کرو۔ حضرت زبیرؓ نے اسے زد و کوب پھر اسے محمد بن مسلمہؓ کے حوالے کر دیا جنہوں نے کنانہ کو اپنے بھائی محمود بن مسلمہؓ کے سر پر چکی کا پتھر گرا کر شہید کرنے کے قصاص میں قتل کر دیا۔

تقسیم اموال غنیمت

خیبر کی زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ بیت المال، مہمانی، سفارت وغیرہ کے مصارف کے لئے رکھ لیا گیا اور دوسرا حصہ مجاہدین لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ مال غنیمت میں سے خمس کے علاوہ ایک حصہ آپ ﷺ کو ملا جسے ”صفی“ کہتے ہیں۔ یہود نے باہمی مشورہ سے ایک

وفد آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ ہم زراعت اور باغبانی میں مہارت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ اراضی اور باغات ہمارے قبضہ میں رہنے دیں ہم پیداوار کا نصف حصہ آپ ﷺ کو ادا کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور فرمایا ہم تمہیں برقرار رکھیں گے جب تک چاہیں۔ پھر جب بٹائی کا وقت آتا تو آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیج دیتے رد فصل کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے کہ جو حصہ لینا چاہو لے لو۔

یہ سلسلہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے آخری زمانے تک برقرار رہا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا تھا کہ سرزمین عرب میں دو دین نہ رہیں گے تو حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہود کو جلا وطن کر دیا۔ ویسے بھی اس دور میں مسلمانوں کے حالات اجازت ہی نہ دیتے تھے کہ مسلمان کھیتی باڑی کے کام میں مشغول ہوں۔

غزوہ خیبر میں سولہ یا انیس مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا اور پچاس زخمی ہوئے۔ یہود نے مقتولین کی تعداد ترانوئیں (۹۳) بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے مال و املاک کا نقصان بے انداز ہوا۔

عقد حضرت صفیہؓ

کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوہ زینب بنت حبی بن اخطب قیدی عورتوں میں شامل تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے خاندانی وقار کے باعث ان سے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دعوت اسلام پیش کی اور ان سے پوچھا کہ وہ آپ ﷺ کے نکاح میں آنا پسند کرتی ہیں یا اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہتی ہیں تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ یہ بطور صفیٰ آپ ﷺ کے حصہ میں آئیں تھیں۔ غالباً ان لئے ان کا نام صفیہؓ رکھ دیا گیا۔ (واللہ اعلم) اس وقت انکی عمر سترہ سال تھی آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت سے تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ صفیہؓ بڑی ذہین، بردبار، بہادر، صابر اور صاحب فضل و کمال خاتون تھیں۔ آپ نے ماہ رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ام المؤمنین صفیہؓ کے آپ کی زوجیت میں آنے کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

یہودیہ کا زہر دینا

صلح کے بعد سلام بن مشکم کی بیوہ زینب نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور فرط کرم سے آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی۔ زینب نے بھی ہوئی بکری بطور ہدیہ بھجوائی۔ اس نے بکری کے گوشت کو زہر آلودہ کر دیا تھا اور یہ جان کر کہ دستہ کا گوشت آپ ﷺ کو بہت مرغوب ہے دستہ کے حصے کو اس نے خوب زہر آلود کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فوراً اگل دیا اور فرمایا اس میں زہر ہے۔ بشیر بن براء خزرجی بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے وہ فرط ادب سے لقمہ اگل نہ سکے اور نکل گئے۔ زہران کے جسم میں سرایت کر گیا اور تیسرے چوتھے دن ان کی وفات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے زینب کو بلوایا تو اس نے جرم کا اعتراف کر لیا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپ ﷺ محسن حکمران یا سردار ہیں تو آپ ﷺ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا اور اگر واقعی ایک پیغمبر ہیں تو آپ ﷺ کا رب آپ کو آگاہ کر دے گا۔ بشیر بن براء کی وفات پر زینب کو ان کے قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

مہاجرین کی حبشہ سے واپسی

آپ ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کو نامہ مبارک بھجوایا تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اس میں اسے حکم دیا تھا کہ ان کا نکاح ام حبیبہ کے ساتھ کر دیا جائے اور مہاجرین کی واپسی کا انتظام کیا جائے۔

سیدہ ام حبیبہ رضی

ام حبیبہ بنت ابوسفیان حضرت عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے حبشہ ہجرت کر گئے۔ عبید اللہ نے کچھ عرصہ بعد حبشہ میں عیسائیت قبول کر لی اور ام حبیبہ اس سے علیحدہ ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد عبید اللہ فوت ہو گیا۔ بظاہر وہ بیوطنی کی حالت میں بے رفق و مددگار رہ گئیں۔ نجاشی کو جب خط ملا تو اس نے اپنی ابرہ نامی کنیز کو سیدہ ام حبیبہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان کو آپ ﷺ کا پیغام پہنچائے۔ چنانچہ وہ گئی اور حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حاضر ہو کر آپ ﷺ کا پیغام سنایا اور عرض کیا کہ کیا آپ حضور اکرم ﷺ سے نکاح پر آمادہ ہیں۔ آپ نے بصد شکر یہ اس پیشکش کو قبول کیا تو کنیز نے دریافت کیا کہ آپ کا وکیل کون ہوگا۔ آپ نے

خامد بن سعید بن خالد بن امیہ و پندرہ دیگر مقررین اور پندرہ ہونہوں کے دو گھن اور گھنچیں بجا کر
تکڑیں۔

اسی رات نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو مجلس نکاح میں شرکت کی
دعوت دی اور اس مجلس میں خود خبیہ نکاح پڑھا اور خاندان سعید نے چار سو دینار منہ پر بوجا کر نجاشی
سید و ام حبیبہ کا عقد حضور ﷺ کے ساتھ کیا۔ نجاشی نے ہونہوں کو حضور ﷺ کے عرف سے اس
وقت دوا کر دی۔ نجاشی نے جعفر بن امیہ کو اس شادی کی خوشی میں کھانا کھرایا۔

آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق نجاشی نے سید و ام حبیبہ کو شہین بن سنان کے
ساتھ جمع بقیہ ہجرت کے دو کشتیوں میں سواری کر دینا دیکھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو حضور
ﷺ خیبر میں تھے۔ پس آپ ﷺ مدینہ کی طرف تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سید و ام حبیبہ سے مدینہ و جس
تشریف لے آئے۔

حضرت جعفر سید بن ابی طالب حبشہ سے واپس پر یہ جان کر کہ آپ ﷺ خیبر میں
ہیں اشتیاق زیادت کے باعث جمع پنے ہمراہوں کے خیبر روانہ ہو گئے اور وہاں آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے جب مسلمان فتح خیبر کی خوشیاں منا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سید و ام جعفر سید
کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کھٹے لگا کر ارشاد فرمایا: "خیبر میں اس سے خوش ہوں فتح خیبر سے یہ
جعفر کے آئے۔"

فدک

فدک خیبر کے قریب ایک شہر تھا جس میں یہودی آباد تھے۔ آپ ﷺ نے خیبر پہنچ کر
حضرت محیصہ بن مسعود کو دعوت اسلام دینے کے لئے فدک بھیجا۔ اس فدک غزوہ خیبر کے نتائج
کے انتظار میں رہے لیکن جب خیبر فتح ہو گیا تو فدک کے یہود کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور اہل خیبر کے معاملہ کے مطابق نصف پیداوار دینے کی شرائط پر جانوں کی جان کی
درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور یوں اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ بغیر کسی جنگ کے آپ
ﷺ کے قبضہ میں دے دیا۔ اس طرح اس کی زمین مالی غنیمت کے طور پر تقسیم نہ ہوئی بلکہ خاص
رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوئی۔

وادی القریٰ

خیبر سے واپسی پر آپ ﷺ وادی القریٰ ٹھہرے یہاں یہود کے متعدد دیہات تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر دعوت اسلام پیش کی۔ یہود نے انکار کیا اور آمادہ جنگ ہوئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی صف بندی کی اور پورے لشکر کا علم حضرت سعد بن عبادہ کے حوالے کیا۔ دستوں کے پرچم جناب بن منذر اور عبادہ بن بشیر کو عطا کئے۔ اب آپ ﷺ نے پھر دعوت اسلام دی یہود نے پھر انکار کیا اور ان کا ایک آدمی میدان میں اتر آیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ اس کے مقابلے میں نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے پھر دعوت اسلام دی پھر ان کا دوسرا آدمی میدان میں آ گیا حضرت زبیرؓ نے اسے بھی جہنم رسید کیا۔ پھر تیسرا آدمی میدان میں نکلا تو حضرت علیؓ نے اسے ہلاک کیا اس طرح یکے بعد دیگرے گیارہ آدمی مارے گئے ہر ایک یہودی کی ہلاک پر آپ ﷺ دعوت اسلام دیتے رہے۔ بالآخر یہود نے ہتھیار ڈال دیئے اور یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا اور بہت سا اموال و املاک غنیمت میں مسلمانوں کو ملا۔ آپ ﷺ نے چار روز یہاں قیام فرمایا۔ اموال کی صحابہ میں تقسیم فرمائی اور املاک کو خیبر کی شرائط کے مطابق نصف پیداوار پر ان کے قبضے میں رہنے دیا حضرت عمرو بن سعید بن عاصؓ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔

یتماء

یتماء مدینہ سے سات منزل کے فاصلے پر شام کے راستے میں ایک مشہور شہر ہے۔ یہاں بھی یہود آباد تھے۔ جب اس علاقہ میں مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں بنو عادیا تک پہنچیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا حاکم مان لیا اور بغیر جنگ اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور ان کی درخواست پر حضور ﷺ نے انہیں اس کے متعلق تحریر عنایت فرمادی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو عادیا کے لئے ان کے لئے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے۔ ان پر نہ زیادتی ہوگی اور نہ انہیں جلاوطن

کیا جائے گا۔ رات معاون ہوگی اور دن پختگی بخش (یعنی یہ معاہدہ دائمی ہوگا) اور یہ تحریر خالد بن سعید نے لکھی۔“

ان فتوحات کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف واپسی کا سفر اختیار کیا۔ یہ لوگ راستے میں ایک وادی کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے ”اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ“ کہنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنے آپ پر نرمی کرو تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔“ اس طرح آپ ﷺ آخیر صفر یا ربیع الاول ۷ھ میں مدینہ واپس پہنچے۔

سریہ بنی کلاب

صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ نے ان قبیلوں کی سرکوبی کا سلسلہ شروع فرمایا جنہوں نے جنگ خندق میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی کمان میں ایک دستہ نجد کے قبیلے بنو کلاب (بنو فزارہ) کی سرکوبی کے لئے شعبان ۷ھ میں روانہ فرمایا۔ قبیلہ فزارہ نے مقابلہ کیا لیکن کچھ قتل ہو گئے اور کچھ گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے۔ سلمہ بن الاکوع کے حصہ میں ایک بہت حسین لونڈی آئی جس کے بدلہ میں کئی مسلمان اہل مکہ سے لئے گئے۔

سریہ تریبہ

آپ نے حضرت عمرؓ کو تیس آدمیوں کے ہمراہ بنو ہوازن کی طرف ماہ شعبان ۷ھ میں بھجوایا۔ ان کے ساتھ بنی ہلال کا ایک رہبر بھی تھا۔ مسلمان تریبہ تک گئے لیکن بنو ہوازن مسلمانوں کے آنے کی خبر پا کر بھاگ گئے اور کوئی فرد وہاں نہ ملا۔ حضرت عمر فاروقؓ بغیر کسی جنگ کے واپس مدینہ آ گئے۔

سریہ اطراف فدک

شعبان ۷ھ کو ہی حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کی قیادت میں تیس آدمیوں کے دستہ کو بنومرہ کی گوشالی کے لئے بھجوایا۔ جب وہاں پہنچے تو صرف چرواہے ملے۔ پس حضرت بشیرؓ ان کے جانور ہانک کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں ان کا مقابلہ بنومرہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ

ہو گیا۔ رات بھرتیوں سے ان کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کے تیر ختم ہو گئے۔ اب وہ خالی ہاتھ تھے کچھ شہید ہوئے اور کچھ نے میدان چھوڑ دیا۔ حضرت بشیرؓ بڑی جانبازی سے لڑے اور زخمی ہو کر شہیدوں میں گرے اور بعد میں اٹھ کر فدک پہنچ گئے اور زخم مندمل ہونے تک یہاں قیام کیا۔ اس کے بعد مدینہ آ گئے۔

سریہ میفہ

رمضان ۷ھ میں حضرت غالب بن عبد اللہؓ کو ایک سو تیس صحابہ کی جماعت کے ہمراہ بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی جانب بھجوا دیا۔ حضرت غالب نجد میں مقام میفہ پہنچے جو مدینہ سے ۹۴ میل کے فاصلے پر ہے اور ان بدوؤں پر اچانک حملہ کر دیا۔ جو بھی سامنے آیا قتل کر دیا گیا اور ان قبائل کو سخت شکست دی اور ان کے اونٹ اور بکریوں کو مدینہ ہانک لائے۔

جنگ میں مرد اس بن نہیک جب سیدنا اسامہ بن زیدؓ کے سامنے آیا تو اس نے بلند آواز سے کلمہ پڑھ لیا لیکن اسامہؓ نے اسے تلوار کے وار سے ہلاک کر دیا۔ آپ ﷺ تک بات پہنچی تو اسامہؓ کی سخت سرزنش کی اور فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اس پر حضرت اسامہؓ نے توبہ کی اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد کیا۔

سریہ الجنباب

عینہ بن حصن کے بارے میں خبر ملی کہ وہ الجنباب میں جو خیبر اور وادی القراری کے درمیان ایک مقام ہے مدینہ پر چھاپا مارنے کے لئے قبیلہ غطفان کی ایک بڑی جمعیت اکٹھی کر رہا ہے۔ شوال ۷ھ میں حضرت بشیرؓ بن سعد انصاری کو تین سو صحابہ کے ہمراہ الجنباب کی طرف روانہ کیا۔ مسلمانوں کے آنے کا سن کر وہ لوگ بھاگ گئے ان کی بستیوں پر چھاپہ مارا گیا تو وہ سب خالی تھیں۔ صرف دو آدمی ملے جن کو گرفتار کیا گیا اور بطور مال غنیمت ان کے بہت سے جانور ملے جنہیں یہ پکڑ لائے دونوں اسیروں نے آپ ﷺ کے سامنے اسلام قبول کر لیا اور ان کو آزاد کر دیا گیا۔

عمرة القضا

ذی قعد ۷ھ کے شروع میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا اور فرمایا کہ

واقع حدیبیہ میں شامل کوئی شخص رہ نہ جائے۔ ابوہم غفاریؓ کو حاکم مدینہ مقرر فرمایا اور دو ہزار صحابہ کے ہمراہ صلح نامہ حدیبیہ کے مطابق عمرہ کے لئے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور لبیک کی صدا بلند کی۔ جب مکہ کے قریب وادی یانج میں پہنچے تو معاہدہ کے مطابق صرف سوار کا ہتھیار یعنی میان میں رکھی تلوار ساتھ لے لی اور باقی تمام ہتھیار یعنی ڈھال، تیر، نیزے وغیرہ سب یہاں رکھ دیئے اور حضرت اوس بن خولی انصاریؓ کو دو سو صحابہ کے ساتھ ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑا۔

مکہ میں داخل ہو کر جب آپ ﷺ بیت اللہ شریف کے روبرو پہنچے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کندھوں کو برہنہ کر لو اور احرام کا کپڑا بغل سے نکال کر گردن کے گرد لپیٹ لو اور دوڑ دوڑ کر کعبہ کا طواف کرو۔ مدعا یہ تھا کہ مشرکین مکہ پر جو مسلمانوں کے اس طواف کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، مسلمانوں کی جفاکشی اور قوت و شوکت کا اظہار ہو۔

آپ ﷺ نے طواف مکمل کر کے دیگر ارکان کی ادائیگی فرمائی اور اپنی سواری پر جبل صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی اور پھر جبل مروہ کے پاس قربانی فرمائی اور مکہ معظمہ میں تین دن مقیم رہے۔ اسی دوران دو سو صحابہ کو وادی یانج بھجوا کر حضرت اوس بن خولیؓ اور ان کی جماعت کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے طلب فرمایا۔ یہ تین دن مکہ کی فضاؤں میں تکبیر و تہلیل کی صدا گونج گونج کر مشرکوں کے دلوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جا رہی تھی۔ کٹر مخالف مکہ سے باہر پہاڑوں میں چلے گئے تھے لیکن عام لوگ کثیر تعداد میں مسلمانوں کو دیکھتے رہے یہ تین دن نہایت امن و امان سے گزرے اور کہیں کوئی فساد نہ ہوا۔ چوتھے روز ظہر کے وقت سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو معاہدہ یاد دلاتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اب ہمارا شہر خالی کر دیں۔ بخاری شریف میں حضرت براءؓ کی روایت کے مطابق مشرکین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے صاحب سے کہو کہ مدت ختم ہو چکی اب روانگی اختیار کریں۔ پس آپ ﷺ فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے، روانگی کے وقت حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی جو ابھی بہت چھوٹی تھیں، چچا چچا پکارتے آگئیں۔ حضرت علیؓ نے انہیں گود میں اٹھا لیا۔ حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ ان سے قرابت کے باعث ان کی پرورش کے مدعی بنے۔ آپ ﷺ نے ان کو حضرت جعفرؓ کے سپرد کر دیا جو ان کے چچا زاد تھے اور ان کی زوجہ بچی کی خالہ تھیں، مکہ سے نکل کر آپ ﷺ مقام سرف میں ٹھہرے۔

عقد سیدہ میمونہؓ

عمرہ کے اس سفر میں آپ ﷺ نے سیدہ میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔ حضرت میمونہؓ کا نام برہ تھا۔ آپ حضرت عباسؓ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ کی بہن اور خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔ ان دنوں یہ ابورہم کی بیوہ تھیں اور اپنی بہن سیدہ ام الفضلؓ کے پاس رہ رہیں تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے ان کے بارے میں ذکر کیا کہ میمونہ دختر حارث بیوہ ہوگئی ہیں۔ آپ ﷺ انہیں اپنے نکاح میں لے لیں چنانچہ آپ ﷺ نے نکاح کر لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ پہنچنے سے پہلے حضرت جعفر طیارؓ کو اپنے آگے حضرت میمونہؓ کے پاس بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے انہیں حضور ﷺ کا پیغام نکاح دیا تو جواب دیا کہ عباس میرے کفیل ہیں ان سے پوچھ لیں۔

قیام مکہ کے چوتھے روز جب سہیل اور حویطب نے مکہ سے جانے کا کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اگر مجھے تھوڑی مہلت اور دے دو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے میں تمہارے درمیان رہ کر اپنی شادی کی تقریب کر لوں اور تمہاری دعوت کا بندوبست کروں تو ان لوگوں نے مہلت دینے سے انکار کیا اور معاہدہ کے مطابق فوراً مکہ خالی کرنے کا کہا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا خیمہ مقام سرف جو مکہ سے باہر ہے لگا لیا۔ صرف اپنے غلام حضرت ابورافعؓ کو مکہ چھوڑا جو سیدہ میمونہؓ کو لے کر مقام سرف پر آن ملے اور وہاں آپ ﷺ نے شادی کی تقریب فرمائی اور ذی الحجہ کے مہینے میں واپس مکہ تشریف لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سفر کو اس طرح بیان فرمایا:

”بے شک اللہ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا کہ انشاء اللہ ضرور تم سجد حرام میں امن کے ساتھ سرمنڈائے اور بال کتروائے بے خوف و خطر اس میں داخل ہو گے۔ پھر جانتا ہے اللہ وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ پھر اس غم کے بدلے میں جو تم کو اس سال بسبب عمرہ نہ کر کے ہوا تھا اس نے فتح قریب (خیبر کی) تم کو عنایت کی۔“

(الفح: ۲۷)

سریہ ابوالعوجاءؓ

حضرت ابوالعوجاءؓ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ ذی الحجہ ۷ھ میں بنو سلیم کی طرف دعوت اسلام دینے کو بھجوایا۔ انہوں نے انکار کیا جنگ ہوئی۔ حضرت ابوالعوجاءؓ زخمی ہوئے تاہم مسلمان دشمن کے دو افراد کو قیدی بنا کر واپس آئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرو بن عاصؓ

جب آپ ﷺ عمرہ القضاء ادا فرمانے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو خالد بن ولید مکہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ مکہ سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ آپ ﷺ اور مسلمان جانباڑوں کو مکہ میں داخل ہوتے دیکھنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ دورانِ قیام آپ ﷺ نے خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید سے فرمایا کہ افسوس ہے کہ خالد میرے پاس نہیں آیا۔ اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کا خیر مقدم کرتا۔ خالد جیسے دانا کو اسلام سے دور رہنا نہیں چاہئے۔

عمرہ سے فارغ ہو کر ولید بن ولید نے اپنے بھائی کو خط لکھا:

”بھائی میں حیران ہوں کہ تم اس قدر اسلام کے خلاف کیوں ہو۔ حالانکہ تم جیسا دانا اور زیرک انسان اسلام کی صداقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ قیام مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے تمہارے متعلق مجھ سے سوال کیا تھا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ خالد کو اللہ ہی لائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خالد جیسا دانا شخص اسلام کی حقانیت سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ مسلمانوں سے مل کر کفار سے معرکہ آرا ہوتا تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر تھا۔

اے بھائی تم بہت عرصہ تک گمراہی میں رہ چکے ہو اب وقت ہے حق کو

پہچاننا اور خود کو اس کے دامن سے وابستہ کر لو۔“

بھائی کا یہ خط پڑھ کر خالد کی دنیا یکدم بدل گئی۔ ان کے دل میں کفر اور شرک کے خلاف ایک طوفان اٹھا اور اسی وقت انہوں نے دامن اسلام سے وابستگی کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ کا اپنا

بیان ہے کہ جب مجھے بھائی کا خط ملا اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ میرے بارے میں کیا جذبات رکھتے ہیں تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے اسی دم مدینہ روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ راستے میں میری ملاقات عمرو بن عاص سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے ابو سلمان کدھر کا ارادہ ہے۔ یہ راستہ تو مدینہ کو جاتا ہے۔ میں نے کہا اے عمرو خدا کی قسم خوب پانسہ پلٹا۔ بات یہ ہے کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں۔

جناب عمرو بن عاص بھی جبشہ سے اسلام قبول کرنے آ رہے تھے اب یہ دونوں مسافر ایک ہی منزل کو روانہ ہوئے۔ حضرت خالد کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کو ہماری آمد کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: (اے مسلمانو!) مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں۔

مدینہ پہنچ کر جناب خالد بن ولید مسجد نبوی کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں بھائی ولیدؓ ملا اور کہا کہ بھائی جلدی چلو تمہارے آنے سے آپ ﷺ بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ جلدی سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا اور کہا۔ حضور ﷺ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

عمرو بن عاص نے عرض کی حضور ﷺ ہاتھ نکالنے میں بیعت اسلام کرنا چاہتا ہوں۔ جب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمرو یہ کیا؟ عرض کی حضور ﷺ کیا بیعت اسلام سے میرے گناہ مٹ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرو اسلام قبول کرنے سے اللہ جل شانہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی پھر عمرو بن عاصؓ بھی ایمان لے آئے۔

۷ ہجری کے دیگر واقعات

- ۱۔ پنجہ دار پرند حرام ہو گئے۔
- ۲۔ درندہ جانور حرام کر دیئے گئے۔
- ۳۔ گدھا اور خچر حرام کر دیئے گئے۔

- ۴۔ بعض روایات کے مطابق متعہ بھی حرام ہوا۔
- ۵۔ چاندی سونے کا لین دین اضافہ کے ساتھ حرام کیا گیا۔
- ۶۔ کنیزوں سے فوری تمتع جائز تھا اب حاملہ کی صورت میں وضع حمل ورنہ ایک حیض گزرنے تک تمتع ناجائز ہوا۔
- ۷۔ اس سال غزوہ خیبر سے قبل ایک بڑے مالدار حجاج بن علاطر اسلمی نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے حکم پر اپنا تمام مال مکہ سے مدینہ لے آئے۔ حالات جان کر کفار مکہ کو بہت دکھ ہوا۔
- ۸۔ اس سال غزوہ خیبر کے ایام میں یمن سے قبیلہ دوس کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ جس میں حضرت ابو ہریرہؓ اور طفیلؓ بن عمرو کے علاوہ قبیلہ کے تقریباً چار سو افراد شامل تھے۔ یہ سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت طفیلؓ قبل از ہجرت ہی اسلام لے آئے تھے۔

۸ ہجری

سریہ غالب بن عبد اللہ

صفر ۸ھ میں حضرت غالب بن عبد اللہ کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ بنو ملوح کی طرف بھیجا گیا۔ بنو ملوح ہمیشہ چوکنار ہتے تھے اور مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر پہاڑوں میں روپوش ہو جاتے تھے۔ اس بار آپ ﷺ نے اچانک حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاہدین نے شام کے وقت حملہ کر دیا بنو ملوح قتل ہوئے۔ ناز و قوم کے افراد ان کی مدد کو وادی میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیج دیا اور وہ وادی کو عبور کر کے ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔

سریہ ذات اطح

وادی القرئی کے قریب ذات اطح کے مقام پر بنو قضاعہ کے لوگ جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت کعب بن عمیر غفاریؓ کو پندرہ افراد کے ساتھ ان کو ڈرانے کے لئے بھیجا۔ دشمن وہاں بڑی تعداد میں تھے انہوں نے حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا صرف ایک مجاہد زخمی حالت میں واپس پہنچا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۸ھ میں پیش آیا۔

جنگ موتہ جمادی الاول

موتہ اردن میں بلقاء کے قریب ہے جو بیت المقدس سے چوبیس میل پر واقع آبادی

ہے۔

آپ ﷺ نے ایک تبلیغی خط حارثؓ بن عمیر آزدی کے ہاتھ حاکم بصری کے نام روانہ فرمایا راستے میں شام کی سرحد کے قریب قیصر روم کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے حضرت حارثؓ کو گرفتار کر لیا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ حاکم بصری کے لئے آپ ﷺ کا خط لے کر جا رہا ہے۔ شرجیل نے انہیں شہید کر دیا۔

جب آپ ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت حارثؓ کے قصاص کے لئے تین ہزار کا ایک لشکر تیار کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو اس لشکر کا امیر

مقرر فرمایا اور فرمایا اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان امیر خود مقرر کریں۔

شُرْحَبِیل کو خبر پہنچی تو اس نے مسلمانوں کے خلاف ایک لاکھ افراد کا لشکر تیار کر لیا ادھر ہرقل روم میں اپنی فوج کے ساتھ بلقاء کے علاقہ میں مآب نامی مقام پر خیمہ زن تھا۔ حضرت زیدؓ نے چاہا کہ حالات کی اطلاع دربار رسالت کو دے کر حکم کا انتظار کیا جائے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ ہمارا مقصد فتح نہیں بلکہ شہادت ہے جو ہر وقت مل سکتی ہے۔

غرض یہ مختصر گروہ ایک لاکھ کی فوج پر حملہ آور ہو کر بہادری سے لڑا۔ حضرت زید بن حارثہؓ برچھیاں کھا کر شہید ہو گئے تو حضرت جعفر طیارؓ نے علم سنبھالا دشمن نے ان کا دائیں ہاتھ کاٹ دیا تو آپ نے علم کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا وہ بھی کٹ گیا تو علم کو سینے سے چمٹا لیا غرض کہ یہ بھی بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے جسم کے سامنے حصے پر برچھیوں کے نوے زخم تھے اور پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔

اب مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر منتخب کر کے علم ان کو دیا۔ وہ اتنی بہادری سے لڑے کہ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ حضرت خالدؓ ڈیڑھ دن کی سخت لڑائی میں اس بہادری اور ہوشیاری سے لڑے کہ دشمن کو زیر تو نہ کر سکے مگر مسلمانوں کی فوج کو دشمن کی زد سے بچا لائے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے بارہ آدمی شہید ہوئے۔ رومیوں کے مقتولین کی تعداد تو معلوم نہ ہو سکی لیکن وہ بڑی تعداد میں مارے گئے۔ آپ ﷺ کو حضرت جعفر طیارؓ سے خاص محبت تھی۔ آپ ﷺ کو ان کی شہادت کا بے حد دکھ ہوا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کی شجاعت پر ”سیف اللہ“ کا خطاب ملا اتنے بڑے اجتماع سے مسلمانوں کو بچا کر بہ سلامت نکال لانا مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ رومی اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑی طاقت سمجھے جاتے تھے اور مسلمانوں کے اس قوت سے ٹکر لینے پر عرب یہود و مشرکین انگشت بدنداں رہ گئے بڑی کثرت سے لوگ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ وہ ضدی قبائل جن کو اسلام سے سخت دشمنی تھی اس معرکے کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں بنو سلیم، اشجع، بنو لحيان، بنو فزار، غطفان وغیرہ شامل تھے۔ ایک رومی کمانڈر فروہ بن عمرو الجذامی بھی اسلام لائے بغیر نہ رہ سکا جس نے ملک کے بڑے حصے کو بڑا متاثر کیا۔ قیصر

روم نے اسے بلایا اور کہا کہ اگر تم مسلمان رہتے ہو تو تم کو ابھی قتل کر دیا جائے گا اور اگر پہلے دین پر دوبارہ آجاتے ہو تو تمہارا عہدہ اور اعزاز تم کو واپس دے دیا جائے گا۔ انہوں نے پوری جرات سے جواب دیا کہ ”اب میں تو اسلام لا چکا اب اسلام پر جان قربان کرنا میرا مطلوب و مقصود ہے“ اور بڑی بہادری سے شہید ہوئے۔

سریہ ذات السلاسل

جمادی الآخرہ ۸ھ میں خبر ملی کہ وادی القری میں بلی و عذرہ کے مقامات پر قبیلہ قضاعہ کے لوگ جمع ہو کر غزوہ موتہ کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر (وہ اپنے ذہن کے مطابق) مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو تین سو مجاہدین کا لشکر دے کر روانہ فرمایا لشکر کے ساتھ تیس گھوڑے بھی تھے۔ یہ لوگ رات کو پلتے اور دن کو پوشیدہ رہتے جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو انہیں دشمن کے کثیر تعداد میں لشکر کی خبر ملی۔ حضرت عمروؓ نے حضرت رافع بن مکیثؓ لہجیؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں امداد کی درخواست کے لئے بھیجا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کی سرکردگی میں دو سو مجاہدین کی کمک روانہ فرمائی جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل تھے۔ دونوں فوجوں نے مل کر دشمن پر حملہ کیا۔ کفار کو شکست ہوئی اور وہ ادھر ادھر بھاگ کر منتشر ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے عوف بن مالک الاشجعیؓ کو قاصد کے طور پر بھجوایا کہ وہ فتح کی خبر پہنچائیں۔ اس طرح وہ ملک شام کی حدود میں آنحضرت ﷺ کے اثر و نفوذ کو پختہ و بلند کر کے مدینہ لوٹے۔

سریہ سیف البحر

جہینہ جو مدینہ سے پانچ روز کی مسافت پر شمال مغرب میں ساحل کے قریب ایک مقام تھا۔ یہاں سے شرارتوں کی مسلسل خبریں آرہی تھیں۔ رجب ۸ھ میں آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کی سربراہی میں تین سو مجاہدین کو جن میں حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل تھے جہینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ وہاں قریش کے قافلے کو جا گھیریں اور جہینہ کے قبیلہ سے جنگ کریں یہ لوگ سفر میں ہی تھے کہ ان کا زادراہ ختم ہو گیا اور انہیں سوکھے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ جب یہ ساحل کے قریب پہنچے تو اللہ نے ان کے لئے نبر نامی ایک بڑی مچھلی سمندر سے باہر پھینک دی جسے

پکڑ لیا گیا اور سیر ہو کر کھایا۔ پھر جہینہ کا رخ کیا دشمن فرار ہو گیا اور یہ سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔

سریہ خضرہ

شعبان ۸ھ کو آپ ﷺ نے حضرت ابو قتادہؓ بن ربیعہ انصاری کو پندرہ مجاہدوں کے ساتھ خضرہ کی طرف روانہ کیا جو نجد میں قبیلہ بنو محارب کے ایک موضع کا نام ہے۔ حضرت قتادہؓ نے وہاں پہنچ کر قبیلہ غطفان سے جنگ کی اور ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا، غنیمت میں دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

سریہ ابو قتادہؓ

رمضان ۸ھ میں حضرت ابو قتادہؓ کو آٹھ مجاہد دے کر اضم کے مقام کی طرف بھجوایا جو مدینہ سے چھتیس میل کی مسافت پر تھا۔ یہ مہم اس لئے بھیجوائی گئی تاکہ ان کے نقل و حرکت سے قریش کو یہ خیال پیدا ہو سکے کہ مسلمان اس طرف جا رہے ہیں مکہ کی طرف نہیں اور اس طرح انہیں کسی جنگی تیاری کا موقع دیئے بغیر ان پر اچانک حملہ آور ہو سکیں۔ یہ تدبیر قریش کی معاہدہ شکنی کے باعث اختیار کی گئی۔ اس دستہ میں محکمؓ بن جثمہ بھی تھے۔ عامر بن اضبط اشجعی راہ میں آیا تو اس نے صحابہ کو اسلامی طریقہ پر سلام کیا لیکن چونکہ اصحابہ اسے مسلمان تصور نہیں کرتے تھے اسے سلام کا جواب نہ دیا۔ محکمؓ نے اسے قتل کر کے اس کا سامان اور اونٹ قبضہ میں لے لیا۔ یہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ سے ملے تو ان کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

”اے ایمان والو! جب تم جہاد فی سبیل اللہ کیا کرو تو مقابل کو اچھی طرح

چھان لیا کرو اور جس نے تمہیں سلام کر دیا اسے یہ نہ کہو کہ وہ مومن نہیں۔“

(النساء: ۹۴)

بعض کے نزدیک یہ آیت مقدار یا غالب لشی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (واللہ اعلم)

اس دستے کو دشمن کی کوئی جماعت نہ ملی تو واپس ہوئے۔ خشب پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور

ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے درمیانی راستہ اختیار کیا اور السقیاء کے مقام پر

آپ ﷺ سے مل گئے۔

غزوة فتح مکہ (۱۰ رمضان ۸ھ)

صلح حدیبیہ میں یہ شرط درج تھی کہ جو قبیلہ قریش یا مسلمانوں سے چاہے معاہدہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ قبیلہ بنی بکر نے قریش اور قبیلہ بنی خزاعہ نے آپ ﷺ سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی آباد تھے اور ان میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت جاری تھی۔

مسلمانوں اور کفار قریش وغیرہ کی جنگ سے صلح حدیبیہ کی بدولت لوگوں کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف قریش مکہ سے مل کر شعبان ۸ھ میں بنی خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں قریش مکہ کے سرداروں نے بھی اعلانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ اس خوفناک حملہ کی تاب نہ لا کر حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے تو بنی بکر کے عوام نے حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لئے لیکن بنی بکر کے سردار نوفل بن معاویہ وہیلی نے حرم کے احترام کا بھی خیال نہ کیا اور کعبہ میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی سے قتل کرتا رہا اور یوں حرم کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا۔

قریش کے اس قتل و غارت میں حصہ دار بننے کا عمل معاہدہ کو توڑنے کے مترادف تھا اس لئے کہ بنی خزاعہ آپ ﷺ کے حلیف بن چکے تھے اور ان پر یہ حملہ آپ ﷺ پر حملہ کرنا تھا۔ اس حادثہ کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر امداد طلب کرنے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعات سن کر آپ ﷺ نے قریش مکہ کے پاس قاصد بھجوا کر تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مقتولوں کو خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

اس پر قرطہ بن عمرو نے قریش کی طرف سے کہا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔

ابوسفیان کی سفارت

قاصد کے چلے جانے کے بعد انہیں ندامت ہوئی اور ابوسفیان کو سفیر بنا کر حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے آپ ﷺ کے پاس بھجوایا۔ ابوسفیان تیزی سے مدینہ پہنچ کر اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے مکان پر گیا۔ بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر اٹھالیا پوچھا بیٹی کیا میں اس بستر کے بھی قابل نہیں تو فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں مجھے گوارا نہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھیں۔ پھر ابوسفیان نے بارگاہ نبوی ﷺ میں مدعا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آیا انہوں نے اس معاملے میں مداخلت سے معذوری کر لی۔ اب وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا تو سیدہ فاطمہ الزہراءؓ اور سیدنا حسنؓ بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی معذوری کا اظہار کیا تو سیدہ فاطمہؓ سے کہا کہ آپ اپنے اس بیٹے (جو ابھی بہت چھوٹے تھے) کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ دینے کا اعلان کر کے ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار ہو جائے۔ سیدہ فاطمہؓ نے کہا کہ یہ بچہ ابھی اس درجہ کو نہیں پہنچا ہے کہ لوگوں کے درمیان پناہ کا اعلان کر سکے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے کوئی پناہ دے بھی نہیں سکتا۔ ابوسفیان نے ہر طرف سے مایوس ہو کر حضرت علیؓ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ معاملات سخت سنگین ہو گئے ہیں لہذا مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے کہا واللہ! میں تمہیں کوئی مفید مشورہ تو نہیں دے سکتا البتہ تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ لہذا خود ہی لوگوں کے درمیان معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر دو اور مکہ واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا میرے اس یکطرفہ اعلان سے کیا ہوگا تو سیدنا علیؓ نے کہا کہ اب تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی کیا ہے۔

چنانچہ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی گیا اور وہاں بلند آواز سے معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر دیا۔ مسلمان خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا۔ جب مکہ پہنچ کر ابوسفیان نے ساری داستان بیان کی تو قریش نے کہا کہ جب اس تجدید کو آپ ﷺ نے قبول نہیں کیا تو یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھ جائیں اور نہ جنگ کہ لڑائی کا سامان کریں۔

ادھر آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کا

حکم بھیجا لیکن یہ نہ بتایا کہ کس جنگ کا ارادہ ہے۔ غرض انتہائی خاموشی اور رازداری سے جنگ کی تیاری فرمائی اور یہ احتیاط فرمائی کہ مکہ والوں کو خبر نہ ہو اور حملہ اچانک ہوتا کہ حرم پاک میں خونریزی نہ ہو اور محض فوجی قوت کی نمائش ہی اہل مکہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے اپنی اسی جنگی حکمت عملی کے تحت رمضان کے شروع میں آپ ﷺ نے ابو قتادہؓ کو ”اضم“ کی جانب بھجوایا تھا تا کہ مکہ والے یہی سمجھیں کہ مسلمان اس علاقہ کا رخ کریں گے۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ

اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہؓ نے قریش کو ایک خط لکھا کہ آپ ﷺ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خط انہوں نے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دیا کہ وہ اسے قریش تک پہنچائے۔ اس خدمت کا معاوضہ رکھا گیا۔ وحی کے ذریعے حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حاطبؓ کی اس حرکت سے آگاہ کیا تو آپ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو مرشد غنویؓ کو فرمایا کہ وہ روضہ خاخ پہنچیں اور جو عورت وہاں ہو دے پر سوار ملے اس سے حاطب کا خط برآمد کر لیں۔ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے تو ہودج نشین عورت کو وہاں پایا۔ اس سے خط کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے انکار کیا۔ کجاوے کی تلاشی لی گئی تو کچھ نہ نکلا اب حضرت علیؓ نے کہا واللہ نہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ کہا اور نہ ہم جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ تم یا تو خط نکالو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ جب اس نے خود کو لاچار پایا تو خوف زدہ ہو کر کہا کہ آپ لوگ منہ پھیریں، منہ پھیرا تو اس نے چوٹی کھول کر خط نکال کر ان کے حوالے کیا۔ یہ جماعت خط لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ خط قریش کے نام تھا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں غزوے کا اعلان کر دیا اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ ﷺ کا ارادہ تم لوگوں کے سوا کسی اور کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر میرا ایک احسان رہے۔“ (واقعی فتح الباری)

حاطبؓ کو بلا کر پوچھا یہ کیا ہے؟ تو جواب دیا واللہ میں مسلمان ہوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ میں قریش پر احسان کرنا چاہتا تھا کہ وہ میرے اہل و عیال کو کسی طرح کی اذیت نہ دیں بلکہ حفاظت کریں کیونکہ وہاں میرا کوئی قرابت دار نہیں۔ حضرت عمرؓ پاس تھے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ ﷺ نے فرمایا: حاطبؓ نے سچی بات کہی ہے یہ اہل بدر میں سے ہے انہیں اللہ نے اچھی طرح

پر کھ لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر سورۃ الممتحنہ نازل ہوئی۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور خود اپنے دشمنوں کو دوست نہ سمجھو تم تو محبت کی بنیاد ڈالنے کے لئے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں۔ پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضامندی کی طلب میں نکلے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ سے بھٹک جائے گا۔“

(الممتحنہ: ۱)

آگے فرمایا کہ جس اولاد کے لئے تم کفار کے ساتھ محبت کا اظہار کر رہے ہو یہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گی پھر اس اولاد کے لئے تم کافروں سے دوستی کر کے کیوں اللہ کو ناراض کرتے ہو۔ قیامت والے دن جو چیز کام آئے گی وہ تو اللہ رسول کی اطاعت ہے اس کا اہتمام کرو۔

مکہ روانگی

غرض کہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسول اللہ ﷺ دس ہزار جاٹوں کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ ابھی تک بھی آپ ﷺ نے ظاہر نہیں فرمایا تھا کہ منزل کون سی ہے چنانچہ ایک پر پیچ راستہ اختیار فرمایا۔ راستے میں حلیف قبائل بھی شامل ہوتے رہے اور بعض کے نزدیک لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو قائم مقام مقرر کیا گیا۔

حضرت عباسؓ

اب عم محترم حضرت عباس اور بعض دوسرے اقرباء نے محسوس کر لیا تھا کہ اب انہیں مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے چچیرے اور

رضائی بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ جو آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کے فرزند تھے مکہ سے نکل کر ابوا کے مقام پر اسلامی لشکر سے آ ملے۔ ان دونوں کو ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کی سفارش سے معافی مل گئی۔ وہ دونوں اسلام لے آئے حضرت عباسؓ بھی اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ یا حنفہ کے مقام پر آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے مکہ میں اب اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔

روزہ

آپ ﷺ اور صحابہ روزے سے تھے۔ مقام کدید (ایک چشمہ) پر پہنچ کر نماز عصر ادا فرمائی۔ مسلسل سفر میں روزہ داری کے باعث صحابہ کمزوری اور تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پانی مانگا اور سواری پر بیٹھ کر سب کے سامنے پیا اور سب کو روزہ چھوڑنے کا حکم دیا (بخاری شریف) چنانچہ آپ ﷺ اور صحابہ کبار نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ موقوف کر دیا۔ مقام کدید پر ہی جھنڈے قبائل کو عطا ہوئے۔

علم

بنو سلیم کو ایک بڑا اور ایک چھوٹا علم، بنو غفار کو ایک بڑا، بنو اسلم کو دو چھوٹے، بنو کعب کو ایک بڑا، بنو مزنیہ کو تین چھوٹے، جہینہ کو چار چھوٹے۔ بنو بکر کی مسلمان جماعت کو ایک چھوٹا اور اشجع کو دو چھوٹے علم عطا ہوئے۔

پڑاؤ

رات کے ابتدائی اوقات میں وادی فاطمہ میں مرالظہران کے مقام پر لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ فوج دس ہزار مشعلیں روشن کرے تاکہ قریش انہیں دیکھ کر یا ان کی خبر سن کر ان کی کثرت سے مرعوب ہو کر ادھر رخ نہ کریں پھر حضرت عمرؓ کو محافظ دستہ کا امیر مقرر فرمایا۔

ابوسفیان

حضرت عباسؓ کو قریش کا انجام نظر آ رہا تھا اور انہیں ڈرتا تھا کہ اگر صبح حملہ ہوا تو قریش

کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ حملہ سے پیشتر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان طلب کریں۔ اس خیال سے حضرت عباسؓ رات کو آپ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر لشکر گاہ سے نکلے کہ شاید کوئی لکڑہارا یا چرواہا مل جائے تو قریش کو امان طلب کرنے کے لئے پیغام بھجوائیں لیکن حق تعالیٰ نے قریش پر ساری خبر رسائی روک رکھی تھی۔

قریش کو مکہ پر چڑھائی کا خوف تو تھا اور وہ اندیشوں سے دوچار تھے۔ روشنیاں دیکھ کر ابوسفیان بن حرب، حکم بن حزام اور بدیل بن ورقاء حقیقت حال جاننے کے لئے نکلے کیونکہ عرب کا قدیم دستور تھا کہ وہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے تھے۔

یہ تینوں حضرات حیرت سے لشکر کی آگ دیکھ رہے تھے کہ بدیل نے کہا کہ یہ بنو خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان بولا کہ بنو خزاعہ قلیل و ذلیل ہیں یہ آگ ان کی نہیں ہو سکتی۔ اسی اثناء میں حضرت عباسؓ بھی وہاں آ پہنچے اور ابوسفیان کی آواز پہنچان کر کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور ان کا لشکر ہے اب قریش کی خیر نہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا اب کیا کیا جائے تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دامن میں جا کر پناہ لے لو تا کہ صبح تمہاری قوم عتاب و تعزیر سے بچ سکے۔ کچھ گفتگو کے بعد حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو خچر پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں جس کسی نے پوچھا کون ہے کہا عم رسول۔ جیسے ہی یہ حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے انہوں نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور جان گئے کہ حضرت عباسؓ کو حضور ﷺ کے پاس طلب امان کے لئے لے جا رہے ہیں۔ خچر کے پیچھے دوڑ پڑے اور بلند آواز سے پکارا اللہ کے رسول ﷺ اس کو معاف نہ کیجئے گا اب کفر کے استحصال کا وقت آ گیا ہے۔ مگر حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کی جان بخشی کی درخواست کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بات دہرائی تو حضرت عباسؓ نے کہا اے عمرؓ اگر یہ تیرے قبیلے کا آدمی ہوتا تو اتنی سختی نہ کرتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا عباسؓ آپ یہ نہ فرمائیں خدا کی قسم آپ جس دن اسلام لائے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرا باپ بھی اسلام لاتا تو مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی اس لئے کہ آپ کے اسلام لانے سے رسول اللہ خوش ہوئے۔ آپ ﷺ نے عم محترمؓ سے فرمایا کہ آپ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جائیں اور صبح کو میرے پاس لائیں۔

حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حکیمؓ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے

بھتیجے ہیں انہوں نے، جنگ بدر رکوانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ بدیلؓ نے بھی غزوہ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی مدد کی تھی ان کا تعلق بنی خزاعہ سے تھا اور یہ اس وفد میں شامل تھے جو آپ ﷺ کو قریش کی عہد شکنی کی خبر دینے مدینہ گیا تھا۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ دیر تک آپ ﷺ نے ان سے مکہ کے حالات معلوم فرماتے رہے پھر وہ آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع دینے مکہ لوٹ گئے۔

صبح کے وقت حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ابوسفیان سے فرمایا کہ افسوس ابوسفیان کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو یقین کر لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر خدا ہوں۔ آپ ﷺ نہایت ہی حلیم و کریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ واللہ اگر اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو یقیناً آج ہمارے کام آتا۔

بہر حال حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سرداران مکہ سے ہے اور عز و شان کا شیدا ہے اسے کچھ عطا فرمائیں جو اس کے لئے باعث عزت و شرف اور موجب امتیاز ہو۔ اس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو اس کو امان ہے۔ ابوسفیانؓ نے کہا کہ سب لوگ میرے گھر میں نہیں سما سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔ ابوسفیانؓ نے پھر عرض کی کہ مسجد بھی لوگوں کے لئے ناکافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے۔

اسلام کے ابتدائی دنوں میں جب آپ ﷺ تبلیغ کے سلسلے میں نکلتے تو وقتاً فوقتاً گلی کے لونڈے آپ ﷺ کے پیچھے لگ جاتے اور آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے۔ ایسے وقت میں اگر اتفاقاً کبھی ابوسفیان کے گھر کے قریب ہوتے تو اس کے گھر چلے جاتے اور وہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود شرافت کا مظاہرہ کرتا آپ ﷺ کی حفاظت کرتا اور ڈانٹ کر لونڈوں کو بھگا دیتا اور آپ ﷺ اطمینان سے اپنے گھر چلے جاتے۔ آج آپ ﷺ نے اس کے گھر داخل ہونے والوں کو امان دے کر ابوسفیان کی اس شرافت اور انسانیت کا بدلہ دے دیا۔

پھر جب ابوسفیانؓ نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اسے روک رکھیں تاکہ اس کے پاس سے وادی کے تنگ سرے سے جب خدائی لشکر گزرے تو یہ اس

کا نظارہ کر لے۔

اونٹوں پر خیمے لادے گئے اور پھر اسلامی لشکر مر الظہران سے روانہ ہونے لگا تو حضرت عباسؓ حضرت ابوسفیانؓ کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو گئے تاکہ وہ لشکر کو بخوبی دیکھ سکیں تاکہ اسلام میں قبیلوں کے الگ الگ نشان تھے۔ پھر جب لشکر وہاں سے گزرنے لگا تو ابوسفیانؓ دنگ رہ گئے اور جو قبیلہ گزرتا اس کے بارے میں دریافت کرتے۔

سعد بن عبادہ انصار کا علم ہاتھ میں لئے جب ادھر سے گزرے تو ابوسفیانؓ کو دیکھ کر جوش میں کہہ بیٹھے۔

”آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتال حلال ہوگا۔“

ابوسفیانؓ نے گھبرا کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ مہاجرین و انصار کا لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔ جب حضور ﷺ سامنے سے گزرے تو ابوسفیانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”سعد نے غلط کہا آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔“

(بخاری شریف)

آپ ﷺ نے علم سعدؓ سے لے کر اس کے بیٹے قیسؓ کے سپرد کر دیا۔

مکہ میں ابوسفیانؓ کا اعلان

اب ابوسفیانؓ عجلت میں مکہ روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر بلند آواز میں اعلان کیا کہ آپ ﷺ لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اب کسی میں طاقت نہیں کہ ان سے جنگ کر سکے یا کسی قسم کی مزاحمت کر سکے۔ تمہاری بھلائی اب اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ ابوسفیانؓ نے اعلان کیا کہ جو بھی میرے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امان ہے، هجوم سے ایک پکارا اللہ تجھے ہلاک کرے لیکن تیرے گھر میں اتنی گنجائش ہے کہاں؟ ابوسفیانؓ بولے جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے گا مامون ہو گا۔ یہ سن کر لوگ مسجد الحرام اور اپنے گھروں کی طرف بھاگ گئے اور کچھ تند مزاج لڑائی کرنے پر مصر رہے۔

مکہ میں داخلہ

۲۰ رمضان ۸ھ کو آپ ﷺ کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس عظیم الشان فتح کے وقت بھی آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کے ادب و احترام اور فرط تواضع سے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی۔ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق۔

۱۔ میسرہ کی قیادت حضرت زبیر بن عوامؓ کے سپرد تھی اور وہ شمالی جانب سے مکہ میں داخل ہوں۔

۲۔ یمینہ کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس تھی۔ انہیں حکم تھا کہ جنوبی جانب سے مکہ میں داخل ہوں۔

۳۔ انصار کی فوج حضرت سعد بن عبادہؓ کی امارت میں تھی اور انہیں مکہ کے مغربی سمت سے داخلے کا حکم تھا۔

۴۔ مہاجرین کی کمان حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس تھی اور انہیں حکم تھا کہ مکہ کے شمال یعنی جبل ہند کی طرف سے داخل ہوں۔

۵۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جو کوئی بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا اور انتہائی مجبوری کے سوا جنگ نہ کی جائے۔ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ

مکہ میں خونریزی نہ ہو۔

حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے دستے بلا روک شہر میں داخل ہو رہے تھے لیکن صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابو جہل، سہیل بن عمرو نے مقام خندمہ (کوہ ابو قیس کے مشرق میں) میں مقابلہ کے لئے کچھ اوباشوں کو جمع کیا انہوں نے حضرت خالد بن ولید کی فوج پر تیر برسائے حضرت خالد نے مجبوراً ان پر حملہ کر دیا اور تھوڑی ہی دیر میں سرداران قریش تیرہ یا چوبیس لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس طرف تلواروں کی چمک دیکھی تو پوچھا یہ کیسی جنگ ہے عرض کیا گیا کہ مشرکین نے پیش دستی کی ہے جسکی وجہ سے خالد کو لڑنا پڑا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد سے باز پرس کی تو انہوں نے عرض کی کہ ابتدا مشرکین کی طرف سے تھی تو فرمایا ”قضائے الہی بہتر ہے“ حضرت کرز بن جابر القہری اور حمیس بن خالد بن ربیعہ جن کا تعلق حضرت خالد بن ولید کے دستے سے تھا راستہ بھول کر اپنی جماعت سے الگ ہو گئے تھے اور شہید کر دیئے گئے۔

یہ مقدس شہر مکہ مکرمہ اب مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اہل مکہ نے اطاعت قبول کر لی۔ حضرت زبیر نے آپ ﷺ کے حکم پر علم نبوی مقام حجون پر گاڑ دیا جہاں آپ ﷺ کے لئے چمڑہ کا خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کی تمام فوج بھی اکٹھی ہو گئی۔

مسجد الحرام میں داخلہ

کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد آپ ﷺ اٹھے اور مہاجرین و انصار کے ہمراہ ناقہ پر سوار ہو کر مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ حجر اسود کے پاس آئے اس کو بوسہ دیا اور اپنے ناقہ پر ہی حالت احرام میں نہ ہونے کے باعث صرف طواف کرنے پر ہی اکتفا فرمایا۔ بیت اللہ کے گرد اور چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی۔ اسی کمان سے آپ ﷺ بتوں کو ٹھوک مارتے جاتے اور بت منہ کے بل گرتے جاتے اور آپ ﷺ کہتے جاتے۔

”حق آیا اور باطل فنا ہو گیا باطل فنا ہونے والی چیز ہے۔“

(سورہ بنی اسرائیل: ۱۸)

”حق آچکا باطل نہ تو پہلی بار ابھرنا دوبارہ ابھر سکے گا۔“

(سورہ سبأ: ۴۹)

بتوں کو گرا کر آپ ﷺ مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر زمزم پر تشریف لے گئے تو حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کو آپ زمزم پیش کیا جسے آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔

خانہ کعبہ میں داخلہ

پھر عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے۔ بیت اللہ کی چابی طلب کی اور دروازہ کھلوا دیا۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر اور ایک لکڑی کی کبوتری تھی۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ کے ہاتھوں میں فال گیری کے تیر تھے یہ دیکھ کر فرمایا: اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے خدا کی قسم ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کئے۔ آپ ﷺ نے کبوتری کو اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالا اور تصویریں آپ ﷺ کے حکم پر مٹا دی گئیں۔ خانہ کعبہ کو اندر سے بھی بتوں سے پاک کر دیا گیا تو آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت بلالؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز ادا فرمائی اور بیت اللہ کا اندر سے چکر لگایا اور تمام گوشوں میں تکبیر و توحید کے کلمات کہے۔

مسجد الحرام کھپا کھچ بھری ہوئی تھی۔ گھروں میں پناہ لینے والے بھی مسجد میں ہی آ گئے تھے، سبھی لوگ متحسب تھے کہ اب کیا ہوگا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا اور آپ ﷺ باہر نکل کر دروازہ کی دہلیز پر کھڑے ہو کر سب سے مخاطب ہوئے:

خطبہ

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے مشرکوں کی فوجوں کو تنہا شکست دی۔“

گوشِ ہوش سے سنو جاہلیت کے تمام مفاخر، قصاص اور خون بہا کے دعوے میرے دونوں قدموں کے نیچے کچلے جاتے ہیں۔ البتہ بیت اللہ کی کلید

برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ باقی رہے گا۔

سن لو اگر کوئی شخص کوڑے یا ڈنڈوں سے کسی کو مارے اور اس کی نیت قتل کی نہ ہو لیکن وہ مر جائے تو اس پر بھی پورا خون بہا سوا ونٹوں کا دینا ہوگا ان میں ایسی چالیس اونٹنیاں بھی ہوں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔

اے قوم قریش! اللہ نے تم سے جاہلیہ کے زمانے کی نخوت دور کر دی ہے اب تم کو اپنی نسل پر غرور نہ کرنا چاہئے۔ کل انسان نسل آدم سے ہیں اور آدم کچھڑ مٹی سے ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے جو برائیوں سے بچتا ہے اور نیکیاں کرتا ہے اور خدا ترس ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔“

آپ ﷺ نے ہزاروں کے اس مجمع پر گہری نگاہ ڈالی۔ کفار و مشرکین کے سرندامت سے جھکے ہوئے تھے۔ ان کو اپنے ظلم اور جفا کاریاں سب نظر آ رہیں تھیں جو انہوں نے آپ ﷺ اور صحابہؓ کے ساتھ برتیں۔ دہشت اور ڈر سے ان کے دل دھڑک رہے تھے اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ اس فضا میں شانِ رحمت کفار مکہ کی طرف متوجہ ہوئی اور ان مجرموں سے پوچھا:

”بولو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟“

مجرمین کانپ اٹھے اور لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ آپ ﷺ کرم والے بھائی ہیں اور کریم کی اولاد ہیں۔ آپ ﷺ سے صرف خیر اور بھلائی کی امید ہے۔ اب سب لپجائی ہوئی نظریں رحمت العالمین ﷺ کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ آپ ﷺ نے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا:

”اچھا میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے

بھائیوں سے کہی تھی۔ خدا تمہیں معاف کرے آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ

تم سب آزاد ہو۔ وہ بڑا رحیم ورحمان ہے۔“

اس غیر متوقع فرمان کو سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں

اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذباتِ تشکر کے آثار آنسوؤں کی دھاریں بن کر ان کے

رخساروں پر مچلنے لگے۔ دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا اور سماں ہی بدل گیا۔ آپ ﷺ کے خطبہ نے شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ عرب میں حسب و نسب پر فخر کا قدیم دستور ختم کر دیا اور شرف و بزرگی کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری بتایا اور اسلامی مساوات کا علم نصب فرما دیا۔

خطبہ کے بعد آپ ﷺ مسجد میں ہی تشریف فرما تھے اور کلید کعبہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی کہ حضرت علیؓ عرض گزار ہوئے کہ کعبہ کی کنجی بھی ہمیں عطا فرمادیں تاکہ حجاج کو پانی پلانے کے ساتھ کعبہ اللہ کی درباری کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے۔

نزول وحی ہوا:

”تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو پہنچا دو امانت والوں کو۔“

(سورۃ النساء: ۵۸)

آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی عطا فرمائی اور فرمایا یہ کنجی ہمیشہ کے لئے لے لو تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

اب نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر جا کر اذان دیں۔ پھر آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی۔

اذان کے دوران ابو محذورہ حجتی اور ان کے چند ساتھی تمسخر کے طور پر اذان کی نقل اتارنے لگے۔ ابو محذورہ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی آواز سنی تو فرمایا کہ وہ حاضر کئے جائیں۔ ابو محذورہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے کئے گئے تو ان کو دل میں خوف ہوا کہ کہیں ہلاک نہ کر دیا جاؤں۔ آپ ﷺ نے ان کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے بادل ناخواستہ تعمیل کی۔ آپ نے انہیں کچھ درہم عطا فرمائے ان کے سر پیشانی، سینہ، شکم ناف تک ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ ابو محذورہ کا بیان ہے کہ دست مبارک پھیرنے سے نفرت الفت میں بدل گئی اور قلب محبت سے لبریز ہو گیا انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ انہیں مکہ کا مؤذن مقرر فرمایا۔

کفار نے مہاجرین کی جائیدادوں پر غاصبانہ قبضہ جما لیا تھا۔ ان قبضوں کو واکزار کروانے کی بجائے رحمت عالم ﷺ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی کل جائیدادیں خوشی خوشی ماہ والوں کو ہبہ کر دیں۔ تاریخ عالم میں آج تک کوئی مثال ہے نہ ہوگی کہ کوئی ایسا فاتح ہو جس نے مجرموں دشمنوں سے ایسا سلوک کیا ہو۔

انصار کی پریشانی

آپ ﷺ دیر تک وہاں بیٹھے حمد و ثنا میں مشغول رہے۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے بعض انصار کی زبان سے نکل گیا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو آپ کے شہر اور زمین پر فتح عطا کر دی ہے۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ یہیں قیام پذیر ہو جائیں اور مدینہ نہ جائیں۔ اسی وقت آپ ﷺ پر وحی کے نزول کے آثار نمودار ہو گئے۔ وحی نازل ہو چکی تو فرمایا اے گروہ انصار تم نے یہ کہا ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا سمجھ لو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا عہد خاص ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی تھی۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت ہے یہ سن کر انصار کی آنکھوں میں خوشی سے آنسوؤں کے سیلاب امنڈ آئے اور کوئی شخص نہ تھا جس کا سینہ آنسوؤں سے تر نہ ہو۔ انصار عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ واللہ ہم نے جو کچھ کہا وہ صرف اس خوف و خطر اور اندیشہ و فکر سے کہ کہیں یہ دولت کونین ہم سے چھن نہ جائے اور ہم اپنے محبوب کو اہل مکہ کے حوالے کر کے سراپا حرمان بن کر واپس نہ جائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سچے ہو اور تمہارے دل میں وہی ہے جو تم زبان سے کہہ رہے ہو۔

اسی روز آپ ﷺ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور فتح کی خوشی میں آٹھ رکعت نماز شکرانہ ادا فرمائی بعض کے نزدیک یہ نماز چاشت تھی۔

ابوقحافہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے والد محترم ابوقحافہ کو جو نابینا تھے ملنے گئے ہوئے تھے۔ اب وہ اپنے والد کو ساتھ لے کر مسجد میں حاضر ہوئے پیچھے ان کی بہن قریبہ بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے میاں کو آپ نے گھر میں ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یہ زیادہ مناسب بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور ابو قحافہؓ نے اسی وقت برضا و رغبت توحید و رسالت کا اقرار کر لیا۔

بیعت

اہل مکہ بیعت کرنے کے لئے جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مردوں سے اسلام پر اور حسب استطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر بیعت لی۔ مردوں سے فارغ ہو کر عورتوں کی بیعت شروع کی یہ بیعت کپڑے کے ذریعے کرتے تھے کہ کپڑے کا ایک کونہ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرا کونہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا۔ قریش کی جو عورتیں ایک وقت بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ان میں شامل چند نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ام ہانی بنت ابی طالب، مشیرہ حضرت علیؓ۔

۲۔ ام حبیبہ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمرو بن عبد و عامری۔

۳۔ ارؤی بنت ابی العیص، عتاب بن اسید کی پھوپھی۔

۴۔ عاتکہ بنت ابی العیص، ارؤی کی بہن۔

۵۔ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان والدہ امیر معاویہ۔

ہند بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو ان کے چہرے پر نقاب تھا، پوچھا یا رسول اللہ آپ ﷺ ہم سے کن چیزوں کا عہد لیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے اس امر کا عہد لے رہے ہیں جو آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن ہم اس امر کا اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا: چوری نہ کرنا۔

کہا میرا شوہر بخیل آدمی ہے اگر میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیانؓ پاس ہی بیٹھے تھے وہ بولے تم جو لے لو وہ تمہارے لئے حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بقدر ضرورت اور بقدر کفالت شوہر کے مال سے لے سکتی ہو کہ عرف اور دستور میں تجھ کو اور تیرے بچوں کی ضرورت کو کفایت کر سکے۔

پھر فرمایا: اور زنا نہ کرنا۔

ہند نے کہا: کیا آزاد عورت زنا بھی کر سکتی ہے۔

فرمایا: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند نے کہا: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ ﷺ نے

ان کو مار ڈالا۔ اب آپ ﷺ اور وہ باہم سمجھ لیں۔

فرمایا: اور کسی پر بہتان نہ لگانا۔

کہا: بہتان بازی بری بات ہے اور آپ ﷺ ہمیں نیک کاموں اور اعلیٰ اخلاق کی

تعلیم دیتے ہیں۔

فرمایا: کسی نیک کام میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرنا۔

ہند نے کہا: ہم اس مجلس میں آپ ﷺ کی نافرمانی کا ارادہ اور خیال بھی لے کر نہیں

آئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کے بعد

آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا مغفرت کی۔

ناقابلِ معافی مجرمین

آپ ﷺ نے ناقابلِ معافی مجرموں کو (جن کی تعداد میں اختلاف ہے) امان میں

داخل کرنے سے مستثنیٰ کر کے ان کے قتل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کعبے کے پردے کے

نیچے بھی پائے جائیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے کچھ نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ عبدالعزیٰ بن نطل

۲۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

۳۔ عکرمہ بن ابی جہل

۴۔ حارث بن نفیل بن وہب

۵۔ حویرث بن نقید

۶۔ مقیس بن صبابہ

۷۔ ہبار بن اسود

۸۔ قرتنی

۹۔ قریبہ یہ دونوں ابن نطل کی لونڈیاں جو شب و روز آپ ﷺ کی جوگاتی تھیں۔

۱۰۔ سارہ بنی مطلب میں کسی کی لونڈی تھی اور حضور ﷺ کی جوگاتی تھی۔ یہی عورت

حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لے کر جا رہی تھی۔

نا قابلِ عفو مجرمین میں سے بھی جو خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر تائب ہوا اسے امن ملا جو سرکشی پر قائم رہا وہ قتل ہوا۔

۱۔ عبداللہ بن نطل

پہلے مسلمان ہوا پھر مرتد ہوا اور آپ ﷺ کی جو میں شعر کہتا۔ ایک مسلمان انصاری کا قاتل تھا۔ فتح مکہ کے دن کعبہ کے پردہ سے جا کر لپٹ گیا۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا تو فرمایا قتل کر ڈالو۔ ابو بزرہ اسلمی اور سعد بن حریث نے اسے وہیں قتل کر دیا۔

۲۔ مقیس بن صبابہ

یہ بھی مسلمان ہو کر مرتد ہوا اور ایک مسلمان کو قتل کیا۔ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے حکم پر مقتول کی قوم کے حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیشی نے اسے قتل کر دیا۔

۳۔ حوریت بن نقید

آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا اور جو میں اشعار کہتا۔ مکہ میں آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچاتا۔ حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا۔

۴۔ قریبہ

یہ ابن نطل کی لونڈی اور مکہ کی ایک مغنیہ تھی اور آپ ﷺ کی جو میں گیت گایا کرتی تھی۔ یہ بھی قتل کر دی گئی۔

۵۔ عکرمہ بن ابو جہل

عکرمہ بن ابو جہل بھی انہی مجرموں میں سے تھے اور بھاگ کر یمن چلے گئے۔ عکرمہ کی

زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اور یمن جا کر اپنے شوہر کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو گئے اور مکہ آئے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرط مسرت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف لپکے کہ جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی پھر ان سے بیعت لی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

(موطا امام مالک)

دوسرا خطبہ

فتح مکہ کے دوسرے دن بنو خزاعہ نے بنو ہذیل کے ایک مشرک کو اپنی کسی پرانی دشمنی کے باعث قتل کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے مجمع عام میں خطبہ ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! اللہ نے ازل سے ہی مکہ کی حرمت فرمادی اور قیامت تک بحال رکھی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے مکہ کی حدود میں جائز نہیں کہ کسی کا خون بہائے بلکہ یہاں کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا بھی جائز نہیں مجھ سے قبل اور میرے بعد کسی کے لئے مکہ کی یہ حرمت ختم کرنا حلال نہیں اور میرے لئے بھی ایک ہی ساعت کے لئے روا ہوئی وہ بھی اہل مکہ نے خود پر اللہ کو ناراض کر دیا تو فقط اس برہمی کی بناء پر اور اتنی ہی دیر کے لئے جس کے بعد یہ حرمت پہلے ہی کی مانند پھر لوٹ آئی۔

اے لوگو! جو یہاں موجود نہیں انہیں بھی یہ مسائل بتا دیجئے خیال رہے اگر کوئی شخص کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم مکہ کے حدود میں قتال کیا تو جواب میں کہنا یہ تو اللہ نے صرف اپنے رسول کے لئے کچھ وقت کے لئے حلال کیا تھا مگر تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔

اے گروہ خزاعہ! قتال سے ہاتھ روک لو اگرچہ تمہارے لئے اس میں کوئی منفعت ہی سہی میں یہی فیصلہ کرتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے جو شخص قتل ہوا ہے اس کے عوض میں قاتلوں کو اپنی طرف سے خون بہا دے دیتا ہوں لیکن آئندہ کے مقتول کے وارثوں کو اختیار دیتا ہوں کہ اپنے قتل کا خون

بہالیں یا قصاص نہیں اختیار ہے۔“

بعد ازاں آپ ﷺ نے اپنے پاس سے سواونٹ اس شخص کی دیت ادا فرمائی جس کو خزاعہ نے قتل کیا تھا اور تنازعہ ختم کر دیا۔

فضالہ کا اسلام لانا

کفار رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے اور انہوں نے ہر حربہ استعمال بھی کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر فضالہ بن عمیر بن ملوح لیشی زہر میں بچھا ہوا خنجر لے کر مطاف میں گھس آیا۔ آپ ﷺ طواف فرما رہے تھے جب وہ قتل کی نیت سے قریب آیا تو آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر پوچھا کیا تو فضالہ ہے۔ کہا! ہاں۔ فرمایا: کیا ارادہ ہے عرض کیا کچھ بھی نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ ہنس کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا سے مغفرت مانگو اور اپنا ہاتھ فضالہ کے سینے پر رکھ دیا تو اس کے دل کو تسکین ہو گئی۔ فضالہ کا بیان ہے کہ جب ہاتھ اٹھایا تو اللہ کی ساری مخلوق میں ان سے زیادہ میرا کوئی اور محبوب نہ تھا۔ فضالہ مسلمان ہو کر گھر لوٹے تو راہ میں ان کی محبوبہ نے کہا میری بات سنتے جاؤ نو کہا نہیں خدا اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔

حضرت حویطب کا اسلام

حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو حویطب جو غزوہ بدر میں مشرکوں کی طرف سے جان کے خوف سے بھاگ جانے والوں میں سے تھے۔ عرصہ دراز سے وہ اسلام لانا چاہتے تھے لیکن سرداران قریش ہمیشہ انہیں کہتے کہ اب اس ضعیف العمری میں مذہب تبدیل کرو گے تو بڑی ذلت ہوگی۔ یہ جھوٹی عزت ہی رستہ کی رکاوٹ بنی رہی۔ مکہ سے بھاگ کر عوف کے باغ میں جا کر پناہ لی۔ دیکھا تو انہیں اپنی جاہلیت کے دوست ابو ذر غفاریؓ اپنی طرف آتے نظر آئے۔ حویطب بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو ذرؓ نے پیچھے سے پکارا کہ کیوں بھاگتے ہو۔ انہوں نے کہا جان کے خوف سے۔ تو حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ تم مامون ہو۔ واپس ہوئے تو حضرت ابو ذرؓ انہیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حویطب نے اسلام اور آپ ﷺ کی صداقت کا اقرار کیا اور مسلمان ہو گئے حضرت حویطبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو رخ انور پر بشارت پھیل گئی۔ ان کی عمر اس وقت ۸۰ برس کے قریب تھی۔

عتبہ اور معتب پسران ابی لہب

فتح مکہ کے اس موقع پر آپ ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں تھا۔ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے کہ اس عالم میں آپ ﷺ کا خیال اپنے عم زادوں کی طرف گیا تو اپنے چچا حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے دونوں بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں مجھے نظر نہیں آ رہے۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ اپنے مشرک ساتھیوں کے ساتھ کہیں چھپے ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ انہیں میرے پاس لائیں۔ حضرت عباسؓ سوار ہو کر ان کو تلاش کرتے ہوئے عرفات میں ان کے ٹھکانے پر پہنچ گئے اور انہیں فرمایا۔ ارے بد نصیبو! تمہیں رسول اللہ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ وہ فوراً اپنے مہربان چچا کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے دستِ شفقت پر بیعت کی۔ حضور ﷺ ان کو ملتزم پر لے آئے اور ان کے ہاتھ پکڑ کر دیر تک دعا مانگی۔ پھر ہنستے ہوئے واپس آئے تو حضرت عباسؓ نے عرض کی۔ اللہ آپ ﷺ کو ہمیشہ مسرور رکھے اس وقت آپ ﷺ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میرے دونوں بھائیوں کو مجھے ہمیشہ کے لئے بہہ کر دے اور اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر یہ دونوں مجھے عطا کر دیئے ہیں۔

بتوں کا خاتمہ

آپ ﷺ نے منادی کرادی کہ جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے۔ جب تمام بت توڑ دیئے گئے اور مکہ بتوں سے پاک ہو گیا تو آپ نے مکہ کے اطراف میں بتوں کو منہدم کرنے کی طرف توجہ فرمائی تاکہ پورا ملک بتوں سے پاک ہو جائے اور ان کی جگہ لوگ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے لگ جائیں۔ اس سلسلے میں آپ نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائیں۔

مہمِ عزیٰ

۲۵ رمضان ۸ھ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیس سواردے کر نخلہ روانہ فرمایا کہ وہاں عزیٰ نامی بت کو توڑ آئیں انہوں نے نخلہ جا کر عزیٰ کو مسمار کر دیا اور واپس آ گئے۔

مہجسوان

حضرت محمد بن حنفیہ کو قیدیوں کے سوانہ کی بات کرنے کے لئے بھیجا۔
 قیدیوں نے پچھلے قیدی کے چہرے پر چھو کر دیکھا کہ وہ کس رنگ کا ہے اور کس رنگ کی بات کہے گا۔
 قیدیوں نے کہا کہ تم بھی یہ نہ کر پوچھو۔ خداوند سوانہ تم کو خوردگی دے گا۔ محمد بن
 حنفیہ نے فرمایا کہ فسوس تو بھی کئی نہیں، بس میں پختہ ہوئے پھر آگے بات کہوں۔
 پھر ضرب لگائی جس سے بات پش پش ہو گئی۔ مجاور کی دوسم سن ہو گئی۔

مہجمنہ

۲۶ رمضان ۸۰ھ کو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن زید شیبانی کو جس سوزن کے ساتھ
 قیدیوں کو خزانہ اور غنیمت کے منہ قادی بات کو جو متا مشعل میں نصب تھا بھیجا۔ مجاور نے کہا
 کیا چاہتے ہو۔ سعد نے کہا منہ قادی چاہتا ہوں۔ اس نے کہا تم جو قادی کا مہجمنہ منہ قادی
 طرف بڑھے تو ایک کان پر بندہ پڑا، منہ قادی کی اور سینہ بونی کرتے ہوئے مجاور سے کہنے لگی کہ
 ان مافرانوں کو پکڑنے اتنے میں حضرت سعد نے قادی سے اس کا مہجمنہ منہ قادی پھر بت کو قادی
 مساکر دیا اور واپس لوٹ گئے۔

بنی جذیمہ

شعبان ۸ھ کو حضرت خالد بن ولید کو بنو سہم اور مدین بن مردہ کے قبائل کے سزے
 تین سو افراد کے ساتھ بنو خزیمہ کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا۔ حمد مقصود نہ تھی۔ حضرت
 خالد نے وہاں پہنچ کر ان کو اسلام کی دعوت دی۔ گھبراہٹ میں وہ اچھی طرح یہ تو نہ کہہ سکے کہ ہم
 مسلمان ہیں یہ کہنے لگے صَبَانَا صَبَا یعنی ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا۔ خالد
 نے اس کو کافی نہ سمجھا بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اور حضرت سالمہ
 نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور احوال پیش کے تو
 آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا: ”اے اللہ میں اس سے بالکل بری ہوں جو خالد نے
 کیا۔“

آپ ﷺ نے بہت سارے روپیے دے کر حضرت علیؓ کو بنو جزیمہ بھیجنا کہ ان کو مقتولوں کا خون بنا ادا کریں۔ انہوں نے سب کو خون بہا ادا کیا اور باقی روپیہ جو ان کے پاس بچا وہ بھی ان میں تقسیم کر دیا۔

اس معاملے میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ میں کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا: خالد! ٹھہر جاؤ میرے صحابہ کو مجھ پر چھوڑ دو اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہ خدا میں خرچ کرو گے تب بھی تم ان میں سے کسی ایک کے ایک دن یا ایک رات کے عمل کے برابر ثواب نہ پاؤ گے۔

روانگی

پندرہ یا اٹھارہ دن قیام کے بعد آپ ﷺ ۵ شوال ۸ھ کو مکہ سے روانہ ہوئے۔

غزوہ حنین (اوطاس) و طائف

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہاں قبائل ہوازن اور ثقیف آباد تھے جو نہایت جنگجو اور بہترین تیرانداز تھے انہوں نے خیال کیا کہ فتح مکہ کے بعد اب ہماری باری ہے کیوں نہ ہم ہی پہلے آپ ﷺ پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ بیس ہزار کاشکر لے کر مالک بن عوف نصری حنین پہنچ گیا۔ وہ مال و متاع اہل و عیال اور لونڈیوں کو بھی ساتھ لے آئے تاکہ ہر آدمی جم کر لڑے۔ حنین پہنچ کر انہوں نے تمام موزوں مقامات پر قبضہ کر لیا اور تیراندازوں کے دستے گھاٹیوں میں جا جمائے۔ آپ ﷺ کو مکہ میں ان حالات و واقعات کی خبر ملی تو عبداللہ بن ابی حدروا سلمی کو صورت حال کا جائزہ لینے بھجوایا۔ انہوں نے آ کر حالات عرض کئے۔

آپ ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ ۱۰ شوال ۸ھ کو وادی حنین پہنچ گئے مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار کا تھا اور ساز و سامان بھی وافر تھا۔ صحابہ جو ہمیشہ چھوٹی جماعت کے باوجود بڑی فوج پر غالب آجایا کرتے تھے اب کثرت تعداد پر ایک شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

”آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔“

اس کی بات بارگاہ الہی میں ناپسند ہوئی۔ ۱۱ شوال کی صبح ابھی طلوع ہی ہوئی تھی کہ صحابہ

کی صفیں دشمن کی طرف بڑھیں تو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی فوج نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ دشمن کا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ صحابہ ادھر ادھر بھاگ نکلے صرف رسول اللہ ﷺ چند افراد کے ساتھ میدان میں جمے رہے۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

آپ ﷺ کے حکم پر حضرت عباس جو بلند آواز تھے باواز بلند انصار اور مہاجرین کو پکارا۔ آواز سنتے ہی لوگ آپ کی طرف دوڑے۔ آپ ﷺ نے انہیں دشمن پر سخت اور بہادرانہ حملہ کرنے کا حکم دیا اور دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب چولہا گرم ہو گیا ہے پھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لی اور دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: دشمن کے چہرے مسخ ہو جائیں آپ کی ثابت قدمی کے نتیجہ میں اور اللہ کے فضل سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور چند ہی ساعتوں میں دشمن کی فوج شکست فاش کھا گئی۔ دشمن کے ستر آدمی ہلاک ہوئے تین مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت ایمن بن عبید، حضرت یزید بن زمعہ، حضرت سراقہ بن حارث۔ مال غنیمت میں چھ ہزار عورتیں اور بچے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

”اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم کو اپنی کثرت پر ناز تھا حالانکہ وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تمہارے اوپر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور وہ فوجیں اتاریں جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور کافروں کا بدلہ یہی ہے۔“

(سورہ توبہ: ۲۵: ۲۶)

آپ ﷺ نے مال غنیمت جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور حضرت مسعود بن عمرو غفاریؓ کو نگران مقرر کیا۔

تعاقب

بنو ثقیف میں سے اکثر لوگ طائف کی طرف بھاگے بھاگنے والوں میں مالک بن عوف بھی تھا۔ ہوازن اور دوسرے قبائل نے اوطاس اور نخلہ کی طرف رخ کیا۔ مسلمان ان کا تعاقب کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو کسی مشرک کو قتل کرے گا اس کا سامان اسی کو ملے گا۔ مسلمان ان کے تعاقب میں اوطاس تک چلے گئے۔ اس مقام پر ہوازن کا بے اندازہ جانی نقصان ہوا۔ اب کچھ لوگ نخلہ کی طرف بھاگے مسلمانوں نے ان کا بھی تعاقب کر کے ان کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مشرکین کی کافی تعداد نے ہتھیار ڈال دیئے اور گرفتار ہوئے۔

طائف

حضرت خالد بن ولیدؓ مشرکین کے تعاقب میں طائف پہنچ گئے جہاں شکست خوردہ مشرکین نے پناہ لے لی تھی۔ طائف ایک بڑا اور محفوظ شہر تھا جس کے گرد فصیل تھی اور بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے۔ اسی اثناء میں مسلمانوں کی وہ فوجیں جو مشرکین کے تعاقب میں اوطاس اور نخلہ کی طرف گئیں تھیں اپنا کام پورا کر کے طائف پہنچ گئیں۔ مسلمان جب قلعہ کے قریب گئے تو بنو ثقیف نے ان پر تیروں کی برسات کر دی اور حضور ﷺ نے مسلمانوں کو تیروں کی زد سے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے پیچھے ہٹ کر مورچے بنائے اور سوچنے لگے کہ مشرکوں کو کس طریقہ سے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ منجنیق کے استعمال سے قلعوں کو گرا دیا جائے اور پھر ان قلعوں پر ”دبابہ“ سے حملہ کیا جائے (جو ایک طرح کی روندنے والی ہتھیاری گاڑی ہے)۔

مسلمانوں نے منجنیق اور دبابہ سے قلعوں پر حملہ کر دیا اور بعض مسلمان فصیل تک پہنچ گئے لیکن ان پر مشرکین نے آگ کے گولے پھینکے شروع کر دیئے جس سے یہ حملہ رک گیا۔ اب بنو ثقیف نے پھر تیروں کی بارش شروع کر دی۔

آپ ﷺ نے قطعہ کے نزدیک اعلان کر دیا کہ قلعہ سے اتر کر جو غلام بھی ہمارے پاس آجائے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس طرح تیس کے قریب آدمی حضور ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہو گئے جن سے آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ بنو ثقیف کے پاس مہینوں کے لئے خورد و نوش کا سامان موجود ہے۔ اب ذی قعدہ کا مہینہ بھی شروع ہونے والا تھا جو حرمت کا مہینہ تھا اور قلعہ قابو میں آتا بھی نظر نہ آ رہا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ ویلمی کو بلا کر اس کی رائے دریافت کی نوفل نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ لو مڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں۔“ آپ ﷺ نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کوچ کا حکم دیا اور چلتے وقت دعا فرمائی۔

”اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کر کے میرے پاس پہنچا۔“

آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور بنو ثقیف بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور تاریخ اسلام میں جا بجا ان کے کارنامے درخشاں ہیں۔ محاصرہ بیس دن جاری رہا اور بارہ صحابہ نے شہادت کا درجہ پایا جن کے اسماء مبارک یہ ہیں۔

سعید بن سعید بن العاص۔ عرفطہ بن خباب۔ عبد اللہ بن ابی امیہ۔ عبد اللہ بن عامر۔ بسائب بن حارث۔ عبد اللہ بن حارث۔ حلیمہ بن عبد اللہ۔ ثابت بن الجریع۔ حارث بن سہل۔ المنذر بن عبد اللہ۔ رقیم بن ثابت۔ بحیر بن زہیر مہم او طاس میں ابو عامر اشعری کی شہادت سے یہ تعداد تیرہ ہو گئی۔ شہدائے طائف کو طائف کی فصیل کے نیچے دفن کر دیا۔ آج بھی ان کی قبریں موجود ہیں اور پڑاؤ کی جگہ مسجد ابن عباس ہے۔

تقسیم مال غنیمت

آپ ﷺ نے جعرانہ پہنچ کر دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں، عورتوں اور بچوں کو چھڑانے آجائیں لیکن کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال غنیمت لشکر میں تقسیم کر دیا نو مسلموں کو ان کی تالیف قلب کی خاطر زیادہ رعایت دی گئی اور انہیں زیادہ مال ملا۔ اہل مکہ کے نو مسلموں پر اس خاص احسان سے بعض نوجوان انصار نے اعتراض کیا۔ آپ ﷺ کو ان کی شکایات کی خبر ملی تو انصار کو جمع کر کے فرمایا:

”کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور اللہ نے میرے ذریعے سے تمہیں

ہدایت کی تم منتشر و پراگندہ تھے اللہ نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق

پیدا کیا؟ تم مفلس تھے اللہ نے میرے ذریعے تمہیں دولت مند بنایا؟ انصار ہر ارشاد پر کہتے بے شک اللہ اور رسول ﷺ نے ہم پر احسان کیا۔ فرمایا تم اس کا یہ جواب کیوں نہیں دیتے کہ اے محمد ﷺ جب سب لوگوں نے تجھے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی؟ جب تجھے گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے تجھے پناہ دی؟ جب تم محتاج تھے تو ہم نے تیری مدد کی؟ میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو اے انصار! تم ہمارے شعار ہو دوسرے لوگ وٹار ہیں اے خدا انصار پر رحم کر۔ انصار کی اولاد پر رحم کر ان کی اولاد کی اولاد پر رحم کر۔ اے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد ﷺ کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔“

انصار چیخ اٹھے کہ ہمیں صرف محمد ﷺ درکار ہیں (شعار کپڑے کی وہ تہہ ہے جو جسم کے ساتھ ہو اور وٹار اس تہہ کا اوپر کا حصہ)

وفد ہوازن

تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا چودہ آدمیوں کا وفد زہیر بن صرر کی قیادت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا اور بیعت کی اور بعد ازاں اپنے اموال اور اہل و عیال کی واپسی کی درخواست کرتے عرض گزار ہوئے:

”یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے قبیلے کا شرف کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ آپ ﷺ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا ہے اور قیدیوں میں ایسی عورتیں بھی ہیں کہ آپ ﷺ کی رضاعی پھوپھیاں، خالائیں اور گود میں کھلانے والیاں ہیں۔ ہماری عورتوں نے اگر نعمان بن منذر اور حارث غسانی کو دودھ پلایا ہوتا تو وہ اس مصیبت میں ضرور ہماری مدد کرتے اور آپ ﷺ کی شان تو ان سے کہیں بلند ہے۔ آپ ﷺ سب سے بہتر اور افضل قرابت دار ہیں۔ آپ ﷺ کے صلہ رحمی کا ہر طرف چرچا ہے ہم پر احسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اجر دے گا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اہل ہوازن! میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔
اب غنائم تقسیم ہو چکے ہیں۔ دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کر لو قیدی یا
مال زہیرؑ نے عرض کیا آپ ﷺ ازراہ احسان ہماری اولاد اور عورتیں
ہمیں عنایت فرمادیجئے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے صرف اپنے خاندان والوں پر اختیار ہے میرے اور بنی ہاشم
اور بنی مطلب کے حصے میں جو آیا ہے وہ تمہارا ہے۔ نماز کے بعد مسلمانوں کے اجتماع کے سامنے
درخواست پیش کرو میں سفارش کر دوں گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا صحابہ نے سب قیدی خوشی خوشی
آزاد کر دیئے۔

بعض روایات میں اسیران جنگ میں حضرت شیماء آپ ﷺ کی رضائی بہن بھی
تھیں۔ ان کو جب آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی
رضاعی بہن حلیمہ سعدیہ کی بیٹی شیماء ہوں۔

آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس بات کی شہادت کیا ہے؟

شیماء نے اپنے بچپن کا واقعہ بیان کیا کہ ایک دن میں نے آپ ﷺ کو پشت پر اٹھا رکھا
تھا تو آپ ﷺ نے میری پیٹھ میں دانت سے کاٹ لیا تھا جس کا نشان اب بھی موجود ہے اور قمیض
کا دامن اٹھا کر نشان دکھا دیا۔

آپ ﷺ نے پہچان لیا۔ مرحبا کہا بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی فرط مسرت سے
آپ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور فرمایا تم میرے پاس رہنا چاہو تو میں تمہارا بھائی ہوں نہایت عزت
سے رکھوں گا اور اگر قبیلہ میں رہنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے انہوں نے قبیلہ کے ساتھ رہنے کی عرض
کی۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک باندی بکریوں کا ایک ریوڑ اور تین غلام عطا فرمائے۔ رخصت
ہونے سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا اور خوشی خوشی رخصت ہو گئیں۔

عروہ بن مسعود

طائف کے ایک سردار عروہ بن مسعود دوران محاصرہ طائف سے باہر تھے واپس ہوئے
تو آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔
اجازت چاہی اور عرض کیا کہ واپس جا کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر

وہ لوگ تمہیں قتل کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کی کہ میری قوم مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور میری بات مانتی ہے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ طائف آ کر ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اہل طائف کو دعوت اسلام دی اہل طائف نے بات سنتے ہی ان پر تیروں کی بارش کر دی اور وہ شہید ہو گئے۔ خبر سن کر آپ ﷺ کو بہت افسوس ہوا۔

ادائیگی عمرہ اور مدینہ واپسی

آپ ﷺ نے ۸ ذی القعدہ ۸ھ کی شب جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ روانہ ہوئے۔ عمرہ ادا فرمایا معاذ بن جبلؓ کو نو مسلموں کو مسائل و احکام اسلام دینے کی خدمت پر معمور کیا۔ حضرت عتابؓ بن اسید کو مکہ کا والی اور حاکم مقرر فرمایا اور دو ماہ سولہ دن کے بعد ۲ ذی القعدہ ۸ھ کو صحابہ کرام کے ہمراہ داخل مدینہ ہوئے۔

۸ ہجری کے دیگر واقعات

- ۱۔ عمرہ کے دوران باب کعبہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ متعہ قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا گیا ہے۔
- ۲۔ اس سال عتاب بن اسیدؓ نے تمام مسلمانوں کو عرب کے طریق پر حج کروایا۔
- ۳۔ اس سال ماہ ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ کے لطن سے سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔
- ۴۔ شوال ۸ھ میں آپ ﷺ نے طفیلؓ بن عمرو الدوسی کو عمرو بن شمس کی جانب روانہ فرمایا کہ وہاں ان کے ذوالکفین نامی چوہی بت کو جلا دیں۔ طفیلؓ بت کو جلا کر وہاں سے ”دبابہ اور منجیق“ اور اس قبیلے کے چار سو افراد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں طائف جا کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ کو طائف پہنچے ابھی چار دن ہوئے تھے۔
- ۵۔ اس سال کے آغاز میں سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا۔
- ۶۔ بعض تعزیری قوانین نافذ ہوئے جس میں چور کا ہاتھ کاٹنا بھی تھا۔
- ۷۔ شراب اور سود کے قطعی حرمت کے احکام نازل ہوئے۔

- ۸۔ اسی سال منبر رسول تیار ہوا۔ بقول بعض یہ بے ہوش کا واقعہ ہے۔
- ۹۔ اسی سال حضرت جعفرؓ کو طیار کا لقب عطا ہوا۔
- ۱۰۔ اس سال حضرت سہیل بن بیضا کا انتقال ہوا اور آپ نے جنازہ مسجد میں پڑھا۔
- ۱۱۔ اس سال جب آپ ﷺ فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو مکہ سے ہجرت کرنے کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوا۔
- ۱۲۔ اس سال زیاد بن حارث الصدائی یمن کے علاقہ سے پندرہ افراد کے ساتھ حاضر ہوئے اور بیعت اسلام سے مشرف ہو کر وطن لوٹے۔ ان کی دعوت کے نتیجے میں ان کے علاقے میں اسلام کثرت سے پھیلا اور حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے ایک سو آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔
- ۱۳۔ اس سال فارس کا بادشاہ مرا اور اہل فارس نے بوران نامی ایک عورت کو سربراہ مملکت بنا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
- ”اس قوم کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی جنہوں نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر ڈالا۔“
- ۱۴۔ اس سال فتح مکہ کے ایام میں آپ ﷺ نے خمر و خنزیر، مردار اور مردار کی چربی کی بیع اور کاہن کی شیرینی کو حرام قرار دیا۔
- ۱۵۔ اسی سال غزوہ حنین میں ایک کافرہ بھی مقتول پائی گئی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا نام لیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو پیغام بھجوایا کہ کسی عورت کسی بچے اور کسی ضعیف بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔

۹ ہجری

عمال کا تقرر

فتح مکہ کے بعد جزیرۃ العرب کا بیشتر علاقہ اب اسلام کے زیر نگیں تھا۔ آپ ﷺ نے اس اسلامی ریاست میں نظم و نسق کی بہتر صورت پیدا کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں حاکموں کا تقرر کیا۔

کسریٰ کی ہلاکت کے بعد یمن کا والی باذان بن ساسان مسلمان ہو گیا تو اسے یمن کا والی قائم رکھا۔ زیاد بن لبید انصاری کو موت کا ابو موسیٰ اشعری کو زبید اور عدن کا معاذ بن جبل کو شہر جند کا ابو سفیان بن حرب کو نجران کا یزید بن ابی سفیان کو تمیامی کا حاکم اور حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا۔

یکم محرم ۹ھ کو آپ ﷺ نے مختلف علاقوں کی طرف عاملین اور صدیقین کو مقرر فرمایا تاکہ وہ زکوٰۃ اور صدقات وصول کریں۔

نام عامل	قبیلہ جس کی طرف بھجوا یا
۱۔ عینیہ بن حصن	بنو تمیم
۲۔ یزید بن الحصین	اسلم وغفار
۳۔ عباد بن بشر اشہلی	سلیم اور مزینہ
۴۔ رافع بن مکیث	جہینہ
۵۔ عمرو بن العاص	بنو فزارہ
۶۔ ضحاک بن سفیان	بنو کلاب
۷۔ بشر بن سفیان کعبی	بنی کعب
۸۔ ابن اللججیہ ازدی	بنی ذبیان
۹۔ مہاجر بن ابی امیہ	شہر صنعاء
۱۰۔ زیاد بن لبید	علاقہ حضرموت
۱۱۔ عدی بن حاتم	طی اور بنو اسد

- ۱۲۔ مالک بن نویرہ بنو نطلہ
 ۱۳۔ زبرقان بن بدر بنو سعد کی ایک شاخ
 ۱۴۔ قیس بن عاصم بنو سعد کی دوسری شاخ
 ۱۵۔ علاء بن الحضرمی علاقہ بحرین
 ۱۶۔ علی بن ابی طالب علاقہ نجران (زکوٰۃ اور جزیہ کی وصولی کے لئے)
 یہ لوگ مختلف اوقات میں اپنے علاقوں میں گئے۔

سریہ عینیہؓ بن حصن فزاری

محرم ۹ھ میں آپ ﷺ نے عینیہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ مقام سفیا کی طرف بھجوایا جو جحفہ سے سترہ میل کے فاصلے پر تھا اور یہاں بنو تمیم رہتے تھے۔ عینیہؓ نے رات کے وقت ان پر چھاپہ مارا اور ان کے گیارہ مرد اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور رملہ بنت حارث کے مکان میں ٹھہرا دیا۔

بنو تمیم کے دس سردار جن میں عطار د بن حاجب اور زبرقان اور قیس بن عاصم اور اقرع بن حابس بھی شامل تھے مدینہ آئے اور حجر کے پیچھے کھڑے ہو کر بلند آواز سے آپ کو پکارا کہ اے محمد ﷺ باہر آؤ۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو یہ لوگ آپ ﷺ سے چمٹ کر باتیں کرنے لگے۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے مفاخرہ اور شاعری میں مقابلہ کی خواہش ظاہر کی اور اپنا خطیب عطار د بن حاجب مقابلہ کے لئے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کو جوابی تقریر کا حکم دیا۔ اس نے بعد وہ اپنے شاعر زبرقان بن بدر کو نکالا اس نے فخریہ شعر کہے جن کا جواب حضرت حسان بن ثابتؓ نے دیا۔

اب اقرع بن حابس نے کہا کہ آپ ﷺ کا شاعر ہمارے شاعر سے اور خطیب ہمارے خطیب سے بڑھ کر ہیں اور سب اسلام لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو تحائف سے نوازا اور سب قیدی واپس کر دیئے۔

سریہ قطبہؓ بن عامر

صفر ۹ھ میں قطبہؓ بن عامر کو بیس آدمیوں کے ساتھ قبیلہ خشم کی سرکوبی کے لئے روانہ

فرمایا۔ ان کے ساتھ سخت جنگ ہوئی کچھ لوگ قتل ہوئے تو کچھ زخمی ہوئے۔ کچھ اونٹ بکریاں اور قیدی غنیمت میں لے کر واپس ہوئے۔

سریہ ضحاکؓ بن سفیان

ربیع الاول ۹ھ میں ضحاکؓ بن سفیان کو بنی کلاب کو دعوت اسلام کے لئے بھجوایا۔ انہوں نے انکار کیا جنگ ہوئی وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ ان کا ایک آدمی قتل ہوا۔ ضحاکؓ غنیمت کے ساتھ لوٹ آئے۔

سریہ علقمہؓ بن مجرمدلجی

ربیع الاول ۹ھ میں کچھ حبشی جدہ میں جمع ہوئے یہ لوگ لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ علقمہؓ کو تین سو مجاہدوں کے ساتھ بھجوایا۔ مسلمانوں کی آمد کا سن کر حبشی فرار ہو گئے۔ علقمہؓ سمندر کے راستے سے جزیرہ تک گئے لیکن وہ نہ ملے۔

سریہ علیؓ بن ابی طالب

قبیلہ طے کے بت الفلس کو منہدم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دو سو انصار کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حاتم طائی کے محلے میں شب خون مار کر بت کدہ کو تباہ کر دیا گیا اور بت الفلس جلادیا گیا۔ عدی بن حاتم طائی اپنے اہل و عیال کے ساتھ شام چلے گئے۔ غنیمت میں قیدی اونٹ اور بکریاں ملیں۔ فلس کے خزانے سے تین تلواریں اور تین زرہیں ملیں۔

ان قیدیوں میں حاتم کی بیٹی بھی تھی۔ جب اسے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے عرض کی اے صاحب قریش! میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں مجھ پر رحم فرمائیے۔ میرے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور بھائی عدی بن حاتم مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ میں ضعیف ہوں مجھ پر احسان کیجئے۔ سفانہ بنت حاتم کا حال سن کر آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس نے عرض کی اے صاحب قریش! میری قوم پر بھی رحم فرمائیے آپ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا اور سفانہ کو ایک اونٹ اور کچھ جوڑے دے کر اس کے قبیلے کے آدمیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

سفانہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس ملک شام گئیں اور انہیں آپ ﷺ کے خلق عظیم کے

تمام حالات بتائے۔ عدی بن حاتم اتنا متاثر ہوئے کہ بغیر امان طلب کئے مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غزوہ تبوک

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر تھا۔ ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لئے قیصر روم نے اس کو آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔

روغن زیتون کے شامی تاجر تیل بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم نے شام میں چالیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا ہے جس میں رومیوں کے علاوہ عیسائی قبائل لخم و جذام وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لشکر کا ہر اول دستہ بلقاء پہنچ چکا ہے۔

حجاز اس وقت سخت گرمی اور قحط میں مبتلا تھا۔ لوگ مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ آپ ﷺ نے جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ یوں کسی کار خیر کے لئے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و متاع پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال چندہ میں دیا۔ حضرت عثمانؓ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور ایک ہزار اشرفی لائے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم دیئے اسی طرح تمام انصار و مہاجرین نے حسب توفیق اس چندہ میں حصہ لیا۔

ماہ رجب میں تیس ہزار مجاہدین دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ اسلامی لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔ پانی کی قلت، شدید گرمی اور سواریوں کی کمی کے باعث مجاہدین تکلیف اٹھاتے تیرہ یا چودہ دنوں میں تبوک پہنچے اور آپ ﷺ نے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔

ادھر رومی جاسوسوں نے قیصر روم کو مدینہ سے آپ ﷺ کے لشکر کی روانگی کی خبر دی تو رومیوں پر اس قدر ہبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے پہلے ہی ہار گئے۔ انہیں نکر لینے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور وہ اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر گئے۔

ایلہ کے حاکم مکنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا۔ جرباء اور اذرح کے باشندوں نے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ آپ ﷺ نے ان سب کو پروانہ امن عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو بیس مجاہدین کے ہمراہ دو متہ الجندل کے حاکم اکیدر کو

گرفتار کرنے کے لئے بھجوا دیا۔ اکیدر ہرقل کی طرف سے یہاں کا حاکم تھا اسے گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کی جان بخشی فرمائی اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں، چار سو میزوں، چار سو میٹوں، چار سو مہلوں، چار سو فرمائوں۔ اس نے جزیہ دینے کا ابھی اقرار کیا۔



خطبہ تبوک

تبوک میں ایک نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک نہایت اہم خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

سب سے زیادہ سچی بات کتاب خدا قرآن کریم ہے۔

سب سے مضبوط سہارا تقویٰ کا کلمہ ہے۔

سب سے بہتر ملت، ملت ابراہیمیٰ ہے۔

سب طریقوں سے بہترین طریقہ خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

تمام باتوں میں بہتر بات اللہ کا ذکر ہے۔

سب قصوں میں سے بہتر یہ قرآن ہے۔

بہترین کام وہ ہیں جو انسان پوری تن دہی اور عزم راسخ سے کرے۔

بدترین کام وہ ہیں (جو دین خدا میں) از خود وضع کر لئے جائیں۔

تمام راہوں میں سب سے عمدہ راہ پیغمبروں کی راہ ہے۔

سب سے بہتر موت جام شہادت پینا ہے۔

سب سے بڑا ناپسندیدہ پناہ ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔

بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے۔

بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔

بدترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

جو چیز کم ہو مگر کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو ہو تو زیادہ مگر غافل کرنے والی ہو۔

بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے۔

بعض لوگ جمعہ کے لئے آتے ہیں مگر ان کے دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔
 بعض ایسے ہیں جو اللہ کو کبھی کبھی یاد کرتے ہیں۔
 بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک جھوٹی زبان ہے۔
 بہترین تو نگری دل کی تو نگری ہے۔
 اصلی کارآمد توشہ تقویٰ ہے۔
 دانائیوں کا سر تاج اللہ عزوجل کا ڈر ہے۔
 دلوں کی سب سے پسندیدہ چیز یقین ہے۔
 میت پر چیخنا چلانا جاہلیت کا عمل ہے۔
 خیانت دوزخ کی آگ ہے۔
 شراب کا پینا دوزخ کی آگ سے دانغے جانے کے مترادف ہے۔
 (برے) شعرا بلیس کی طرف سے ہیں۔
 شراب تمام گناہوں کا منبع ہے۔
 یتیم کا مال کھانا بدترین روزی ہے۔
 سعادت مند انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔
 بد نصیب انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا لکھ دیا گیا ہو۔
 تم میں سے ہر ایک کو چار ہاتھ کے گڑھے میں جانا ہے اور معاملہ آخرت پر منحصر ہوگا۔
 عمل کا مدار انجام کار پر ہوگا۔
 سب سے برا خواب جھوٹا خواب ہے۔
 جو بات ہونے والی ہے اس کا وقت قریب ہے۔
 مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔
 مومن کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔
 مومن کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔
 جو خدا سے استغنا کرتا ہے خدا سے جھٹلاتا ہے۔
 جو کسی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اس کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے گا۔
 جو (دوسروں کو) معاف کر دے گا اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

جو غصہ پی جائے گا اللہ اسے اجر سے نوازے گا۔

جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا۔

جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا اللہ اس کو رسوا کرے گا۔

جو صبر کرتا ہے خدا سے بڑھاتا ہے۔

جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اس کو عذاب دے گا۔

میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں۔ میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں۔ میں اللہ

سے مغفرت کا طالب ہوں۔

مسجد ضرار

مسجد قباء کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر منافقین نے ایک مسجد تعمیر کی۔ جب یہ عمارت مکمل ہوئی تو یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے یہ مسجد بیماروں اور ضعیفوں کی ضرورت کے لئے بنائی ہے۔ یہ لوگ جو فاصلے پر واقع مسجد (قباء) میں نماز کے لئے نہیں پہنچ سکتے وہ یہاں نماز ادا کر لیا کریں گے اور تیز بارش اور جاڑے کے دنوں میں دوسرے لوگ بھی نماز فرض ادا کر سکیں گے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی آپ ﷺ تشریف لے چلیں اور تبرکاً ایک نماز وہاں پڑھادیں تو یہ مسجد قبول و تبرک ہو جائے گی۔ آپ ﷺ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو سفر درپیش ہے اور میں تبوک جا رہا ہوں واپسی پر دیکھا جائے گا۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان کی حقیقت آپ ﷺ پر عیاں کر دی۔ تبوک کے بیس روزہ قیام کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ روانہ ہوئے اور مقام ذی آوان پر پہنچے جہاں سے مدینہ ایک گھنٹہ کا سفر ہے تو آپ ﷺ نے مالک بن خشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ وہ جا کر مسجد ضرار کو منہدم کر دیں اور اس کا تمام سامان جلا ڈالیں۔ مالک بن خشم اپنے گھر میں داخل ہوئے کھجور کی ایک شاخ لے کر آگ سلگائی پھر اسے مسجد ضرار لے گئے اور اسے آگ لگا کر جلا دیا اور پھر باقی عمارت کو بنیادوں تک ڈھا دیا۔ تمام مسلمان قباء میں ہی جمع ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے اور یہ منافقین کی مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی ایک کوشش تھی کہ اس طرح مسلمانوں کی جماعت بٹ جائے گی۔ لیکن اللہ نے انہیں ناکام کر دیا۔

اس مسجد کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں۔

”اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے قیامگاہ بنانے کے لئے اس شخص کے لئے کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی سے برسرِ پیکار ہے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہماری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں جا کر کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن اس لائق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس میں ایسے مرد ہیں کہ جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔“

(سورۃ التوبہ: ۱۰۷: ۱۰۸)

اس غزوہ سے تمام عرب قبائل کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ اپنے پرانے سرپرستوں، رومیوں کی آلہ کاری سے ہٹ گئے اور مسلمانوں کے حمایتی بن گئے اس طرح اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع ہو گئیں اور رومیوں کی آلہ کاری کا بڑی حد تک خاتمہ ہو گیا۔

ماہ رمضان میں پچاس روز کے بعد آپ ﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ مدینہ پہنچے تو زبردست اعزاز کے ساتھ لشکر کا استقبال ہوا۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا یہ آخری غزوہ تھا۔

وفد ثقیف

طائف سے واپسی پر عروہ بن مسعود ثقفی اسلام لائے تھے لیکن جب انہوں نے اپنے قبیلے کو دعوت اسلام دی تو انہیں شہید کر دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

”اے اللہ قبیلہ ثقیف کو ہدایت دے اور مسلمان کر کے ان کو میرے پاس بھیج۔“

آخر آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔ ہوا یوں کہ عروہ کے قتل کے چند ماہ بعد ثقیف خاموش رہے اور پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب اس پاس کے عربوں میں جنگ کرنے کی طاقت نہیں تو انہوں نے اسلام قبول کرنے کا مشورہ کر لیا اور ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں

بھجوا یا جس میں حکم ابن عمرو شرجیل بن غیلان، عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف، تمیہ بن خرشہ، عبد یلیل شامل تھے۔ ان لوگوں کی مدینہ کے باہر مغیرہ بن شعبہ سے ملاقات ہوئی۔ مغیرہ خوشی سے دوڑے کہ آپ ﷺ کو خبر کریں راستے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ملے اور جب انہیں علم ہوا تو مغیرہ کو خدا کی قسم دی اور اس سے اجازت لی کہ وہ جا کر خود حضور ﷺ کو یہ خوشخبری سنائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کو ثقیف کے آنے کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے اور وفد کے لئے مسجد میں خیمے نصب کرا کر انہیں ٹھہرایا۔ تاکہ قرآن کی آوازاں کے کانوں میں پڑتی رہے۔ خالد بن سعید بن العاص کو ان کی خبر گیری سوچی۔ وفد نے جو کچھ حضور ﷺ سے کہنا ہوتا وہ خالد بن سعید کے واسطے سے کہتے۔ قبول اسلام کے لئے انہوں نے عجیب شرائط پیش کیں اور آخر میں کہا:

۱۔ نماز معاف کر دی جائے۔

۲۔ لات نامی بت کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔

۳۔ ہمارے بت ہمارے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔

آپ ﷺ نے پہلی دونوں شرطوں سے صاف انکار کر دیا اور وہ سب اسلام قبول کر کے لوٹ گئے۔ عثمان بن ابی عاصؓ کو جو وفد میں سب سے کم عمر تھے ان کا امیر اور حاکم مقرر فرمایا۔ ان کے ہمراہ ابوسفیانؓ بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بتوں کو منہدم کرنے کے لئے بھجوا یا۔ ابوسفیانؓ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے حضرت مغیرہ نے بت کو توڑنا شروع کیا تو ثقفی عورتیں ننگے سروں گھروں سے نکل آئیں اور اپنے مردوں کی ملامت میں اشعار پڑھنے لگیں۔

”لوگوں پر رو کہ بزدلوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور ان

سے معرکہ آرا نہ ہوئے۔“

حضرت مغیرہ نے پہلے لات نامی بت کو توڑا اور بتکدہ کی بنیادیں تک کھود دیں۔ یوں بت اور بتکدے تباہ ہوئے اور اہل طائف اچھے مسلمان بن گئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ امیر الحج

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے ذی قعدہ ۹ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر

انج، حضرت علیؑ کو نقیب اسلام حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت جابرؓ بن عبد اللہ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو معلم اور اپنی طرف سے قربانی کے بیس اونٹ بھی بھیجے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حرم کعبہ، عرفات اور منیٰ میں خطبات پڑھے۔ حضرت علیؑ نے یوم النحر جمرہ عتبہ کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ التوبہ کی (آیات برأت) چالیس آیتیں اور ان کا مضمون لوگوں کو سنایا اور یہ کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی آئندہ سال کوئی مشرک حج کر پائے گا۔ نہ کوئی برہنہ طواف کر سکے گا اور چار ماہ بعد کفار اور مشرکین کے لئے امان ختم کر دی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد کفار و مشرکین فوج در فوج آ کر مسلمان ہونے لگے۔ (طبری: زرقانی) گویا یہ اعلان جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا۔

واقعہ ایلا

قرآن مجید میں صاف حکم موجود ہے کہ اگر تمہاری بیویاں نافرمانی کریں تو پہلے ان سے بول چال ترک کر کے چند روز کے لئے علیحدہ ہو جاؤ۔ اگر بہتری نہ ہو تو ان کو سختی سے سمجھاؤ اگر پھر بھی وہ راہ راست پر نہ آئیں تو معاملہ ان کے والدین اور بزرگوں کے سامنے پیش کرو تا کہ تصفیہ کی کوئی صورت ہو سکے اگر اس سے بھی سدھار پیدا نہ ہو تو طلاق دو۔

حرم نبوی ﷺ میں سرداران عرب کی بیٹیاں تھیں اور آپ ﷺ کی صحبت مقدس سے گوان میں صالحیت اور پاکیزگی پیدا ہو گئی تھی تاہم بہ تقاضائے بشریت وہ بھی چاہتی تھیں کہ انہیں بھی دوسری عورتوں کی طرح کچھ تو آسائش و فراوانی میسر آئے لیکن ادھر وہ دیکھ رہی تھیں کہ آپ ﷺ کے گھر تو کئی کئی دن کھانا پکانے کے لئے آگ بھی نہ جلتی تھی۔ آپ ﷺ تو سارا مال غریبوں، ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہؓ نے آپ ﷺ سے ایک لوٹھی کے لئے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ان غریب مسلمانوں کا زیادہ حق ہے جن کا سہارا صرف اور صرف میں ہوں۔

طائف سے واپسی پر جب آپ ﷺ سب کچھ مسلمانوں میں تقسیم فرما کر خالی ہاتھ گھر تشریف لائے تو بعض ازواج مطہرات کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کے نان و نفقہ میں توسیع فرمائی جائے۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ نے عہد فرمایا کہ آپ ﷺ ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے چنانچہ آپ ﷺ ایک ماہ

کے لئے ان سب سے الگ ہو گئے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں آپ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے تھے اور پنڈلی مبارک پر زخم آیا تھا اور یہ عرصہ آپ ﷺ ایک بالا خانے پر تنہا نشین رہے جس سے صحابہ کرام میں یہ عام خیال پیدا ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو اس بات کی تردید فرمادی۔ ادھر ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گزر چکا تھا۔ آپ ﷺ بالا خانہ سے اتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی۔ اس موقع کے بارے میں آیتِ تخیر نازل ہوئیں۔

”اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو صاف صاف کہہ دو۔ میں تمہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اس کے رسول اور آخرت کی طالب ہو تو پھر اسی کی ہو رہو۔ اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والی عورتوں کے لئے بہت ہی بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

(سورۃ احزاب: ۴۷: ۴۸)

ازواج مطہرات کے متعلق یہ آخری اور الہی فیصلہ تھا چونکہ تو سبغِ نفقہ اور طلبِ اسبابِ آرام و راحت کے لئے انہوں نے حضور ﷺ پر زور ڈالا تھا اور اس مطالبے پر تمام بیویاں متفق ہو گئی تھیں اور حضور ﷺ نے ایلاء کر کے ایک ماہ کے لئے ان سے کنارہ کشی بھی کر لی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک مرتبہ ہمیشہ کے لئے اس کا فیصلہ ہو جائے اور دونوں صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی جائیں کہ یا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں دنیوی آرام و راحت کی خواہشات کو دل سے نکال دیں یا پھر دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کی خاطر اللہ کے رسول کی رفاقت ترک کر دیں۔

آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور مطلع فرمایا: سیدہ عائشہؓ نے عرض کی کہ میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کو لیتی ہوں اس طرح باقی تمام ازواج مطہرات کا بھی یہی جواب تھا۔

۹ ہجری کے دیگر واقعات

۱۔ اس سال جب بنو تمیم کے وفد نے آ کر حجروں کے باہر سے آپ کو پکارا تو آیت نازل ہوئی۔

”بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں۔“

(الحجرات: ۴)

۲۔ ماہ شعبان میں آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ نے وفات پائی۔

۳۔ احمہ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات پر آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

۴۔ ماہ شوال میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔

۵۔ سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا اور حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اس کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

۶۔ عورتوں سے لعان کا حکم نازل ہوا۔

۷۔ غامدیہ عورت کو جس نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بدکاری کا اقرار کیا تھا بچے کی پیدائش کے بعد اسے دودھ پلانے کی مدت پوری کر کے اسے دودھ چھڑایا تب اسے رجم کیا گیا۔

۸۔ مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے والے غیر مسلموں سے جزیہ کی وصولی کے احکام نازل ہوئے۔ (سورہ توبہ: ۲۹)

۹۔ غزوہ تبوک میں جہاد پر قابو ہونے کے باوجود کعب بن مالک ہلال بن امیہ الواقفی اور مرارہ بن ربیع جہاد پر نہ گئے تھے۔ آپ ﷺ کے حکم سے ان کے ساتھ پچاس روزہ مقاطعہ کیا گیا تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور سورہ التوبہ آیت ۱۱۸ نازل ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے صدق

گفتاری اختیار کی تھی اور منافقوں کی طرح جھوٹے بہانے نہیں تراشے تھے۔ اللہ نے توبہ قبول کی اور انہیں معاف کر دیا۔

۱۰۔ اس سال جب بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تو ان کے امیر کے تقریر پر شیخین کے مابین اختلاف ہوا اور اس بحث و تکرار میں ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو آیات نازل ہوئیں۔

”اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔“
 ”بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔“

۱۰ ہجری

فتح مکہ اور جنگ تبوک کے بعد قبیلہ ثقیف اسلام لا کر بیعت سے شرف ہو چکا تھا۔ عربوں نے دیکھ لیا کہ قریش نے جو عام لوگوں کے امام اور ہادی تھے بیت اللہ کے خادم اور حرم کے باسی تھے اور آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے اب اطاعت اختیار کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں وہ اب محسوس کرنے لگے کہ ان میں آپ ﷺ کے ساتھ جنگ اور دشمنی کی سکت نہیں رہی تو ہر طرف سے جماعتیں اور وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ اہل سیر نے سو سے زائد وفود کا تذکرہ کیا ہے۔ وفود کی آمد کا سلسلہ ۵ھ سے ہی شروع ہو چکا تھا لیکن ۹ھ اور ۱۰ھ کو عام الوفود قرار دیا گیا۔ کیوں ان دو برسوں میں وفود کا تانتا بندھا رہا اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ فتح مکہ پر ان کی تعداد دس ہزار غزوہ تبوک میں تیس ہزار اور پھر حجۃ الوداع میں اہل اسلام کی یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہنچ گئی۔

سر یہ خالد بن ولیدؓ

ماہ ربیع الثانی ۱۰ھ میں آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو صحابہ کے ساتھ علاقہ نجران اور اس کے اطراف و جوانب کے لوگوں کی طرف دعوت اسلام کے لئے روانہ کیا۔ اس اطراف کے لوگوں نے جن میں قبیلہ بنو حرث بن کعب بھی شامل تھا اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو واپس بلا کر حضرت عمرو بن خزیمہ کو اسلام کی تعلیم کا نقیب بنا کر بھیجا دیا۔

وفود

وفد عبدالقیس

بحرین کا قبیلہ عبدالقیس کا وفد سردار منذر بن عانذ کی سربراہی میں ۹ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد میں چالیس آدمی تھے یہ قبیلہ پہلے بھی ۵ھ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ پر ایمان لانے، اسے ایک ماننے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان کے روزے رکھنے، مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانے کی تلقین کی اور چار قسم کے برتنوں جن میں وہ شراب رکھتے اور پیتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، رخصت ہوتے وقت آپ ﷺ نے سب ارکانِ وفد کو انعام سے نوازا۔

وفد بنی حنیفہ

نجد سے سلمیٰ بن حنظلہ بنی حنیفہ کا سترہ افراد کا وفد حاضر ہوا۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ مسیلمہ نے کہا اگر آپ ﷺ مجھے اپنا خلیفہ بنانے کا وعدہ کریں تو اسلام لاتا ہوں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت تو بڑی چیز ہے میں تمہیں یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ باقی ارکان وفد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وفد بنو سعد بن بکر

۹ھ میں بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو قاصد بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوایا۔ اس کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے اسے احکام اسلام بتائے پھر وہ اسلام لے آیا اور واپس لوٹ گیا۔ وطن پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی تلقین کی اور اسی روز قبیلہ کے تمام مردوزن نے اسلام قبول کر لیا۔

وفد بہراء

۹ھ میں تیرہ آدمیوں کا وفد مدینہ منورہ آ کر مقدار بن عمروؓ کے پاس ٹھہرا۔ یہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔

وفد بنو عامر

۱۰ھ میں دس آدمیوں کا یہ وفد حاضر ہوا اسلام قبول کر کے ضروریات دین سیکھ کر وطن لوٹا۔

وفد بنو کنذہ

اس وفد میں اسی آدمی تھے اور یہ پہلے مسلمان ہو چکے تھے حاضر ہوئے تو ان کے کندھوں پر ریشمی زریں چادریں تھیں۔ عرض کی کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیسا ہے انہوں نے فوراً چادریں اتار کر پھاڑ ڈالیں۔

وفد حضرت موت

۱۰ھ کو وائل بن حجر ات بنو صدف کا دس آدمیوں کا وفد لائے اور اسلام قبول کیا۔

وفد بنی خولان

شعبان ۱۰ھ میں بنی خولان کے دس افراد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سب نے اسلام قبول کیا واپسی پر آپ ﷺ کا مکتوب مبارک اپنی قوم کے نام لے کر گئے جس سے ان کی قوم مسلمان ہو گئی اور انہوں نے اپنا بت ”عم انس“ مسمار کر دیا۔

وفد حمس

۱۰ھ میں قیس بن عمروہ دو سو پچاس افراد کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں لے کر حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وفد بنی بجیلہ

۱۰ھ میں جرید بن عبداللہ البجلی ایک سو پچاس آدمیوں کا وفد لے کر آئے اور اسلام

قبول کیا۔

وفد بنی لیث

۹ھ میں مالک بن الحویرث اللیثی میں افراد کے وفد کے ساتھ آئے اور سب مسلمان ہوئے۔

وفد طے

۹ھ میں زید النخیل یمن سے قبیلہ طے کے پندرہ افراد کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے اور سب نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید کو ایک تحریری فرمان کے ذریعے فید (گاؤں) اور اس کے ارد گرد کی زمینیں ان کو بطور جاگیر عطا فرمائیں۔

وفد عذرہ

۹ھ کو حمزہ بن نعمان کے ساتھ بارہ آدمیوں کا وفد آیا ان کا تعلق بنو عذرہ سے تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں کاہنہ عورتوں سے سوال کرنے سے منع فرمایا اور ان ذبیحوں سے روکا جسے یہ حالت شرک میں کاٹا کرتے تھے۔ ارکان افراد نے اسلام قبول کیا۔

وفد بنو فزارہ

۹ھ میں بنو فزارہ نے اپنا وفد بھجوایا اور اسلام قبول کیا۔
غرض تمام اطراف سے وفد آ رہے تھے اور قبول اسلام کا عمل تیزی سے جاری تھا۔

سریہ حضرت علیؑ

رمضان ۱۰ھ کو حضرت علیؑ کی سربراہی میں تین سو صحابہ کو یمن بھجوایا کہ ان لوگوں کو بت پرستی کی برائی اور توحید کی خوبیاں سمجھائیں۔ حضرت علیؑ نے مقام قناتہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور صحابہ کی ٹولیاں مختلف جوانب کو روانہ کیں۔

لشکر اسلام کے سوار سب سے پہلے علاقہ مذحج میں داخل ہوئے اور بہت سے بچے اور عورتیں اونٹ اور بکریاں پکڑ لائے۔ مال غنیمت ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ بعد ازاں ایک دوسری

جماعت کو دعوت اسلام دی انہوں نے انکار کیا اور مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ حضرت علیؑ نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے بیس آدمی مارے گئے اور باقی منتشر ہو گئے ان کا تعاقب کیا گیا اور دعوت دین دی گئی اور انہوں نے اپنی قوم کی طرف سے دعوت کو قبول کیا اور صدقات ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

حضرت علیؑ نے جمع شدہ مال غنیمت سے خمس نکال کر باقی مال غنیمت میں تقسیم کر دیا اور اپنے بجائے کسی کو لشکر کا امیر مقرر کر کے عجلت کے ساتھ اپنے رفقاء سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے کیونکہ حضرت علیؑ کو خبر پہنچ چکی تھی کہ آپؑ مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ یمن سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

حجۃ الوداع

آپ ﷺ نو سال مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ نے کوئی حج نہیں فرمایا۔ پھر دسویں سال آپ ﷺ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ آپ ﷺ حج کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔

آپ ﷺ ۲۶ ذی قعدہ ۱۰ھ کو مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ ﷺ نے بالوں میں تیل لگایا، کنگھی کی تہہ پہنا اور چادر اوڑھی۔

آپ ﷺ کے ہمراہ امہات المؤمنین، مہاجرین، انصار اور رؤسائے عرب کی ایک بہت بڑی تعداد روانہ ہوئی۔ قربانی کے سواونٹ بھی ساتھ تھے۔ ذوالحلیفہ میں رات بھر قیام فرمایا دوسرے روز غسل فرما کر احرام باندھا بلیک کی صدا بلند فرمائی اور قصوا اونٹنی پر سوار ہو کر سفر شروع کیا۔ مکہ مکرمہ کے قریب ذی طویٰ میں ٹھہر کر رات بسر فرمائی غسل کر کے نماز فجر ادا کی اور ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ کی صبح مکہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا اے اللہ اس گھر کو عزت و شرف دے۔ مسجد الحرام پہنچ کر حجر اسود کا استلام فرمایا پھر آپ ﷺ نے طواف شروع فرمایا۔ پہلے تین چکروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں معمول کی رفتار اختیار فرمائی۔ پھر مقام ابراہیم پر دو گانہ نفل ادا فرمائے پھر صفامروہ کے درمیان سعی کی مگر احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ ﷺ نے عمرے اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا۔

آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ مکمل کر کے

حلال ہو جائیں اور احرام کھول دیں۔ سعی کرنے کے بعد آپ ﷺ نے بالائی مکہ میں مقام حجون پر قیام فرمایا۔

آٹھ ذی الحجہ کو آپ ﷺ منیٰ تشریف لے گئے اور ۹ ذی الحجہ کی صبح تک وہاں قیام فرمایا اور منیٰ میں پانچ نمازیں یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر ادا فرمائی۔ سورج طلوع ہو گیا تو عرفات کو چل پڑے۔ وہاں وادی نمرہ میں قبہ تیار تھا آپ ﷺ نے اس قبہ میں نزول فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

خطبہ حجۃ الوداع

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد: لوگو! میری بات غور سے سنو، میرا خیال ہے کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر تم سے نہ مل سکوں اور نہ شاید اس سال کے بعد حج کر سکوں۔

لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے بہت سے خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم پہچانے جا سکو۔ یعنی باہم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں ہے اور کسی کالے کو کسی گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت اور برتری صرف پرہیزگاری کی بناء پر ہے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔

خبردار! خون یا مال کا ہر وہ دعویٰ جس کے لوگ مدعی ہیں وہ میرے قدموں تلے ہیں۔ (یعنی میں انہیں باطل قرار دیتا ہوں) مگر بیت اللہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت حسب دستور رہے گی۔

اے گروہ قریش! قیامت کے روز ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کا بوجھ اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ اور لوگ آخرت کا سامان لے کر آئیں (یاد رکھو) اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔

خبردار! زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے روند دی گئی ہیں۔ زمانہ

جاہلیت کے تمام خون سب معاف ہیں۔ میں اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کا ایک خون جو کہ ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا ہے معاف کرتا ہوں۔ اس نے بنی سعد میں دودھ پیا تھا (اور اسے ہذیل نے قتل کر ڈالا تھا) دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے (اور ابتدا بھی اپنی طرف سے کرتا ہوں) اور اپنے عم محترم عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ ان کا سود سب کا سب معاف اور کالعدم ہے۔

لوگو! تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں، جس طرح تمہارے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت واجب ہے اور تم سب عنقریب اپنے پروردگار سے جا ملو گے جہاں تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی آدمی کو تمہارے سوا تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں اور نہ کسی آدمی کو جسے تم پسند نہیں کرتے تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں داخل ہونے دیں۔ نیز ان پر تمام حق ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو تمہارے رب نے تمہیں اجازت دی ہے کہ ان کے سونے کی جگہ اپنے سے الگ کر دو (اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو) پھر تمہیں اجازت ہے کہ انہیں ایسی ہلکی مار مارو جس سے بدن پر نشان نہ پڑیں اور اگر وہ اپنی نازیبا حرکتوں سے باز آ جائیں تو حسب دستور ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمے ہے۔

خبردار! کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے ہمیشہ پابند رہو کیونکہ وہ تمہاری زیر نگرانی ہیں اور اس حیثیت میں نہیں کہ اپنے معاملات خود چلا سکیں۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کو اپنے لئے جائز و حلال کیا ہے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے (میراث کا قانون نازل کر کے) ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اس لئے اب کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت ایک تہائی سے زائد جائز و نافذ نہیں۔ بچے کا نسب اسی مرد سے ثابت ہوگا جس کی وہ بیوی ہے۔ جس نے بدکاری کی اس کے لئے سزا ہے (بچہ اس کا نہیں کہلائے گا) اور ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی یا کسی غلام نے اپنے کو کسی

دوسرے مالک کی طرف منسوب کیا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ قرض ادا کیا جائے گا۔ عاریت واپس کی جائے گی، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

خبردار! جرم کرنے والا خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہے باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں۔

کسی شخص کے لئے کسی بھائی کی کوئی چیز لینا جائز نہیں البتہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ خوش دلی کے ساتھ دے پس تم لوگ اپنے اوپر ظلم و زیادتی نہ کرو۔

لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں، تم خود جو کچھ کھاتے ہو ان کو بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی انہیں بھی پہناؤ۔

خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت والے کو ٹھیک ٹھیک طریقے سے لوٹا دے۔

اگر کوئی نکلنا اور سیاہ فام حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی نئی امت نہیں۔ میں تم میں ایک نعمت چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم مضبوطی سے اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ نعمت کتاب اللہ قرآن مجید ہے۔

لوگو! مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلی بہت سی قومیں مذہب میں غلو کے سبب برباد ہو گئیں۔

اے لوگو! اب شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اس سرزمین پر اس کی پرستش نہیں کی جائے گی لیکن عبادات کے سوا اور دوسرے معاملات میں اپنے پست افعال کے ذریعے اس کی فرمانبرداری کی گئی تو وہ اس پر بھی راضی رہے گا۔ پس تم اپنے دین کو اس (کے شر) سے بچا کر رکھنا۔ خبردار! اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ پنج وقتہ نمازوں کی پابند کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اپنے رب کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرو، اپنے امراء کے حکم کی پیروی کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اے لوگو! نسئی، کفر کی زیادتی کا سبب ہے اس کے ذریعے کفار گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک سال حرام مہینوں کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال انہیں کو حرام قرار دے لیتے تھے تاکہ اس طرح حرام مہینوں کی گنتی پوری کریں لیکن اب زمانہ اپنی اس ابتدائی حالت پر لوٹ آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا اللہ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے مسلسل ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور ایک ماہ رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔

خبردار! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں کیونکہ بہت سے لوگ جن کو میرا پیغام پہنچے گا وہ ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں گے جو اس وقت سننے والے ہیں۔

تم لوگوں سے میرے متعلق بھی پوچھا جائے گا بتاؤ تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ حاضرین نے یک زبان ہو کر عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے امانت کو پوری طرح ادا کر دیا۔ اللہ کا پیغام (ہم تک) پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! تو گواہ رہنا

اے اللہ! تو گواہ رہنا

اے اللہ! تو گواہ رہنا

آپ ﷺ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر فرماتے۔
اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

آپ ﷺ کے ارشادات کو ربیعہ بن امیہ بن خلف اپنی بلند آواز میں لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔

خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہمیشہ کے لئے دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا۔“ (سورۃ المائدہ: ۳)

سیدنا ابو بکر صدیقؓ تکمیل دین اور اتمام رسالت کو حضور ﷺ کے دنیا سے وفات یاب ہونے کا مترادف سمجھ کر گریہ فرمانے لگے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت

نازل ہوئی اور عمر بن الخطابؓ رو پڑے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ کمال کے بعد کمی ہی ہوتی ہے۔

اب سیدنا بلالؓ نے ظہر کی اذان دی اور ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کی گئیں اور پھر آپ ﷺ حمد و ثناء ذکر و استغفار اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ آپ ﷺ نے وقوف فرمایا۔ جب سورج غائب ہو گیا تو آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ تشریف لائے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں اور فارغ ہو کر آپ ﷺ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا۔ محدثین نے بیان کیا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپ ﷺ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے حضرت فضل بن عباسؓ کو پیچھے سوار کر کے منیٰ تشریف لائے۔ جمرہ کبریٰ کو کنکریاں ماریں مسجد خیف تشریف لے گئے اور خطبہ دیا پھر قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے تریسٹھ (۶۳) اونٹ ذبح فرمائے اور باقی سینتیس اونٹ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علیؓ نے ذبح فرمائے۔

قربانی سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے معمر بن عبد اللہ کو بلوا کر سر کے بال منڈوائے اور کچھ بال فرط محبت سے ابو طلحہؓ انصاری ان کی زوجہ ام سلیمؓ کو اور بعض ان لوگوں کو جو قریب بیٹھے تھے عطا فرمائے۔ باقی بال ابو طلحہؓ نے مسلمانوں میں ایک ایک دودو کر کے تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد آپؐ نے قربانی کا گوشت تناول فرمایا۔

اب آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ اسے طواف اضافہ یا طواف زیارت کہتے ہیں۔ پھر چاہ زمزم پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا اور اس کے بعد آپ ﷺ منیٰ تشریف لے گئے اور وہیں نماز ظہر ادا کی۔ حضرت جابرؓ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز ظہر مکہ میں ادا فرمائی۔ (واللہ اعلم)

آپ ﷺ ۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ کو منیٰ ہی میں مقیم رہے اور مناسک حج ادا فرماتے رہے اور لوگوں کو احکام شریعت سکھاتے رہے۔ ۱۳ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی جمار کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی ابطح کے خیف بنی کنانہ میں رات کا قیام فرمایا۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی آپ ﷺ نے وہیں ادا کیں۔ عشاء کے بعد تھوڑا سا سو کر اٹھے اور سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور طواف وداع ادا کر کے واپس آ گئے۔ تمام مناسک حج مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

سفر جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر شب بسر فرمائی اور صبح کو طلوع آفتاب کے ساتھ مدینہ منورہ کو چلے جب شہر مدینہ نظر آیا تو فرمایا:

”اللہ بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اسی کی سلطنت ہے۔ اسی کے لئے مدح اور ستائش ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ ہم لوٹ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے فرمانبردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر۔ اپنے پروردگار کی مدح و ستائش میں مصروف ہو کر۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی نصرت کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی۔“ (صحیح بخاری شریف)

یہ ذہ الحجہ کے آخری ایام تھے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس پہنچے اور یوں ۱۰ھ کا سال چند روز بعد اختتام پذیر ہوا۔

۱۰ ہجری کے دیگر واقعات

- ۱- اس سال حج پر روانگی کے وقت ذوالحلیفہ کے قیام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس کے بطن سے حضرت محمد بن ابی بکرؓ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اہلیہ کے بارے میں ہدایت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کر کے کپڑا باندھ لے اور احرام باندھ لے۔
- ۲- اسی سال حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد حضور ﷺ کی باندی سیدہ ریحانہؓ کا انتقال ہوا وہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔
- ۳- اس سال باذان بن ساسان والی یمن کا انتقال ہوا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے باذان کے بیٹے شہر بن باذان کو صنعاء کا والی مقرر کر دیا۔
- ۴- اسی سال کے آخری ایام میں سیدنا ابراہیمؑ بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا۔ آپ سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے دن سورج گرہن ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ آفتاب ابن رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے گہنا گیا ہے۔ جب یہ بات آپ ﷺ تک پہنچی تو اعلان کروا دیا کہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں۔ لوگ اکٹھے

ہوئے تو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں طویل قرأت فرمائی۔ اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو حق تعالیٰ کی قدرت و جبروت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور جو اہل بصیرت کے لئے عبرت کا موجب ہے کہ ایک ساعت میں ان دونوں کی نورانیت اور ان کی چمک دمک کو سلب کر کے تاریک و سیاہ کر دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ قادر ہے کہ آدمیوں سے ان کے ایمان و علم کے نور کو سلب کر لے اور انہیں تاریک کر دے۔ کسی کی موت و حیات کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اے مسلمانو! ادائے نماز سے اللہ کی یاد تازہ کر لیا کرو۔ سیدنا ابراہیمؑ کی عمر کے بارے میں کافی روایات ہیں۔ صحاح میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ۱۸ ماہ زندہ رہے۔

نماز جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی۔ ان کی قبر جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے متصل بنائی گئی۔ فضل بن عباسؓ اور اسامہؓ نے انہیں قبر میں اتار اور آپ ﷺ قبر کے کنارے کھڑے رہے۔

الہجری

جیش اسامہ

یہ سب سے آخری لشکر ہے جس کے روانہ کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ شام اور فلسطین کی سرحدوں سے خبریں سن کر آپ ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور ۲۶ صفر ۱ھ کو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ اپنے سواروں کو لے کر فلسطین کے علاقہ بقاء اور دار روم کی سرحدوں میں داخل ہو جائیں اور اپنے والد کی مقتل گاہ پر نہایت تیزی سے پہنچیں کہ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ انشا اللہ تم فتح مند ہو گے۔ پھر فرمایا! کہ فتح ہونے کے بعد وہاں پڑے رہنے کی بجائے نصرت اور غنیمت کی بشارت کے ساتھ مدینہ واپس لوٹنے میں سبقت کی جائے۔ ۲۸ صفر ۱ھ کو آپ ﷺ نے ناسازی طبیعت کے باوجود اپنے ہاتھ سے اسامہؓ کا جھنڈا درست کر کے فوج کو روانہ فرمایا تمام جلیل القدر صحابہؓ کو اسامہؓ کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔

اسامہؓ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں مقام جرف میں پہنچ گئے جو مدینہ سے تین میل باہر تھا اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم الشان لشکر تیار ہو گیا۔

۱۰ ربیع الاول ۱ھ کو جہاد پر جانے والے خواص آپ ﷺ سے رخصت ہونے کے لئے مدینہ آئے اور رخصت ہو کر جرف پہنچ گئے۔ اس کے دوسرے دن آپ ﷺ کی علالت نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی۔ دوسرے دن حضرت اسامہؓ آپ کی مزاج پر سی اور رخصت ہونے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ضعف کی وجہ سے بات نہ کر سکے۔ بار بار ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے بدن پر پھیرتے۔ حضرت اسامہؓ سمجھے کہ آپ ﷺ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں اس کے بعد وہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں آ گئے اور آپ کی علالت کے باعث کوچ نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے بھی ان کو کوچ کا حکم نہ دیا اور لشکر کے جرف میں مقیم رہنے کو جائز رکھا۔ علالت کے باعث حضرت اسامہؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو آپ ﷺ کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

علاقت اور وفات

سورہ نصر کا نزول اور آپ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع کہ:
 ”مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال میں اور تم ایک مجلس میں جمع ہو سکیں۔“
 اور پھر خطبہ خدیخہ!
 ”لوگو! میں بھی بشر ہوں شاید میرے پاس پروردگار کا قاصد آ جائے اور
 اسے قبول کرنا پڑے“
 خاص صحابہ کبار ”کو قرب وفات کی اطلاع دے چکے تھے۔“

شہدائے احد

اوائل صفر ۱۱ھ میں آپ ﷺ دامن احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے لئے دعا فرمائی
 اور ان سے اس طرح رخصت ہوئے جس طرح مرنے والا اپنے عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے
 اور آخر میں فرمایا! اور ہم لوگ تم سے ملنے والے ہیں۔

”واپس آ کر مہذب پر فروکش ہوئے اور فرمایا! میں تمہارا امیر کارواں ہوں
 اور تم پر گواہ ہوں بخدا میں اس وقت اپنا حوض دیکھ رہا ہوں مجھے زمین اور
 آسمان کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد
 شرک کرو گے بلکہ اندیشہ اس کا ہے کہ دینا طلبی میں باہم مقابلہ کرو گے۔“
 (متفق علیہ بخاری شریف)

اہل بقیع

”حضرت ابو موہبہ“ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے راوی ہیں کہ ایک
 مرتبہ نصف شب کو مجھے فرمایا۔ اے ابو موہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہل بقیع
 کے لئے استغفار کروں میرے ساتھ چلو۔ آپ ﷺ روانہ ہوئے اور
 میں بھی ساتھ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دیر تک اہل بقیع کے لئے دعا کی پھر

فرمایا! اے ابو موہبہ! میرے سامنے دینا بھر کے خزانے بقائے دوام اور آخر میں جنت پیش کی گئی۔ دوسری طرف پروردگار کی ملاقات اور جنت رکھی گئی اختیار دیا گیا کہ دونوں میں سے جو چاہوں لے لوں ابو موہبہ نے کہا۔ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر فدا ہوں۔ آپ ﷺ دینا کے خزانے اور بقائے دوام کے ساتھ جنت لے لیں۔ فرمایا۔ اے ابو موہبہ! میں نے بقائے الہی اور جنت کو اختیار کر لیا۔“

خطبہ مبارک

پھر آپ ﷺ نے خطبہ فرمایا جو حالتِ صحت میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ سمجھا جاتا ہے فرمایا:

”مسلمانو! مرحبا۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں رکھے تمہاری شکستہ دلی دور فرمائے تمہارا معاون و دستگیر ہو تمہیں رزق اور برکت دے۔ تمہاری مدد کرے عزت و رفعت سے سرفراز رکھے۔ امن و عافیت سے شاد کام فرمائے میں تمہیں تقویٰ (خوف خدا اور پرہیزگاری) کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ ہی کو تمہارا وارث بناتا ہوں۔ اسی سے ڈراتا ہوں کیونکہ میں ”نذیر مبین“ ہوں۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ اللہ نے مجھے اور تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ آخرت کا گھر ہے۔ یہ ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں تکبر و برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور آخرت کی کامرانی صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔“ (سورہ القصص: ۸۳) پھر فرمایا:

”کیا متکبروں اور مغروروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں؟“ (سورہ الزمر: ۶۰)

آخر میں ارشاد فرمایا:

تم سب پر سلام اور ان سب پر سلام جو اسلام کے ذریعے سے میری بیعت میں داخل ہوں گے (رسول رحمت ﷺ)

علالت کا آغاز

۲۹ صفر ۱۱ھ میں آپ ﷺ ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے واپسی پر سردرد اور بخار شروع ہو گیا۔ یہ آپ ﷺ کے مرض الموت کا آغاز تھا۔ یہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہؓ کی باری کا دن تھا۔ دورانِ علالت بھی آپ ﷺ حسب معمول باری باری ہر ایک زوجہ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔

سیدہ فاطمہ الزہرہؓ

انہیں ایام میں آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہرہؓ کو بلایا اور سرگوشی کی۔ سیدہؓ رو پڑیں اس کے بعد کچھ اور سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ اول آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ سے ہر سال رمضان المبارک میں قرآن کا ایک مرتبہ دورہ کیا کرتے تھے اس سال دو مرتبہ کیا میرا خیال ہے کہ اسی بیماری میں میری وفات ہوگی۔ یہ سن کر میں رو پڑی پھر فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تو سب سے پہلے مجھ سے آملے گی تو میں ہنس پڑی۔ چنانچہ سیدہ فاطمہؓ چھ ماہ بعد ہی رحلت فرما گئیں۔

شدتِ مرض

دوشنبہ کے روز جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر کے آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔ آپ ﷺ کا ضعف اتنا بڑھ گیا تھا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونوں بازو تھام کر بمشکل آپ ﷺ کو حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لائے۔ پھر حیات مبارکہ کا آخری ہفتہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہی گزارا۔ چہار شنبہ (آخری) کو بخار میں مزید شدت آگئی۔ اسی عرصہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ خیبر میں جوز ہریلا گوشت چکھ لیا تھا میں اب تک اس کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں لیکن اب اس زہر کے اثر سے میری کمر اور قلب کی شریانوں کا انقطاع کا وقت آچکا ہے۔

علاقت کی حالت میں بھی آپ ﷺ نے گیارہ دن نماز پڑھائی اور چہار شنبہ کو جو آخری نماز آپ ﷺ نے مسجد میں پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو دریافت فرمایا کیا نماز ہو چکی۔ عرض کیا گیا کہ سب کو آپ ﷺ کا انتظار ہے۔ برتن میں پانی بھرا کر غسل فرمایا جب اٹھنا چاہا تو غش آ گیا ذرا افاقہ ہوا تو پوچھا کیا نماز ہو گئی ہے پھر عرض کی گئی کہ سب لوگ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر غسل فرما کر جب اٹھنا چاہا پھر غش آ گیا جب تیسری بار بھی یہی کیفیت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تین بار انکار کیا مگر آپ ﷺ نے ہر بار اصرار کیا کہ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ سیدنا ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے۔

مسجد میں تشریف لانا

پنج شنبہ کو ظہر کے وقت بیماری کی شدت میں کچھ کمی محسوس ہوئی تو فرمایا کہ سات مشکوں کا پانی مجھ پر ڈالا جائے چنانچہ سات کنوؤں سے سات مشکوں سے آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور اس کے بعد حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آپ کو سہارے میں مسجد لے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے آہٹ پر وہ پیچھے ہٹے آپ ﷺ نے انہیں آگے کر دیا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی یعنی آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ اور ان کو دیکھ کر لوگ نماز ادا کرتے جاتے۔

اس نماز کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور

فرمایا:

”اللہ کا ایک بندہ ہے اسے اللہ نے اختیار دیا ہے چاہے وہ دنیا کی نعمتیں لے لے اور چاہے تو اللہ کے پاس رہنے کو پسند کرے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ رونے لگے اور خوب روئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ہمارے باپ دادا اور ہماری مائیں آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ دوسرے سامعین کو بعد میں معلوم ہوا کہ اس بندہ سے مراد خود رسول اللہ ﷺ تھے اور ابو بکرؓ ان باتوں کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔“

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”مسجد میں جن لوگوں کے گھروں کے دروازے ہیں ابو بکرؓ کے گھر کے سوا سب دروازے بند کر دیئے جائیں میرے دوستوں میں سے مجھ پر کسی کا احسان ابو بکرؓ کے برابر نہیں۔ اگر میں اللہ کی طرف سے کسی کو خلیل بنانے کا مجاز ہوتا تو یہ منزلت ابو بکرؓ کے لئے ہوتی لیکن ان سے اسلامی اخوت اور موڈت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اس اخوت اور موڈت میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔“

پھر فرمایا:

”لعنت ہو اللہ کی یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔“

(موطا امام مالک)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا اور فرمایا: اے مسلمانو! اگر میں نے تم میں سے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے تو میں اس کے قصاص کے لئے حاضر ہوں اگر مجھے کسی کا کچھ دینا ہے تو میرا جو کچھ بھی ہے سب کچھ تمہارا ہے۔

مجمع میں سے ایک شخص نے اٹھ کر تین درہموں کا مطالبہ کیا جو اس نے آپ ﷺ کے ارشاد پر کسی غریب کو دیئے تھے۔ آپ ﷺ نے فضل بن عباسؓ سے انہیں ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اس دنیا میں شرمسار ہونا آخرت میں شرمسار ہونے سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا:

”حلال و حرام کی نسبت میری جانب نہ کرنا میں نے وہی حلال کیا جس کو خدا نے حلال و حرام کیا۔ انسان کی جزا و سزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے۔ فرمایا اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؓ ”اے رسول خدا کی پھوپھی صفیہؓ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لیا کرو۔ میں تمہیں خدا کے یہاں نہیں بچا سکتا۔ اے اولاد عبد مناف! میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے عباسؓ“

میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔ دنیا میں مجھ سے جو چاہو مانگ لو۔
اے گروہ مہاجرین تم انصار سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ دوسرے لوگ
بڑھتے جائیں گے لیکن انصار گھٹتے جائیں گے۔ انصار میرے محرم ہیں جن
کے دامن میں مجھے پناہ ملی لہذا ان کی خوبیوں کی قدر کرنا اور ان کی غلطیوں
سے درگزر کرنا۔“

(صحیح بخاری)

(یہ تمام ارشادات دورِ علالت کے ہیں ترتیب خواہ یہ نہ ہو)

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں تشریف لے
گئے۔ اور پھر شدتِ علالت وضعف سے باہر نہ نکل سکے۔

اس سلسلے میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی بخاری شریف میں بیان کی گئی
ہے۔ شدتِ علالت میں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لکھنے کی چیزیں لا دو تاکہ میں تمہیں ایسی
تحریر لکھا دوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو۔ بعض نے کہا کہ شاید حضور ﷺ شدتِ مرض میں ایسا
فرما رہے ہیں۔ ہمارے لئے کتاب اللہ ہے اور یہ اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اہل بیت نے اس سے
اختلاف کیا۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہاں سے اٹھ جاؤ۔ بخاری شریف
میں یہ حدیث کئی مقامات پر بہ اختلافِ الفاظ آئی ہے۔ لیکن کوئی تحریر نہ لکھوائی گئی۔

وفات سے ایک دن پہلے آپ ﷺ نے تمام غلام بعض روایات میں جن کی تعداد
چالیس بیان ہوئی ہے آزاد کر دئے۔ گھر میں سات دینار اتفاقاً رہ گئے تھے اسے نکلو کر آپ ﷺ
نے صدقہ کر دیا۔ اپنا تمام اسلحہ مسلمانوں کے لئے ہبہ کر دیا۔ رات میں چراغ جلانے کو گھر میں تیل
نہ تھا سیدہ عائشہؓ نے تیل پڑوسن سے ادھا ر لیا یہ رات جیات طیبہ ﷺ کی آخری رات تھی۔

مرض میں کمی اور زیادتی ہوتی جاتی تھی۔ آخر دو شبہ کی صبح کے وقت آپ ﷺ نے حجرہ
کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام کو خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے دیکھ کر مسرت سے
آپ ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا اور آپ ﷺ مسکرا دئے۔ دن جوں جوں چڑھتا جاتا آپ ﷺ پر
بار بار غشی طاری ہوتی جاتی۔ آپ ﷺ نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ پاس رکھوا لیا۔ اس میں ہاتھ
ڈالتے اور تر ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت میں تلخی

ہوا ہی کرتی ہے اور اے اللہ موت کی تکلیف میں میری مدد فرما۔“

سیدہ فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں۔ ہائے میرے باپ کی بے چینی تو فرمایا۔ تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ سیدہ عائشہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے مسواک کو دیکھا تو وہ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں۔

انہوں نے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر نرم کر کے آپ ﷺ کو پیش کی اور آپ ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی۔

آخری وقت

سہ پہر کو ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ سیدہ عائشہؓ نے کان لگایا اور یہ الفاظ سنے۔ نماز، نماز اور تمہارے لونڈی غلام۔

پھر انگلی سے اوپر کی طرف اشارہ فرمایا اور تین بار کہا: بس اور کوئی نہیں، صرف بڑا رفیق درکار ہے تیسری مرتبہ الفاظ کہے تو اس کے ساتھ ہی ہاتھ جھک گیا اور آپ ﷺ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ کی جانب پرواز کر گئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِهِ

وَاصْحَابِهِ صَلَوةً كَثِيْرًا كَثِيْرًا ○

اس پر سب اہل سیر کو اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۱ھ کو بروز دوشنبہ ہوئی۔ لیکن کون سا دوشنبہ تھا اس پر اختلاف ہے۔

مشہور قول کے مطابق یہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوپہر کا وقت تھا اور آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ حجرہ مبارک میں گئے چہرہ کھول کر بوسہ دیا۔ روپڑے اور کہا ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ اللہ آپ ﷺ پر دو موت جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپ ﷺ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ ﷺ کو آچکی مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت عمرؓ جوش میں تھے اور تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آپ ﷺ نے وفات پائی اس کا سراڑ ادونگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ

منبر نبوی کی جانب گئے اور حمد و ثنا کے بعد خطبہ دیا:

”کہ لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے اور جو تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی نہیں مرے گا اور اللہ کا ارشاد ہے:

محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ﷺ ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دئے جائیں تو تم لوگ لٹے پاؤں پھر جاؤ گئے؟

یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔“

(سورہ آل عمران: ۱۶۶)

خطبہ سن کر فرط غم میں ڈوبے مسلمانوں کے حیرت کا عالم دور ہو گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی اور اس سے قبل انہوں نے گویا یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میری کیفیت یہ تھی کہ جب یہ آیت حضرت ابو بکرؓ سے سنی تو کپکپی طاری ہو گئی۔ میرے پاؤں مجھے سہار نہ سکے اور میں دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔

یہاں مسجد نبوی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خبر آئی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار مجتمع ہیں اور آپ ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ پیش ہے اور وہ سعد بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں اور بعض انصار یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امیر انصار سے ایک امیر قریش سے ہوگا۔ یہ خبر سن کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور مہاجرین کا ایک گروہ اس نامناسب حالت کی اصلاح اور روک تھام کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ حضرت اسامہؓ فضل بن عباسؓ اور قسم بن عباسؓ۔ آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کے اہتمام کو متعین فرمانے لگے۔

غسل و تجہیز

حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو غسل دیا، حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ

بدلتے جاتے اور حضرت اسامہؓ پانی ڈالتے جاتے۔

غسل و تجہیز کے بعد مسئلہ پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کو مسجد میں دفن کیا جائے یا مکان میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر نبی اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی روح قبض کی گئی ہو۔

اس طرح وصال کی جگہ پر آپ ﷺ کی قبر حضرت ابو طلحہ زید بن سہلؓ نے تیار کی جو لحدی تھی۔

نماز جنازہ

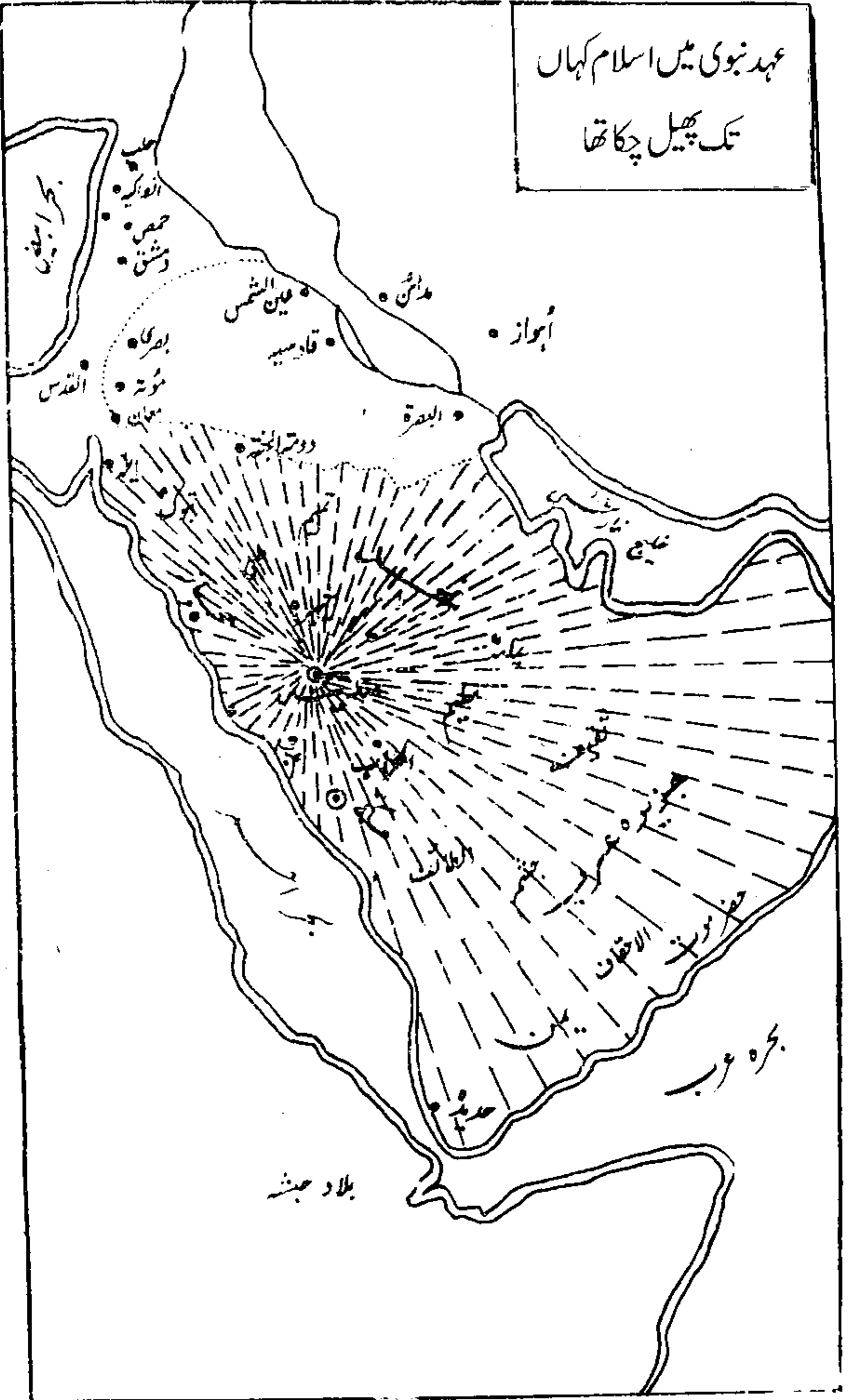
پہلے ملائکہ نے پھر اہل بیت کے مردوں نے پھر اہل بیت کی عورتوں نے پھر مردوں پھر عورتوں پھر بچوں کے گروہ درگروہ حجرہ مبارک میں آ کر بغیر کسی کی امامت کے الگ الگ نماز جنازہ پڑھتے۔ حجرہ مبارک تنگ تھا اس لئے ایک وقت میں دس فرد اندر جاتے تھے۔

تدفین

دوشنبہ کو آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اور چہار شنبہ کی رات کو آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ حضرت فضل بن عباسؓ اور قثم بن عباسؓ نے آپ ﷺ کو لحد میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر کوہان کی شکل کی قبر تیار کی اور پانی چھڑکا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

عہد نبوی میں اسلام کہاں
تک پھیل چکا تھا



نقشہ

ازواج مطہرات

مدتِ رفاقت	وقات		سن نکاح	قبیلہ	اسماء مبارک	
	سن/عمر					
۲۵ سال	۶۵ سال	۱۰ھ	۲۵ قن	اسد	خدیجہ بنت خویلد	۱
۱۴ سال	۷۲ سال	۱۹ھ	۱۰ نبوی	عامر	سودہ بنت زمعہ	۲
۹ سال	۶۳ سال	۵۷ھ	۱۰ نبوی	تیم	عائشہ بنت ابوبکر	۳
۸ سال	۵۹ سال	۴ھ	۳ھ	عدی	حفصہ بنت عمر	۴
۳۶ ماہ	۳۰ سال	۴ھ	۳ھ	صعصعہ	زینب بنت خزیمہ	۵
۷ سال	۸۰ سال	۶۰ھ	۴ھ	محزوم	اُم سلمہ بنت ابوامیہ	۶
۶ سال	۵۱ سال	۲۰ھ	۵ھ	اسد	زینب بنت جحش	۷
۶ سال	۷۱ سال	۵۶ھ	۵ھ	مصطلق	جویریہ بنت حارث	۸
۶ سال	۷۲ سال	۴۴ھ	۶ھ	شمش	اُم حبیبہ بنت ابی سفیان	۹
پونے ۳ سال	۵۰ سال	۵۰ھ	۷ھ	بنو نضیر	صفیہ بنت حی	۱۰
پونے ۳ سال	۸۰ سال	۵۱ھ	۷ھ	صعصعہ	میمونہ بنت حارث	۱۱
					باندیاں	
	۱۶ھ		۶ھ		ماریہ قبطیہ مصری	۱
	۱۰ھ		۵ھ		ریحانہ بنت شمعون	

سیدہ خدیجہ الکبریٰ بنت معلیٰ (حجون) مکہ کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔ سیدہ میمونہ اپنے نکاح کے مقام ”سرف“ نزد مدینہ منورہ دفن ہوئیں۔ باقی تمام امہات المؤمنین سیدہ ماریہ اور سیدہ ریحانہ بنت شمعون البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

اولاد انبی ﷺ

حضور ﷺ کی تمام اولاد سوائے سیدنا ابراہیمؑ کے سیدہ خدیجہؓ کے لکبریٰ کے لطن سے ہوئی۔ صرف سیدنا ابراہیمؑ کو سیدہ ماریہ قبظیہؓ نے جنم دیا۔

حضرت قاسمؓ

بعثت سے قبل پیدا ہوئے اور تقریباً دو سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انہیں سے حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

حضرت عبداللہؓ (طاہر وطیب)

یہ حضور ﷺ کے یہ دوسرے صاحبزادے بعد از بعثت دنیا میں تشریف لائے اور بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

حضرت ابراہیمؑ

سیدہ ماریہ قبظیہؓ کے لطن سے ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کی آخری اولاد تھے۔ ۸ ماہ کی عمر میں ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ کو انتقال ہوا۔

سیدہ زینبؓ

یہ سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ خدیجہؓ سے نکاح کے پانچویں سال پیدا ہوئیں (سیدنا قاسمؓ کے بعد) اولیں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ مکہ میں ہی خالہ زاد سیدنا ابوالعاصؓ سے سیدہ خدیجہؓ کی زندگی میں ہی ان کا نکاح ہوا۔ سفر ہجرت میں ان کی مزاحمت بہار بن الاسود نے کی اور اس اونٹ کو جس پر ان کا کجاوہ تھا نیزے سے کچوکا دیا۔ جس سے اونٹ بلبلا اٹھا اور کجاوہ نیچے گر دیا۔ سیدہ کو چوٹیں اور زخم آئے، ان کا انتقال ۸ھ میں ہوا۔

حضور ﷺ نے سیدہ کی منقبت میں فرمایا: ”یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لئے اسے مصیبت پہنچی۔“

ان کی اولاد میں ایک فرزند علیؑ اور ایک صاحبزادی امامہؓ ہیں۔ یہی علیؑ فتح مکہ کے روز

آپ ﷺ کے ناقہ پر آپ ﷺ کے رویف تھے۔ سیدہ امامہؓ سے بھی آپ ﷺ کو بے انتہا محبت تھی۔ دوران نماز بھی وہ آپ ﷺ کے کاندھوں یا گود میں ہوتیں۔

سیدہ رقیہؓ

یہ ۳۳ قبل نبوت پیدا ہوئیں سیدنا عثمان بن عفانؓ سے نکاح ہوا۔ پہلی ہجرت حبشہ میں شامل تھیں حبشہ میں ہی ان سے سیدنا عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ ان کا انتقال اس دن ہوا جب زید بن حارثہؓ مدینہ میں غزوہ بدر کی فتح کا متردہ لے کر آئے۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔

سیدہ ام کلثومؓ

ان کی پیدائش بعثت نبوی سے چھ سال پہلے ہوئی سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں سیدنا عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں آئیں۔ شعبان ۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ

ان کی ولادت کے بارے میں مورخین میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن قیاس ہے کہ ان کی ولادت نبوت کے پہلے سال حضور ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔ ۲ھ کو حضرت علی بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔ وفات رمضان ۱۱ھ کو ہوئی۔ اولاد: سیدنا حسنؓ۔ حسینؓ اور محسنؓ (ان کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا) اور دختران میں سیدہ ام کلثومؓ۔ زینبؓ اور سیدہ رقیہؓ تھیں۔ سیدہ فاطمہؓ آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور آپ کو بے انتہا پیاری تھیں۔ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ سے بھی حضور ﷺ کو خصوصی محبت تھی۔

تعلیمات

من اطاعنی دخل الجنة.

(جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔)

ایمان

کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔ ایک اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے دوسرے مرنے پر ایمان لائے تیسرے مرنے کے بعد قبر سے اٹھائے جانے پر ایمان لائے چوتھے تقدیر کا یقین کرے۔ (روایت حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ ترمذی)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اس کے فرشتوں پر (قیامت کے دن) اللہ کے دیدار پر اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یوم قیامت پر یقین کرو۔ (روایت حضرت ابو ہریرہؓ۔ بخاری)

توحید

جو شخص اس حال میں مرے کہ اسے لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کا علم یقین ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

اسلام

اسلام یہ ہے کہ تم لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور محمد رسول اللہ کی گواہی دو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، خانہ کعبہ کا حج کرو اور وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو۔ (ابن عمرؓ۔ بخاری، مسلم)

ایمان و اسلام

بہترین اعمال یہ ہے کہ لوگ تم سے امان میں رہیں اور بہترین اسلام یہ ہے کہ لوگ تمہارے ہاتھ اور زبان سے صحیح و سالم رہیں۔

نیت

اعمال کا دار و مدار دل کے ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (بخاری)

ایک روز ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر عرض کیا! محمد ﷺ مجھے اسلام کی خبر بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے۔

۱۔ کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۲۔ تو نماز قائم کرے۔

۳۔ زکوٰۃ دے۔

۴۔ رمضان کے روزے رکھے۔

۵۔ حج بیت اللہ کرے اگر اللہ تعالیٰ مقام حج تک پہنچنے کی توفیق دے۔

وہ کہنے لگا آپ ﷺ نے سچ کہا اس نے پھر کہا مجھے بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ

نے فرمایا:

اللہ پر ایمان، فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر

ایمان۔

اس نے کہا سچ فرمایا: اس نے پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ایسے کہ تم اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا کہ قیامت کے بارے میں بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے والے سے میں زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ اس کی نشانیاں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈیاں اپنی مائیں پیدا کریں گی اور اولاد نافرمان ہوگی ماں پر حکم چلائے گی اس طرح ماں کو لونڈی اور بیٹی کو مالکہ بتایا گیا۔

تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں والے ننگ دھڑنگ فقیر بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی

عمار میں بنا کر فخر کریں گے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس شخص کے چلے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر حضور ﷺ نے پوچھا عمر جانتے ہو یہ سائل کون تھا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ تمہارے پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارا دین سکھا دیں۔ (روایت سیدنا عمرؓ۔ مسلم شریف)

فرمایا:

- ۱۔ حرام کاموں سے بچتے رہو۔ تم سب لوگوں میں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔
- ۲۔ جو رزق اللہ نے تمہیں عطا کیا اس پر راضی ہو تم سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔
- ۳۔ اپنے پڑوسی پر احسان کرو تم مومن بن جاؤ گے۔
- ۴۔ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو تمہیں مسلم کہا جائے گا۔
- ۵۔ فضول ہنسانہ کرو کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ (روایت حضرت ابو ہریرہؓ۔ مسند احمد)

مومن اعلیٰ

بہترین مومن وہ ہے جس کا اخلاق بلند ہو اور اہل و عیال کے ساتھ بہت مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہو۔

جبر و قدر

ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے یہاں تک کہ دانائی اور نادانی۔ (روایت ابن عمرؓ۔ مسلم)

جہاد

سب سے زیادہ بزرگ و برتر ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مومن جو جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ (بخاری)

جس بندہ کے پاؤں اللہ کی راہ (جہاد) میں غبار آلودہ ہو جائیں پھر ان کو آگ نہیں

چھوتی (راوی ابو عبسؓ - بخاری)

اگر تم صبر اور ذمہ داری سے میدان میں ثابت قدم رہے تو اللہ تمہارے سب گناہ معاف کر دے گا سوائے قرض کے (حضرت قتادہؓ - مسلم)

اتباع رسول ﷺ

میری امت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا مگر وہ شخص جس نے میرا انکار کیا: پوچھا وہ کون شخص ہے جس نے سرکشی کی اور انکار کیا: فرمایا جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔ (روایت حضرت ابو ہریرہؓ - بخاری)

خوف الہی

اللہ سے ڈرو جلوت میں بھی اور خلوت میں بھی۔ (ترمذی)

شُرک

جو شخص شرک کی حالت میں مرے وہ دوزخی ہے اور جو شخص اس حال میں مرے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (حضرت جابرؓ - مسلم)

فرمایا کہ ارشاد الہی ہے کہ اے ابن آدم اگر تیری خطائیں اس کثرت سے ہوں کہ زمین لبریز ہو جائے لیکن ان گناہوں میں شرک نہ ہو تو میں تجھ سے تیری خطاؤں کے برابر مغفرت لے کر ملاقات کروں گا۔ (ترمذی)

(یہ گناہ کبیرہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا۔ (روایت عبداللہ بن مسعودؓ - مسلم)

نماز

بندہ (مسلمان) اور کفر کے درمیان صرف نماز کی دیوار حائل ہے اور ترک نماز اس فرق کو دور کر دیتا ہے۔ (حضرت جابرؓ - مسلم)

تو کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دے۔ اگر چہ تیرے جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھ کو آگ میں جلا دیا جائے اور یہ کہ فرض نماز کو جان کر نہ چھوڑا اس لئے کہ جس نے نماز کو دانستہ ترک

کیا اس سے اسلام بری الذمہ ہے اور یہ کہ تو شراب کو نہ پی اس لئے کہ وہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔
ابوالدرداءؓ۔ ابن ماجہ

توبہ و استغفار

میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں اللہ کی طرف دن میں ستر بار سے
زیادہ۔ توبہ یہ ہے کہ پھر وہ کام کبھی نہ کیا جائے۔ (حضرت ابو ہریرہؓ۔ بخاری)
بندہ جب اقرار کرتا ہے اپنے گناہ کا اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا
ہے۔ (سیدہ عائشہؓ۔ بخاری، مسلم)

دعا

تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اللہ تعالیٰ سوال کرنے کو بہت پسند کرتا ہے۔
(ترمذی)

بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے تم سجدہ کی حالت میں
بہت زیادہ دعا کیا کرو۔ (مسلم)
جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے تو یا تو اس کو اس کی منہ مانگی مراد مل جاتی ہے یا کوئی بلا اس
پر سے ٹال دی جاتی ہے اور یا اس کی دعا آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دی جاتی ہے۔ (احمد)

روزہ

جس نے روزہ کو فرض سمجھ کر ثواب کی امید کے ساتھ رکھا وہ بخشا گیا۔ (بخاری، مسلم)
افطار کے وقت روزہ دار جو دعائے مانگے اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ رو نہیں ہوتی۔
(ترمذی)

لوگو جہاد کیا کرو اللہ تعالیٰ غنیمت عطا کرے گا۔ روزہ دار کو تندرست رہو گے۔ سفر
کیا کرو مالدار ہو جاؤ گے۔ (طبرانی)
اللہ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کا اپنا ہوتا ہے لیکن روزہ میرا ہے اور اس کا بدلہ میں
ہی دوں گا۔ (بخاری)

حج

لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ (ابن عباسؓ۔ احمد)
جس نے حج کیا اور حج میں نہ کوئی بات فسق کی نہ فحش کلام کیا تو وہ حج سے ایسا پاک و
صاف ہو کر لوٹتا ہے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

زکوٰۃ

جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کے مال کا سانپ بنا کر
اللہ اس کی گردن میں لٹکا دے گا۔ (ترمذی)

مجاہد

حقیقی مجاہد وہ ہے جو لڑا نفس سے اللہ کی اطاعت میں (بیہتی)

رحم

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا (ابو ہریرہؓ۔ مسلم، بخاری)
تین باتیں جس شخص میں ہوں گی خدا تعالیٰ اس پر اپنا ہاتھ رکھے گا اور اس کو بہشت میں
داخل کر دے گا۔

۱۔ کمزور پر نرمی کرنا۔

۲۔ ماں باپ پر شفقت کرنا۔

۳۔ غلام پر احسان کرنا۔ (ترمذی)

حیاء

حیاء بھی ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ (بخاری، مسلم)

حیاء ایمان ہے ایمان کا بدلہ جنت ہے۔ (ترمذی)

حلم

اللہ تعالیٰ حلیم ہے، حلم اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

زنی کرنے والوں اور آسانی کرنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ (ترمذی)

قرض

جو شخص لوگوں کے مال لیتا ہے اور ان کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو خدا اس سے ادا کرا دیتا ہے اور جو لوگوں کے مال ہضم کرنے کی غرض سے لیتا ہے خدا اس کے مال کو ہلاک کر دیتا ہے یعنی ادائیگی کی توفیق نہیں دیتا۔ (حضرت ابو ہریرہؓ۔ بخاری)

مسلمان کی عزت

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے چاہئے کہ اس سے خیانت نہ کرے نہ اسے جھٹلائے اور نہ اسے ذلیل کرے۔ مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی عزت، مال اور خون قابل احترام ہے۔ یہی تقویٰ ہے فرمایا کسی شخص کے شرارتی ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ دوسرے کو حقیر جانے۔ (ابو ہریرہؓ۔ ترمذی)

سود

سود لینے والے اور دینے والے اور لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے سب پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (حضرت جابرؓ۔ مسلم)

گواہی

جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔ (جزیم بن قاتکؓ۔ ابوداؤد)

پردہ

مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔

مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نمایاں نہ کریں مگر جو اس سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوزھدیوں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے آباء پر یا اپنے سرور پر یا اپنے

بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر۔ (سورۃ النور: ۳۱، ۳۰)

تعلیم

علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

خیرات

اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد خرچ کر دے تو تیرے لئے بہتر ہے اور اگر اسے بچا کر رکھے گا تو تیرے لئے برا ہے۔ (مسلم)

جوا

بے شک رسول اللہ ﷺ نے شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

طہارت

پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔ (مسلم)

ناپ تول

ناپ تول والوں کو حضور ﷺ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں اور انہی دونوں باتوں (میں غلط روی) کی وجہ سے بعض گزشتہ امتیں ہلاک بھی ہوئی ہیں۔ (ابن عباسؓ۔ ترمذی)

امانت

جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کے پاس عہد نہیں اس کا دین نہیں۔ (النسؓ۔ مشکوٰۃ)

منافق

منافق کی تین علامتیں ہیں اگر وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے تئیں مسلمان سمجھے۔

جب بات کہے جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے خلاف کرے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (ابو ہریرہؓ - صحیحین)

تقویٰ

کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور نہ سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر مگر صرف تقویٰ کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

دیگر معاملات

ماں باپ کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ (طبرانی)
تم میں سے جو شخص دو چیزوں کی طرف سے اطمینان دلا دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دینے کو تیار ہوں۔ ایک وہ چیز جو دونوں جبروں کے درمیان ہے (زبان) اور دوسری جو دونوں رانوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے۔ (بخاری)

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ (بخاری)
پاکیزہ کلام یعنی اچھی گفتگو کر لینا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم)
بہترین شخص وہ ہے جو خدا سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

اللہ کے لئے محبت کرنا اللہ کے لئے دوستی کرنا بہترین عمل ہے۔ (ابوداؤد)
صبر کرنا آدھا ایمان ہے یقین پورا ایمان ہے۔ (طبرانی)
خدا کی نظر میں وہ شخص بڑا شکر گزار ہے جو لوگوں کے احسان کا شکر یہ ادا کرتا رہتا ہے۔ (احمد)

اصل نیکی تو حسن خلق کا نام ہے۔ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس کا لوگوں پر ظاہر ہو جانا تجھ کو پسند نہ ہو۔ (مسلم)

یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں دونوں جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ دونوں انگلیاں پھر دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ (بخاری)
بہترین شخص تم میں سے وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری، مسلم)

بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔ (نسائی)
 جس نے فریب دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے (مسلم)
 بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر حرام ہیں۔
 (مسلم)

وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی پہلو میں بھوکا رہے۔ (مشکوٰۃ)
 (شریف)

اپنے بھائی سے نہ جھگڑو نہ مذاق کرو نہ وعدہ خلافی کرو۔ (ترمذی)
 سچا اور امین تاجر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)
 قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ (مسلم)
 کیا میں تم کو بتاؤں دوزخی لوگ وہ سب جو بد خو حرام خور اور مغرور ہیں۔ (متفق علیہ)
 جس کے دل میں رائی بھر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم)
 تم میں اچھا وہ ہے جس سے نیکی کی امید ہو اور اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں اور تم
 میں برا وہ ہے جس سے نیکی کی امید نہ ہو اور اس کے شر سے کسی کو امین نہ ہو۔ (ترمذی)
 غیبت زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ (بیہقی)

جب تو نے اپنے بھائی کی ایسی برائی بیان کی جو اس میں ہے تو یہ غیبت ہے اور ایسی
 بات کہی جو اس میں نہیں تو یہ بہتان ہے۔ (مسلم)
 چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (شیخین، ابوداؤد ترمذی)

وہ شخص رسوا ہوا ذلیل ہوا بے عزت ہوا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کون یا رسول اللہ
 ﷺ! فرمایا وہ جس نے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (اُن کی
 خدمت کر کے) داخل بہشت ہونے کا موقع نہ حاصل کیا۔ (مسلم)
 تم میں سے کوئی پکا مومن اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ
 پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (شیخین۔ ترمذی)

جس نے میری سنت کو دوست رکھا اس نے مجھ سے محبت کی۔ (ترمذی)
 جس کے سامنے میرا ذکر ہو اس کو مجھ پر درود بھیجنا چاہئے جس نے مجھ پر ایک بار درود
 بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (ترمذی)

ایک بار درود پڑھنے والے پر خدا تعالیٰ دس بار درود بھیجتا ہے دس نیکیاں لکھتا ہے دس گناہ مٹا دیتا ہے دس درجے بلند کرتا ہے۔ (نسائی)

تم میں سے جو ناروا کام ہوتا دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے روک دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم)

مفلس کون ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہ نے کہا ہم اسے مفلس کہتے ہیں جس کے پاس نہ درہم و دینار ہو اور نہ مال و متاع ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا مگر اس حالت میں کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا پھر وہ بیٹھے گا اور اس کی کچھ نیکیاں اس کے مظالم کے قصاص کے طور پر ایک (مظلوم) لے لے گا اور کچھ دوسرا (مظلوم) لے لے گا۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کی خطاؤں کے قصاص ادا کرنے سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو پھر اس کے مظلوموں کی خطائیں لے لی جائیں گی اور اس (ظالم) پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (روایت سیدنا ابو ہریرہؓ۔ ترمذی)

لوگو جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کو برباد کر دینے والا ہے۔ (احمد)

آپ ﷺ نے بدکاری، تکبر، حرص، حسد، قرضہ دین میں سختی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

۱۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

۲۔ صحت کو بیماری سے پہلے۔

۳۔ دولت کو فقیری سے پہلے۔

۴۔ زندگی کو موت سے پہلے۔

۵۔ فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔ (ترمذی)

بہترین کمائی وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی ہو۔

حسد میں ظلم نہ کرو گمان کو حقیقت نہ سمجھو اور تول میں زائد دو۔

جب بندہ خدا سے ڈرتا ہے تو ہر چیز اس سے ڈرنے لگتی ہے اور جب وہ اللہ سے ڈرنا
چھوڑ دیتا ہے تو ہر شے سے ڈرنے لگتا ہے۔
سب سے بڑا گناہ اللہ سے بدگمانی ہے۔

حقوق و فرائض

پڑوسی کا حق

اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو اگر وہ تم سے قرض چاہے تو اسے قرض دو خوشی کے موقع پر اسے تہنیت دو، غم کے موقع پر تعزیت کرو اور اس کی عمارت سے اونچی عمارت نہ بناؤ کہ اس کی طرف ہوا کا گزرنہ ہو سکے۔

شوہر کا حق

شوہر کا حق یہ ہے کہ عورت اس کے بستر سے گریز نہ کرے اسی کی قسم کو پورا کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرے۔ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور جس گھر کو اس کا شوہر ناپسند کرتا ہو وہاں نہ جائے۔

زوجہ کا حق

زوجہ کا شوہر پر حق ہے کہ جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے۔ اس کے چہرے پر ضرب نہ لگائے اس کو برا بھلا نہ کہے اور اپنے گھر کے سوا اس کو کہیں اور نہ چھوڑے۔

اولاد کا حق

اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ باپ ان کا اچھا نام رکھے، اچھی جگہ رکھے، اچھی تعلیم و تربیت دے ان کو حلال مال کھلائے اور جب بالغ ہو جائے تو ان کی شادی کر دے۔

مسلمان کا حق

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔

۱۔ جب ملاقات کرے تو سلام کرے۔

۲۔ جب وہ بلائے تو اس کی دعوت رد نہ کرے۔

- ۳۔ جب وہ مشورہ چاہے تو اسے نیک مشورہ دے۔
 ۴۔ جب وہ چھینکے تو الحمد للہ کہے۔
 ۵۔ جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے۔
 ۶۔ اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے۔

ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں

فال لینے والا، کہانت (فال گوئی، غیب کی بات بتانا، نجوم کا علم) کرنے والا، جادو گر کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان چیزوں کا استعمال کرنے والا ہم میں سے ہے۔

فرمان الہی

”آپ فرمادیں کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔“

(سورۃ ال عمران: ۳۱)

”(اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمام تنازعات میں آپ کو حاکم نہ بنائیں اور آپ جو بھی فیصلہ فرمائیں اس کے لئے اپنے دل میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں بلکہ مکمل طور پر دل سے تسلیم کر لیں۔“

(سورۃ النساء: ۶۵)

”جو کوئی رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان ہے وہی اللہ کا فرمانبردار ہے۔“

(سورۃ النساء: ۸۰)

”یقیناً تمہارے ہر اس شخص کے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور روز جزا کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔“

(سورۃ الاحزاب: ۲۱)

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان (نبی) پر درود و سلام بھیجو۔“

(الاحزاب: ۵۶)

”(اے محمد ﷺ) یقیناً آپ اخلاق کے بڑے درجے پر ہو۔“

(سورۃ قلم: ۴)

”اور (ہم نے) آپ کی خاطر آپ کے ذکر کا آواز بلند کر دیا۔“

(سورۃ الم نشرح: ۴)

نقشہ واقعات

سن عیسوی	سن ہجری	واقعات
مارچ/اپریل ۵۷۰ھ	ربیع الاول ۱ میلاد النبی	ولادت پاک
۵۷۶ء	۶ میلاد النبی	وفات والدہ محترمہ
۵۷۸ء	۸ میلاد النبی	وفات عبدالمطلب
۵۸۲ء	۱۲ میلاد النبی	سفر شام
۵۸۵ء	۱۵ میلاد النبی	جنگ فجار
۵۹۵ء	۲۵ میلاد النبی	عقد سیدہ خدیجہؓ
اگست ۶۱۰ء	انبوی	نبوت سے سرفرازی پہلی وحی
۶۱۳ء	۵ نبوی	تبلیغ کی ابتدا
۶۱۵ء	۵ نبوی	ہجرت حبشہ اول
۶۱۶-۶۱۹ء	۷ نبوی	بنی ہاشم سے مقاطعہ
۶۱۹ء	۱۰ نبوی	وفات ابوطالب
۶۱۹ء	۱۰ نبوی	وفات سیدہ خدیجہؓ
۶۱۹ء	۱۰ نبوی	عقد سیدہ سودہؓ
۶۱۹ء	۱۰ نبوی	نکاح سیدہ عائشہؓ
۶۱۹ء	۱۰ نبوی	سفر طائف
۶۱۹ء	رجب ۱۰ نبوی	سفر معراج
۶۲۱ء	۱۳ نبوی	بیعت عقبہ
۹ ستمبر ۶۲۲ء	صفر ۱۳ نبوی	ہجرت از مکہ
۲۳ ستمبر ۶۲۲ء	۱۲ ربیع الاول ۱ھ	داخلہ مدینہ
یکم اکتوبر ۶۲۲ء	۲۲ ربیع الاول ۱ھ	مسجد نبوی کی بنیاد
اپریل ۶۲۳ء	شوال ۱ھ	رخصتی سیدہ عائشہؓ

اگست ۶۲۳ء	صفر ۲ھ	مہم ابویا ودان
ستمبر ۶۲۳ء	ربیع الاول ۲ھ	مہم عبیدہ بن حارث
ستمبر/اکتوبر ۶۲۳ء	ربیع الآخر ۲ھ	مہم بواط
نومبر ۶۲۳ء	جمادی الاول ۲ھ	غزوہ عثیرہ
نومبر ۶۲۳ء	جمادی الآخر ۲ھ	غزوہ سفوان یا بدر اول
نومبر ۶۲۳ء	جمادی الآخر ۲ھ	غزوہ ذی العثیرہ
دسمبر ۶۲۳ء	رجب ۲ھ	سریہ عبداللہ بن جحش
جنوری ۶۲۴ء	شعبان ۲ھ	تحويل قبلہ
فروری ۶۲۴ء	ارمضان ۲ھ	رمضان میں روزہ کی ابتدا
۱۳ مارچ ۶۲۴ء	۷ ارمضان ۲ھ	غزوہ بدر
مارچ/اپریل ۶۲۴ء	رمضان/شوال ۲ھ	غزوہ قرقرۃ اکلدر یا بنی سلیم
مارچ ۶۲۴ء	رمضان ۲ھ	سریہ سالم بن عمیر
اپریل ۶۲۴ء	شوال ۲ھ	غزوہ بنی قینقاع
مئی/جون ۶۲۴ء	ذی الحجہ ۲ھ	غزوہ سویق
جون ۶۲۴ء	ذی الحجہ ۲ھ	نکاح سیدہ فاطمہؓ
۶ ستمبر ۶۲۴ء	۱۲ ربیع الاول ۳ھ	کعب بن اشرف کا قتل
ستمبر ۶۲۴ء	ربیع الاول ۳ھ	غزوہ غطفان
اکتوبر/نومبر ۶۲۴ء	۶ جمادی الاول ۳ھ	غزوہ بنو سلیم
نومبر ۶۲۴ء	جمادی الآخر ۳ھ	سریہ زید بن حارثہ
فروری ۶۲۵ء	رمضان ۳ھ	عقد سیدہ زینب بنت خزیمہؓ
۳۰ مارچ ۶۲۵ء	۱۵ شوال ۳ھ	جنگ احد
اپریل ۶۲۵ء	ذی القعدہ ۳ھ	عقد سیدہ حفصہؓ
جون ۶۲۵ء	محرم ۳ھ	سریہ ابوسلمہ
۱۷ جون ۶۲۵ء	۵ محرم ۳ھ	وادی عرفہ کی مہم

جولائی ۶۲۵ء	صفر ۴ھ	المیہ رجب
جولائی ۶۲۵ء	صفر ۴ھ	المیہ بر معونہ
اگست ۶۲۵ء	ربیع الاول ۴ھ	غزوہ بنو نضیر
دسمبر ۶۲۵ء	رجب ۴ھ	غزوہ بدر الموحد
مارچ ۶۲۶ء	شوال ۴ھ	عقد سیدہ ام سلمہؓ
جون ۶۲۶ء	محرم ۵ھ	غزوہ ذات الرقاع
اگست ۶۲۶ء	ربیع الاول ۵ھ	غزوہ دومتہ الجندل
دسمبر ۶۲۶ء / جنوری ۶۲۷ء	شعبان ۵ھ	غزوہ بنی مصطلق (مرسیع)
جنوری ۶۲۷ء	شعبان ۵ھ	عقد سیدہ جویریہؓ
فروری / مارچ ۶۲۷ء	شوال / ذی القعدہ ۵ھ	غزوہ احزاب
مارچ / اپریل ۶۲۷ء	ذی القعدہ ۵ھ	غزوہ بنی قریظہ
اپریل ۶۲۷ء	صفر یا ذی القعدہ ۵ھ	عقد زینب بنت جحشؓ
مئی / جون ۶۲۷ء	محرم ۶ھ	سریہ محمد بن مسلمہؓ
جولائی / اگست ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ھ	غزوہ بنی لحيان
اگست ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ھ	غزوہ غابہ
اگست ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ھ	سریہ غمر
اگست / ستمبر ۶۲۷ء	ربیع الآخر ۶ھ	سریہ ذوالقصدہ
اگست / ستمبر ۶۲۷ء	ربیع الآخر ۶ھ	سریہ جموم
ستمبر / اکتوبر ۶۲۷ء	جمادی الاول ۶ھ	سریہ عیص
اکتوبر / نومبر ۶۲۷ء	جمادی الآخر ۶ھ	سریہ حمسی
نومبر ۶۲۷ء	رجب ۶ھ	سریہ وادی القرئی
دسمبر ۶۲۷ء / جنوری ۶۲۸ء	شعبان ۶ھ	سریہ دومتہ الجندل
دسمبر ۶۲۷ء / جنوری ۶۲۸ء	شعبان ۶ھ	سریہ فدک
جنوری / فروری ۶۲۸ء	رمضان ۶ھ	سریہ وادی القرئی
جنوری / فروری ۶۲۸ء	رمضان / شوال ۶ھ	سریہ عبداللہ بن رواحہؓ

فروری ۶۲۸ء	شوال ۶ھ	سریہ کرز بن جابرؓ
فروری ۶۲۸ء	شوال ۶ھ	سریہ عمرو بن امیہؓ
مارچ ۶۲۸ء	ذی القعدہ ۶ھ	صلح حدیبیہ
اپریل / مئی ۶۲۸ء	ذوالحجہ ۶ھ	شاہان عالم و روساء کے نام
مئی / جون ۶۲۸ء	محرم / صفر ۷ھ	غزوہ خیبر
جون ۶۲۸ء	صفر ۷ھ	عقد سیدہ صفیہؓ
جون ۶۲۸ء	صفر ۷ھ	آمد سیدہ ام حبیبہؓ
دسمبر ۶۲۸ء	شعبان ۷ھ	سریہ بنی کلاب
دسمبر ۶۲۸ء	شعبان ۷ھ	سریہ تریبہ
دسمبر ۶۲۸ء	شعبان ۷ھ	سریہ اطراف فدک
جنوری ۶۲۹ء	رمضان ۷ھ	سریہ میفحہ
فروری ۶۲۹ء	شوال ۷ھ	سریہ الجنباب
مارچ ۶۲۹ء	ذی قعدہ ۷ھ	عمرۃ القضا
مارچ ۶۲۹ء	ذی قعدہ ۷ھ	عقد میمونہؓ
اپریل ۶۲۹ء	ذی الحجہ ۷ھ	سریہ ابوالعوجاہ
جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ	اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ
جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ	اسلام حضرت عمرو بن عاصؓ
جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ	سریہ غالب بن عبد اللہؓ
جولائی ۶۲۹ء	ربیع الاول ۸ھ	مہم مکی
جولائی ۶۲۹ء	ربیع الاول ۸ھ	مہم کعب بن عمیر
اگست / ستمبر ۶۲۹ء	جمادی الاول ۸ھ	جنگ موتہ
ستمبر / اکتوبر ۶۲۹ء	جمادی الآخرہ ۸ھ	سریہ ذات السلاسل
۱۳ / ۱۱ جنوری ۶۳۰ء	۲۰ رمضان ۸ھ	فتح مکہ
جنوری / فروری ۶۳۰ء	شوال ۸ھ	غزوہ حنین
فروری / مارچ ۶۳۰ء	شوال / ذی القعدہ ۸ھ	غزوہ طائف

اکتوبر/دسمبر ۶۳۰ء	رجب ۹ھ	غزوہ تبوک
۶۳۱ء	۹ھ	سال وفود
جنوری ۶۳۱ء	شوال ۹ھ	وفات ابراہیمؑ
فروری/مارچ ۶۳۱ء	ذی الحجہ ۹ھ	حج سیدنا ابو بکر صدیقؓ
جون ۶۳۱ء	ربیع الثانی ۱۰ھ	سریہ خالد بن ولیدؓ
دسمبر ۶۳۱ء	رمضان ۱۰ھ	سریہ حضرت علیؓ
فروری/مارچ ۶۳۲ء	ذی الحجہ ۱۰ھ	حجۃ الوداع
۵ مئی ۶۳۲ء	۲۹ صفر ۱۱ھ	ابتداءئے مرض
۸/۱۱ جون ۶۳۲ء	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	وفات
۹/۱۲ جون ۶۳۲ء	۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ	تدفین

شمال نبوی ﷺ

وَإِحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرْقُظْ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءَ
خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(سیدنا حسان بن ثابتؓ)

”(ترجمہ) میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا، نہ کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال جنا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے آپ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے ہوں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ

(حضرت علامہ محمد اقبالؒ)

خلق وخصائص

فخر موجودات، رحمت عالم، افضل الانبیاء ﷺ بے مثال خلق عظیم کے پیکر ہیں جس کی مدح خود خالق کائنات قرآن پاک میں اس طرح فرماتا ہے: ”اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔“ آپ ﷺ کے اسی حسن خلق کا یہ اثر تھا کہ آپ ﷺ کے رفیقوں کے دل آپ ﷺ کی محبت، تعظیم اور عزت و توقیر سے سرشار ہو کر جانثاری اور فداکاری کی وہ تاریخ رقم کر گئے جس کی نظیر پھر نہ کبھی پیش ہوئی نہ ہی پیش ہو سکے گی۔

آپ ﷺ خیر مجسم تھے اور آپ ﷺ کی ذات سب کے لئے رحمت ہی رحمت۔ نرم روی، حلم و تحمل، عفو و صبر، جود و سخا، شجاعت و دلیری، حیا و چشم پوشی، صداقت و امانت، ایفائے وعدہ، عدل و انصاف، عفت و صدق، حسن سیرت و صورت، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ خود اپنی مثال ہیں۔ نہ کوئی آپ ﷺ کا ثانی ہو انہ ہوگا۔ آپ ﷺ کے جمالی صورت کا کمال یہ تھا کہ بہت لوگ صرف شکل مبارک دیکھ کر ہی مسلمان ہو جاتے اور آپ ﷺ کے دعویٰ کے صدق پر کسی دلیل کی حاجت نہیں سمجھتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعض ایسے خصائص سے نوازا جو آپ ﷺ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہ ہوئے۔ پہلے انبیاء صرف کسی خاص قوم یا علاقہ کے لئے مبعوث ہوتے۔ لیکن آپ ﷺ کی بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی اور آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہوئے۔

دین اسلام جو روز اول سے انسانوں کی ضرورت کے مطابق نازل ہوتا رہا آپ ﷺ پر مکمل کر دیا گیا۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم کر دی گئی یوں قیامت تک کے لئے دین مکمل ہو گیا اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہوئے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا ہوئے یعنی آپ ﷺ کے مختصر کلمات بے شمار معانی کے حامل ہیں۔

☆ تمام روئے زمین آپ ﷺ کے لئے سجدہ گاہ اور مطہر بنا دی گئی۔

☆ مال غنیمت آپ ﷺ کے لئے حلال کر دیا گیا۔

☆ آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا ہوا۔

☆ آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا ہوا۔

☆ آپ ﷺ کو سفرِ معراج کی نعمت سے نوازا گیا۔

آپ ﷺ کی عظمت کا بیان کروڑوں صفحات لکھے جانے کے باوجود ابھی تک تشنہ و
ناکمل ہے کہ اس ذاتِ عظیم کی عظمت کی انتہا پر کسی کو رسائی نہیں ہو سکتی۔
دنیا کے تمام درختوں کے قلم اور سمندروں کی سیاہی بنالی جائے پھر بھی آپ ﷺ کی
عظمت بیان نہیں ہو سکتی۔ سعدیؒ نے کیا درست کہا ہے:

لا یملک انشاء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر



ماخذ

قرآن حکیم

ترجمہ..... مولانا محمود الحسن / تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی / قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس:

مدینہ منورہ۔

ترجمہ: سوزا محمد جونا گڑھی / دارالاسلام لاہور / ۲۰۰۲
ترجمہ: مولانا فتح محمد خان جالندھری / پاک کمپنی لاہور

دیگر

تفہیم القرآن / سید ابوالاعلیٰ مودودی / ترجمان القرآن لاہور / ۱۹۸۳۔

احسن التفاسیر / مولانا سید احمد حسن / مکتبہ السنیہ لاہور / ۱۹۹۶۔

معارف القرآن / مولانا محمد ادریس کاندھلوی / مکتبہ عثمانیہ لاہور / ۱۹۸۲۔

ترجمان القرآن / مولانا ابوالکلام آزاد / اسلامی اکاڈمی لاہور / ۱۹۷۶۔

تعارف الفرقان / حمید نسیم فضلی سنز کراچی۔

درس قرآن / حافظ نذرا احمد دیگر ممبران بورڈ / ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور۔

بخاری شریف / ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری / فرید بک سٹال لاہور۔ ۱۹۹۱۔

مسلم شریف / ابوالحسن مسلم بن الحجاج / فرید بک سٹال لاہور۔

جامع ترمذی / امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی / فرید بک سٹال لاہور۔ ۱۹۸۳۔

سنن ابوداؤد / امام ابوداؤد سلیمان / فرید بک سٹال لاہور۔ ۱۹۸۵۔

احسن التلمعات / شاہ عبدالحق محدث / فرید بک سٹال لاہور۔ ۱۹۸۱۔

سیرت النبی / ابن ہشام / ادارہ اسلامیات لاہور۔ ۱۹۹۳۔

طبقات / ابن سعد / نفیس اکیڈمی کراچی۔

رسول و خلفائے رسول / ابن خلدون / نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۸۱۔

مغازی رسول / عمرو بن زبیر / ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۸۷۔

الوفاء / امام ابن جوزی / فرید بک سٹال لاہور۔

- الشفا/قاضی عیاض/فرید بک شال لاہور۔ ۲۰۰۱۔
- مدارج النبوت/شاہ عبدالحق محدث/مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی۔
- رحمت عالم/علامہ سید سلیمان ندوی/لاہور اکیڈمی لاہور۔ ۱۹۲۶۔
- سیرت النبی/علامہ شبلی نعمانی/ناشران قرآن لاہور۔
- سیرت مصطفیٰ/مولانا محمد ادریس کاندھلوی/مکتبہ عثمانیہ لاہور۔ ۱۹۸۳۔
- حیات محمد/محمد حسین بیگل/ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۸۷۔
- رحمۃ للعالمین/قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری/الفیصل لاہور۔ ۱۹۹۱۔
- رسول رحمت/مولانا ابوالکلام آزاد/شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔
- محمد رسول اللہ ﷺ/شیخ محمد رضا مصری/تاج کمپنی لاہور۔ ۱۹۶۷۔
- الرحیق المنخوم/صفی الرحمن مبارکپوری/مکتبہ سلفیہ لاہور۔
- عکس سیرت کونشن ویرٹیل/سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ ۲۰۰۰۔
- رسول اللہ کی سیاسی زندگی/ڈاکٹر محمد حمید اللہ/دارالاشاعت کراچی۔ ۱۹۸۷۔
- الامین/محمد رفیق ڈوگر/دید شنید پبلیکیشنز لاہور۔ ۱۹۹۹۔
- رسول عربی/محمد اجمل خاں/الفیصل لاہور۔ ۲۰۰۱۔
- سیرت رسول عربی/علامہ نور بخش توکلی/فرید بک شال لاہور۔
- حیات سرور کائنات/مارٹن لنکس/پروگریسو بکس لاہور۔ ۱۹۹۳۔
- اسوۃ حسنہ/صفوۃ الرحمن صابر/فضلی سنز کراچی۔ ۱۹۸۷۔
- محسن انسانیت/نعیم صدیقی/اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔ ۱۹۸۱۔
- سیرت مصطفیٰ/مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی/مکتبہ الہمدیث سیالکوٹ۔ ۱۹۳۲۔
- نقوش سیرت/پروفیسر علم الدین سالک/انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ۱۹۸۳۔
- محمد رسول اللہ ﷺ/جنرل گل ب پاشا/سیٹزن پبلیشر کراچی۔
- سیرت مصطفیٰ/علامہ المصطفیٰ اعظمی/فرید بک شال لاہور۔
- مختصر سیرت الرسول/شیخ عبد اللہ بن محمد عبد الوہاب/طارق اکیڈمی فیصل آباد۔
- سیرت رسول/مولانا اسلم جیراجپوری/مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی۔ ۲۰۰۰۔
- سیرت القران/سید معروف شاہ شیرازی/منشورات اسلامی چنارکوٹ۔ ۱۹۸۳۔

سیرت النبی قرآن حکیم کے آئینے میں / محمد نصیب / ادارہ اشاعت تعلیمات اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۹۰۔

Muhammad the Final Messengir/ Dr Majid Ali Khan/ Sh

Muhammad Ashraf/ 1983

رسول نمبر (نقوش) مدیر طفیل احمد / ادارہ فروغ اردو لاہور۔ ۱۹۸۲۔

رسول نمبر۔ سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ ۱۹۷۳۔

رحمۃ للعالمین نمبر۔ اردو ڈائجسٹ لاہور ۱۹۸۸۔

البدایہ انہایہ / ابن کثیر / نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۸۷۔

تاریخ اسلام / مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی / نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۶۳۔

روح اسلام / سید امیر علی / ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۸۷۔

خطبات رسول / محمد میاں صدیقی / اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ ۱۹۸۷۔

وفود عرب بارگاہ نبوی میں / طالب ہاشمی / حراپبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۹۳۔

حسنت جمیع خصال / طالب ہاشمی / القمر لاہور۔ ۱۹۹۷۔

منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین / ابوالحسن علی ندوی / مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ۔ ۱۹۸۰۔

عہد نبوت کے ماہ و سال / علامہ مخدوم ہاشم سندھی / ادارہ اشاعت کراچی۔ ۱۹۹۰۔

رسول کریم ﷺ کی جنگی سکیم / عبدالباری / الفیصل لاہور۔

آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار / محمود خطاب شیت / شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

عہد نبوی کے غزوات و سرایہ / ڈاکٹر روزہ اقبال / اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۹۹۔

رسول اکرم اور یہود حجاز / برکات احمد / مکتبہ جامعہ دہلی۔ ۱۹۸۵۔

حرفِ آخر

سرور کائنات ﷺ کی توصیف و سیرت کو بیان کرنے کا سلسلہ روز ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا لیکن یہ کسی بشر کے بس میں نہیں کہ وہ اس میں کمال حاصل کر سکے کیونکہ یہ معاملہ بھی پروردگار عالم نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

بہر حال عاشقان رسول ﷺ نے اپنے پھولوں، ہاروں اور گلہ دستوں کے انبار ہر جانب سجا رکھے ہیں۔

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے کمال فضل و کرم سے اپنے اس جاہل و ناتواں بندے کو بھی اپنا گلہ دستہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی توفیق بخشی۔

اس عاجز کی اس ذات الغفار والغفور سے التجا ہے کہ اس ناچیز کو اس کے والدین، اہل و عیال، عزیز و اقارب اور احباب کو دنیا اور آخرت کی بھلائی مقدر فرمادے اور یوم الدین کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب کرے اور جنت الفردوس میں ٹھکانہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ

أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

راجی غفران و شفاعت

سرفراز محمد بھٹی

۲۵۶ ستلج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور

وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِمَا تُكْفِرُونَ

۱۵۶ شیخ برکات علیہ الرحمہ کی تفسیر
مشہور کتاب الفیصل